قرآن مجید کی جملہ سورتوں سے متعلق انتہائی مختصر و مدلل انداز میں تمام اہم مباحث کا خلاصہ!

قرآنی سورتوں کا تعارف وخلاصہ

جمع وترتیب؛

مفتی ابوصہیب نثار عفی عنہ

فہرستِ موضوعات

ابتدائیہ

قران پاک کی خدمت کی نیت سے اور علماء کرام طلبا عظام اور دورہ تفسیر کرنے والے طلبا وطالبات کی اسانی کے لیے 2021 میں قران پاک کی سورتوں کے تعارف اور خلاصے پر کام شروع کیا، تقریبا جب کام تکمیل کے آخری مراحل میں تھا تو تقدیر غالب آئی اور ایک سارق جو بصورت سفیر بن کر آیا تھا وہ کمرے سے میرا لیپ ٹاپ اور دیگر قیمتی سامان چوری کر گیا کتاب کا سارا مسودہ اسی لیپ ٹاپ میں تھا، گویا کہ تین سال کی محنت غارت ہوگئی افسوس کے سوا اور کیا کیا جاسکتا تھا بس انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد کیا، بظاہر دوبارہ از سر نو اس کتاب پر کام کرنے کے لیے ہمت نہیں ہو رہی تھی لیکن کچھ احباب اور دوستوں نے حوصلہ دیا اور ہمت بندھائی کہ آپ نے ثواب کی نیت سے ایک کام کا ارادہ کیا تھا اس پر اللہ تعالی نے ان شاء اللہ اپ کو اجر دیا ہوگا کیونکہ اللہ تعالی کسی کے محنت کو ضائع نہیں کرتا لہذا دوبارہ سے اس کتاب پر کام شروع کر دیں اسی میں خیر ہوگی۔

تو اللہ تعالی کا نام لے کر از سر نو اس کتاب پر کام شروع کیا اور اللہ تعالی کی مدد قدم بقدم سطر بسطر شامل حال رہی اور الحمد للہ یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔

اس کتاب میں صرف قران پاک کی سورتوں کا تعارف اور خلاصہ ہی نہیں بلکہ سورت کی وجہ تسمیہ، شان نزول، مکی یا مدنی ہونا ،مضامین اور مقاصد، سورت سے متعلق احادیث، اور اس کے علاوہ بھی اگر کوئی اور اہم بحث تھی تو اس کو بھی ذکر کیا گیا تاکہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہے اور کوشش یہ کی ہے کہ ہر بات باحوالہ ہو تاکہ مراجعت کے وقت پڑھنے والوں کو آسانی ہو۔

آخری درخواست یہ ہے کہ تمام پڑھنے والے حضرات مجھے میرے والدین اساتذہ کرام اور جملہ مفسرین ومحدثین اور جن حضرات کی کتابوں سے میں نے استفادہ کیا ان سب کو اپنی خصوصی دعا میں یاد رکھیں کہ اللہ تبارک وتعالی اپنی شان کے مطابق اجر عظیم نصیب فرمائے۔ آمین

نوٹ:::::::

ابو صہیب نثار عفی عنہ

1445ھ 2024

سورۃ الفاتحہ (1)

نام اور وجہ تسمیہ:

سورۃ فاتحہ کے بہت اسماء ہیں، اور کسی چیز کے زیادہ اسماء اس چیز کی زیادہ فضیلت اور شرف پر دلالت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ بہت شرف اور مرتبہ والی سورت ہے، ان اسماء کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) فاتحۃ الکتاب :

فاتحۃ الکتاب کے ساتھ اس سورت کو اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ مصحف کا افتتاح اس سورت سے ہوتا ہے، تعلیم کی ابتداء بھی اس سورت سے ہوتی ہے اور نماز میں قرأت کا افتتاح بھی اس سورت سے ہوتا ہے اور ایک قول کے مطابق کتاب اللہ کی سب سے پہلے یہی سورت نازل ہوئی تھی اور بہ کثرت احادیث میں تصریح ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سورت کو فاتحۃ الکتاب فرمایا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:۔

حضرت عبادہ بن صامت (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے فاتحۃ الکتاب کو نہیں پڑھا اس کو نماز (کامل) نہیں ہوئی۔ (جامع ترمذی ص ٦٣، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

(2) ام القرآن:

سورۃ فاتحہ کے بہت سے نام ہیں جن میں سے "اُمُّ الْقُرْاٰنِ" سب سے زیادہ جامع اور مشہور ہے۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ام کے معنی یہاں مغز اور خلاصہ کے ہیں یہ سورت چونکہ ان تمام مضامین کا خلاصہ ہے جو سارے قرآن میں بالتفصیل مذکور ہیں اس لیے یہ سورۃ مبارکہ ام القرآن کے نام سے موسوم کی گئی۔ اس کی دو تقریریں ہیں۔

پہلی تقریر :

مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم (رح) نے اس کی تقریر یہ فرمائی کہ قرآن مجید میں چھ مضامین بیان کیے گئے ہیں۔

1۔توحید 2۔رسالت 3۔احکام 4۔قیامت 5۔ماننے والوں کے احوال 6۔نہ ماننے والوں کے احوال۔

اور سورۃ فاتحہ میں یہ تمام مضامین بالاجمال موجود ہیں۔ **الحمدللہ** سے **الرحمن الرحیم** تک توحید۔ **ملک یوم الدین** میں قیامت۔ **ایاک نعبد** اور **اھدنا الصراط المستقیم** میں احکام کا بیان ہے کیونکہ نعبد میں عبادت کے تمام طریق اور احکام کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح الصراط المستقیم سے شریعت کے تمام احکام مراد ہیں صراط الذین انعمت علیھم میں ایک طرف رسالت کا بیان ہے کیونکہ منعم علیھم چار جماعتیں ہیں جن میں انبیاء (علیھم السلام) سرفہرست ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اولئک الذی انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین وحسن اولئک رفیقا (سورۃ نساء) اور دوسری طرف ماننے والوں کے احوال کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ماننے والوں کو ہر قسم کے انعام واکرام سے نوازا جائے گا۔ اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین میں نہ ماننے والوں کا ذکر ہے۔ اسی طرح یہ سورت قرآن مجید کے تمام مضامین کا خلاصہ ہے اور اسی بنا پر اس کا نام ام القرآن ہے۔

دوسری تقریر :

دوسری تقریر حضرت مولانا حسین علی (رح) کی ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام ربانی (رح) نے حضرت علی (رض) سے نقل کیا ہے۔ نیز تفسیر مواہب الرحمن جلد 1 ص 3 میں ہے کہ سارے آسمانی علوم اور قرآن مجید کا خلاصہ سورۃ فاتحہ میں موجود ہے کیونکہ مضامین کے اعتبار سے قرآن مجید کے چار حصے ہیں ہر حصہ الحمد للہ سے شروع ہوتا ہے۔

پہلا حصہ سورۃ فاتحہ سے سورۃ مائدہ کے آخر تک ہے اس حصہ میں زیادہ تر خالقیت کا بیان ہے یعنی ساری کائنات کا پیدا کرنے والا صرف اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ دوسرا حصہ سورۃ انعام سے سورۃ بنی اسرائیل کے آخر تک ہے اس حصہ کا مرکزی مضمون ربوبیت ہے یعنی اس میں زیادہ تر اس میں زیادہ تر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد اس کو حد کمال تک پہنچانے والا اور ہر چیز کی دیکھ بھال کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ تیسرا حصہ سورۃ کہف سے سورۃ احزاب کے آخر تک ہے اس میں زیادہ تر یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ تخت بادشاہی پر وہ خود متمکن ہے وہی مالک ومتصرف اور مختار وکارساز ہے اور وہی برکات دہندہ ہے اور وہ اپنی بادشاہی میں اپنے تصرفات اور اختیارات میں کسی کو شریک نہیں بناتا۔ چوتھا حصہ۔ سورۃ سبا سے قرآن مجید کے آخر تک ہے اس حصے کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ قیامت کے دن مالک ومختار صرف اللہ ہی ہوگا۔ اور اس کے سامنے کوئی شفیع غالب نہیں ہوگا۔

یہ چاروں مضامین جو پورے قرآن میں تفصیل سے مذکور ہیں ان کا خلاصہ اور اجمالی خاکہ سورۃ فاتحہ میں موجود ہے۔ چنانچہ الحمد للہ میں حصہ اول کی طرف اشارہ ہے کیونکہ لفظ اللہ سے وصف مشہور مراد ہے یعنی خالق بمطابق قاعدہ مشہورہ "لکل فرعون موسیٰ ای لکل مبطل محق" مشرکین عرب بھی اللہ کی صفت خالقیت کا اقرار کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولئن سالتھم من خلقھم لیقولن اللہ۔ زخرف ع 7: اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ (ان کو) اللہ تعالیٰ نے (پیدا کیا ہے) دوسری جگہ ارشاد ہے ولئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ (لقمان ع 3) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔

دوسرا حصہ رب العلمین میں مذکور ہے اور تیسرے حصہ کی طرف الرحمن الرحیم میں اشارہ یعنی مالک ومختار اور تخت حکومت پر وہی

متمکن ہے کیونکہ انتہائی رحمت اور غایت شفقت بادشاہوں ہی کی صفتیں ہیں۔
اور چوتھا حصہ ملک یوم الدین میں مذکور ہے۔ نیز حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہے " لکل شئی لباب ولباب القرٰان الحوامیم " (خازن ص 73 ج 6) یعنی ہر چیز کا ایک خلاصہ ہوتا ہے۔ اور قرآن کا خلاصہ حوامیم ہیں۔ اور تمام حوامیم کا مبدا سورۃ زمر ہے اور سورۃ زمر کا دعویٰ یہ ہے کہ عبادت صرف اللہ ہی کرو اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ چنانچہ ارشاد ہے۔" فاعبد اللہ مخلصا له الدین۔ الا للہ الدین الخالص۔ (زمر رکوع 1)۔ سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ کی بندگی کرتے رہیے۔ یاد رکھو عبادت جو کہ (شرک سے) خالص ہو اللہ ہی کے لیے سزاوار ہے اس آیت میں بقرینہ فاعبدو، الدین کے معنی عبادت کے ہیں اور عبادت سے مراد ہے دعا و پکار ہے جیسا کہ حم مومن اس اس کی وضاحت کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فادعوا اللہ مخلصین له الدین (حم مومن رکوع 7)۔ سو تم سب خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارا کرو۔ یہاں اعبدوا کے بجائے ادعوا فرما کر اس طرف اشارہ فرمادیا کہ عبادت سے مراد دعا و پکار ہے اور پکار عبادت کا جزو اعظم ہے جیسا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے۔ الدعاء ھو العبادۃ اور الدعاء مخ العبادۃ۔ اسی طرح حم مومن رکوع 6 میں ہے۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔ ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین (حم مومن رکوع 6)۔ اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا جو لوگ صرف میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ آں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا عن عبادتی قال عن دعائی (ابن جریر ص 34، 47)۔ یعنی عن عبادتی میں عبادت سے مراد دعا اور پکار ہے۔ اور حوامیم سبعہ کا دعویٰ یہی ہے کہ حاجات و مشکلات میں غائبانہ صرف اللہ ہی کو پکارو اور صرف اسی سے استمداد اور استعانت کرو۔ سورۃ زمر کا خلاصہ سورۃ فاتحہ میں ایاک نعبد میں آگیا اور حوامیم سبعہ کا خلاصہ سورۃ فاتحہ کے ایاک نستعین میں آگیا۔ اس طرح سارے قرآن کا خلاصہ سورۃ فاتحہ میں آگیا۔ سورۃ فاتحہ کے خلاصہ اور دعویٰ کو سورۃ جن رکوع 2 میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔ قل انما ادعوا ربی ولا اشرک بہ احدا۔ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار ہی کو (غائبانہ حاجات) میں پکارتا ہوں اور اس کی پکار میں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کرتا ہوں۔ بعینہ اس مفہوم کو علامہ ابن کثیر نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ الفاتحۃ سر القرآن و سرھا ھذہ الکلمۃ (ایاک نعبد وایاک نستعین)۔ یعنی سورۃ فاتحہ کا مغز ایاک نعبد وایاک نستعین ہے۔

(3) تعلیم المسئلۃ:

سورۃ فاتحہ کا ایک نام تعلیم المسئلۃ بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں "سوال کی تعلیم" سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سوال کی تعلیم دی ہے کہ تم مجھ سے یوں سوال کیا کرو اس لیے اس سورت کو تعلیم المسئلۃ بھی کہا گیا۔ چنانچہ پوری سورۃ فاتحہ میں غور کرنے سے

معلوم ہوگا کہ یہ ساری کی ساری ایک عاجزانہ درخواست ہے جو بندہ اپنے مولا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ پہلے اس کی حمد وثنا بجالاتا ہے۔ اس کے لائق ہر خوبی ہونے کا اعلان کرتا ہے اس کے خالق ومالک اور ساری کائنات کا پروردگار اور رحمان ورحیم اور مالک روز جزا ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اور پھر اپنی بندگی اور بے چارگی کا اعتراف کرکے اس سے سیدھی راہ پر قائم رہنے کی توفیق مانگتا ہے۔ یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی انتہائی شفقت اور مہربانی ہے کہ بندوں کو سوال کرنے کا طریقہ بھی سکھا دیا۔

چونکہ سورۃ فاتحہ میں بندوں کو سوال کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس لیے اس سے پہلے لفظ قُولُوا (یوں کہو) محذوف ہے اور پھر تعریفی اور دعائیہ جملوں کی ابتداء میں بھی قُولُوا محذوف ہے۔ مثلاً قُولُوا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَسْتَعِيْنُ، قُولُوا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ قُولُوا اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ قُولُوا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

(4) سورۃ الحمد :

اس سورت کا نام "سورۃ الحمد" بھی ہے کیونکہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، جیسے سورۃ بقرہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سورت میں بقرہ کا ذکر ہے، اسی طرح سورۃ اعراف، سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کے اسماء ہیں، نیز مذکور الصدر "سنن دارمی" کی حدیث میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سورت کو الحمد للہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

(5) السبع المثانی :

قرآن مجید میں ہے:

(آیت) ولقد اتینک سبعا من المثانی، (الحجر ۸۷ :) ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں۔

امام بخاری (رح) نے روایت کیا ہے:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : (آیت) "الحمد للہ رب العلمین"۔ السبع المثانی ہے اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

سنن دارمی کی مذکور الصدر حدیث میں بھی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سورت کو السبع المثانی فرمایا ہے۔ اس سورت کو السبع اس لیے فرمایا ہے کیونکہ اس میں سات آیتیں ہیں اور مثانی فرمانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(اول) اس سورت کے نصف میں اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے اور نصف میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے (ثانی) ہر دو رکعت نماز میں اس کو دو مرتبہ پڑھا جاتا۔

(ثالث) یہ سورت دو بار نازل کی گئی ہے۔

(رابع) اس سورت کو پڑھنے کے بعد نماز میں دوسری سورت کو پڑھا جاتا ہے۔

(6) ام الکتاب :

سنن دارمی کی مذکور الصدر حدیث میں اس سورت کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے "ام الکتاب" فرمایا ہے اور "صحیح بخاری" میں ہے : حضرت ابوسعید خدری (رض) نے ایک شخص پر سورة فاتحہ پڑھ کر دم کیا جس کو بچھو نے کاٹا ہوا تھا اور کہا : میں نے صرف ام الکتاب پڑھ کر دم کیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ ھ)

(7) الوافیہ :

سفیان بن عیینہ نے اس کا نام سورة وافیہ رکھا، کیونکہ صرف اس سورت کو نماز میں آدھا آدھا کر کے نہیں پڑھا جاسکتا لیکن یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سورة الکوثر کو بھی ایک رکعت میں آدھا آدھا کر کے نہیں پڑھا جاسکتا لہٰذا یوں کہنا چاہیے کہ اس سورت کے مضامین جامع اور وافی ہیں اس لیے اس کو وافیہ کہا جاتا ہے۔

(8) الکافیہ :

اس سورت کا کافیہ اس لیے کہتے ہیں کہ دوسری سورتوں کے بدلہ میں اس سورت کو پڑھا جاسکتا ہے اور اس سورت کے بدلہ میں کسی سورت کو نہیں پڑھا جاسکتا۔ حضرت عبادہ بن الصامت (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : " ام القرآن " دوسری سورتوں کا عوض ہے اور دوسری کوئی سورت اس کا عوض نہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۔ ۱۹ الجامع الاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۱۳)

(9) الشفاء :

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالملک بن عمیر (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : فاتحۃ الکتاب ' ہر بیماری کی شفاء ہے۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۰ ' مطبوعہ نشر السنۃ ' ملتان)

امراض جسمانی بھی ہیں اور روحانی بھی ' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا ہے : (آیت) " فی قلوبھم مرض "۔ (البقرہ : ۱۰) ان کے دلوں میں بیمار ہے ' اور اس سورت میں اصول اور فروع کا ذکر ہے ' جن کے تقاضوں پر عمل کرنے سے روحانی امراض میں شفاء حاصل ہوتی ہے اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی ثناء اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے جس سے جسمانی اور دیگر ہر قسم کی بیماریوں سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔

(10) سورة الصلوٰۃ :

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے اس سورت پر صلوۃ کا اطلاق کیا ہے' امام مسلم (رح) نے حضرت ابوہریرہ (رض) سے روایت کیا ہے : میں نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نماز (سورۃ فاتحہ) کو میرے اور میرے بندہ کے درمیان آدھا' آدھا تقسیم کیا گیا ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے' پس جب بندہ کہتا ہے : (آیت) "الحمد للہ رب العلمین" تو میں کہتا ہوں : بندہ نے میری حمد کی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰۔ ۱۶۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی ۱۳۷۵ ھ)

(۱۰) سورۃ الدعا :

یہ سورت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے شروع ہوتی ہے' پھر بندہ کی عبادت کا ذکر ہے' پھر اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی دعا ہے اور دعا اور سوال کا یہی اسلوب ہے کہ پہلے داتا کی حمد وثناء کی جائے' پھر دست طلب بڑھایا جائے، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی ہے' پھر اپنے لیے دعا کی ہے:

(آیت)"

الذی خلقنی فهو یهدین والذی هو یطعمنی ویسقین واذا مرضت فهو یشفین والذی یمیتنی ثم یحیین والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین رب هب لی حکما والحقنی بالصلحین واجعل لی لسان صدق فیی الاخرین واجعلنی من ورثة جنة النعیم (الشعراء : ۸۵۔ ۸۷)

ترجمہ (وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہی مجھے ہدایت دیتا ہے اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے وفات دے گا اور پھر زندہ فرمائے گا اور اسی سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن وہی میری (ظاہری یا اجتہادی) خطائیں معاف فرمائے گا اے میرے رب ! مجھے حکم عطا فرما اور مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق کردے اور میرے بعد آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ اور مجھے جنۃ النعیم کے وارثوں میں شامل کردے۔

حضرت یوسف (علیہ السلام) نے دعا کی:

(آیت) " فاطر السموت والارض انت ولی فی الدنیا والاخرة، توفنی مسلما والحقنی بالصلحین۔ (یوسف :۱۰۱)

ترجمہ : اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء پیدا کرنے والے' تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے' میری وفات اسلام پر کر اور مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق کردے

سو دعا کا یہی طریقہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے، پھر اس سے سوال کی جائے اور سورۃ فاتحہ میں اسی طریقہ سے دعا کرنے کی تعلیم دی ہے اس لیے اس کو سورۃ دعا کہتے ہیں۔ علامہ بقاعی نے ان اسماء کے علاوہ سورۃ فاتحہ کے اسماء میں اساس، کنز، واقیۃ، رقیہ اور شکر کا بھی ذکر ہے۔ علامہ بقاعی نے ان اسماء میں نظم اور ربط کو بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں

(۱) فاتحہ کے اعتبار سے ہر نیک چیز کا افتتاح اس سورت سے ہونا چاہیے۔

(۲) اور ام کے لحاظ سے یہ ہر خیر کی اصل ہے۔

(۳) اور ہر نیکی کی اساس ہے۔

(٤) اور مثنی کے لحاظ سے دو بار پڑھے بغیر یہ لائق شمار نہیں۔

(٥) اور کنز کی حیثیت سے یہ ہر چیز کا خزانہ ہے۔

(٦) ہر بیماری کے لیے شفا ہے۔

(۷) ہر مہم کے لیے کافی ہے۔

(۸) ہر مقصود کے لیے وافی ہے۔

(۹) واقیہ کے لحاظ سے ہر برائی سے بچانے والی ہے۔

(۱۰) رقیہ کے اعتبار سے۔

(۱۱) ہر آفت ناگہانی کے لیے دم ہے۔

(۱۲) اس میں حمد کا اثبات ہے صفات کمال کا احاطہ ہے۔

(۱۳) اور شکر کا بیان ہے جو منعم کی تعظیم ہے۔

(١٤) اور یہ بعینہ دعا ہے، جو مطلوب کی طرف توجہ ہے، ان تمام امور کی جامع صلوۃ ہے۔ (نظم الدرر ج ۱ ص ۲۰۔ ۱۹، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی، قاہرہ، ۱٤۱۳ھ)

علامہ آلوسی نے سورۃ فاتحہ کے بائیس اسماء کا ذکر کیا ہے، ان میں فاتحہ القرآن، تعلیم القرآن، تعلیم المسئلہ، سورۃ السوال، سورۃ المناجاۃ، سورۃ التفویض شافعیہ اور سورۃ النور بھی ہیں۔

سورۃ فاتحہ کے فضائل:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید بن معلی (رض) بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، (دوران نماز) نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے

بلایا، میں حاضر نہ ہوا، میں نے عرض کیا : یارسول اللہ! میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے فرمایا : کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا : (آیت)۔ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم ۔ (الانفال ٢٤) اللہ اور رسول کے بلانے پر (فورا) حاضر ہو جاؤ"۔ پھر فرمایا : سنو! میں تم کو مسجد سے باہر نکلنے سے پہلے قرآن کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا، پھر میرا ہاتھ پکڑ لیا، جب ہم نے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا : یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا : میں تم کو قرآن کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا، آپ نے فرمایا : (آیت) "الحمد للہ رب العلمین "۔ یہ سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

عَن أبي سعيد بن الْمُعَلَّى قَالَ :كنت أُصَلِّي فدعاني النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَلم أجبه فَقَالَ ألم يقل الله (استجِيبُوا لله وَللرَّسُولِ إِذا دعَاكُمْ) (الْأَنْفَال الْآيَة 24) ثمَّ قَالَ :لأعلمنك أعظم سُورَة فِي الْقُرْآن قبل أَن تخرج من الْمَسْجِد فَأخذ بيَدي فَلَمَّا أردنَا أَن نخرج قلت: يارسول الله إِنَّك قلت لأعلمنك سُورَة فِي الْقُرْآن قَالَ {الْحَمد لله رب الْعَالمين} هِيَ السَّبع المثاني وَالْقُرْآن الْعَظِيم الَّذِي أُوتِيتهُ

(صحیح بخاری ج ٢ ص ٧٤٩، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ١٣٨١ھ)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری (رض) بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے، ہم نے ایک جگہ قیام کیا، ایک لڑکی نے آ کر کہا کہ قبیلہ کے سردار کو ایک بچھو نے ڈس لیا ہے اور ہمارے لوگ حاضر نہیں ہیں، کیا تم میں سے کوئی شخص دم کر سکتا ہے؟ ہم میں سے ایک شخص اس کے ساتھ گیا جس کو اس سے پہلے ہم دم کرنے کی تہمت نہیں لگاتے تھے، اس نے اس شخص پر دم کیا جس سے وہ تندرست ہو گیا، اور اس سردار نے اس کو تیس بکریاں دینے کا حکم دیا، اور ہم کو دودھ پلایا، جب وہ واپس آیا تو ہم نے اس سے پوچھا : کیا تم پہلے دم کرتے تھے؟ اس نے کہا : نہیں، میں نے تو صرف ام الکتاب (سورۃ فاتحہ) پڑھ کر دم کیا ہے، ہم نے کہا : اب اس کے متعلق کوئی بحث نہ کرو، حتیٰ کہ ہم نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق پوچھ لیں، ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کے متعلق پوچھا، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : اس کو کیا معلوم کہ یہ دم ہے، (ان بکریوں کو) تقسیم کرو، اور ان میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔ (صحیح بخاری ج ٢ ص ٧٤٩، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ١٣٨١ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:۔

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت ابی بن کعب (رض) کے پاس تشریف لے

گئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : اے ابی! اور وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے حضرت ابی (رض) نے مڑ کر دیکھا اور حاضر نہیں ہوئے حضرت ابی (رض) نے جلدی جلدی نماز پڑھی پھر رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا : "اسلام علیک یارسول اللہ!" رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : "وعلیک" اے ابی! جب میں نے جو میری طرف وحی فرمائی ہے کیا تمہیں اس میں یہ حکم نہیں ملا (آیت) "استجیبوا اللہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم"۔ (الانفال : ٢٤) جب اللہ اور رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ کردے گی تو (فورا) حاضر ہو جاؤ۔" حضرت ابی نے کہا : کیوں نہیں؟ اور میں انشاء اللہ دوبارہ ایسا نہیں کروں گا' آپ نے فرمایا : کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں تم کو ایسی سورت کی تعلیم دوں' جس کی مثل تورات میں نازل ہوئی نہ انجیل میں' نہ زبور میں نہ قرآن میں؟ میں نے کہا : جی! یارسول اللہ! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : تم نماز میں کس طرح پڑھتے ہو؟ تو انھوں نے ام القرآن (سورۃ فاتحہ) پڑھی' رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اس کی مثل تورات میں نازل ہوئی ہے نہ انجیل میں' نہ زبور میں نہ فرقان میں' یہ "السبع من المثانی" (دو دو بار پڑھی جانے والی سات آیتیں) ہے اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عَن أبي هُرَيْرَة أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَخرج على أبي بن كَعْب فَقَالَ :ياأبي - وَهُوَ يُصَلِّي - فَالْتَفت أبي فَلم يجبهُ فصلى أبي فَخفف ثمَّ انْصَرف إِلَى رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقَالَ :السَّلَام عَلَيْك يارسول الله فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: مامنعك أَن تجيبني إِذْ دعوتك فَقَالَ :يارسول الله إِنِّي كنت فِي الصَّلَاة قَالَ :أفلم تَجِد فِيمَا أوحى الله إِلَى أَن (استجيبُوا لله وَللرَّسُولِ إِذا دعَاكُمْ لما يُحْيِيكُمْ) (الْأَنْفَال الْآيَة 24) قَالَ: بلَى وَلَا أَعُود إِن شَاءَ قَالَ :أَتُحِبُّ أَن أعلمك سُورَة لم ينزل فِي التَّوْرَاة وَلَا فِي الإنجيل وَلَا فِي الزبُور وَلَا فِي الْفرْقَان مثلهَا قَالَ :نعم يَا رَسُول الله :فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :كَيفَ تقْرَأ فِي الصَّلَاة فَقَرَأَ بِأم الْكتاب فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :وَالَّذِي نَفسِي بِيَدِهِ مَا أنزل فِي التَّوْرَاة وَلَا فِي الإنجيل وَلَا فِي الزبُور وَلَا فِي الْفرْقَان مثلهَا وَإِنَّهَا السَّبع من المثاني أَو قَالَ :السَّبع المثاني وَالْقُرْآن الْعَظِيم الَّذِي أعطيته

(جامع ترمذی ص ٤٠٨' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام مسلم (رح) روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے فرمایا' میرے اور

میرے بندے کے درمیان صلوۃ (سورۃ فاتحہ) کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا گیا ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرے اور جب بندہ کہتا ہے (آیت) "الحمد للہ رب العالمین" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندہ نے میری حمد کی اور جب وہ کہتا ہے: "الرحمن الرحیم" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری ثناء کی اور جب وہ کہتا ہے، (آیت)۔ مالک یوم الدین" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری تعظیم کی، اور ایک بار فرمایا، میرے بندہ نے (خود) کو میرے سپرد کر دیا اور جب وہ کہتا ہے (آیت) "ایاک نعبد وایاک نستعین" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے، اور جب وہ کہتا ہے: (آیت)۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ تو اللہ تعالیٰ فرمایا ہے، یہ میرے بندہ کے لیے ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرے۔

عَنْ أبي هريرة،إِنِّي سَمِعْتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :قَالَ الله تعالى :قسمت الصلاة بين وَبَيْنَ عَبْدِي نِصنفَيْنِ. وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ. فَإِذَا قال العبد :الحمد لله رب العالمين، قَالَ اللهُ تَعَالَى :حَمِدَنِي عَبْدِي. وَإِذَا قَالَ؛ الرحمن الرحيم. قَالَ الله تَعَالَى؛ أَثْنَى عَلَيَّ عَبْدِي. وَإِذَا قال مالك يوم الدين. قَالَ :مَجَّدَنِي عَبْدِي (وَقَالَ مَرَّةً :فَوَّضَ إِلَيَّ عَبْدِي) فَإِذَا قَالَ :إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ. قَالَ :هَذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ. فَإِذَا قَالَ :اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضالين. قَالَ :هَذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ

(صحیح مسلم ج۱ ص ۱۷۰۔۱۶۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث میں سورۃ فاتحہ کا ذکر ہے اور اس کے شروع میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کا ذکر نہیں ہے اس سے علماء احناف اور مالکیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے اور یہ ان کی بہت قوی دلیل ہے فقہاء شافعیہ نے اس کے جواب میں جو تاویلات کی ہیں وہ بہت ضعیف ہیں

امام نسائی (رح) روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ جس وقت جبرائیل (علیہ السلام) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انھوں نے اوپر کی جانب سے ایک چرچراہٹ کی آواز سنی حضرت جبرائیل نے کہا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ اس دروازہ سے ایک فرشتہ نازل ہوا حضرت جبرائیل (علیہ السلام)

نے کہا : یہ فرشتہ جو زمین کی طرف نازل ہوا ہے یہ آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا' اس فرشتہ نے آ کر سلام کیا اور کہا : آپ کو دونوروں کی بشارت ہو جو آپ دیئے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے (ایک نور) فاتحہ الکتاب ہے اور (دوسرا) سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں ہیں' ان میں سے جس حرف کو بھی آپ پڑھیں گے وہ آپکو دے دیا جائے گا۔ (سنن نسائی ج ٥ ص ١٣۔ ١٢' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام دارمی (رح) روایت کرتے ہیں:

عبدالملک بن عمیر (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : فاتحہ الکتاب سے ہر بیماری کی شفاء ہے۔ (سنن دارمی ج ٢ ص ٣٢٠' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

حافظ نورالدین الہیثمی (رح) بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوزید (رض) بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مدینہ کے کسی راستہ میں جا رہا تھا' آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو تہجد کی نماز میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) پڑھ رہا تھا' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھڑے ہو کر اس سورت کو سنتے رہے حتی کہ اس نے وہ سورت ختم کرلی، آپ نے فرمایا : قرآن میں اس کی مثل (اور کوئی سورت) نہیں ہے' امام طبرانی (رح) نے اس حدیث کو "معجم اوسط" میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی حسن بن دینار ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ج ٦ ص ٣١٠'

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ جس دن فاتحہ الکتاب (سورۃ فاتحہ) نازل ہوئی اس دن ابلیس بہت رویا تھا اور یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی تھی اس حدیث کو امام طبرانی (رح) نے "معجم اوسط" میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے (مجمع الزوائد ج ٦ ص ٣١١'

سورۃ فاتحہ کا مقام نزول:

سورۃ فاتحہ کے نزول کے متعلق متعدد روایات ہیں' بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے' اس لیے محققین کا یہ موقف ہے کہ یہ سورت دو بار نازل ہوئی ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں۔ علامہ سیوطی نے ان تمام روایات کو جمع کردیا ہے۔

علامہ سیوطی (رح) لکھتے ہیں:

واحدی نے "اسباب النزول" میں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت علی (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ مکہ میں ایک خزانہ سے نازل ہوئی ہے جو عرش کے نیچے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے "مصنف" میں اور ابونعیم اور بیہقی دونوں نے اپنی اپنی "دلائل النبوۃ" اور واحدی اور ثعلبی نے از ابی میسرہ از عمرو بن شرجیل روایت کیا ہے کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت خدیجہ (رض) سے فرمایا : جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو ایک آواز سنتا ہوں' بہ خدا! آپ امانت کو ادا کرتے ہیں' صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں' اسی اثناء میں حضرت ابوبکر (رض) آئے، اس وقت گھر میں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہیں تھے' حضرت خدیجہ (رض) نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ فرمایا تھا' اور کہا : آپ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ورقہ کے پاس جائیں، جب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آئے تو حضرت ابوبکر (رض) نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ورقہ کے پاچلیں' آپ نے پوچھا : تم کو کس نے بتایا؟ انھوں نے کہا : حضرت خدیجہ (رض) نے پھر دونوں ورقہ کے پاس گئے' اور اس کو واقعہ سنایا' آپ نے فرمایا : جب میں خلوت میں تھے تو آپ کو آواز آئی : یا محمد! کہیے : "بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العلمین" اور اس کو "ولا الضالین" ۔تک پڑھا' اور کہا : کہیے : "لا الہ الا اللہ" پھر آپ ورقہ کے پاس گئے اور اس کو یہ واقعہ سنایا' ورقہ نے کہا : آپکو بشارت ہو' میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جس کے آنے کی ابن مریم (علیہ السلام) کو بشارت دی گئی تھی اور آپ کے پاس حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ناموس کی مثل ہے' اور آپ نبی مرسل ہیں۔

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب بنو سلمہ کے جوان مسلمان ہوئے اور عمرو بن جموع کا بیٹا مسلمان ہوا تو عمرو کی بیوی نے عمرو سے کہا : تم اپنے بیٹے سے پوچھو وہ اس شخص سے کیا روایت کرتے ہیں ؟ عمرو نے اپنے بیٹے سے کہا : مجھے اس شخص کا کلام سناؤ تو اس کے بیٹے نے پڑھا : (آیت) "الحمد للہ رب العلمین" اور "الصراط المستقیم" ۔تک پڑھا اس نے کہا : یہ کتنا حسین اور جمیل کلام ہے کیا اس کا سارا کلام اسی طرح ہے؟ اس کے بیٹے نے کہا : اے ابا اس سے بھی زیادہ حسین ہے، اور یہ ہجرت سے پہلے واقعہ ہے' ان تینوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ (رح) نے "مصنف" میں ابوسعید بن اعرابی نے "معجم" میں اور طبرانی (رح) نے "اوسط" میں مجاہد (رح) کی سند سے حضرت ابوہریرہ (رض) سے روایت کیا ہے کہ جب فاتحہ الکتاب نازل ہوئی تو ابلیس خوب رویا اور یہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔

وکیع اور فریابی نے اپنی تفسیروں میں ابوبکر بن انباری نے "فضائل قرآن" میں امام ابن ابی شیبہ (رح) نے "مصنف" میں عبد بن حمید اور ابن منذر (رح) نے اپنی تفسیر میں ابوبکر بن انباری نے "کتاب المصاحف" میں' ابوالشیخ نے "العظمۃ" میں اور ابونعیم نے "حلیہ" میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ فاتحہ الکتاب مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

وکیع (رح) نے اپنی تفسیر میں مجاہد (رح) سے روایت کیا ہے کہ فاتحۃ الکتاب مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔
اب تینوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

وَأخرج ابْن أبي شيبَة فِي المُصَنّف وَأَبُو سعيد بن الأعرَابِي فِي مُعْجَمه وَالطَّبَرَانِيّ فِي الأوْسَط من طَرِيق مُجَاهِد عَن أبي هُرَيْرَةأَن إِبْلِيس رن حِين أنزلن فَاتِحَة الْكتاب وأنزلت بِالْمَدِينَةِ؛واخرج وَكِيع وَالْفرْيَابِي فِي تفسيريهما وَأَبُو عبيد فِي فَضَائِل الْقُرْآن وَابْن أبي شيبَة فِي المُصَنّف وَعبد بن حميد وَابْن الْمُنْذر فِي تَفْسِيره وَأَبُو بكر بن الْأَنْبَارِي فِي كتاب الْمَصَاحِف وَأَبُو الشَّيْخ فِي العظمة وَأَبُو نعيم فِي الْحِلْية من طرق عَن مُجَاهِد قَالَ :نزلت فَاتِحَة الْكتاب بِالْمَدِينَةِ؛وَأخرج وَكِيع فِي تَفْسِيره عَن مُجَاهِد قَالَ :نزلت فَاتِحَة الْكتاب بِالْمَدِينَةِوَأخرج أَبُو بكر بن الْأَنْبَارِي فِي الْمَصَاحِف عَن قَتَادَة قَالَ :نزلت فَاتِحَة الْكتاب بِمَكَّةَ(الدر المنثور ' ج ۱ ص ۳'

سورۃ فاتحہ کے مضامین کا خلاصہ:

قرآن مجید کے حسب ذیل مضامین ہیں:

(۱) توحید :نزول قرآن کے وقت دنیا میں بالعموم بت پرستی کا دور دورہ تھا' اور کفار عرب کے دعوی دار ہونے کے باوجود اپنے زعم میں اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے بتوں کی عبادت کرتے تھے' اس لیے قرآن کا مطالبہ یہ ہے کہ صرف خالق اور رب ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کو واحد ماننا کافی نہیں ہے بلکہ استحقاق عبادت کے اعتبار سے بھی اس کو واحد ماننا ضروری ہے' یعنی اس کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

(۲) نبوت :عام انسان کی عقل اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کو جاننے کے لیے ناکافی ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام حاصل کرنے سے عاجز ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہ نمائی کے لیے انبیاء (علیہ السلام) کو مبعوث فرمایا اور نبی چونکہ اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے' اس کو ماننا اللہ کو ماننا اور اس کا انکار کرنا اللہ کا انکار کرنا ہوتا ہے' اس لیے قرآن نے نبی کے ماننے کو ضروری قرار دیا ہے۔

(۳) عبادت :بدن' مال اور ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق صرف کرنا عبادت ہے' قرآن نے یہ بتایا ہے کہ انسان خود اور اس کا مال اس کی ملکیت نہیں ہے' اللہ کی ملکیت ہے' اب وہ کسی طرح اپنی جان اور مال کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صرف کرے' یہ قرآن نے تفصیل سے بتایا ہے۔

(٤) وعدہ کیا ہے اور بندہ کی نافرمانی کرنے اللہ تعالیٰ نے اس کو عذاب سے ڈرایا ہے' اس وعد اور وعید کو اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔

(٥) قصص اور امثال: گزشتہ امتوں کے صالحین کے واقعات اور نافرمانوں پر عذاب کی عبرت انگیز مثالیں۔

(٦) معاد: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور مومنین کے لیے جزاء اور کفار کے لیے سزا کا بیان۔

(٧) دعا: تمام عبادات کا خلاصہ اور حاصل اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں انسان کو ہدایت عطا فرمائے اور اس پر تا حیات برقرار رکھے اور آخرت میں عذاب سے نجات' جنت نعیم' اپنی خوشنودی' رضا اور دیدار عطا فرمائے' سورۃ فاتحہ میں ان تمام مضامین کو اجمال' اختصار اور اشارات سے بیان کر دیا گیا ہے۔

(١) سورۃ فاتحہ کے شروع میں فرمایا: (آیت) " الحمد للہ رب العلمین "۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے" یعنی حمد کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے' کیونکہ زمین' پہاڑ' سمندر' جمادات' نباتات' حیوانات' انسان اور جن یہ سب اپنے وجود میں کسی موجد کے اور اپنی بقا میں کسی رب کے محتاج ہیں' اور یہ سب ممکنات ہیں' اس لیے ان کو پیدا کرنے والا اور ان کو باقی رکھنے والا ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ ممکن تو پھر انہی کی طرح اپنے وجود اور بقاء میں محتاج ہوگا' اس لیے ضروری ہے کہ ان کا موجد اور ان کا رب واجب بالذات ہو' اس کائنات رنگ و بو میں جو حسن اور کمال ہے وہ اسی کا دیا ہوا ہے' اور حمد' حسن اور کمال پر ہوتی ہے تو تمام محامد کا وہی مستحق ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لائق ہیں' اس آیت میں جہاں یہ بتایا ہے کہ تعریف کا مستحق صاحب کمال نہیں ہے خالق کمال ہے' وہاں یہ بھی بتا دیا ہے کہ تمام کائنات کا خالق اور مربی اللہ تعالیٰ ہے اور یہ قرآن کا وہ پہلا مضمون ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

(٢) سورۃ فاتحہ کی چھٹی آیت میں ہے: (آیت) " صراط الذین انعمت علیھم "۔ ان لوگوں راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا: اور جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ان کا بیان اس آیت میں ہے:

(آیت) " انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھدآء والصلحین "۔ (النساء ٦٩) جن پر اللہ نے انعام کیا وہ انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں۔

نیز فرمایا:

(آیت) اولٓئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین من ذریۃ ادم۔ (مریم ٥٨ :) جن پر اللہ نے انعام کیا وہ نسل آدم سے انبیاء ہیں۔

قرآن مجید کا دوسرا اہم مضمون نبوت ہے اور اس کی طرف اشارہ (آیت) " صراط الذین انعمت علیھم " میں ہے۔

(۳) قرآن مجید کا تیسرا اہم مضمون عبادت ہے اور اس کا ذکر (آیت) "ایاک نعبد" ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" میں ہے۔

(٤) وعدہ اور وعید کی طرف اشارہ (آیت) "ملك يوم الدين" میں ہے۔

(٥) گزشتہ امتوں کے واقعات اور مثالیں نیکوں پر انعام اور بدکاروں پر غضب اور عذاب اس کی طرف اشارہ چھٹی اور ساتویں (آیت) "صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين" میں ہے۔

(٦) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور مومنین کے لیے جزاء اور کفار کے لیے سزا کی طرف اشارہ بھی (آیت) مالک یوم الدین" میں ہے۔

(۷) قرآن مجید کا بہت اہم مضمون اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہے اور اس سورت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کس طرح دعا کی جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جائے، جس کا ذکر (آیت) "الحمد لله رب العلمين الرحمن الرحيم" میں ہے پھر خضوع اور خشوع کا اظہار کیا جائے جس کا ذکر (آیت) - اياك نعبد واياك نستعين" میں ہے پھر اپنے عجز اور احتیاج کو بیان کیا جائے جس کا بیان (آیت) "۔ایاک نعبد وایاک نستعین" میں ہے پھر حرف مدعا زبان پر لایا جائے اور اس سے مانگا جائے نیز یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے کیا مانگا جائے اور کیا نہ مانگا جائے تو بتلایا اس سے صراط مستقیم پر برقرار رہنے کی ہدایت مانگو وہ راستہ جو اللہ تعالیٰ کے انعام یافتگان کا راستہ ہے نہ ان کا راستہ جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا اور نہ گمراہوں کا پھر جیسے ہی ہدایت کی دعا ختم ہوتی ہے تو اس کے جواب میں فوراً ہدایت آجاتی ہے۔(آیت) "الم ذلك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين - یعنی تم نے ہم سے ہدایت مانگی تھی تو یہ پوری کتاب تمہارے لیے ہدایت ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ سے دعا کرو گے تو اس دعا کی استجابت یقینی ہے۔

حضرت شیخ نیلوی (رح) کے الفاظ میں سورۃ فاتحہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

قال تعالىٰ بسم الله الرحمن الرحيم اى قولوا بسم الله الخ- ومعناه الله استعين خاصة وادعوه خاصة لا غيره واتلبس بذكر اسمه- نسمى هذه الطريق فى اصطلاحنا ادماجاً اى استعين بالله الرحمن الرحيم لانه هو الخالق الملك وفهم المعنى الوصفى عن العلم بشهرته بهذا الوصف قال تعالىٰ وهو الله فى السموات وافى الارض فقال تعالىٰ وهو الذى فى السماء اله وفى الارض اله فهو الخالق الملك الرحمن الرحيم- اعلم يا اخى ان جميع القرأن منقسم الى ايرعة ابحاث كل بحث يبتدا بالحمد لله الاول من فاتحة الكتاب الى أخر سورة النساء والثانى من الانعام الى أخر سورة بنى اسرائيل والثالث من الكهف الى أخر الاحزاب والرابع من السبا الى أخر القرأن- فاجتمعت المضامين الاربعة فى

الفاتحۃ والفاتحۃ فی بسم اللہ الرحمن الرحیم وبلفظ أخر تمام القرأن فی الفاتحۃ فان لباب القرأن الحوامیم وخلاصۃ الحوامیم فی حم المؤمن ای ادعو اللہ مخلصین لہ الدین کما نبی نہ فی تفسیر الحوامیم وذکر فی السور السابعۃ فن تعالیٰ ھو الخالق لا غیرہ فاعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین وھذا المذکور ثابت فی الفاتحۃ۔ والفاتحۃ فی بسم اللہ وبسم اللہ فی الباء کان لفظۃ اللہ جمعت فیہ الالوھیۃ والربوبیۃ والمقصود من الحصر فی الحمد لہ ھو حصر العبادۃ التی اعظم شعابھا الاستعانۃ فاذا قرا القاری بسم اللہ استعین بتقدیم الجار فھم حصر الاستعانۃ ای بسم اللہ استعین لا بما اشرک بہ المشرکون۔ فالفاتحۃ جامعۃ وام للقرأن وھی فی البسملۃ والبسملۃ فی الباء نقل عن علی (رض) ان الجار فی بسم اللہ جامعۃ کذا فی المکتوبات للامام الربانی قدس سرہ واللہ اعلم بالصواب فشروع القرأن بحصر الاستعانۃ والختم علی قل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الناس فالشروع بالاستعانۃ منہ والختم علیھا کذا سنۃ رب العلمین فی الاشجار الا تری الا حبۃ تنبت فالمبدا والمنتھی الثمرۃ التیھی الحبۃ وھذا یشعر ان المبدا منہ والیہ المرجع والمصیر۔

سورة البقره (2)

سورۃ بقرہ کا اجمالی تعارف :

سورۃ بقرہ قرآن مجید کی سب سے طویل سورت ہے اور یہ مدنی سورت ہے علامہ واحدی نیشا پوری نے لکھا ہے کہ عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں جو سورت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ سورۃ البقرۃ ہے۔ اسباب النزول ص ۱۱)

مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی نظام حیات عبادات سیاسیات معاشیات اقتصادیات اور عمرانیات کے اصول اور احکام بیان کیے گئے ہیں اس کے بخلاف مکی سورتوں میں اعتقادیات اور اخلاقیات پر زیادہ زور دیا گیا ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی اپنی ریاست قائم ہو چکی تھی اور نظام مملکت کو چلانے کے لیے جن اصول اور قواعد کی ضرورت ہوتی ہے اور مسلمانوں کی تمدنی زندگی کی فوز وفلاح اور عبادات کے اجتماعی نظام کے لیے جن ہدایات کی احتیاج ہو سکتی ہے وہ سب ان مدنی سورتوں میں نازل کی گئیں۔

عقائد اسلامیہ کی اساس ایمان بالغیب ہے اور بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک ماننا ہے اس کے تمام رسولوں پر ایمان لانا ہے اور تمام آسمانی کتابوں کو ماننا ہے جزاء اور سزا کا اقرار کرنا ہے اور اعمال صالحہ میں ہمہ گیر اور ہمہ جہت عبادت نماز کو قائم کرنا ہے اور طبقاتی منافرت کا سد باب کرنے کے لیے اہم عبادت زکوۃ کو ادا کرنا ہے اس لیے سورۃ بقرہ ایمان بالغیب اقامت صلوۃ

اور اداء زکوۃ کے بیان سے شروع ہوتی ہے' پھر آگے چل کر اس سورت میں شریعت اسلامیہ کو وضاحت سے بیان کیا ہے اور عبادات اور معاملات کی تفصیل کی گئی ہے اور اقامت صلوۃ اور اداء زکوۃ کے علاوہ تحویل قبلہ' توحید پر دلائل' ماہ رمضان کے روزوں' بیت اللہ کے حج، جہاد فی سبیل اللہ' انفاق فی سبیل اللہ' والدین اور قرابت داروں کے حقوق، زکوۃ اور صدقات کے مصارف' یتیموں کی کفالت، عائلی زندگی کے اصول اور احکام میں نکاح' طلاق' رضاع' عدت اور ایلاء کو بیان کیا گیا ہے' قسم کھانے کا شرعی حکم' جادو کا حرام ہونا' قتل ناحق کی ممانعت' قاتل پر قصاص کو واجب کرنا' ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال کھانے کی ممانعت' شراب جوئے اور سود کی حرمت' ایام حیض میں عمل ازدواج کی ممانعت' عورتوں سے عمل معکوس کرنے کی تحریم کو بیان کیا ہے۔

اسی سورت میں ایک آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات' اس کی وحدت اور اس کی اہم صفات کا بیان ہے اور یہ آیت الکرسی ہے۔ (البقرہ ۲۵٤ :) اسی سورت میں وہ آیت ہے جو قرآن مجید کی سب سے طویل آیت ہے' اس کو آیت مداینہ کہتے ہیں' اس آیت میں قرض دینے' قرض کو لکھنے اور کاروباری معاملات میں مردوں اور عورتوں کو گواہ بنانے' رہن رکھنے' امانت ادا کرنے اور گواہی چھپانے کی ممانعت کو بیان کیا ہے۔ (البقرہ ۲۸۲ :) اسی سورت میں ایک ایسی آیت ہے جو قرآن مجید کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے۔ اور وہ آیت ہے:

(آیت)- واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله ثم توفی کل نفس ما کسبت وهم لا یظلمون (البقرہ : ۲۸۱) (ترجمہ) اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر شخص کے کیے ہوئے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں صرف مشرکین تھے، اس لیے مکی سورتوں میں صرف توحید اور آخرت پر ایمان لانے پر زور دیا ہے، مدینہ میں پہنچ کر جب مختلف قبائل نے اسلام قبول کر لیا اور انصار کی وجہ سے مدینہ میں مسلمانوں کی ریاست قائم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے قانون' سیاست' معیشت' معاشرت اور تمدن اور ثقافت کے متعلق بھی اصول اور ہدایات نازل فرمائیں' یہاں مسلمانوں کا مقابلہ یہود سے تھا، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو گزرے ہوئے تقریباً ۱۹ صدیاں گزر چکی تھیں اور اس عرصہ میں یہود نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی تعلیم اور توراۃ کو بالکل مسخ کر دیا تھا اور توراۃ میں لفظی اور معنوی تحریف ہو چکی تھی' مدینہ منورہ میں یہود کے علاوہ منافقین بھی تھے یہ منافقین کئی قسم کے تھے' سورۃ بقرہ میں کفار و مشرکین' یہود و نصاریٰ اور منافقین سب کے متعلق آیات نازل کی گئی ہیں۔

سورۃ فاتحہ میں اس دعا کی تعلیم دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کی جائے اور اس دعا کی استجابت کے طور پر سورۃ بقرہ میں مسلمانوں کے لیے صراط مستقیم بیان کی گئی ہے اور کامل مومنوں کی صفات بیان کی گئی ہیں اور ان کے مخالف کفار اور مشرکین کی

نشانیاں بیان کی گئی ہیں اس سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کی سعادت کا مبنی دین اسلام کی اتباع اور شریعت اسلام پر استقامت ہے اس سورت کا خاتمہ اللہ تعالیٰ سے اس دعا پر ہے کہ وہ مشکل اور دشوار احکام ہم سے اٹھالے اور کفار کے مقابلہ میں ہم کو فتح اور نصرت عطا فرمائے اور اپنے فضل اور احسان سے ہم کو ایمان اور اسلام پر ثابت قدم رکھے۔

سورۃ بقرہ کی وجہ تسمیہ :

سورۃ بقرہ کا نام بقرہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں بقرہ (گائے) کا ذکر ہے قرآن مجید کی تمام سورتوں کے نام توقیفی ہیں اور ادنیٰ مناسبت سے رکھے گئے ہیں بعض احادیث سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس سورت کو سورۃ بقرہ کہنا منع ہے۔ حافظ سیوطی (رح) بیان کرتے ہیں : امام بیہقی (رح) نے "شعب الایمان" میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس (رض) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : سورۃ بقرہ نہ کہو نہ سورۃ آل عمران اور نہ سورۃ نساء اسی طرح پورا قرآن لیکن یوں کہو کہ یہ وہ سورت ہے جس میں بقرہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور یہ وہ سورت ہے جس میں آل عمران کا ذکر کیا جاتا ہے اسی طرح پورے قرآن کی سورتوں کے متعلق کہو اور امام بیہقی (رح) نے "شعب الایمان" میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر (رض) کا یہ قول روایت کیا ہے کہ سورۃ بقرہ نہ کہو لیکن یہ کہو کہ یہ وہ سورت ہے جس میں بقرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (الدرالمنثور ج ١ ص ١٨)

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں اس طرح سورتوں کا نام رکھنے سے منع کیا گیا تھا کیونکہ کفار ان سورتوں کا نام لے کر ان کا مذاق اڑاتے تھے پھر جب اسلام کا غلبہ ہوگیا اور قرآن کریم کا نور ہر طرف پھیل گیا تو یہ ممانعت منسوخ ہوگئی کیونکہ بہ کثرت احادیث اور آثار میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صحابہ کرام (رض) نے اس سورت پر سورۃ بقرہ کا اطلاق کیا ہے۔

سورۃ بقرہ کے محل نزول کا بیان :

علامہ قرطبی (رح) لکھتے ہیں:

سورۃ بقرہ مدنی ہے، یہ کافی عرصہ تک نازل ہوتی رہی ہے، یہ مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی سب سے پہلی سورت ہے اس کی ایک آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور وہ ہے:

(آیت) "واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ (البقرہ ٢٨١ :)

یہ آخری آیت ہے جو آسمان سے نازل ہوئی۔ یہ حجۃ الوداع میں یوم نحر (عیدالاضحی) کو منی میں نازل ہوئی ہے اور سود کی حرمت کی آیات بھی قرآن مجید کی آخری آیتوں میں سے ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ١ ص ١٥٢)

یہ قرآن مجید کی سب سے طویل سورت ہے جیسے سب سے قصیر سورت سورۃ کوثر ہے اور اس میں آیت مداینہ (البقرہ ٢٨٢ :) ہے جو قرآن مجید کی سب سے طویل آیت ہے جیسے والضحی اور والفجر قرآن مجید کی سب سے قصیر آیات ہیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ سورت ایک ہزار خبر ایک ہزار امر اور ایک ہزار نہیہ پر مشتمل ہے اور شمار کرنے والوں نے بتایا ہے کہ اس سورت میں دوسو ستاسی آیات ہیں چھ ہزار اسی کلمات ہیں اور پچیس ہزار پانچ سو حروف ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۱،۲۷۰

سورۃ بقرہ کے فضائل میں احادیث اور آثار :

امام مسلم (رح) روایت کرتے ہیں :

نواس بن سمعان (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : قیامت کے دن قرآن مجید اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا ان کے آگے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران ہوں گی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سورتوں کی تین مثالیں بیان فرمائیں جن کو میں آج تک نہیں بھولا فرمایا : وہ ایسی ہیں جیسے وہ بادل ہوں، یا وہ دو سیاہ سائبان ہوں جن کے درمیان نور ہو یا صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو قطاریں ہوں وہ سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی وکالت اور حمایت کریں گی۔

عَن نواس بن سمعَان قَالَ سَمِعت رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَقُول :يُؤْتى بِالْقُرْآنِ وَأَهله الَّذين كَانُوا يعْملُونَ بِهِ فِي الدُّنْيَا تقدمهم سُورَة الْبَقَرَة وَآل عمرَان قَا ل ضرب لَهما رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ثَلَاثَة أَمْثَال مَا نسيتهن بعد؛قَالَ :كَأَنَّهُمَا غمامتان أَو كانهما غيابتان أَوكَأَنَّهُمَا ظلتان سوداوان بَينهمَا شرف أَو كَأَنَّهُمَا فرقان من طير صواف يحاجان عَن صَاحبهمَا

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک آواز سنی، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سر اوپر اٹھایا حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا : یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جس کو صرف آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا، پھر اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے فرمایا : یہ فرشتہ جو آج نازل ہوا ہے آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا، اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا : آپ کو ان دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کو دیئے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے ایک سورۃ فاتحہ اور دوسرا سورۃ بقرہ کا آخری حصہ ان میں سے آپ جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کو اس کا مصداق مل جائے گا۔

حضرت ابومسعود (رض) نے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص رات کو سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھے گا وہ اس کو کافی ہوں گی۔

یعنی ناگہانی مصائب اور شیطان کی فتنہ انگیزیوں سے اس کی حفاظت کریں گی۔

حضرت ابی بن کعب (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے ابوالمنذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے میں نے عرض کیا: (آیت) "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" (آیت الکرسی) آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابوالمنذر! تمہیں یہ علم مبارک ہو (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ ھ)

آیت الکرسی کی ایک وجہ فضیلت یہ ہے کہ اس میں اسم ظاہر' اسم صفت اور اسم ضمیر کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا سترہ مرتبہ ذکر ہے اور کسی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کا اتنی بار ذکر نہیں ہے۔

امام نسائی (رح) روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ' شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

عَن أبي هُرَيْرَة أن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ :لَا تجْعَلُوا بُيُوتكُمْ مَقَابِر الشَّيْطَان ينفر من الْبَيْت الَّذِي يقْرَأ فِيهِ سُورَة الْبَقَرَة

حضرت ابوسعید خدری (رض) بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر (رض) بہت خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھتے تھے' وہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں سورۃ بقرہ پڑھ رہا تھا' اس وقت میرا گھوڑا بندھا ہوا تھا اور میرا بیٹا یحییٰ میرے قریب لیٹا ہوا تھا' اور اس وقت کم سن بچہ تھا' اچانک وہ گھوڑا اچھلنے لگا' میں کھڑا ہوگیا' مجھے اس وقت صرف اپنے بیٹے یحییٰ کے متعلق تشویش تھی' پھر گھوڑا پرسکون ہوگیا' اور میں نے وہ سورت پڑھنی شروع کردی' گھوڑا پھر اچھلنے لگا میں پھر کھڑا ہوگیا اور مجھے صرف اپنے بیٹے یحییٰ کی فکر تھی میں نے پھر پڑھنا شروع کیا اور گھوڑے نے پھر اچھلنا شروع کیا' اچانک میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے ایک سائبان کی طرح کوئی چیز اتر رہی ہے جس میں روشن چراغ ہیں' میں خوفزدہ ہوا اور صبح کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا' آپ نے فرمایا: اے ابویحییٰ! پڑھو میں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب میں نے پڑھا تو گھوڑا اچھلنے لگا اور مجھے اپنے بیٹے کی فکر تھی آپ نے فرمایا اے ابن حضیر! پڑھو' وہ کہتے ہیں: میں نے پڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر کے اوپر سائبان کی مثل کوئی چیز تھی اور اس میں چراغ روشن تھے' میں خوفزدہ ہوگیا'

آپ نے فرمایا : یہ فرشتے ہیں جو تمہاری آواز کی وجہ سے قریب آئے ہیں۔ اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو لوگ ان کو دیکھ لیتے۔

عَن أسيد بن حضير قَالَ :بَيْنَمَا هُوَ يقْرَأ من اللَّيْل سُورَة الْبَقَرَة وفرسه مربوطة عِنْده؛إِذا جالت الْفرس فَسكت،فسكنت،ثمَّ قَرَأ فجالت الْفرس فَسكت؛فسكنت،ثمَّ قَرَأ فجالت فَسكت؛فسكنت،ثمَّ قَرَأ فجالت؛

فَانْصَرف إِلَى ابْنه يحيى وَكَانَ قَرِيبا مِنْهَا فأشفق أَن تصيبه فَلَمَّا أَخذه رفع رَأسه إِلَى السَّمَاء فَإِذا هُوَ بِمثل الظلة فِيهَا أَمْثَال المصابيح عرجت إِلَى السَّمَاء حَتَّى مَا يَرَاهَا فَلَمَّا أصبح حدث رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بذلك فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَتَدْرِ ي مَا ذَاك قَالَ :لَا يَا رَسُول الله قَالَ :تِلْكَ الْمَلَائِكَة دنت لصوتك وَلَو قَرَأت لأصبحت تنظر النَّاس إِلَيْهَا لَا تتوارى مِنْهُم

حضرت ابو ہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کی حفاظت کر رہے تھے۔ انھوں نے محسوس کیا کہ کوئی ہاتھ کھجوریں لے رہا ہے، انھوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا : تم اس کو پکڑنا چاہتے ہو تو یہ کہو : سبحان ہے وہ ذات جس نے تجھ کو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے مسخر کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ ناگاہ وہ ایک جن تھا جو میرے سامنے کھڑا ہوا تھا' میں نے اس کو پکڑ لیا تاکہ اس کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں لے آؤں' اس نے کہا : میں نے فقراء جن کے لیے یہ کھجوریں لی تھیں اور میں دوبارہ ہرگز نہیں آؤں گا' حضرت ابو ہریرہ (رض) کہتے ہیں : وہ پھر آیا' میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا : تم اس کو پکڑنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا : آپ نے فرمایا کہنا : سبحان ہے وہ جس نے تجھ کو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے مسخر کر دیا' پھر دوبارہ جب میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے جانے لگا تو اس نے عہد کیا کہ وہ آئندہ نہیں آئے گا' تیسری بار پھر ایسا ہی ہوا تو میں نے انھیں کلمات کی برکت سے اس کو پکڑا اور کہا کہ تم مجھ سے عہد کرتے ہو اور جھوٹ بولتے ہو اور پھر آجاتے ہو' اس دفعہ میں تم ضرور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے جاؤں گا اس نے کہا : تم مجھے چھوڑ دو' میں تم کو ایسے کلمات سکھاتا ہوں کہ اگر وہ کلمات پڑھ لو تو کوئی مذکر یا مونث جن تمہارے قریب بھی نہیں آسکے گا' میں نے پوچھا : وہ کلمات کیا ہے؟ اس نے کہا : ہر صبح اور شام کو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو' میں نے اس کو چھوڑ دیا اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس واقعہ کا ذکر کیا' آپ نے مجھ سے فرمایا : کیا تم کو نہیں معلوم ان کلمات (آیت الکرسی) کی یہی تاثیر ہے۔

حضرت حذیفہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : ہماری (دوسرے) لوگوں پر تین وجہ سے

فضیلت ہے، تمام روئے زمین ہمارے لیے مسجد بنادی گئی ہے اور اس کی مٹی ہمارے لیے ذریعہ طہارت بنادی گئی ہے اور ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں اور ہم کو یہ آیات دی گئی ہیں سورۃ بقرہ کی آخری آیات جو عرش کے نیچے سے نازل ہوئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو دی گئی ہیں اور نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔ (السنن الکبری ج ٥ ص ١٠-١٣ مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت ١٤١١ھ)

حافظ سیوطی (رح) لکھتے ہیں:

امام دارمی کعب سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے بقرہ اور آل عمران کو پڑھا قیامت کے دن وہ سورتیں کہیں گی: اے ہمارے رب! اس سے مواخذہ نہ کر۔

امام ابوعبید (رح) نے حضرت انس (رض) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب کسی گھر میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے تو شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے۔

امام دارمی امام طبرانی (رح) امام حاکم (رح) نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی (رح) نے حضرت ابن مسعود (رض) سے روایت کیا ہے کہ ہر چیز کا ایک کوہان ہوتا ہے اور قرآن کا کوہان سورۃ بقرہ ہے۔ جب کسی گھر میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

امام وکیع امام حارث بن ابی اسامہ (رح)، امام محمد بن نصر اور امام ابن الضریس نے سند صحیح کے ساتھ حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: قرآن مجید میں افضل سورۃ بقرہ ہے اور اس میں ایک آیت سب سے عظیم ہے وہ آیت الکرسی ہے اور جس گھر میں سورۃ بقرہ پڑھی جائے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔ (الدر المنثور ج ١ ص ٢٠-١٩)

ماقبل سے ربط؛

سورۃ بقرہ کو سورۃ فاتحہ کے ساتھ کئی طرح سے ربط ہے

1 ۔ربط اسمی؛

اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ یہودی گائے کی پرستش اور اس کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سامری نے جب سونے کا بچھڑا بنا کر ان کے سامنے لا رکھا تو سب اس کے سامنے جھک گئے اور اسے پوجنے لگے۔ یہود کے علاوہ خود مشرکین عرب بھی گاؤ پرستی میں مبتلا اور اس کے تقدس کے قائل تھے۔ جب کبھی بارش نہ ہوتی تو وہ گائے کی دم کے گھاس پھونس باندھ کر اور اسے آگ لگا کر چھوڑ دیتے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جب آگ سے گائے کی دم جلے گی تو وہ چیخ وپکار کرے گی اور اس کی چیخ وپکار اور بے چینی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا۔ چنانچہ زمانہ جہالت کا ایک سمجھدار اور سلیم الفطرت شاعر الورل الطائی ایسے ضعیف الاعتقاد مشرکوں کو

ملامت کرتے ہوئے کہتا ہے:

لا دردر رجالٍ خاب سعیہم

یستمطرون لدی الا زمات بالعشر

(ترجمہ:) ان لوگوں کا عمل بے نتیجہ ٹھہرا جن کی کوشش ناکام ہوئی اور جو خشک سالی میں عُشَر (ایک پودا) کے ذریعہ بارش طلب کرتے ہیں (لسان العرب ص 140 ج)

اجاعل انت بیقوراً مسلعۃً

ذریعۃ لک بین اللہ والمطری

(ترجمہ) کیا تو اللہ اور بارش کے درمیان اس گائے کو وسیلہ بناتا ہے جس کی دم سے سلع (ایک پودا) کی ٹہنیاں بندھی ہوئی ہیں (مشکل القرآن ابن قتیبہ ص 70)

اور اس وقت کے عیسائی آل عمران کے بعض بزرگوں کی الوہیت کے قائل تھے اور انھیں مالک ومختار سمجھ کر حاجات ومشکلات میں پکارتے تھے۔حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور مریم صدیقہ کے متعلق عیسائیوں کے جو مشرکانہ عقائد تھے وہ قرآن مجید میں جابجا تفصیل سے مذکور ہیں۔سورۃ بقرہ میں زیادہ تر روئے سخن یہود کی طرف اور سورۃ آل عمران میں نصاری کی طرف ہے ان دونوں سورتوں میں زیادہ تر حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کا نمبر آتا ہے۔اس زمانہ میں جس طرح حقوق اللہ کو نہایت بیباکی سے پائمال کیا جارہا تھا۔اسی طرح حقوق العباد کو نہایت بیدردی سے ضائع کیا جارہا تھا۔خصوصاً عورتوں کے ساتھ نہایت وحشیانہ اور غیر منصفانہ سلوک کیا جارہا تھا۔اور ان کی فطری کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کی خوب حق تلفی کی جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کے بعد سورۃ نساء میں عورتوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان سے حسن معاشرت کی تلقین فرمائی تاکہ مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرکے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کریں اور اللہ کے خوان نعمت سے دنیا اور عقبیٰ میں بہرہ مند ہوسکیں۔

اب ان سورتوں میں باہمی ربط بطریق ذیل ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ (فاتحہ) وَلَانَعْبُدُ وَلَا نَسْتَعِیْنُ البقرۃ کما فعل الیہود والمشرکین (بقرۃ) وَلَاتَعْبُدُ وَلَا نَسْتَعِیْنُ اٰلِ عمران کما فعل النصاري (آل عمران) ونؤدي حقوق النساء رغبۃ ونوتی صدقا تھن نحلۃ (نساء) فانزل علینا مائدۃ انعامک وافضالک فی الدنیا والأخرۃ (مائدۃ)

ترجمہ: اے اللہ ہم صرف تیری بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور تیرے سوا کسی کی بندگی اور پرستش نہیں کرتے۔جس طرح یہود اور مشرکین عرب گائے کی اور نصاری آل عمران کے بزرگوں کی عبادت اور پرستش کرتے تھے۔ہم

عورتوں کے حقوق بہ رضا و رغبت ادا کرینگے پس اے اللہ! دنیا و آخرت میں اپنے فضل و احسان اور انعام و اکرام سے سرفراز فرما۔

یہ اسی ربط سورۃ مائدہ تک ہے۔اس کے بعد کا اسی ربط سورۃ انعام کے شروع میں مذکور ہوگا۔

دوسرا ربط :

سورۃ فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے ہدایت کی درخواست کی گئی ہے اب سورۃ بقرہ کی ابتداء میں اس کی منظوری آگئی کہ یہ پوری کتاب سرچشمہ ہدایت ہے اور سیدھی راہ دکھاتی ہے اور پھر سورت میں ہدایت کا جامع اور مکمل پروگرام بیان فرمایا ہے۔

تیسرا ربط :

سورۃ فاتحہ میں تین جماعتوں کا ذکر تھا۔ 1۔منعم علیہم (جن پر اللہ کا انعام ہوا)۔ 2۔مغضوب علیہم (جن پر اللہ کا غضب ہوا)۔ 3۔ الضالین ۔(گمراہ لوگ)۔ منعم علیہم سے مومنین مراد ہیں جن کے چار درجے ہیں۔باقی دونوں گروہ غیر مومنین کے ہیں ان کے بھی چار درجے ہیں، مغضوب علیہم سے وہ لوگ مراد ہیں جو فساد باطن کے ساتھ ساتھ فساد عمل میں بھی مبتلا ہیں یعنی نہ ان کے عقائد صحیح ہیں اور نہ اعمال درست یہ کافروں کا گروہ ہے اور الضالین سے مراد وہ لوگ ہیں جو صرف فساد باطن کا شکار ہیں اور ان کے عقائد میں کفر و شرک کی وہی گندگی موجود ہے۔البتہ ان کے کچھ ظاہری اعمال مسلمانوں کے سے ہیں۔یہ گروہ منافقوں کا ہے۔سورۃ فاتحہ میں ان تینوں جماعتوں کا ذکر اجمالی تھا۔اب سورۃ بقرہ کی ابتداء میں لف ونشر مرتب کے طور پر قدرے تفصیل سے ان کا ذکر کیا گیا اور ساتھ ہی ان کے کچھ اوصاف اور ان کی جزاء وسزا کا بیان بھی آگیا ہے۔

قال الامام الرازی ویحتمل ان یقال المغضوب علیہم ھم الکفار والضالون ھم المنافقون وذلک لانہ تعالیٰ بدأ بذکر المومنین والثناء علیہم فی خمس ایات من اول سورۃ البقرۃ ثم اتبعہ بذکر الکفار و ھو قولہ ان الذین کفروا ثم اتبعہ بذکر المنافقین و ھو قولہ ولا الضالین

(تفسیر کبیر ص 204 ج1)

چوتھا ربط :

سورۃ فاتحہ میں بندوں سے اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے ذریعے اللہ کی توحید کا اقرار لیا گیا ہے اور عبادت واستعانت کے اللہ کے ساتھ مخصوص ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔سورۃ بقرہ میں اسی دعویٰ توحید کو مختلف مقاصد کے پیش نظر تین جگہ ذکر کر کے ہر جگہ اسے دلیل عقلی سے

واضح اور ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ پہلے رکوع 2 کی ابتداء میں یَاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ سے دعوی پیش کیا اور پھر الَّذِیْ خَلَقَكُمْ سے رِزْقًا لَّكُمْ تک دلیل عقلی بیان کی۔ دوسری دفعہ رکوع 19 میں وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ سے دعوی پیش کیا اور اس کے بعد اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ سے یَّعْقِلُوْنَ تک دلیل عقلی بیان کی۔ تیسری بار رکوع 34 میں اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے دعوی پیش کیا اور اس کے ساتھ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ سے الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ تک عقلی دلیل پیش کی۔ دعوی توحید کو تین بار ذکر کرنے کا مقصد جداگانہ ہے۔ پہلے موقع پر شرک فی الدعاء کی نفی مقصود ہے۔ یعنی اللہ کے سوا غائبانہ دعاء اور پکار سننے والا، امور انتظامیہ اور امور مصلحہ۔ سورۃ بقرہ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ مدینہ اور اس کے قرب وجوار میں یہودی کافی تعداد میں آباد تھے۔ اس لیے اس سورت میں یہود کی اصلاح کا پہلو بہت نمایاں ہے کیونکہ یہودیوں میں بڑے بڑے سرمایہ دار اور بڑے بڑے عالم اور پیر موجود تھے ان کی اصلاح سے پوری قوم کی ہو سکتی تھی۔

مختصر خلاصہ:

: سورۃ بقرہ کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ اس کے دو حصے ہیں حصہ اول ابتداء سورت سے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (رکوع 23) تک ہے اور دوسرا حصہ وہاں سے سورت کے آخر تک۔ حصہ اول میں دو مضمون بیان کیے گئے ہیں۔ توحید اور رسالت۔ ابتدائے سورت سے وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ تک توحید اور وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ سے حصہ اول کے آخر تک رسالت کا بیان ہے۔ گویا کہ پہلا حصہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی تشریح ہے۔ دوسرے حصہ میں مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح کے طریقے اور اندرونی نظام کو درست کرنے کے لیے امور انتظامیہ بیان فرما کر مشرکین کے مقابلہ میں انھیں جہاد اور انفاق کا حکم دیا گیا ہے گویا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی خاطر مشرکین سے جہاد کا حکم فرمایا گیا ہے۔

سورت کی روح: دینی اور دنیوی لحاظ سے منظم ہو کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی خاطر مشرکین سے جہاد کرو۔

مضامین:

اب سورۃ بقرہ کے مضامین پر ایک اجمالی نظر ڈالیں۔

(۱): مومنین کے اوصاف۔ (۲): کفار کے اعتقادات۔ (۳): منافقین اور نفاق کی علامات۔

یہ تیسرا طبقہ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد نمایاں ہوا اور اس کی چند وجوہ تھیں:

(الف): بعض لوگ اسلام کو دین حق مانتے تھے مگر اپنے مفادات کی قربانی دینے کی ہمت ان میں نہ تھی اور نہ ہی یہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کی رسول جاہلیت ترک کرنے کی جرات وجسارت کر سکتے تھے۔

(ب): کچھ لوگ خاندان کے اکثر افراد کے مسلمان ہو جانے کے باعث مسلمانوں کے ساتھ میل جول پر مجبور تھے کیونکہ ان کے

دل اب اسلام اور جاہلیت کے بارے میں قطعی فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے عاری تھے۔

(ج) : بعض لوگ جو اول و آخر کافر ہی تھے مگر فتنہ وفساد پیدا کرنے کے لیے وہ لوگ اپنا شمار جماعت مسلمین میں کرانا چاہتے تھے۔

مذکورہ بالا تین جماعتوں کے ابتدائی تذکرہ و تعارف کے بعد ابتدائی تیرہ چودہ رکوع یہود کو دعوت اسلام پر مشتمل ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اس بات کا اعلان کرتے تھے کہ ہم سیدنا موسیٰ (علیہ السلام) کی شریعت پر عمل پیرا اور توراۃ کے ماننے والے ہیں۔ حالانکہ ان کے عقائد و نظریات اور عبادات و اعمال میں وہ رسوم و روایات داخل ہو چکی تھیں جو سراسر غیر اسلامی اور بے سند تھیں۔ خود توراۃ کی حالت یہ تھی کہ وہ بظاہر آسمانی کتاب تھی مگر اس میں تحریف اور عامیانہ کلام اس قدر غلط ملط ہو چکا تھا کہ دونوں میں امتیاز ممکن نہ رہا۔

قرآن مجید نے سورۃ بقرہ میں ان کی اس زبوں حالی، روایات پرستی اور باطل نظریات کے ذکر اور ان پر تنقید کے ساتھ ساتھ انھیں دین فطرت اپنانے کی دعوت بھی دی ہے اور حقیقی دین کی اصل نوعیت و کیفیت کو بھی ان پر واضح فرمایا۔

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اعلان نبوت کے ساتھ اہل مکہ کی جو کیفیت تھی، اس جھنجھلاہٹ کا اظہار وہ دین متین کے ابتدائی ادوار میں مسلمانوں کو اذیتیں دے کر کیا کرتے تھے۔ مگر ہجرت کے بعد صورت حال یکسر بدل گئی تو انھوں نے مسلمانوں کو زچ کرنے کے لیے مدینہ میں بسنے والے یہودیوں اور منافقوں کے ساتھ ساز باز کی اور مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے کے لیے جنگی تیاریوں کے بعد حملہ بھی کیا۔ سورۃ بقرہ میں اس سلسلے کی ہدایات، قتال کی فرضیت اور قتال کے لیے تیاری اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ دوران جہاد میں پیش آنے والے مصائب و آلام کو صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کرنے کا حکم دیا تا کہ عددی طاقت، سامان حرب کی کمی بلکہ عدم دستیابی کے باعث مسلمان خوف و ہراس کا شکار نہ ہوں نیز یہ بات واضح کر دی گئی کہ مسلمان نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سرکردگی میں جس فطری دین اور اس کے انقلابی نظام کو لے کر میدان عمل میں اترے ہیں، وہ خطہ عرب ہی میں نہیں بلکہ پوری کائنات میں پھیلانا ہوگا اور اس کا مقابلہ کرنے والا فاسد نظام ختم کرنا ہوگا۔

مسلمانوں نے جب مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد اپنا مرکز قائم کیا تو اب یہ بات ہر شخص کے علم میں آ چکی تھی کہ فطری نظام کی انقلابی سلطنت کا مرکز یہ مبارک خطہ قرار پائے گا۔ تو اس مرکز کے تحت بسنے والے لوگوں کو اعتقادی، عملی، معاشرتی اور معاشی میدان میں جس لائحہ عمل کی ضروریات ہوں گی، اس کے لیے بھی قوانین و ضوابط کے نفاذ کا آغاز کر دیا گیا۔ سورۃ بقرہ میں اس کے لیے بیشمار عنوانات کے تحت قوانین کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس سورت کا اختتام اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور مومن کی دعا و مناجات پر ہے۔

سورۃ آل عمران (3)

نام اور وجہ تسمیہ:

یہ سورت ترتیب مصحف کے اعتبار سے تیسری سورت ہے اور نزول کے اعتبار سے سورۃ انفال کے بعد ہے یہ سورت مدنی ہے اور اس میں بالاتفاق دو سو آیتیں ہیں اور بیس رکوع ہیں۔

سورۃ آل عمران کے اسماء:

اس سورت کا نام' آل عمران ہے کیونکہ اس سورت میں آل عمران کو فضیلت دینے کا ذکر ہے آل عمران میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور یحییٰ (علیہ السلام) ہیں حضرت مریم اور ان کی والدہ حضرت عمران کی زوجہ بھی ان میں شامل ہیں۔ آل عمران کے متعلق سب سے زیادہ آیات اس سورت میں نازل ہوئی ہیں جن کی تعداد اسی سے زیادہ ہے اس سورت کی جس آیت میں آل عمران کا لفظ ہے وہ یہ آیت ہے۔

(آیت) " ان اللہ اصطفی ادم و نوحا وال ابراہیم وال عمران علی العلمین (ال عمران : ۳۳)

ترجمہ : بیشک اللہ نے آدم نوح' آل ابراہیم اور آل عمران کو (ان کے زمانہ میں) تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سورۃ آل عمران کا نام سورۃ زہراء بھی رکھا ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوامامہ باہلی (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ زہراوین کو پڑھا کرو یعنی سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کو کیونکہ وہ قیامت کے روز بادلوں کی طرح آئیں گی' یا پرندوں کی جماعتوں کی طرح آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے حجت پیش کریں گی۔ سورۃ بقرہ کو پڑھو کیونکہ اس کا حاصل کرنا برکت ہے اور کا چھوڑنا حسرت ہے' جادو کرنے والے اس کو پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص' ۲۷۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ ھ)

زہراء کا معنی ہے صاف اور روشن' چمک دار اور روشن کرنے والی چیز۔ سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران میں جو نور اور ہدایت ہے اس کی وجہ سے آپ نے ان دونوں کو زہراء فرمایا ہے نیز حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق یہود ونصاری کو جو شبہات تھے اور ان کے متعلق غلط عقائد تھے اس سورت سے ان کا ازالہ ہوجاتا ہے اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا اللہ کا برگزیدہ بندہ اور معزز نبی ہونا واضح ہوجاتا ہے' تو چونکہ یہ سورت آل عمران کے مقام اور ان کی عظمت کو منکشف کرتی ہے اس لیے آپ نے اس کو زہراء فرمایا:

اس سورت کا نام سورۃ الکنز بھی ہے۔ کنز کا معنی ہے خزانہ۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) بیان کرتے ہیں کہ سورۃ آل عمران فقیر کا کیا خوب کنز (خزانہ) ہے۔ وہ اس کو رات کے آخری حصہ میں پڑھتا ہے (سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۰ مطبوعہ نشر السنہ ملتان) اس سورت کو کنز اس لیے فرمایا کہ اس میں فرمایا عیسائیت کے اسرار کا خزانہ ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نجران کے عیسائیوں سے جو مباحثہ فرمایا تھا اس سے متعلق اسی سے زیادہ آیات ہیں۔

اس کا نام سورۃ طیبہ بھی ہے حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام سعید بن منصور نے ابوعطاف سے روایت کیا ہے کہ تورات میں آل عمران کا نام طیبہ ہے۔ (درمنثور ج ۲ ص ۲)

نیز اس کی وجہ یہ کہ اس سورت میں طیبین کے تمام اوصاف کو جمع کر کے ذکر فرمایا ہے:

(آیت) " الصبرین والصدقین والقنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار "۔ (آل عمران : ۱۷)

ترجمہ : صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، اللہ کی اطاعت کرنے والے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصہ میں استغفار کرنے والے۔

شان نزول :

مفسرین نے لکھا ہے کہ نجران کے نصاریٰ کا ایک وفد مدینہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا جو ان کے ساٹھ چیدہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ وفد میں تین آدمی سرکردہ تھے۔ یعنی عاقب، سید اور ابوحارثہ۔ یہ لوگ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں جھگڑنے لگے اور کہا کہ وہ اللہ کے دلد اور نائب ہیں اور حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) ہمارے معبود ہیں۔ اس پر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ہمارا رب تو زندہ جاوید اور سارے جہان کا نگہبان اور رازق ہے زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، وہ ماں کے رحم میں اپنی مرضی کے مطابق بچے کی شکل بناتا ہے، وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ اب تم بتاؤ کیا ان صفات میں سے کوئی ایک صفت بھی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) میں پائی جاتی ہے۔ جب ان صفات میں سے کوئی صفت بھی ان میں نہیں تو پھر وہ معبود کس طرح بن سکتے ہیں اس پر سورۃ آل عمران کی ابتدائی اسی آیتیں نازل ہوئیں۔ (خازن۔ ج 1۔ ص 266 وحاشیہ شاہ عبدالقادر)

سورۃ آل عمران کا ماقبل سے ربط :

سورۃ آل عمران کو سورۃ بقرہ سے تین طرح کا ربط ہے۔

ربط اول (نامی):

سورۃ فاتحہ میں اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ سے اقرار لیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں۔ صرف اسی کو پکاریں اور صرف اسی ہی سے حاجات و مشکلات میں مافوق الاسباب مدد مانگیں۔ سورۃ بقرہ میں گائے کی عبادت اور تعظیم سے نفرد لائی اور سورۃ آل عمران میں تلقین فرمائی کہ اللہ کی عبادت اور پکار میں اللہ کے نیک بندوں کو شریک نہ کریں جس طرح نصاریٰ نے آل عمران کی عبادت کی، حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم (علیہما السلام) کو الہ بنایا۔

ربط دوم :

سورۃ بقرہ کے آخر میں فَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ سے مسلمانوں کو کافروں کے مقابلہ میں اللہ سے مدد اور نصرت طلب کرنے کی تعلیم دی گئی۔ سورۃ آل عمران میں بتایا وہ کونسے کفار ہیں جن کے خلاف اللہ سے مدد مانگنے کا حکم ہوا ہے۔ یعنی اس سے مراد مشرکین ہیں جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں اللہ کے بندوں کو مالک ومختار سمجھ کر مصیبتوں میں پکارتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ جو حضرت عیسیٰ اور مریم (علیہما السلام) کو معبود سمجھتے اور ان کو مافوق الاسباب پکارتے ہیں۔

ربط ثالث:

سورۃ بقرہ میں قرآن مجید کے تمام مضامین کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے اور سورۃ آل عمران میں ان میں سے چار زیادہ اہم مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ اول توحید، جس کے ساتھ ساتھ نصاریٰ کے مشرکانہ عقائد کا رد بھی کیا گیا ہے اور زیادہ زور شرک اعتقادی کی نفی پر دیا گیا ہے۔ دوم رسالت یعنی حضرت خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صداقت۔ سوم جہاد فی سبیل اللہ اور چہارم انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا۔

خلاصہ مضامین:

اس سورت کے خلاصہ مضامین کی دو تقریریں ہیں۔

تقریر اول :

اس سورت میں مشرکین نصاریٰ کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ انھیں کچھ شبہات توحید کے بارے میں تھے اور کچھ رسالت کے بارے میں توحید کے متعلق ان کے دلوں میں پانچ شبہات تھے۔

شبہات متعلقہ توحید:

پہلا شبہ۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے حق میں روح اللہ، کلمۃ اللہ اور ابن اللہ (کمافی الانجیل قالہ الخازن) وغیرہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق ہے اور وہ اللہ کے نائب ہیں۔ اللہ نے ان کو تصرف کا اختیار دے رکھا

ہے۔اس لیے ان کو پکارنا چاہیے۔

دوسرا شبہ۔حضرت مسیح (علیہ السلام) مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست اور چنگا بھلا کر دیتے تھے۔مردوں کو زندہ کر دیتے۔مٹی کے بے جان پتلے میں پھونک مار کر اسے جاندار بنا دیتے اور گھر میں رکھی ہوئی چیزیں بتا دیتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ متصرف ومختار، کارساز اور غیب دان تھے۔

تیسرا شبہ : ہمیں اپنے بڑوں کی کچھ ایسی عبارتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی عبادت اور پکار کا حکم دیا تھا اور اسی وجہ سے ہمارے اکابر ان کو پکارتے تھے۔

چوتھا شبہ۔حضرت مریم کے پاس ہر وقت بے موسم کے پھل موجود رہتے تھے حالانکہ ان کو کوئی لا کر نہیں دیتا تھا۔تو اس سے معلوم ہوا وہ خود صاحب اختیار وتصرف تھیں اور جب چاہتیں بے موسم کے میوے حاصل کر لیتی تھیں اس لیے حاجتوں اور مشکلوں میں انہیں مدد کے لیے پکارنا چاہیے۔

پانچواں شبہ۔حضرت زکریا (علیہ السلام) کے گھر میں ان کے انتہائی بڑھاپے کے زمانے میں بیٹا پیدا ہوا جب کہ ان کی بیوی صاحبہ بھی ولادت کے قابل نہ تھیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اختیار اور تصرف حاصل تھا اور وہ کارساز تھے جبھی تو بے موسم بیٹا پیدا کر لیا۔

شبہات کے جوابات:

پہلے شبہ کا جواب۔ هُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ الآیۃ میں اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ یہ الفاظ متشابہات میں سے ہے اور ان کا حکم یہ ہے کہ ان کی تاویل محکمات کے مطابق کی جائے گی۔ اگر ان کی تاویل سمجھ میں نہ آئے تو ان میں زیادہ بحث وکرید کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ان پر اس قدر اجمالی ایمان کافی ہے کہ ان سے اللہ کی جو مراد ہے وہ برحق ہے۔لہٰذا ایسے موہم شرک الفاظ سے استدلال کرنا جائز نہیں۔جس طرح بنی اسرائیل سامری کے بچھڑے کی آواز سے دھوکہ کھا کر اسے الٰہ سمجھنے لگے تھے۔مگر اللہ نے ان کو انہیں معذور قرار نہیں دیا تھا۔چنانچہ ارشاد فرمایا۔

اَفَلَا يَرَوۡنَ اَلَّا يَرۡجِعُ اِلَيۡهِمۡ قَوۡلاً وَّلَا يَمۡلِكُ لَهُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعاً (طہ رکوع 4)

دوسرے شبہ کا جواب۔رکوع 5 میں اَنِّيۡ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ اَنِّيۡٓ اَخۡلُقُ لَكُمۡ مِّنَ الطِّيۡنِ كَهَيۡـَٔةِ الطَّيۡرِ فَاَنۡفُخُ فِيۡهِ فَيَكُوۡنُ طَيۡرًاۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ الخ سے اس شبہ کا جواب دیا کہ مٹی سے پرندہ پیدا کرنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا، مردوں کو زندہ کرنا اور بعض غائب چیزوں کی اطلاع دے دینا یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے معجزہ کے طور پر تھا۔اس میں حضرت مسیح (علیہ السلام) کی قدرت اور طاقت کو کوئی دخل نہیں تھا کیونکہ معجزات محض اللہ کے حکم سے اور اس کی قدرت سے انبیاء

(علیہم السلام) کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہیں ان کا ظاہر کرنا ان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ یہاں پہلے چار کاموں کے ساتھ باذن اللہ کی قید لگائی اور پانچویں کے بعد فرمایا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لَّکُمْ مطلب یہ کہ سارے کام محض اللہ کے حکم سے بطور معجزہ ظہور پذیر ہوئے ان میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی قدرت کو دخل نہیں تھا۔

نیز حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے خود اپنی قوم سے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْهُ (رکوع 5) یعنی میرا اور تمہارا رب اور کارساز اللہ ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو اور اسی ہی کو پکارو۔ اس کے بجائے انھوں نے اپنی قوم سے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ میں تمہارا رب اور کارساز ہوں لہٰذا جو شخص خود اللہ کو اپنا کارساز مانتا ہو وہ اوروں کا کارساز کس طرح بن سکتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح (علیہ السلام) نے جب محسوس کیا کہ یہود ان کا دین قبول نہیں کرینگے۔ بلکہ وہ شرارت اور دشمنی پر آمادہ ہو چکے ہیں تو اعلان فرمایا کہ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰهِ یعنی اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے اگر وہ خود کارساز اور مالک ومختار ہوتے تو اس طرح اپنے عجز کا اظہار نہ فرماتے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے شر سے بچانے کے لیے فرمایا۔ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (رکوع 6) تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ ان کے شر سے محفوظ رہنا حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے اختیار اور قبضہ میں نہ تھا۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ مالک ومختار اور متصرف وکارساز نہیں تھے اور نہ ہی ان کو پکارنا جائز ہے۔ تیسرے شبہ کا جواب۔ مَاکَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ تا اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (رکوع 8) اس میں تیسرے شبہ کا جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان اور بشر کو نبوت ورسالت سے سرفراز فرما کر اسے کتاب وحکمت عطا کرتا اور اسے دعوت توحید کو عام کرنے کا حکم دیتا ہے تو پھر یہ ناممکن ہے کہ وہ پیغمبر اپنی رسالت ونبوت کے تقاضوں اور اللہ کے احکام کے خلاف توحید کی اشاعت وتدریس کی بجائے شرک کی تلقین وتبلیغ فرمانے لگے اور اللہ کی عبادت اور پکار کی بجائے اپنی عبادت اور پکار کی تعلیم دینے لگے اس لیے جو شرکیہ کلمات اللہ کے سچے رسول حضرت مسیح (علیہ السلام) کی طرف منسوب کیے گئے ہیں وہ سب غلط ہیں اور عیسائیوں کے گزشتہ علماء اور ان کے بڑے بڑوں کا افتراء ہیں۔ حضرت مسیح (علیہ السلام) ان سے بری ہیں۔

چوتھے شبہ کا جواب۔ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (رکوع 4) حضرت مریم صدیقہ کے پاس بے موسم کے میووں کا موجود ہونا ان کے قبضہ واختیار میں نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے حضرت مریم کے لیے اظہار کرامت کے طور پر بھیج دیتا تھا۔

پانچویں شبہ کا جواب: هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّهٗ تا وَسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ (رکوع 4) حضرت زکریا (علیہ السلام) نے تو بیٹے کیلئے اللہ سے دعا اور التجا کی تھی اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو بیٹا عطا کیا اس میں ان کو کوئی اختیار اور تصرف حاصل نہیں تھا۔

ان پانچوں شبہات کے دو مشترک جواب بھی دیئے ہیں۔اول۔اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰی تا ذُرِّیَّۃً بَعۡضُہَا مِنۡۢ بَعۡضٍ (رکوع 4) یہ تمام حضرات بلاشبہ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔لیکن معبود بننے کے لائق نہیں تھے کیونکہ ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے اور مخلوق تھے لہٰذا جوخود اپنے وجود میں دوسروں کا محتاج ہو دوسرے کا حاجت روا اور کارساز کس طرح بن سکتا ہے۔دوم۔وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (رکوع 4) سمیع لکل شیٔ (سب کچھ سننے والا) اور علیم بکل شیٔ (سب کچھ جاننے والا) صرف اللہ ہی ہے یہ حضرات ان صات سے متصف نہیں ہیں لہٰذا وہ الہ اور معبود بننے کے لائق بھی نہیں ہیں کیونکہ معبود کے لیے ان دونوں صفتوں سے متصف ہونا ضروری ہے۔

بیانِ بالا سے معلوم ہوا کہ نصاریٰ زیادہ زور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی الوہیت پر دیتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی الوہیت کی نفی پر زیادہ دلائل قائم فرمائے ہیں۔

شبہات متعلقہ رسالت:

مشرکین عرب کی طرح مشرکین نصاریٰ کو اصل ضد تو مسئلہ توحید سے تھی اس لیے اس کے انکار کیلئے حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت پر طعن کرتے اور اس میں شبہات پیدا کرتے تھے چنانچہ نصاریٰ اور مشرکین نے آپ کی رسالت میں تین شبہات کا اظہار کیا۔پہلا شبہ : پہلے انبیا (علیہم السلام) پر اونٹ کا گوشت حرام تھا مگر اس نبی نے اسے حلال کر دیا ہے یہ تو پہلے نبیوں کی مخالفت کرتا ہے اس لیے سچا نبی نہیں ہے۔دوسرا شبہ :۔قدیم سے بیت المقدس تمام انبیاء (علیہم السلام) کا قبلہ چلا آرہا ہے مگر اس نبی نے تمام انبیاء کا قبلہ چھوڑ کر ایک نیا قبلہ بنالیا ہے۔تیسرا شبہ : جنگ احد میں مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں شکست ہوئی اور انھیں شدید جانی اور مالی نقصان ہوا اگر یہ پیغمبر ہوتا اور یہ مسلمان سچے دین پر ہوتے تو کیوں شکست کھاتے اور مارے جاتے۔

شبہات کے جوابات:

پہلے شبہ کا جواب :کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ تا وَمَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (رکوع 1) نصاریٰ کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ پہلے انبیاء پر اونٹ کا گوشت حرام تھا۔بنی اسرائیل کے لیے کھانے کی سب چیزیں جن میں اونٹ کا گوشت بھی شامل ہے حلال تھیں۔البتہ حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے اطباء کے مشورے کی بناء پر اونٹ کے گوشت سے پرہیز کر رکھی تھی۔

دوسرے شبہ کا جواب۔اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ تا فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ (رکوع 10) دنیا میں سب سے پہلی عبادت گاہ خانہ کعبہ ہے اور حضرت آدم (علیہ السلام) سے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) تک تمام انبیاء (علیہم السلام) کا قبلہ رہا ہے۔

تیسرے شبہ کا جواب۔ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (جنگ احد میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حسب وعدہ فتح دی جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ الآیۃ (رکوع 6) لیکن ان ایک غلطی سرزد ہوگئی جس کی وجہ سے فتح شکست میں تبدیل کردی گئی۔ اس لیے یہ وقتی شکست محض ابتلاء اور امتحان کے لیے تھی ورنہ جنگ بدر میں باوجود اس کے کہ مسلمان کافروں کی نسبت تعداد میں بہت تھوڑے تھے اللہ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو کافروں پر فتح دی۔

خلاصہ مضامین کی دوسری تقریر

سورۃ آل عمران میں چار مضامین بیان کیے گئے ہیں (1) توحید (2) رسالت (3) جہاد اور (4) انفاق۔ ابتداء سورت سے اَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (رکوع 8) تک توحید کا بیان ہے اور وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ (رکوع 9) سے فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (رکوع 10) تک رسالت کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (رکوع 11) سے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (رکوع 19) تک جہاد فی سبیل اللہ کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ شروع میں ترغیب الی الجہاد ہے اور جہاد کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا بھی ذکر ہے۔

چاروں مضامین کا اعادہ:

پھر وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں مضمون توحید کا بالاجمال اعادہ کیا گیا ہے۔ اور رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ (رکوع 20) میں مضمون رسالت اور فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا الخ میں جہاد اور انفاق کا اجمالی ذکر دہرایا گیا ہے۔

مضامین اربعہ کا اجمالی اعادہ:

پھر آخری آیت میں چاروں مضمونوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میں توحید کی طرف صراحۃً اور رسالت کی طرف تبعاً اور اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا میں جہاد کی طرف صراحۃً اور انفاق کی طرف اجمالاً اشارہ کیا گیا ہے۔

توحید:

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس سورت میں نصاریٰ کے شرکیہ عقائد کی تردید کے ساتھ ساتھ چھ بار توحید کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔

پہلی بار: پہلے سورت کی ابتداء میں اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے دعویٰ توحید پیش کیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ یعنی پکارے جانے کے لائق نہیں پھر الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ سے هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (رکوع 1) تک جو آیات توحید ہیں۔ ان میں توحید کی تین دلیلیں بیان کی گئی ہیں۔

1۔ دلیل وحی، نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ سے۔ 2۔ دلیل نقلی وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ سے اور ۳۔ دلیل عقلی اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ الخ میں میں

بیان کی گئی ہے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ میں تینوں دلیلوں کا نتیجہ اور ثمرہ بیان کیا گیا ہے۔

دوسری بار : پھر شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ تا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (رکوع 2) میں مضمون توحید بیان کیا گیا ہے۔اس جگہ توحید پر تین دلائل نقلیہ پیش کیے گئے ہیں۔دلیل نقلی 1 کتب سابقہ سے شَھِدَ اللّٰہُ سے اسی طرف اشارہ ہے۔ای شھد اللہ فی الکتب السابقۃ انہ لا الہ الا ھو۔یعنی اللہ نے پہلی کتابوں میں گواہی دی ہے (بیان کیا ہے) کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔دلیل نقلی 2 فرشتوں سے اور دلیل نقلی 3 انبیاء سابقین اور علماء ربانیین سے وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ میں اسی کا بیان ہے۔

تیسری بار : تیسری بار قل اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ سے تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (رکوع 3) میں توحید کا مضمون بیان کیا گیا ہے یہ توحید کی پہلی تمام دلیلوں کا ثمرہ ہے یعنی جب دلیل وحی، دلیل نقل اور دلیل عقل سے ثابت ہوگیا کہ اللہ کے سوا عبادت اور پکار کے لائق اور کوئی نہیں تو پھر اللہ سے اس طرح دعا کیا کرو کہ اے اللہ ہماری حاجتیں پوری فرما۔یہاں مقصود بالنداء محذوف ہے ای اقض حاجتی۔

چوتھی بار : اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ سے وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (رکوع 4) تک میں چوتھی بار توحید کا مضمون بیان کیا گیا ہے یعنی اگرچہ انبیاء (علیہم السلام) اور بزرگان دین اللہ کے برگزیدہ اور پسندیدہ بندے ہیں لیکن معبود یا حاجت روا بننے کے لائق نہیں ہیں کیونکہ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وہ مخلوق ہیں اور ایک دوسرے کی اولاد ہیں۔اس لیے وہ خود محتاج ہیں اور عبادت اور پکارے کے لائق نہیں۔نیز سمیع لکل شئ (سب کچھ سننے والا) اور علیم بکل شئ (سب کچھ جاننے والا) بھی اللہ ہی ہے وہ نہیں ہیں۔

پانچویں بار : وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (رکوع 11) میں پانچویں بار توحید کا ذکر آیا ہے یعنی زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے اور تمام اختیارات اور تصرفات اللہ کے قبضہ میں ہیں نہ کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور مائی مریم (علیہا السلام) کے قبضہ میں۔لہٰذا نہ ان کی عبادت کرو اور نہ ان کو پکارو۔

چھٹی بار : پھر آخر میں وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (رکوع 19) میں مضمون توحید کا ذکر کیا گیا ہے۔

پہلی دفعہ مضمون توحید کا ذکر کر کے دو شبہوں کا جواب دیا گیا ہے۔پہلا شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں کلمۃ اللہ، روح اللہ اور ابن اللہ جیسے موہم شرک کلمات ملتے ہیں۔ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ الخ سے اس کا جواب دیا گیا کہ یہ متشابہات میں سے ہیں ان پر اجمالی ایمان لانا کافی ہے ان کا علم خدا کے حوالے کرنا ضروری ہے اور ان کے معانی کی درپے ہونا جائز نہیں۔اس کے ضمن میں دنیوی اور اخروی تخویف بھی ہے۔دوسرا شبہ یہ تھا کہ کافروں کے پاس مال بہت ہے اگر کافر

اللہ کو ناپسند ہوتے تو ان کو اس قدر دولت کیوں دیتا۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ الخ (رکوع 3) سے اس کا جواب دیا کہ یہ محض چندروزہ ٹھاٹھ اور عارضی زیب وزینت ہے۔ ہمیشہ رہنے والی نعمتیں تو اللہ کے یہاں ہیں اور صرف انھیں لوگوں کو ملیں گی۔ جنھوں نے ایمان کے بعد شرک نہ کیا اور اعمال صالحہ بجالائے۔ اس کے ضمن میں دنیادار عالموں اور پیروں کے مسئلہ توحید کو نہ ماننے کی وجہ بھی فرمادی کہ وہ چندروزہ دولت سے فریب خوردہ ہو گئے ہیں اور توحید کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ دوسری بار ذکر توحید کے بعد فرمایا۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الخ۔ یعنی جب دلائل نقلیہ سے ثابت ہو گیا کہ مسئلہ توحید تمام پہلی کتابوں میں موجود تھا۔ تمام انبیاء (علیہم السلام) اور سچے عالموں نے بھی مسئلہ توحید بیان کیا اور اللہ کو بھی یہی توحید والا دین اس کو پسند ہے پھر اس سے اہل کتاب کے عالموں نے محض ضد اور عناد کی وجہ سے اختلاف کیا اور اس کے خلاف لکھ گئے اور اب پچھلے ان کی عبارتیں دیکھ دیکھ کر دھوکے میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ تیسری بار ذکر توحید کے بعد فرمایا کہ جب مسئلہ توحید کی مخالفت صرف ضدی اور خدا کے باغی عالموں ہی نے کی ہے تو ان سے پورا پورا بائیکاٹ کیا جائے اور مسلمان ایسے باغیوں اور گمراہوں سے دوستی نہ کریں۔ چنانچہ فرمایا لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ (رکوع 3) چوتھی بار ذکر توحید کے بعد چند شبہات متعلقہ توحید کا ازالہ فرما کر واضح کیا کہ عمران کی بیوی، حضرت مریم صدیقہ، حضرت عیسیٰ اور حضرت زکریا (علیہم السلام) عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔ شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر اب بھی نہیں مانتے تو انھیں مباہلہ کا چیلنج دیجئے۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ الاٰیۃ (رکوع 6) اور اگر وہ مباہلہ کے لیے بھی میدان میں نہ آئیں تو آئیں تو آپ ایک بار پھر توحید کا اعلان فرمادیں وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ۔ اس کے بعد قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْــًٔا الخ (رکوع 7) سے اہل کتاب کو توحید کی دعوت دی۔

اہل کتاب سے پانچ شکوے ہیں:

پہلا شکوہ: قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ تا وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (رکوع 7) ۔ دوسرا شکوہ۔ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ تا وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (رکوع 7)۔ تیسرا شکوہ۔ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْۤ تا وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (رکوع 8) چوتھا شکوہ۔ وَمَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ تا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (رکوع 8) پانچواں شکوہ:۔ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ تا وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (رکوع 8)

اس کے بعد مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ تا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (رکوع 8) میں

توحید سے متعلق تیسرے شبہ کا جواب دیا ہے شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے کچھ ایسے کلمات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو پکارنا چاہیے۔ جواب دیا کہ یہ ان پر بہتان ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ کا پیغمبر شرک کی تعلیم دے۔

رسالت :

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ الخ (رکوع 9) سے رسالت کا مضمون شروع ہوتا ہے۔ وہ رسول آگیا جو پہلے انبیاء کی دعوت توحید کی تصدیق کرتا ہے اور جس پر ایمان لانے کی تمام انبیاء (علیہم السلام) نے اپنی امتوں کو تلقین کی تھی۔ لہٰذا اس پر ایمان لاؤ اور اس کی دعوت یعنی توحید کو مانو۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (رکوع 10) ایمان کے درجہ کمال کو تم اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم مسئلہ توحید کو نہ مان لو اور اس کی خاطر اپنی محبوب ترین دنیوی ریاست، شان وشوکت اور گدیاں نہ چھوڑ دو۔ اس کے بعد كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ سے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ تک میں رسالت سے متعلق پہلے شبہ کا جواب ہے۔ اور اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ سے دوسرے شبہ کا جواب دیا گیا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (رکوع 11) سے آخر تک جہاد فی سبیل اللہ اور اس کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا مضمون مذکور ہے ابتدا میں جہاد کی ترغیب ہے اس کے بعد چار دفعہ جہاد کا اور چار دفعہ انفاق کا ذکر ہے۔ رکوع 11 کی مذکورہ بالا آیت سے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (رکوع 13) مضمون جہاد ہے اور يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا (رکوع 14 کی ابتداء) سے وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (رکوع 14) تک مضمون انفاق کا ذکر ہے کہ اپنا روپیہ سود میں نہ لگاؤ بلکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ پھر وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (رکوع 14) سے وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (رکوع 18) تک جہاد کا ذکر ہے اور اس کے بعد وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ سے جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ (رکوع 18) تک انفاق کا مضمون مذکور ہے۔ اس کے بعد كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ الایۃ اور لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ الایہ (رکوع 18) میں جہاد اور انفاق کی طرف اشارہ ہے۔ مضمون جہاد کے سلسلے میں مشرکین اور نصاریٰ کے ایک شبہ کا جواب دیا ہے۔ شبہ یہ تھا کہ اگر یہ پیغمبر سچا ہوتا اور مسلمانوں کا دین خدا کا پسندیدہ دین ہوتا تو جنگ احد میں ان کو شکست نہ ہوتی اس شبہ کا جواب اللہ تعالیٰ نے تدریجاً دیا ہے۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ الخ (رکوع 13) میں فرمایا کہ اللہ نے کب مسلمانوں کو چھوڑا ہے جنگ احد میں دو قبیلے ہمت ہارنے کا ارادہ کر رہے تھے تو اللہ نے ان کی امداد فرمائی اور ان کے دلوں سے وہ غلط ارادہ محو ہوگیا اور ان کے دلوں میں اخلاص اور ہمت پیدا ہوگئی اور پھر جنگ بدر کا واقعہ دیکھ لو اس میں قلت عدد اور قلت سامان کے باوجود اللہ نے مسلمانوں کی مدد کی اور ان کو فتح دی۔

پھر فرمایا اِنۡ یَّمۡسَسۡکُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُہٗ (رکوع 14) جنگ احد میں اگر مسلمانوں کا جانی اور مالی نقصان ہوا ہے تو یہ کونسی بڑی بات ہے۔ کافر بھی تو جنگ بدر میں اتنا بڑا نقصان اٹھا چکے ہیں اس کے بعد اصل جواب دیا کہ وَلَقَدۡ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗۤ اِذۡ تَحُسُّوۡنَہُمۡ بِاِذۡنِہٖ (رکوع 16) یعنی اللہ نے تو مسلمانوں کو فتحیاب کرنے کا وعدہ پورا فرمادیا تھا۔ چنانچہ مسلمان کافروں کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہے تھے۔ حَتّٰۤی اِذَا فَشِلۡتُمۡ وَتَنَازَعۡتُمۡ فِی الۡاَمۡرِ وَعَصَیۡتُمۡ۔ یہاں تک کہ مسلمانوں سے ایک غلطی ہوگئی کہ انھوں نے پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اجازت کے بغیر مورچہ چھوڑ دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فتح شکست میں بدل گئی۔ ثُمَّ صَرَفَکُمۡ عَنۡہُمۡ لِیَبۡتَلِیَکُمۡ اور یہ محض مسلمانوں کے امتحان اور ابتلاء کے لیے تھا نہ اس لیے کہ ان کا دین سچا نہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی یہ غلطی معاف کر کے وَلَقَدۡ عَفَا عَنۡکُمۡ کا سرٹیفیکیٹ عطا فرمادیا۔ وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا (الخ رکوع 17) ان لوگوں کے فضائل اور درجات بیان فرمائے جو اس جہاد میں شہید ہوئے اور اس سے پہلے اور اس کے بعد ان منافقین کو زجر کیا گیا ہے جو مجاہدین کو طعن دیتے تھے۔ آخر میں لَقَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیۡرٌ الخ اور وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ الخ (رکوع 19) میں مشرکین اہل کتاب پر زجر ہے جو اللہ پر افترا کرتے تھے اور جن سے مسئلہ توحید بیان کرنے کا عہد لیا گیا تھا مگر انھوں نے دولت دنیا کی خاطر اللہ کے عہد کو پس پشت ڈال دیا اور حق کو چھپایا۔ مضمون جہاد کی ابتداء میں لَیۡسُوۡا سَوَآءً الخ (رکوع 12) اور سورت کے اختتام پر وَاِنَّ مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ لَمَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاللّٰہِ الخ (رکوع 20) میں فرمایا کہ اہل کتاب سب یکساں نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں اچھے لوگ بھی ہیں جو اپنی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور حضرت خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر بھی ایمان لا چکے ہیں۔ ان کو آخرت میں نجات کی خوشخبری بھی دی ہے۔

سورۃ آل عمران کا مختصر خلاصہ :۔ آخری پیغمبر آچکا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا لایا ہوا پیغام توحید مان لو اور حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم (علیہما السلام) کی عبادت اور پکار چھوڑ دو۔ آخری پیغمبر کے ساتھ مل کر اشاعت توحید کی خاطر مشرکین سے جہاد کرو۔

سورۃ النساء (4)

سورۃ النساء تعارف:

سورۃ النساء مدنی ہے اس میں ۲۴ رکوع ہیں اور ۱۷۶ آیتیں ہیں۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے یہ چوتھی سورت ہے اور نزول کے اعتبار سے یہ سورۃ ممتحنہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ یہ سورۃ البقرہ کے بعد سب سے بڑی سورت ہے۔

سورۃ النساء کا زمانہ نزول اور وجہ تسمیہ:

بعض قرائن کی بناء پر علماء نے یہ کہا ہے کہ سورۃ النساء کا زمانہ نزول ۳ ھ کے اواخر سے لے کر ۴ ھ کے اواخر یا ۵ ھ کے اوائل تک

ہے، شوال ۳ھ میں جنگ احد ہوئی تھی جس میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے اور اس وقت ان مسلمانوں کی وراثت اور ان کے یتیم بچوں کی کفالت کا مسئلہ پیدا ہوا تھا اس لیے مسلمانوں کی وراثت اور ان کے یتیم بچوں کی کفالت سے متعلق آیات میں اس موقع پر نازل ہوئیں۔ نماز خوف غزوہ ذات الرقاع میں پڑھی گئی تھی اور یہ غزوہ ۴ھ میں پیش آیا تھا اس لیے نماز خوف سے متعلق آیات اس موقع پر نازل ہوئیں اور تیمم کی اجازت غزوہ بنو مصطلق میں دی گئی تھی یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا تھا اور اسی موقع پر تیمم کی آیات نازل ہوئی تھیں۔ ۴ھ میں بنو کا مدینہ سے اخراج ہوا تھا اس لیے اس سے متعلق آیتیں اس موقع پر نازل ہوئیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں :

امام بخاری حضرت عائشہ (رض) سے روایت کرتے ہیں کہ سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء جب نازل ہوئیں تو میں حضور کے پاس تھی۔

اس سورت میں عورتوں کے احکام بہ کثرت بیان کیے گئے ہیں اس وجہ سے اس سورت کا نام سورۃ النساء ہے۔

سورۃ النساء کے فضائل:

امام احمد، امام حاکم نے تصحیح کے ساتھ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ (رض) سے روایت کیا ہے کہ جس نے سات سورتوں کو یاد کرلیا ہے وہ بہت بڑا عالم ہے۔ (ان میں سورۃ النساء بھی ہے)

امام ابویعلی، امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس (رض) سے روایت کیا ہے کہ ایک رات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کچھ تکلیف محسوس کی صبح کو آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ پر تکلیف کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں آپ نے فرمایا الحمد للہ میں نے سات بڑی سورتیں پڑھ لی ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے جس نے سورۃ نساء کو پڑھ لیا وہ جان لے گا کہ وراثت میں کون کس سے محروم ہوتا ہے اور کون کس سے محروم نہیں ہوتا۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۱۱٦)

قرآن مجید کی پہلی سات بڑی سورتوں کو السبع الطوال کہتے ہیں وہ یہ ہیں : البقرۃ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف، الانفال، اور جن سورتوں میں ایک سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہوں ان کو مئین کہتے ہیں اور جن سورتوں میں ایک سو سے آیتیں ہوں ان کو مثانی کہتے ہیں اور مثانی کے بعد مفصل ہیں۔ سورۃ حجرات سے سورۃ بروج تک کی سورتوں کو طوال مفصل کہتے ہیں۔ سورۃ بروج سے سورۃ لم یکن تک اوسط مفصل ہیں اور لم یکن سے لے کر آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ نساء کو سورۃ آلِ عمران سے دو طرح کا ربط ہے ایک اسمی دوسرا معنوی۔

اسمی ربط :

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ فاتحہ سے مائدہ تک سورتوں کا اسمی ربط اس طرح سے ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ وَلَا نَعْبُدُ وَلَا نَسْتَعِيْنُ الْبَقَرَةَ كَمَا فَعَلَتِ الْيَهُوْدُ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَلَا اٰلُ عِمْرَانَ كَمَا فَعَلَتِ النَّصَارٰى وَ نُؤَدِّيْ حُقُوْقَ النِّسَاءِ اَللّٰهُمَّ فَاَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةَ اِنْعَامِكَ وَرَحْمَتِكَ (اے اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم نہ گائے کی عبادت کریں گے نہ اسے پکاریں گے جیسا کہ یہود اور مشرکین نے کیا اور ہم نہ آل عمران کو پکاریں گے جیسا کہ عیسائیوں نے کیا۔ اور ہم عورتوں کے حقوق ادا کریں گے۔ اے اللہ ہم پر اپنی رحمت و برکت کا دسترخوان نازل فرما)۔

معنوی ربط:

سورۃ بقرہ میں چار بنیادی مضامین (توحید، رسالت، جہاد، انفاق) بیان کیے گئے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ امور انتظامیہ اور امور مصلحہ بھی مذکور تھے۔ بقرہ میں توحید کا بیان اور شرک کا رد ہر پہلو سے تھا۔ نفی شرک فعلی، نفی شرک اعتقادی اور نفی شفاعت قہری۔ سورۃ آل عمران میں توحید و رسالت سے متعلق شبہات کا ازالہ کیا گیا اور شرک اعتقادی کی نفی کی گئی۔ جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی۔ اب مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر منظم کرنے کے لیے سورۃ نساء میں تفصیل سے امور انتظامیہ بیان کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی ایک امر مصلح یعنی نماز کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ نماز امور انتظامیہ پر عملدرآمد کرنے میں ممد و معاون ہے گویا کہ سورۃ بقرہ کے مضامین میں سے ایک مضمون یعنی امور انتظامیہ کو سورۃ نساء میں شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔

خلاصہ مضامین :۔

سورۃ نساء میں جو امور انتظامیہ مذکور ہیں وہ چونکہ دو قسم کے ہیں۔ کچھ امور ایسے ہیں جن کا تعلق پبلک اور عام لوگوں سے ہے اور کچھ امور احکام سے متعلق ہیں۔ اس اعتبار سے یہ سورت دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ ابتداء سے لیکر وَ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا تک ہے اور دوسرا حصہ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا سے لے کر وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا تک ہے۔ پہلے حصہ میں احکام رعیت اور دوسرے حصہ میں احکام سلطانیہ کا بیان ہے۔ اور ہر حصہ کے بعد اصل مسئلہ توحید بیان کیا گیا ہے۔ حصہ اول کے بعد اجمال کے ساتھ اور حصہ دوم کے بعد تفصیل کے ساتھ۔ احکام رعیت کا مقصد یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرو اور ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اور احکام سلطانیہ کا حاصل یہ ہے کہ دوسروں کی حق تلفی اور ان پر ظلم نہ ہونے دو۔ سورت کی ابتداء میں تخویف اخروی ہے یعنی جو احکام آگے آرہے ہیں ان کو بجالاؤ۔ ورنہ آخرت میں تمہیں عذاب دیا جائے گا۔ اس کے بعد عذاب سے بچنے کے لیے تین امور بیان کیے گئے۔ یعنی ظلم نہ کرو۔ شرک نہ کرو۔ اور احسان کرو۔

احکام رعیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ظلم نہ کرواور اس کے بعد ہی باقی دونوں امور بھی مذکور ہیں۔

احکام رعیت:۔

اس کے بعد چودہ احکام رعیت جاری فرمائے۔(1) وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى اَمْوَالَهُمْ تا حُوْباً كَبِيْراً ۔یتیموں کا مال نہ کھاؤ وہ تمہارے لیے خبیث ہے۔(2) وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا تا ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۔اگر یتیم لڑکیوں سے نکاح کروتو ان کا مہراور ان کے دوسرے حقوق ادا کرو۔(3) وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً تا هَنِيْئاً مَّرِيْئاً ۔یتیم لڑکیوں کے علاوہ دوسری عورتوں کے مہر بھی ادا کرو۔(4) وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمْ تا وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْباً ۔ یتیم بچے جب تک سن رشد کو نہ پہنچیں۔اس وقت تک ان کے اموال ان کے حوالے نہ کرواور جب حوالے کرواس پر گواہ بنالو تا کہ معلوم ہوجائے کہ تم نے ان کا مال کھایا نہیں۔5) لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ تا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْراً ۔ترکہ میت میں تمام ورثاء کا حق ہے اور ان کے حصے مقرر کردیئے گئے ہیں۔کسی وارث کی حق تلفی نہ کروخواہ یتیم ہو یا غیر یتیم۔(6) يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ تا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ورثاء کے مقرر حصے یہ ہیں۔ان کے مطابق ترکہ تقسیم کرو۔(7) وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ تا اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَاباً اَلِيْماً ۔مردوں اور عورتوں کو وراثت میں سے حصہ بیشک دولیکن اگر ان میں سے کوئی برا فعل کرے تو اسے شرعی قانون کے مطابق اس کی سزادو۔(8) وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ تا كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۔ عورتیں نکاح سے ملتی ہیں لیکن ان عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔اگر چہ وہ بخوشی نکاح کریں۔(10) وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاۗءَ ذٰلِكُمْ تا خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفاً ۔جن عورتوں سے نکاح جائز ہے بصورت نکاح ان کا مہرادا کرنا ضروری ہے خواہ آزاد ہوں خواہ باندیاں۔ باندیوں سے نکاح کی اجازت اس لیے دی گئی تا کہ تم ظلم (زنا) سے بچ سکو۔(11) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ تا وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلاً كَرِيْماً ۔مال یتیم،وراثت اور مہر کے علاوہ بھی کسی طرح کا مال حرام نہ کھاؤ۔(12) وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ تا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْداً ۔ وارثوں کے جو کم وبیش حصے مقرر کیے گئے ہیں ان میں سے کسی کا حسد نہ کرو۔ہر ایک کو اس کا پورا حصہ دو۔اور اس میں کمی کر کے ظلم نہ کرواور جس کا حصہ زائد ہے اس کی خواہش نہ کرو۔ (13) اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاۗءِ تا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْراً ۔اگر چہ عورتوں کا وراثت میں حصہ ہے لیکن مردوں کو عورتوں پر بالا دستی حاصل ہے۔ان پر خاوندوں کی فرمان برداری لازم ہے۔دو وجہ سے۔اول اللہ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی۔دوم مرد عورتوں پر مال خرچ کرتے ہیں۔اگر عورت میں بدخوئی ہوتو اسے نصیحت کرواور بقدر ضرورت اسے مار بھی سکتے ہولیکن اس پر ظلم نہ کرو۔(14) وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا تا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْماً حَكِيْماً ۔اگر خاوند بیوی میں اختلاف واقع ہوجائے تو ان کے درمیان صلح کی کوشش کرنی چاہیے۔یہاں تک چودہ احکام رعیت ختم ہوئے۔ان کے خاتمہ

پر وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا الخ سے دو چیزیں بیان کی گئیں۔اول صرف اللہ کو پکارو۔اس کی پکار میں کسی کو شریک نہ کرو۔دوم ماں باپ اور بھائی بندوں اور دوسرے حقداروں پر احسان کرو۔احکام رعیت کے بعد اصل دعوی توحید کا اجمالاً ذکر فرمایا۔اس کے بعد اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ سے اِنَّ اللهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا تک مشرکین اور اہل کتاب کے لیے متعدد زجریں اور تخویفیں ہیں۔اور زجروں کے بعد مسئلہ توحید کی اہمیت کے پیش نظر پھر فرمایا اِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ الخ یعنی یہ تمام احکام مانو لیکن شرک بہت بری چیز ہے اس سے بچو۔اور آخر میں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ سے مومنین کے لیے اخروی بشارت ہے۔اس دوران میں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى سے امر مصلح یعنی نماز اور طہارت کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ طہارت بدن سے انسان نماز کے قابل ہو سکتا ہے اور نماز ظلم سے بچنے، احسان کرنے اور توحید پر قائم رہنے میں ممد ومعاون ہے۔کیونکہ نماز میں سراسر توحید کی تعلیم ہے اور نماز سے مختلف دلوں میں الفت ومحبت پیدا ہوتی ہے۔جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ (مشکوۃ ص98) یعنی نماز میں صفیں سیدھی کیا کرو۔ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں باہمی عداوت پیدا کردیگا۔

احکام سلطانیہ:

۔اب آگے نو احکام سلطانیہ کا بیان ہے۔جو حکام اور صاحب اقتدار طبقہ سے متعلق ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ حاکمان وقت کو چاہیے کہ وہ اللہ کے ان احکام کو قائم کریں اور کمزوروں اور ضعیفوں پر ظلم نہ ہونے دیں اور نہ ان کی حق تلفی ہونے پائے۔احکام سلطانیہ کے درمیان جابجا مشرکین منافقین اور اہل کتاب کے لیے زجریں، تخویفیں اور شکوے بھی مذکور ہیں۔احکام سلطانیہ حسب ذیل ہیں۔

(1) اِنَّ اللهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا تا ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ حقداروں کو ان کے حقوق دلواؤ اور فیصلے انصاف سے کیا کرو۔اس کے بعد اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ سے وَلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا تک منافقین کے لیے زجر اور وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ سے وَكَفٰى بِاللهِ عَلِيْمًا تک مومنین کے لیے اخروی بشارت ہے۔(2) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ تا فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ایسے حکمرانوں کے حکم کے تحت ہتھیار پہن کر نکلو اور اللہ کی راہ میں مشرکین سے جہاد کرو۔(3) وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ تا اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا۔کمزور اور ضعیف مسلمانوں کو جو کہ مکہ مکرمہ میں تکلیف میں ہیں، ظالم مشرکوں کے پنجہ سے چھڑاؤ۔اس کے بعد اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ الخ سے منافقین کو زجر، وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ الخ سے منافقین کے لیے شکوی ہے۔فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ الخ سے ترغیب الی الجہاد۔وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً الخ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ سے متعلق ہے یعنی لوگوں کو جہاد کی ترغیب دینے کا اللہ تم کو اجر دیگا۔اَللهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے جہاد کی غرض وغایت کا بیان ہے۔اور آخر میں لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ الخ سے تخویف اخروی

ہے۔(4) فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ تا جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَاناً مُّبِيناً ۔راستہ میں مدینہ منورہ سے باہر جو منافقین تمہیں ملیں انھیں بھی ختم کرڈالو البتہ معاہدہ اور غیر جانبدار کافروں کو قتل کرنے سے گریز کرو۔(5) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِناً تا وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيماً ۔اگر راستہ میں کسی مسلمان کے ہاتھوں غلطی سے کوئی مسلمان قتل ہوجائے تو اس سے متعلق احکام یہ ہیں۔(6) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ تا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيراً ۔اگر راستہ میں کوئی شخص تمہیں کہہ دے کہ میں مومن ہوں تو مال کے لالچ میں اسے قتل نہ کرو۔اس کے بعد لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ سے وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً ۔اے مکہ کے محصور مسلمانوں! تمہاری مدد کے لیے مجاہدین کی جماعت تو بھیج رہا ہوں لیکن تم مکہ سے ہجرت کرنے کی کیوں کوشش نہیں کرتے۔(8) وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ تا وَكَانَ اللَّهُ عَلِيماً حَكِيماً ۔جہاد کے لیے جارہے ہو تو نماز میں قصر کرو اور میدان کارزار میں نماز کا وقت آجائے اور دشمن کے حملہ کا ڈر بھی ہو تو نماز اس طریقہ سے ادا کرو۔(9) إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ تا وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيماً ۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی احکام کی تعلیم فرمادی ہے۔جب آپ سفر جہاد پر نکلیں تو فیصلے حسن ظن سے نہ کریں بلکہ قواعد شرعیہ کے مطابق کریں تاکہ آپ دھوکہ نہ کھا جائیں۔جیسا کہ طعمہ کے قصہ میں آپ کو دھوکہ دیا گیا۔اس کے بعد لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ سے وَسَاءَتْ مَصِيراً تک نویں حکم سلطانی سے متعلق ہے۔یہاں تک نو احکام سلطانیہ ختم ہوئے۔

مسئلہ توحید:

احکام سلطانیہ کے بعد اصلی دعویٰ یعنی مسئلہ توحید کا ذکر پہلے کی نسبت قدرے تفصیل سے کیا گیا۔إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ سے مشرکین کے لیے تخویف اخروی ہے۔إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثاً سے وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُوراً تک شرک اعتقادی اور شرک فعلی ہر دو کی نفی ہے۔پھر أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ سے تخویف اخروی۔وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سے بشارت اخروی۔لَّيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ سے زجر۔وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ الخ سے پھر بشارت اخروی ہے۔احکام رعیت اور احکام سلطانیہ کے اختتام پر دو احکام رعیت یعنی دوسرے اور چودھویں اور ایک حکم سلطانی یعنی نویں پر ان سے متعلق بعض شبہات دور کرنے کے لیے مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ سے فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيماً تک دوسرے حکم رعیت پر تنویر ہے۔یعنی مقصد یہ نہیں کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح ناجائز ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ یتیموں اور ضعیفوں سے انصاف کرو۔وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزاً سے وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعاً حَكِيماً تک چودھویں حکم رعیت پر تنویر ہے۔خاوند بیوی کے درمیان اختلاف ونزاع کو ختم کرکے بہرحال اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔خواہ فریقین میں سے کسی ایک کو اپنے حق سے دستبردار ہونا پڑے۔اگر خاوند پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرے تو پہلی بیوی کے حقوق بھی

بدستور ادا کرے اور اسے کالمعلقہ نہ بنائے۔ وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ سے وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیعًا بَصِیرًا تک تخویف ہے۔ سب کچھ اللہ کے قبضہ اور تصرف میں ہے۔ اس سے ڈرو۔ اس کے بعد یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ سے فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا تک نوین حکم سلطانی پر تقوی ہے۔ انصاف کا دامن کسی حال میں مت چھوڑ۔ ماں، باپ، دیگر رشتہ داروں کی رشتہ داری یا کسی غریب آدمی کی غربت کی وجہ سے سچی گواہی میں مت لحاظ کرو۔ اور ان کی خاطر گواہی میں کمی بیشی مت کرو۔ پھر یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ سے وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا تک یہود اور منافقین کے لیے زجر و تخویف یعنی جو کتاب دفعۃً نازل ہوئی ہے مثلاً توراۃ اسے بھی مانو اور جو آہستہ آہستہ نازل ہوئی ہے، یعنی قرآن، اسے بھی مانو، دونوں اللہ کی وحی ہیں۔ اور وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ سے ماننے والوں کے لیے بشارت ہے۔ اس کے بعد یَسْئَلُکَ اَھْلُ الْکِتٰبِ سے یہود کے ایک سوال کا ذکر ہے کہ قرآن دوسری آسمانی کتابوں کی طرح یک وقت اکٹھا کیوں نازل نہیں ہوا۔ آگے یہود کے لیے زجروں کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے جو رکوع 22 کے آخر تک چلا گیا ہے۔ درمیان میں لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْھُمْ الخ سے فرمایا کہ یہود میں جو راسخ فی العلم ہیں وہ تو مان چکے ہیں۔ اب اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ سے وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا تک یہود کے سوال کا جواب ہے کہ باقی انبیاء (علیہم السلام) پر بھی تمام وحی دفعۃً نازل نہیں ہوئی بلکہ سب پر وحی آہستہ آہستہ آتی تھی۔ اگرچہ بعض انبیاء (مثلاً موسیٰ (علیہ السلام)) پر کتابیں ایک دفعہ نازل ہوئیں لیکن باقی وحی ان پر بھی متفرق طور پر ہی آتی تھی۔ پھر اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ سے وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا تک یہود کے لیے تخویف اخروی ہے۔ یَآ اَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ سے وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا تک یَسْئَلُکَ اَھْلُ الْکِتٰبِ سے متعلق ہے۔ یہود نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر بھی طعن کرتے تھے کہ وہ نبی نہیں۔ اگر نبی ہوتے تو توراۃ کی طرح ان پر قرآن سارا ایک ہی دفعہ نازل ہوتا۔ اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو بھی برا کہتے تھے کہ وہ عیاذ اً باللہ ابن الزانیہ ہے۔ اس لیے فرمایا۔ نہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر طعن کرو نہ حضرت عیسیٰ کو برا کہو۔ اگرچہ وہ اللہ اور معبود نہیں لیکن ان کو برا بھی مت کہو۔ پھر لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ سے وَلَا یَجِدُوْنَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا تک وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ سے متعلق ہے یعنی عیسیٰ (علیہ السلام) کو معبود بھی نہ بناؤ اور ان کو برا بھی نہ کہو۔ دیکھو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور فرشتے اللہ کے عابد اور پجاری ہونے سے نفرت نہیں کرتے بلکہ سب اللہ کی عبادت کرتے اور اسے ہی پکارتے ہیں پھر ان کو کیوں معبود بناتے اور پکارتے ہو۔ آگے یَآ اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ سے وَیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا تک آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور قرآن پر ایمان لانے کی ترغیب اور ایمان لانے والوں کے لیے بشارت اخروی ہے۔ پھر یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ الخ سورت کی آخری آیت احکام رعیت میں سے حکم وراثت پر تویر ہے پہلے کلالہ کے اخیافی بھائی بہنوں کا حصہ بیان کیا گیا تھا۔ یہاں کلالہ کے عینی بھائی بہنوں کا حصہ بیان ہوا ہے۔ کلالہ اسے کہتے ہیں جس

کے اصول وفروع میں کوئی مذکر نہ ہو لیکن اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کی بیٹی بھی نہ ہو جیسا کہ وَلَہٗ اُخْتٌ اس پر قرینہ ہے۔ یعنی اس کے نہ ماں باپ ہوں نہ بیٹے اور بیٹی۔ نیز مسئلہ وراثت سے سورت کو ختم کر کے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ سورت کا مقصد احکام کا بیان ہے۔

سورۃ مائدہ (5)

نام اور وجہ تسمیہ :

سورۃ المائدہ :

سورۃ المائدہ قرآن کی مجید کی ترتیب مصحف کے اعتبار سے پانچویں سورت ہے قراء کوفیین کے نزدیک اس میں ایک سوبیس آیتیں ہیں، ہمارے پاس جو قرآن مجید کے نسخے ہیں ان میں ایک سوبیس آیتیں ہی لکھی ہوئی ہیں اور حجازیین کے نزدیک اس میں ایک سوبائیس آیتیں ہیں اور بصریین کے نزدیک اس میں ایک سوتیس آیتیں ہیں۔ یہ اختلاف صرف آیتوں کے گننے کی وجہ سے ہے، ورنہ سب کے نزدیک سورۃ المائدہ کی وہی آیتیں ہیں جو اس میں درج ہیں البتہ بعض کے نزدیک یہ آیتیں ایک سوبیس ہیں، بعض کے نزدیک ایک سوبائیس اور بعض کے نزدیک ایک سوتیس آیتیں ہیں اور اس میں بالاتفاق سولہ رکوع ہیں۔

اس سورت کا نام المائدہ ہے کیونکہ اس کی دو آیتوں میں المائدہ (کھانے کا خوان) کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ آیتیں یہ ہیں :

(آیت) " اذ قال الحواریون یعیسی ابن مریم ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السمآء " (المائدہ :۱۱۲)

ترجمہ : جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ مریم کے بیٹے! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے (کھانے کا) خوان اتار سکتا ہے۔

(آیت) " قال عیسیٰ ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مآئدۃ من السمآء تکون لنا عیدا لاولینا واخرنا ویۃ منک (المائدۃ :۱۱٤)

ترجمہ : عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی : اے اللہ ہمارے رب! ہم پر آسمان سے (کھانے کا) خوان نازل فرما، تاکہ (اس کے نزول کا دن) ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید اور تیری طرف سے نشانی ہو جائے۔

ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے لکھا ہے اس سورت، کا نام سورۃ العقود اور سورۃ المنقذہ بھی ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سورۃ المائدہ اللہ کی ملکوت میں منقذہ کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کو عذاب کے فرشتوں کے ہاتھوں سے نجات دیتی ہے (التفسیر المنیر، ج٦، ص٦٠)

زمانہ نزول :

سورۃ المائدہ مدنی ہے۔ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اگر چہ اس کی بعض آیتیں حدیبیہ سے لوٹتے وقت مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سورت کی ابتدا میں عمرہ اور حج کے آداب اور احکام بیان کیے گئے ہیں ٦ھ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چودہ سو مسلمانوں کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ مکہ مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے' جسے حدیبیہ کہتے ہیں۔ وہ گاؤں بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ اس مقام پر کفار نے مسلمانوں کو عمرہ ادا کرنے سے روک دیا اور حسب ذیل شرائط پر صلح کی :

(۱) مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

(۲) اگلے سال عمرہ کرنے آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

(۳) ہتھیار لگا کر نہ آئیں۔ صرف تلوار ساتھ لائیں' وہ بھی نیام میں ہو اور نیام بھی تھیلے میں ہو۔

(٤) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں' ان میں کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

(٥) کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو اس کو واپس کر دیا جائے' لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

(٦) قبائل عرب کو اختیار ہو گا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں' معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔

(صحیح البخاری ج ٣' رقم الحدیث: ٢٦٩٩' ٢٧٠٠' ٢٧٠١' صحیح مسلم' ج ٣' رقم الحدیث: ')

سات ہجری کو مسلمانوں نے عمرۃ القضاء کیا اور نو ہجری میں مسلمان فرضیت حج کے بعد پہلی بار حضرت ابو بکر کی قیادت میں حج کے روانہ ہوئے۔ اس لیے ضروری تھا کہ مسلمانوں کو عمرہ اور حج کے آداب احکام بتائے جاتے۔ کافروں کے بہت سے قبائل مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں سے گزر کر حج کے لیے مکہ مکرمہ جاتے تھے۔ اس لیے یہ ہو سکتا تھا کہ جس طرح کافروں نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے اور زیارت بیت اللہ سے روک دیا تھا' کہیں مسلمان بھی کافروں کو زیارت حرم سے نہ روک دیں۔ اس لیے ان کو اس معاملہ میں بھی ہدایت دینی تھی۔ سورۃ المائدہ کی ابتدائی آیات میں اسی نوع کا مضمون بیان فرمایا ہے۔

اے ایمان والو! اپنے عہد پورے کرو' تمہارے لیے ہر قسم کے چار پاؤں والے جانور حلال کیے گئے ہیں ماسوا ان کے جن کا حکم تم پر آئندہ تلاوت کیا جائے گا' لیکن تم حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا' بیشک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو' اور نہ حرمت والے مہینہ کی' اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانیوں کی' اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلوں میں (قربانی کی علامت کے) پٹے پڑے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے مسجد

حرام کا قصد کرنے والے ہوں اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔ اور کسی قوم کے ساتھ عداوت تمہیں اس پر نہ اکسائے کہ انھوں نے تمہیں مسجد حرام میں آنے سے روک دیا تھا تو تم بھی ان کے ساتھ زیادتی کرو، اور تم نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ (المائدہ ۲ : ۔ ۱)

ان آیات سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ المائدہ صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی اس کی بعض حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۰۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمر بن خطاب (رض) بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ان سے کہا : اے امیر المومنین! آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے جس کی آپ لوگ تلاوت کرتے ہیں۔ اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے' آپ نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ تو یہودی نے کہا

(آیت) " الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا "۔ (المائدہ :۳)

حضرت عمر (رض) نے فرمایا ہمیں معلوم ہے وہ کون سے دن نازل ہوئی تھی؟ اور کس مقام پر نازل ہوئی تھی؟ یہ آیت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر مقام عرفات میں نازل ہوئی تھی اور وہ جمعہ کا دن تھا۔ (صحیح بخاری' ۱' رقم الحدیث: '٤٥'

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس (رض) نے اس آیت کو پڑھا (آیت) "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا"۔ (المائدہ ۳ :) اور ان کے پاس ایک یہودی تھا۔ اس نے کہا' اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن تو عید بنا لیتے۔ حضرت عباس نے فرمایا یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے۔ جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے اور حدیث ابن عباس صحیح ہے۔ (سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: '۳۰۵٤')

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں میرے نزدیک امام بخاری نے اس حدیث میں اشارہ پر اکتفاء کیا ہے' ورنہ امام اسحاق کی قبیصہ سے روایت میں یہ تصریح ہے کہ یہ روایت جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے اور الحمد للہ! یہ دونوں دن ہمارے لیے عید ہیں اور اسی طرح امام ترمذی کی آیت میں ہے کہ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن عید میں "۔ (فتح الباری ج ۱' ص ۱۰۵' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱٤۰۱ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان کرتے ہیں' امام احمد ترمذی نے سند حسن کے ساتھ اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام ابن مردویہ نے اور امام بیہقی نے اپنی "سنن" میں' حضرت عبداللہ بن عمر (رض) سے روایت کیا ہے کہ آخری سورت جو نازل ہوئی' وہ سورۃ المائدہ اور سورۃ الفتح ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی "مسند" میں امام بغوی نے اپنی "معجم" میں امام ابن مردویہ نے اور امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں ام عمرو بنت عبس، سے اور انھوں نے اپنے عم محترم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک سفر میں جا رہے تھے تو سورۃ المائدہ نازل ہوئی اور اس کے ثقل سے آپ کی اونٹنی عضباء کا شانہ ٹوٹ گیا۔

امام ابوعبید نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر مکہ اور مدینہ کے درمیان حجۃ الوداع میں سورۃ المائدہ نازل ہوئی' اس وقت آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے' اس کا شانہ ٹوٹ گیا' اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے اتر گئے۔

امام سعید بن منصور اور امام ابن المنذر نے ابومیسرہ سے روایت کیا ہے کہ جو سورت آخر میں نازل ہوئی' وہ المائدہ ہے اس میں سترہ فرائض ہیں۔

امام فریابی اور امام ابن المنذر نے ابو میسرہ سے روایت کیا ہے کہ المائدہ میں اٹھارہ ایسے فرائض ہیں جو کسی اور سورت میں نہیں ہیں' اور اس کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

امام احمد' امام نسائی' امام ابن المنذر اور امام بیہقی' نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ میں حج کرنے کے بعد حضرت عائشہ (رض) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عائشہ (رض) نے پوچھا اے جبیر! کیا تم المائدہ کی تلاوت کرتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آخری سورت نازل ہوئی ہے۔ اس میں جو حلال ہے' تو اس کو حلال سمجھو اور اس میں جو حرام ہے' تو اس کو حرام سمجھو (الدر المنثور' ج۲ ص' ۲۵۲')

ان احادیث کو پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حدیبیہ سے واپسی کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات تک یعنی ۷ھ سے لے کر ۱۰ھ تک سورۃ المائدہ کے نزول کا زمانہ ہے۔

ما قبل سے ربط :

سورۃ مائدہ کو ما قبل سے تین طرح کا ربط ہے۔ اول ربط اِ سی جیسا کہ سورۃ فاتحہ وغیرہ میں گذر چکا ہے۔ دوم سورۃ بقرہ میں وہ تمام مضامین ذکر کئے گئے ہیں جو سارے قرآن میں تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں۔ توحید، رسالت، جہاد فی سبیل اللہ، انفاق فی سبیل اللہ، امور انتظامیہ وغیرہ۔ سورۃ بقرہ میں نفی شرک اعتقادی یا نفی شرک فی التصرف، نفی شرک فعلی اور نفی شفاعت قہری کو نقلی اور عقلی

دلائل کے ساتھ مبرہن کر کے ذکر کیا گیا۔ پھر سورۃ آل عمران میں صرف شرک اعتقادی اور شرک فی الدعاء کی نفی کی گئی اور توحید و رسالت پر علماء اہل کتاب کے شبہات کا رد کیا گیا اس کے بعد سورۃ نساء میں امور انتظامیہ متعلقہ رعیت و حکام (احکام رعیت اور احکام سلطانیہ) کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ اور درمیان میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک اعتقادی کا بھی قدرے ذکر کیا گیا۔ اب سورۃ مائدہ میں اور اس کے بعد انعام میں نفی شرک فعلی کو تفصیل سے ذکر کیا گیا اور اس کے پہلو بہ پہلو شرک فی التصرف کی نفی بھی مذکور ہے۔ سوم، سورۃ نساء کے آخر میں فرمایا۔ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے احکام کھول کھول کر اس لیے بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اس لیے شرک وکفر کی گمراہی سے بچانے کے لیے سورۃ مائدہ میں شرک فعلی اور شرک اعتقادی کا تفصیل سے رد فرمایا۔

سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ:

اللہ سے کیے ہوئے ہر عہد کو پورا کرنے کا حکم، حرمت والے مہینوں اور تمام شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم، حالت احرام میں شکار کرنے کی ممانعت، جن چیزوں کا کھانا حرام ہے ان کا بیان، شکاری جانوروں کی تربیت اور آداب کا ضابطہ، اہل کتاب کے کھانوں اور ان کی عورتوں سے نکاح کے احکام۔ (المائدہ ۵ :۱)

وضو کی فرضیت کا بیان، حالت عذر میں تیمم کا حکم، مسلمانوں کو کفار کے شر اور فساد کے باوجود عدل و انصاف پر قائم رہنے کا حکم، بنو اسرائیل سے اتباع شریعت کے عہد و میثاق لینے کا بیان اور اس عہد کے توڑنے کی وجہ سے ان کا لعنتی ہونا۔ (المائدہ ۱۳ :۔ ۶)

نصاریٰ سے میثاق لینے کا ذکر اور میثاق پورا نہ کرنے پر ان کے عذاب کا بیان، اہل کتاب کو دعوت اسلام، یہود اور نصاریٰ کے اس دعویٰ کو رد کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں جو اسرائیل پر اللہ کی نعمتوں کا بیان : فتح و نصرت کی بشارت کے ساتھ ان کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم اور ان کی نافرمانی اور بزدلی کی سزا میں ان کا چالیس سال تک صحرا میں بھٹکنا۔ المائدہ ۲۶ :۔ ۱۴)

قابیل کا ھابیل کو قتل کرنا، ایک انسان کا قاتل تمام انسانوں کا قاتل ہے، ڈاکوؤں کی حد، مسلمانوں کو اتباع شریعت کا حکم، چوری کی حد، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عدالت سے گریز کرنے کے لیے یہود کی سازشوں کا بیان اور ان کا رد۔ (المائدہ ۴۵ :۔ ۲۷)

نصاریٰ کو ان کا عہد یاد دلانا، قرآن مجید کا قول فیصل ہونا، اہل کتاب اگر اپنی بدعات سے باز نہیں آتے تو انھیں ان کے حال پر چھوڑنا، مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بنانے کا حکم، یہود و نصاریٰ کے ساتھ تعلق رکھنے کی بنا پر منافقوں کو زجر و توبیخ، اللہ کو منافقوں کی کوئی پروا نہیں، خواہ وہ مرتد ہو جائیں۔ (المائدہ ۵۶۔ ۴۶)

یہود کو دوست بنانے پر منافقوں کو سرزنش، یہود کی دھوکہ بازی اور ان کے علماء کی بے حمیتی پر سرزنش، یہود کے اللہ پر طنز کا جواب

یہود کا جنگ کی آگ بھڑکاتے رہنے کا بیان، اہل کتاب کو دعوت اسلام یہود کا اللہ سے عہد ومیثاق کرنے کے بعد اس کے خلاف کرنا اور نبیوں کو قتل کرنا۔ (المائدہ ۷۱ :۔ ۵۷)

نصاریٰ کو ان کے عقیدہ حلول اور تثلیث کا کفر ہونا حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کا صحیح مرتبہ بنواسرائیل پر حضرت داؤد اور حضرت مسیح کا لعنت کرنا، اسلام دشمنی میں یہود، مشرکین قریش اور نصاریٰ کے مزاج کا فرق عیسائیوں میں سے حق پر پرستوں کی تحسین۔ (المائدہ ۸۶ :۔ ۷۲)

از خود کسی حلال چیز کو حرام کرنے کی ممانعت، عہد پورا کرنے کی تاکید، قسم کے کفارہ کا بیان، شراب، جوئے، بت اور فال نکالنے کے تیروں کے حرام ہونے کا بیان، حالت احرام میں شکار کرنے کی ممانعت بلاضرورت سوال کرنے سے منع کرنا، بحیرہ سائبہ وصیلہ اور حام وغیرہ کو کفار کے حرام کہنے کی مذمت کرنا اور جو اپنے آباء کی اندھی تقلید کرتے تھے اس کا رد کرنا۔ (المائدہ ۱۰۸ :۔ ۸۷)

سفر میں وصیت پر گواہ مقرر کرنے کی ہدایت، گواہی کے آداب اور احکام، قیامت کے دن انبیاء (علیہم السلام) کا عموماً اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی خصاصاً اپنی امت کو تبلیغ کرنے کا بیان، حضرت عیسیٰ کے حواریوں کا حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے نزول مائدہ (کھانے کا خوان) کی درخواست کرنا اور ان کے لیے آسمان سے مائدہ کا نازل ہونا۔ عیسائیوں کے الہیت مسیح کے عقیدہ سے حضرت عیسیٰ کا بیزار ہونا، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا گنہگاروں کی شفاعت کرنا اور اللہ کی عظمت اور کبریائی کا بیان (المائدہ: ۱۲۰۔۱۰۹)

سورۃ الانعام (6)

نام وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الانعام ہے اس میں بیس (۲۰) رکوع اور ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) آیات ہیں یہ سورت مکی ہے البتہ! اس کی چند آیتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان آیتوں کو اس سورت میں اپنے اپنے مقام پر لکھوا دیا۔

انعام کا معنی ہے مویشی۔ اس سورت کا نام الانعام اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت میں ان مشرکین کا رد کیا گیا ہے، جنہوں نے از خود چند مویشیوں کو حلال کرلیا تھا اور چند مویشیوں کو حرام کرلیا تھا، وہ آیتیں یہ ہیں :

(آیت) " وقالوا هذه انعام وحرث حجر لایطعمها الا من نشآء بزعمهم وانعام حرمت ظهورها وانعام لایذکرون اسم الله علیها افترآء علیه سیجزیهم بما کانوا یفترون، وقالوا مافی بطون هذه الانعام خالصة لذکورنا و محرم علی ازواجنا وان یکن میتة فهم فیه

شرکاء سیجزیھم وصفھم انہ حکیم علیم "۔ (الانعام :۱۳۹۔ ۱۳۸)

ترجمہ :اور مشرکوں نے کہا یہ مویشی اور کھیت ممنوع ہیں اُنھیں وہ کھائے گا جسے ہم چاہیں گے ان کے زعم فاسد کے مطابق' اور کچھ مویشی ایسے ہیں جن کی پشتوں (پر سواری اور بار برداری) کو حرام کیا گیا ہے اور بعض مویشی ایسے ہیں جن پر وہ (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے تھے' اللہ پر بہتان باندھنے کے لیئے' اللہ ان کو ان کے بہتان کی عنقریب سزا دے گا، اور انھوں نے کہا ان مویشیوں کے پیٹ میں جو بچہ (زندہ) ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور وہ ہماری بیویوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں۔ عنقریب اللہ ان کو ان احکام کو وضع کرنے کی سزا دے گا' بیشک وہ بڑی حکمت والا 'بہت علم والا ہے

سورۃ انعام کا ماقبل سے ربط :

باقی سورتوں کی طرح یہاں بھی سورۃ مائدہ اور سورۃ انعام کے درمیان دو قسم کا ربط ہے۔ 1۔ ربط معنوی اور 2۔ ربط اسمی۔

ربط معنوی:

یہ ہے کہ سورۃ مائدہ میں جن دو مضمونوں کو بیان کیا گیا۔ یعنی نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف یا نفی شرک اعتقادی۔ سورۃ انعام میں انہی دونوں مضمونوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ مائدہ میں پہلے نفی شرک فعلی اور اس کے بعد نفی شرک فی التصرف کا ذکر تھا لیکن سورۃ انعام میں ترتیب ذکر اس کے برعکس ہے۔ ابتداء سورت سے لے کر رکوع 14 میں وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ تک نفی شرک فی التصرف کا بیان ہے اور اس کے بعد فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ سے لے کر سورت کے آخر تک نفی شرک فعلی کا ذکر ہے۔ دونوں سورتوں میں ان مضامین کے بیان میں بوجوہ ذیل فرق ہے۔

نفی شرک فی التصرف:۔ 1۔ سورۃ مائدہ میں شرک فی التصرف کرنے والوں پر صرف فتوے صادر کیے گئے ہیں کہ وہ کافر ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۔ اور لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۔ لیکن شرک فی التصرف کے بطلان پر دلائل قائم نہیں کیے گئے۔ البتہ صرف ایک دلیل ذکر کی گئی ہے۔ یعنی وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ الخ۔ اس کے برعکس سورۃ انعام مین اس کے بطلان پر دلائل عقل ونقل اور وحی سے قائم کیے گئے ہیں اور دلائل کے سلسلے میں ہر چند دلائل کے بعد ان کا ثمرہ اور نتیجہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ 2 سورۃ مائدہ میں شرک فی التصرف کے رد میں خطاب نصاریٰ سے ہے اور صرف حضرت عیسیٰ اور مریم (علیہما السلام) کے غیب دان، متصرف ومختار اور کارساز ہونے کی نفی کی گئی ہے لیکن سورۃ انعام میں تعمیم کی گئی ہے اور مذکورہ صفات کی ہر غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے خواہ کوئی ہو۔ 3۔ نفی شرک فی التصرف کے سلسلہ دلائل کے ساتھ ساتھ مشرکین کے شبہات اور ان کے دلوں میں پیدا ہونے

والے سوالات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔سوالات کی تعداد سات ہے جن میں سے بعض صراحۃً مذکور ہیں اور بعض جوابات کے ضمن میں اور اس کے پہلو بہ پہلو تبلیغ اور اشاعت توحید کے طریق کار کی تعلیم بھی دی گئی ہے کہ لوگوں کے سامنے مسئلہ توحید کس طرح پیش کرنا چاہیے اور اس کی تبلیغ کا احسن طریق کیا ہے لیکن سورۃ مائدہ میں ان باتوں میں سے کوئی بات مذکور نہیں۔ 4۔اختتام دلائل سے ذرا پہلے مشرکین کے انکار کی وجوہات کا بیان شروع ہو جاتا ہے۔یعنی جب مسئلہ توحید بالکل واضح ہو گیا اور شرک فی التصرف کے بطلان پر ہر قسم کے دلائل بھی قائم کر دیئے گئے، مشرکین کے شکوک وشبہات کا بھی ازالہ کر دیا گیا اور مسئلہ توحید کی تبلیغ بھی نہایت عمدہ اور احسن طریقے سے کی گئی ہے۔تو ان تمام باتوں کے باوجود وہ مسئلہ توحید کو کیوں نہیں مانتے اور اس کے انکار پر کیوں اڑے ہوئے ہیں۔یہ وجوہات بھی سات ہیں۔

نفی شرک فعلی:۔ دونوں سورتوں میں مسئلہ نفی شرک فعلی کے بیان میں وجوہ ذیل سے فرق ہے۔(1) سورۃ مائدہ میں تحریمات غیر اللہ کے بیان کے لیے تین تعبیریں اختیار کی گئی ہیں۔ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ. لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ اور مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ الخ اور سورۃ انعام میں ان کے علاوہ تحریمات غیر اللہ کی باقی شقیں بیان کی گئی ہیں۔(2) نفی شرک فعلی کے تحت غیر اللہ کی نذروں میں مَا ذُبِحَ سے جانوروں کا حکم صراحۃً بیان کیا گیا خواہ بوقت ذبح ان پر بسم اللہ پڑھی جائے یا نہ اور مَآ اُهِلَّ اناج وغیرہ کا حکم ضمناً مذکور تھا لیکن سورۃ انعام میں نذر غیر اللہ کی بہت سی صورتوں کا حکم صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔یعنی جس طرح چوپایوں سے غیر اللہ کی نذر و نیاز دینا حرام ہے۔اسی طرح غلوں، پھلوں اور میووں سے بھی غیر اللہ کی نذر و منت ناجائز اور حرام ہے۔(3) مائدہ میں مشرکین کے دلائل ذکر نہیں کیے گئے لیکن انعام میں شرک پر مشرکین کی سب سے بڑی دلیل ذکر کی گئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ مشرکین کی بڑی سے بڑی دلیل بھی کس قدر نامعقول اور کمزور ہے۔مشرکین کی بڑی سے بڑی دلیل بھی کس قدر نامعقول اور کمزور ہے۔مشرکین کی شرک اور تحریمات غیر اللہ کے جواز پر بڑی سے بڑی دلیل یہ ہے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ۔(4) سورۃ مائدہ میں نفی شرک فعلی پر کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی۔لیکن سورۃ انعام میں دلیل نقلی اور دلیل وحی کا ذکر کیا گیا۔دلیل نقلی یہ ہے۔ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ الخ۔اور دلیل وحی یہ ہے وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ۔(5) سورۃ مائدہ میں تحریمات غیر اللہ کے مقابلے میں تحریمات اللہ کا ذکر کیا گیا اور سورۃ انعام میں بطور تتمہ تحریمات اللہ کی باقی شقیں بیان کی گئی ہیں اور اس میں اللہ کی نذر و نیاز کا ذکر نہیں کیا گیا۔

ربط تامی:

۔اللہ تعالیٰ تم پر اپنے انعامات کا مائدہ (دستر خوان) نازل فرمائے گا بشرطیکہ تم انعام وحرث (چوپایوں اور کھیتوں) میں غیر اللہ کی

نیازیں اور غیر اللہ تحری میں نہ کرو۔

سورۃ انعام سے قرآن مجید کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جو سورۃ بنی اسرائیل کے آخر تک ہے۔ اس حصے کا مرکزی مضمون ربوبیت ہے یعنی اس حصے میں زیادہ تر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد اس کو حد کمال تک پہنچانے والا اور ہر چیز کی دیکھ بھال کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔

سورۃ الانعام کی فضیلت کے متعلق احادیث:

امام دیلمی نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس (رض) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سورۃ الانعام پڑھنے والے کو ایک منادی ندا کرتا ہے : اس سورت سے محبت رکھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی وجہ سے آؤ جنت کی طرف۔

امام ابوالشیخ نے ابو محمد عابد سے روایت کیا ہے۔ جس شخص نے سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھیں : تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجتا ہے جو قیامت تک اس کے لیے دعا کرتے ہیں' قیامت کے دن اللہ اس کو جنت میں داخل کردے گا' اس کو کوثر سے غسل دے گا اور سلسبیل سے اس کو پانی پلائے گا اور فرمائے گا "میں تیرا برحق رب ہوں اور تو میرا برحق بندہ ہے"۔

امام ابن الضریس' ابو محمد فارسی سے روایت کرتے ہیں جس نے سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھیں' اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجے گا جو قیامت تک اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے قیامت کے دن اللہ اس کو جنت میں داخل کردے گا اور اس کو اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا۔ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور کوثر سے پانی پلائے گا اور سلسبیل سے غسل دے گا اور اللہ فرمائے گا' میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے۔

امام دیلمی نے حضرت ابن مسعود (رض) سے روایت کیا ہے۔ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی اور اپنے مصلی پر بیٹھ گیا اور سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھیں' اللہ تعالیٰ ستر فرشتوں کو مقرر کردیتا ہے جو اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور قیامت تک اس شخص کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (الدر المنثور' ج ۳ ص ۲'

ان احادیث کو علامہ قرطبی نے بھی نقل کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن' ج ٦' ص ۲۹٦۔ ۲۹۵)

فائدہ:

حافظ سیوطی نے سورۃ الانعام کی فضیلت میں جو احادیث نقل کی ہیں' ان میں صرف ایک حدیث کی سند کو ضعیف کہا ہے اور باقی روایات کی اسانید سے سکوت کیا ہے۔ لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جس حدیث میں کم عمل پر بہت زیادہ ثواب بیان کیا جائے' وہ موضوع ہوتی ہے اور فضائل قرآن کے سلسلہ میں لوگوں نے بہت احادیث وضع کی ہیں۔ اگر یہ احادیث موضوع نہ ہوں' تب بھی ضعف سے

بہر حال خالی نہیں ہیں اور فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ بھی معتبر ہوتی ہے' اور تعدد اسانید سے حدیث ضعیف کو تقویت ملتی ہے۔
ہم نے اس نیت سے یہ احادیث لکھی ہیں کہ ان میں بیان کردہ ثواب کی امید پر سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھنی چاہئیں' لیکن یہ یقین نہیں کرنا چاہیے کہ صرف ان تین آیتوں کو پڑھ لینا ہی نجات کے لیے کافی ہے نہ فرائض' واجبات اور سنن ومستحبات پر عمل کی ضرورت ہے' محرمات اور مکروہات سے اجتناب کی حاجت ہے تاہم اللہ بہت کریم اور نکتہ نواز ہے۔ وہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے ساری عمر کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۰٦ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : ایک شخص نے ایک کتے کو دیکھا جو پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے اپنے موزہ میں پانی بھر کر اس کو چلو سے پانی پلایا' حتیٰ کہ اس کتے کو سیراب کر دیا۔ اللہ نے اس کے اس عمل کو مشکور کیا اور اس شخص کو جنت میں داخل کر دیا۔ (صحیح البخاری' ج۱' رقم الحدیث ۱۷۳ :'

سو اگر اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھنے سے بخش دے اور جنت عطا فرمائے تو یہ اس کے کرم اور نکتہ نوازی سے کب بعید ہے!

سورۃ الانعام کا موضوع :

جس طرح باقی مکی سورتوں میں اصالۃً عقائد کو بیان کیا گیا ہے' اسی طرح سورۃ الانعام میں بھی اصول اور عقائد ہی کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور الوہیت' وحی' رسالت' بعث بعد الموت اور جزاء وسزا کا اثبات اور اس پر دلائل فراہم کرنا اس سورت کا بنیادی موضوع ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس سورت میں مشرکین اور دیگران مبتدعین کے خلاف دلائل ہیں جو حشر اور نشر کا انکار کرتے تھے اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پوری سورت کو یکبارگی نازل کیا جائے۔ کیونکہ پوری سورت بہ منزلہ دلیل واحد ہے۔ اگرچہ اس کی فروع بہت ہیں اور متکلمین نے اسی سورت پر اپنے دلائل کی بنیاد رکھی ہے' کیونکہ اس میں ایسی آیات ہیں جو قدریہ کا رد کرتی ہیں۔
(الجامع لاحکام القرآن' ج٦' ص ٢٩٦' مطبوعہ بیروت)

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے خود بھی دلائل کو پیش کیا ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی دلائل کی تلقین کی ہے۔ خود دلائل پیش کرنے کی چند مثالیں یہ ہیں :

(آیت) " الحمد للہ الذی خلق السموت والارض وجعل الظلمت والنور ثم الذین کفروا بربھم یعدلون "۔ (الانعام :١)

ترجمہ :سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور روشنی کو پیدا فرمایا پھر (بھی) کفار اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر قرار دیتے ہیں۔

(آیت) " هو الذی خلقکم من طین ثم قضی اجلا واجل مسمی عنده ثم انتم تمترون ".
(الانعام :۲)

ترجمہ :وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر مدت (حیات) مقرر فرمادی اور (قیامت کا) معین وقت اللہ ہی کے پاس ہے پھر تم شک کرتے ہو۔

(آیت) " وهو القاهر فوق عباده ویرسل علیکم حفظة حتی اذا جآء احدکم الموت توفته رسلنا وهم لایفرطون ". (الانعام :٦١)

ترجمہ :اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر (نگہبان) فرشتے بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی پر موت (کا وقت) آجائے تو ہمارے فرشتے اس (کی روح) کو قبض کرتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بہ کثرت دلائل تلقین فرمائے ہیں۔ ان کی چند مثالیں یہ ہیں :

(آیت) " قل لمن ما فی السموت والارض قل لله کتب علی نفسه الرحمة ". (الانعام : ۱۲)

ترجمہ : آپ پوچھئے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟ آپ کہئے کہ اللہ ہی کی ملکیت ہے اس نے (اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت لازم کرلی ہے۔

(آیت) " قل انی امرت ان اکون اول من اسلم ولا تکونن من المشرکین ". (الانعام :۱٤)

ترجمہ : آپ کہئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہوں اور یہ کہ تم ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا۔

(آیت) " قل ای شیء اکبر شهادة قل الله شهیدبینی وبینکم ". (الانعام :۱۹)

ترجمہ : آپ پوچھئے سب سے بڑی کس کی گواہی ہے؟ آپ فرمائیے میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔

(آیت) " قل من ینجیکم من ظلمت البر والبحر تدعونه تضرعا وخفیة لئن انجنا من هذه لنکونن من الشکرین، قل الله ینجیکم منها ومن کل کرب ثم انتم تشرکون ". (الانعام : ٦٣۔٦٤)

ترجمہ : آپ پوچھئے تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟ جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو۔ اگر وہ ہمیں اس (مصیبت سے) سے بچالے تو ہم ضرور اس کے شکر گزار بن جائیں گے، آپ کہئے اللہ ہی تم کو اس (مصیبت) سے اور ہر

مصیبت سے نجات دیتا ہے پھر (بھی) تم شرک کرتے ہو۔

سورۃ الانعام کے مضامین کا خلاصہ:

سورۃ الانعام کے مضامین کو حسب ذیل عنوانوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے :

(۱) اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدانیت اور اس کی صفات پر انسان کی اندرونی اور بیرونی شہادتوں سے استدلال۔

(۲) نبوت رسالت اور وحی پر عقلی اور مشاہداتی دلائل اور مشرکین کے شبہات کے جوابات۔

(۳) بعث بعد الموت حساب وکتاب حشر ونشر اور قیامت کے دن اعمال کی جزاء اور سزا کا اثبات۔

(٤) تمدنی اور معاشرتی زندگی کے مسلمہ اخلاق اور آداب کا بیان :

(٥) حضرت آدم (علیہ السلام) سے لے کر سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک تمام انبیاء (علیہم السلام) کا دین واحد ہونا اور اصول اور عقائد میں لوگوں کے اختلاف کا اھواء شخصیہ اور آباء واجداد کی تقلید پر مبنی ہونا۔

(٦) آخرت میں ثواب اور عذاب کا لوگوں کے شخصی اعمال پر مبنی ہونا۔

(٧) انسانوں کے افعال کو خلق اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور اس کا کسب انسان کرتا ہے۔ کسب سے مراد انسان کا اختیار اور ارادہ ہے۔ انسان جس فعل کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے اور اس کو جزا و سزا اپنے کسب اور اختیار کی وجہ سے ملتی ہے۔ اس لیے جبر بھی نہیں ہے کیونکہ انسان مختار ہے اور قدر بھی نہیں ہے کیونکہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور تقدیر کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کے موافق اسباب کا مسببات کے ساتھ مربوط ہونا۔

(٨) کافروں اور فاسقوں کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور مومنوں اور نیکو کاروں کو ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا کرم وفضل ہے۔

(٩) حلال اور حرام کرنے کی تشریع اور شریعت سازی اللہ عزوجل کا حق ہے اور بعض امور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو یہ منصب عطا کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور یہ بھی شریعت ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سوا کسی انسان کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرے۔

(١٠) لوگوں پر لازم ہے کہ وہ گزشتہ امتوں کے احوال میں غور وفکر کریں کہ جن لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی ان کا کیا حال ہوا اور زمین میں گھوم پھر کر ان پر کیے ہوئے عذاب کے آثار دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور ان بکثرت نشانیوں میں غور وفکر کریں جو اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی عظمت اس کے علم اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔

(١١) اللہ تعالیٰ انسان کو مصائب سے اور دنیاوی زیب وزینت سے امتحان اور آزمائش میں ڈالتا ہے تاکہ نیک اور بد ممتاز ہوں۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ فاسقوں اور کافروں کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اس لیے کسی کافر یا فاسق کی دنیاوی عیش وعشرت، آسودہ حالی اور اقتدار سے کسی مسلمان کو دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

(۱۳) بیوی اور اولاد سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کا بیان، استاذ ابو اسحاق اسفرائنی نے کہا ہے کہ سورۃ الانعام میں توحید کے تمام قواعد ہیں۔

(۱٤) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض کرتے ہیں ان کو نصیحت کرنا اور جو دین حق کی تکذیب کرتے ہیں ان کو پہلی امتوں کے مکذبین کی وعید سنانا اور یہ بتانا کہ ان کے انکار سے صرف ان کو نقصان ہوگا۔

(۱۵) جو مشرکین مکہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عناداً معجزات طلب کرتے تھے ان کی جہالت کا بیان کرنا۔

(۱٦) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ تسلی دینا کہ آپ کی قوم کے ایمان نہ لانے کی وجہ آپ سے باز پرس نہیں ہوگی۔

(۱۷) رسولوں کو بھیجنے کی حکمت یہ ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرائیں اور اس کے ثواب کی بشارت دیں لوگوں کی فرمائش سے ان کو مخیبات پر مطلع کرنا یہ رسول کا منصب نہیں ہے۔

(۱۸) فضیلت کا معیار اللہ تعالیٰ کے دین کو ماننا اور تقوی ہے۔

(۱۹) نفس کو طیبات یعنی پاکیزہ اور حلال چیزوں سے محروم کر دینا یہ تقوی نہیں ہے بلکہ تقوی یہ ہے کہ نفس کے ناجائز تقاضے پورے نہ کیے جائیں اور اس کو شہوات باطلہ کی تکمیل سے محروم کر دیا جائے۔

(۲۰) امت محمدیہ پر یہ احسان کہ اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے قرآن نازل کیا جس طرح حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر تورات نازل کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو سابقہ امتوں کا خاتم بنایا۔

(۲۱) قرآن اور دین اسلام کی فضیلت اور یہ کہ اس امت کی نیکیوں کا ثواب اللہ نے کئی گنا بڑھایا۔

(۲۲) یہ سورت مشرکین جاہلیت کے تمام احوال کی جامع ہے اور اس میں ان کی جہالت پر سب سے زیادہ رد کیا گیا ہے۔

سورۃ الاعراف (7)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

زیادہ مشہور اور محقق یہ ہے کہ اس سورت کا نام "الاعراف" ہے۔ علامہ سید محمد حسینی زبیدی متوفی 1205ھ نے لکھا ہے کہ یہ لفظ عرف سے بنا ہے اس کا معنی بلندی ہے اور اس کا معنی جاننا اور پہچاننا بھی ہے۔ الاعراف جنت میں اور دوزخ کی درمیانی سرحد کا نام ہے۔ اصحاب الاعراف کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں، وہ اپنی نیکیوں کی وجہ سے دوزخ کے مستوجب نہ ہوں اور برائیوں کی وجہ سے جنت کے مستحق نہ ہوں، پس وہ جنت اور دوزخ کے

درمیان حجاب میں ہوں گے اور یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اہل جنت اور اہل نار کو پہچاننے والے ہوں گے، ایک قول یہ ہے کہ اصحاب الاعراف انبیاء ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اصحاب الاعراف ملائکہ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے" ونادی اصحب الاعراف: اصحاب الاعراف نے ندا کی" (الاعراف 48:)۔ (تاج العروس، ج 6 ص 194،

اس سورت کا نام الاعراف اس لیے ہے کہ اس سورت میں الاعراف کا ذکر ہے: " وبینهما حجاب وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیمٰهم ونادوا اصحب الجنة ان سلم علیکم لم یدخلوها وهم یطمعون: اور جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان ایک حجاب ہے اور الاعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو جنتیوں اور دوزخیوں میں سے ہر ایک کو ان کی علامت سے پہچان لیں گے اور وہ جنتیوں کو پکار کر کہیں گے تم پر سلامتی ہو، وہ (اصحاب الاعراف) جنت میں داخل نہیں ہوں گے اور وہ اس کے امیدوار ہوں گے"

حدیث میں بھی اس سورت کو سورۃ الاعراف سے تعبیر فرمایا ہے: مروان بن الحکم بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن ثابت (رض) نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ تم مغرب کی نماز میں قصار مفصل (سورۃ البینہ 98 سے لے کر آخر قرآن تک چھوٹی چھوٹی سورتیں) پڑھتے ہو! حالانکہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مغرب کی نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ مروان نے کہا: میں نے پوچھا بڑی بڑی سورتیں کون سی ہیں؟ حضرت زید نے کہا: الاعراف اور دوسری الانعام ہے۔ حدیث کے راوی ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں میں نے ان سے خود پوچھا تو انھوں نے فرمایا: المائدہ اور الاعراف۔

(سنن ابو داؤد ج 1،

سورۃ فاتحہ کے بعد پہلی سات سورتیں جن میں ایک سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہیں، ان کو السبع الطوال کہا جاتا ہے، وہ یہ ہیں: البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف اور الانفا، اور جن سورتوں میں ایک سو آیتیں ہوں، ان کو ذوات المئین کہتے ہیں اور جن میں اس سے کم آیات ہوں ان کو مثانی کہتے ہیں اور ان کے بعد مفصل ہیں۔ سورۃ الحجرات سے البروج تک طوال مفصل ہیں اور البروج سے البینہ تک اوساط مفصل ہیں اور البینہ سے آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں۔

(درمختار و ردالمحتار، ج 1 ص 363،

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سورت کا نام المص ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے: عروہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سنا کہ حضرت زید بن ثابت (رض) نے مروان سے فرمایا: اے عبدالملک کیا تم (ہمیشہ) مغرب میں قل ھو اللہ احد اور انا اعطینا ک الکوثر پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے قسم کھا کر فرمایا: بیشک میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مغرب کی نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ المص۔

(سنن النسائی، ج 2، رقم الحدیث 988،

لیکن مشہور اور محقق قول یہی ہے کہ اس سورت کا نام الاعراف ہی ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے : حضرت عائشہ (رض) بیان کرتی ہیں کہ مغرب کی نماز میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سورۃ الاعراف کو پڑھا اور اس کو دو رکعتوں میں تقسیم کیا۔

(سنن النسائی، ج 2، رقم الحدیث 990 :

الاعراف کا معنی اور مصداق : علامہ قرطبی متوفی 668ھ نے لکھا ہے کہ الاعراف العرف کی جمع ہے اور اس کا معنی بلند جگہ ہے۔ البتہ یحییٰ بن آدم نے کہا : کہ میں نے کسائی سے اس کے واحد کے متعلق پوچھا تو وہ خاموش رہے (الجامع لاحکام القرآن، جز 8، ص 190،

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں : عامر بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ (رض) نے فرمایا : اصحاب الاعراف وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں بھی ہوں اور گناہ بھی ہوں۔ ان کے گناہ ان کو جنت سے روک دیں اور ان کی نیکیاں ان کو دوزخ سے روک لیں۔ وہ اسی حالت میں رہیں گے حتی کہ اللہ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔ پھر ان کے درمیان اپنا حکم جاری فرمائے گا۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ (رض) نے فرمایا : اصحاب الاعراف وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں۔ اللہ فرمائے گا : میرے فضل اور میری بخشش سے جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر آج نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ تم مغموم ہوگے۔

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) نے فرمایا : جس شخص کا ایک گناہ بھی نیکیوں سے زیادہ ہوا وہ دوزخ میں داخل ہو جائے گا اور جس شخص کی ایک نیکی بھی اس کے گناہوں سے زیادہ ہوئی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ پھر حضرت ابن مسعود نے یہ آیت تلاوت کی : " والوزن یومئذن الحق فمن ثقلت موازینہ فاولئک ھم المفلحون۔ ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسھم بما کانو بایتنا یظلمون : اور اس دن اعمال کا وزن کرنا برحق ہے پس جن (کی نیکیوں) کے پلڑے بھاری ہوئے تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور جن (کی نیکیوں) کے پلڑے ہلکے ہوئے تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا کیونکہ وہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے" (الاعراف 7 :۔ 8)

پھر فرمایا : ایک رائی کے دانہ کے برابر وزن سے بھی میزان کا پلڑا جھک جاتا ہے اور فرمایا : جس شخص کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں وہ اصحاب الاعراف میں سے ہوگا، ان کو پل صراط پر ٹھہرا دیا جائے گا، پھر وہ اہل جنت اور اہل دوزخ کو پہچان لیں گے۔ جب وہ اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے سلام علیکم اور جب ان کی نظر بائیں جانب کی طرف پھیری جائے گی تو وہ اہل

دوزخ کو دیکھیں گے اور کہیں گے :اے ہمارے رب، ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کرنا اور دوزخیوں کے ٹھکانوں سے اللہ کی پناہ چاہیں گے اور جو نیکیوں والے ہوں گے ان کو ان کی نیکیوں کا نور دیا جائے گا وہ اس نور کی روشنی میں اپنے سامنے اور اپنے آگے چلیں گے، اس دن ہر بندے اور ہر بندی کو نور دیا جائے گا اور جب وہ پل صراط پر پہنچیں گے تو اللہ ہر منافق اور ہر منافقہ کا نور سلب فرمالے گا اور جب اہل جنت منافقوں کا حال دیکھیں گے تو کہیں گے :اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کردے۔ اور رہے اصحاب الاعراف تو ان کا نور بھی ان کے سامنے ہوگا اور ان سے چھینا نہیں جائے گا، اور اس موقع کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ قول نقل فرمایا ہے :وہ (اصحاب الاعراف) جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ اس کے امیدوار ہیں۔ (الاعراف 46 :)
حضرت ابن سعد نے فرمایا : جب بندہ ایک نیکی کرتا ہے تو اس کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب وہ ایک برائی کرتا ہے تو اس کی صرف ایک برائی لکھی جاتی ہے۔ پھر فرمایا جس کی دس نیکیوں پر ایک گناہ غالب آگیا وہ ہلاک ہوگیا (یعنی جس کی نیکیوں کو دس سے ضرب دینے کے باوجود اس کے گناہ زیادہ ہوئے) عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ الاعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے اور اصحاب الاعراف اس جگہ ہوں گے حتی کہ جب اللہ ان کو عافیت میں لینا چاہے گا تو ان کو ایک دریا کی طرف لے جائے گا جس کو حیات کہا جاتا ہے، اس کے دونوں کنارے سونے کے سرکنڈے ہیں جن میں موتی جڑے ہوئے ہیں اور ان کی مٹی مشک ہے ان کو اس دریا میں ڈالا جائے گا، حتی کہ ان کا رنگ سفید چمک دار ہوجائے گا، پھر اللہ ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمائے گا : تم جو چاہو تمنا کرو، پھر وہ تمنا کریں گے اور جب ان کی تمنائیں ختم ہوجائیں گی تو اللہ ان سے فرمائے گا : تم نے جو تمنائیں کی ہیں، تم کو وہ بھی ملیں گی اور ان کا ستر گنا اضافہ بھی ملے گا۔ وہ جنت میں داخل ہوگے درآنحالیکہ ان کے سینوں پر سفید تل ہوں گے جن سے وہ پہچانے جائیں گے اور ان کو کہا جائے گا یہ جنت کے مساکین ہیں۔ (جامع البیان، جز8، ص 249 تا 251
علامہ قرطبی متوفی 668ھ نے لکھا ہے کہ ثعلبی نے ذکر کیا ہے :الاعراف پل صراط پر ایک بلند جگہ ہے۔ اس پر حضرت عباس، حضرت حمزہ، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت جعفر ذوالجناحین (رض) ہوں گے۔ وہ اپنے محبت کرنے والوں کو پہچان لیں گے جن کے چہرے سفید ہوں گے اور ان سے بغض رکھنے والوں کو بھی پہچان لیں گے ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، اور زہراوی نے بیان کیا ہے کہ یہ ہر امت کے نیک لوگ ہوں گے جو لوگوں کے اعمال پر گواہ ہوں گے۔ نحاس نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ یہ لوگ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار پر ہوں گے، زجاج نے کہا یہ انبیاء ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے صغیرہ گناہوں کا دنیا میں تکلیفوں اور مصیبتوں سے کفارہ ادا نہیں ہوا اور ان کے کبیرہ گناہ نہیں ہوں گے۔ ان کو جنت میں جانے سے روک لیا جائے گا تاکہ ان کو غم ہو جو ان کے صغائر کے مقابلہ میں ہو۔ حضرت ابوحذیفہ کے غلام حضرت سالم (رض) نے یہ تمنا کی تھی کہ وہ اصحاب الاعراف میں سے ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ملائکہ ہیں جو لوگوں کو جنت اور دوزخ میں

داخل کرنے سے پہلے مومنوں اور کافروں کو ممتاز کریں گے یہ ابومجلز کا قول ہے۔ان پر اعتراض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الاعراف کو رجال کہا ہے اور فرشتوں کو رجال نہیں کہا جاتا۔انھوں نے اس کا جواب دیا کہ فرشتے مذکر ہیں مونث نہیں ہیں اس لیے ان پر رجال کا اطلاق بعید نہیں ہے۔علامہ قرطبی مالکی نے اور بھی کئی اقوال لکھے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن، جز8،ص 190۔191،

سورۃ الاعراف کی آیتوں کی تعداد اور ان کی صفات : یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اور اس کی دو سو چھ آیتیں ہیں۔امام رازی، علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کی آٹھ آیتیں مدنی ہیں۔آیت 163 سے لے کر آیت 170 تک جو سئلهم عن القریۃ سے شروع ہوتی ہیں، نیز امام رازی نے لکھا ہے یہ سورت، سورت ص کے بعد نازل ہوئی ہے۔

حضرت جابر بن زید اور حضرت ابن عباس (رض) کے نزدیک یہ سورت ترتیب نزول کے اعتبار سے انتالیسویں سورت ہے۔اور سورۃ ص کے بعد اور سورۃ جن سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ متعدد رجال نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر (رض) سے روایت کیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور اس سے کوئی آیت مستثنیٰ نہیں ہے۔(روح المعانی، جز8،ص82)

سورۃ الاعراف کا زمانہ نزول :

علامہ ابن عاشور نے لکھا ہے کہ میں اس پر مطلع نہیں ہوسکا کہ سورۃ الاعراف کے نزول کی صحیح تاریخ کیا ہے۔جابر بن زید سے مروی ہے کہ یہ سورت سوہ جن سے پہلے اور سورۃ ص کے بعد نازل ہوئی ہے اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس (رض) سے روایت ہے کہ سورۃ جن ابتداء اسلام میں نازل ہوئی ہے، جب سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعوت کا ظہور ہوا تھا اور یہ ایام حج کا موقع تھا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جارہے تھے اور یہ غالباً بعثت کا دوسرا سال تھا۔اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ سورۃ اعراف اس مدت میں نازل ہوئی تھی کیونکہ سات طویل سورتیں بعثت کے ابتدائی دور میں نازل نہیں ہوئیں۔(التحریر والتنویر، جز8،ص6-7)

ماقبل سے ربط :

سورۃ اعراف کو اپنے ماقبل یعنی سورۃ انعام کے ساتھ چھ طرح کا ربط ہے۔

اول ربط اسمی:

اگر تم نے انعام (چوپایوں) اور حرث (زمین کی پیداوار) میں غیر اللہ کو شریک نہ کیا اور ان سے غیر اللہ کی نذریں نہ دیں تو اللہ تعالیٰ تم کو نہ صرف دوزخ سے بلکہ اعراف سے بھی بچا کر جنت میں داخل کریگا۔

دوسرا ربط :

سورۃ مائدہ اور سورۃ انعام میں مسئلہ کے دونوں پہلو (نفی شرک اعتقادی اور نفی شرک فعلی) تفصیل سے ذکر کیے گئے۔ اور ان کو دلائل عقل ونقل اور وحی سے مبرہن کیا گیا۔ اب سورۃ اعراف میں فرمایا جب مسئلہ واضح اور مدلل ہو چکا ہے تو اب جراءت وبہادری سے اس کی تبلیغ کرو اور بلاخوف وخطر اسے ہر ایک تک پہنچاؤ اور تمہارے دلوں میں تنگی اور پریشانی کا گذر ہرگز نہ ہونے پائے۔

تیسرا ربط :

سورۃ انعام میں نفی شرک فی التصرف پر دلائل عقلیہ تفصیل سے ذکر کیے گئے اور دلیل نقلی صرف حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے تفصیلاً مذکور ہوئی اور باقی انبیاء (علیہم السلام) سے اجمالاً۔ اب سورۃ اعراف میں ان انبیاء (علیہم السلام) میں سے بعض سے دلائل نقلیہ تفصیل سے ذکر کیے جائیں گے۔

چوتھا ربط:

انعام میں نفی شرک فعلی (نذور غیر اللہ اور تحریمات لغیر اللہ) کو تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ اب اعراف میں تحریمات لغیر اللہ کی صرف ایک نہایت اہم صورت کا ذکر کیا گیا۔ یعنی ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا اور اسے قرب خداوندی کا موجب سمجھنا۔ اور بوقت طواف کپڑے پہننے کو حرام اور گناہ عظیم جاننا۔

پانچواں ربط :

سورۃ انعام میں پہلے نفی شرک فی التصرف اور اس کے بعد نفی شرک فعلی کا ذکر تھا لیکن سورۃ اعراف میں ترتیب اس کے برعکس اور سورۃ مائدہ کے موافق ہے یعنی پہلے نفی شرک فعلی کا ذکر ہے اور اس کے بعد نفی شرک فی التصرف کا۔

چھٹا ربط :

سورۃ مائدہ اور سورۃ انعام میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف کو دلائل کے ساتھ بیان کردیا گیا۔ اب سورۃ اعراف میں فرمایا۔ اس مسئلہ کی خوب تبلیغ کرو اور یاد رکھو اس کی تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں تمہیں مصائب وتکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا ان کو دیا گیا۔ اب سورۃ اعراف میں فرمایا۔ اس مسئلہ کی خوب تبلیغ کرو اور یاد رکھو اس کی تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں تمہیں مصائب وتکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا ان کو برداشت کرنا۔

سورۃ الاعراف کے مضامین اور مقاصد کا خلاصہ :

مکی سورتوں میں سورۃ الاعراف سب سے لمبی سورت ہے۔ اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد بیان کیے گئے ہیں اور اس میں تنبیہ اور تہدید کا رنگ نمایاں ہے۔ اس کے مضامین اور مقاصد کی فہرست حسب ذیل ہے :

1۔قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے،اس سورت کو اس عنوان سے شروع کیا گیا ہے کتب انزل الیك (الآیۃ) یہ عظیم کتاب ہے جو آپ کی طرف نازل کیا گئی ہے۔لہٰذا آپ کے دل میں اس سے تکلیف نہ ہو تاکہ آپ اس کے ساتھ ڈرائیں اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے (الاعراف 2 :) یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دائمی معجزہ ہے اور قیامت تک کے لیے آپ کی نبوت پر دلیل ہے۔کیونکہ چیلنج کے باوجود کوئی شخص اس کی کسی سورت یا آیت کی نظیر نہیں لاسکا۔سو پہلے آپ کی رسالت پر دلیل کا ذکر فرمایا۔اس کے بعد پیغام رسالت کا ذکر فرمایا اور توحید اور دین اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی۔

2۔اس سورت کی آیت 11 سے آیت 27 تک حضرت آدم (علیہ السلام) کا قصہ بیان فرمایا ہے۔اس میں حضرت آدم کی پیدائش کا ذکر ہے اور فرشتوں کے حضرت آدم کو سجدہ کرنے کا ذکر ہے اور شیطان کے تکبر کرنے اور حضرت آدم کے ساتھ اس کی دشمنی اور اس کے راندہ درگاہ ہونے کا بیان ہے۔حضرت آدم کی جنت سے ہجرت اور ان کا زمین پر نزول ذکر فرمایا ہے۔

3۔اس سورت کی آیت 35 میں وحی رسالت کا بیان ہے۔اے اولاد آدم! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں اور تم سے میری آیتوں کا بیان کریں تو جس نے تقویٰ اور نیکی کو اختیار کیا تو ان لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

4۔اس سورت کی آیت 36 سے آیت 41 تک مشرکین اور مکذبین کے اخروی انجام کا ذکر فرمایا۔کفار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان نہ لانے کے جو باطل عذر بیان کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو جو جواب دیا جائے گا،اس کا ذکر فرمایا اور ان کے عذاب کا بیان فرمایا ہے۔

5۔اس سورت کی آیت 44 سے آیت 45 تک آخرت میں خصوصاً حشر کے دن مومنین کے حالات اور ان کا اہل دوزخ سے مکالمہ بیان فرمایا ہے اور آیت 46 سے آیت 49 تک اہل اعراف کا ان سے مکالمہ بیان فرمایا ہے اور آیت 50 سے آیت 52 تک اہل دوزخ کی گفتگو بیان فرمائی ہے۔

6۔اس سورت کی آیت 53 سے آیت 58 تک اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود اور اپنی وحدانیت پر دلائل قائم فرمائے ہیں اور اس ضمن میں اپنی عطا کردہ نعمتوں سے استدلال فرمایا ہے۔مثلاً آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمانا،اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سورج،چاند اور ستاروں کا مسخر ہونا اور زمین سے پھلوں کو پیدا فرمانا اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں جو نعمتیں پیدا فرمائی ہیں اور انسانوں کو اس کائنات سے فوائد حاصل کرنے کا جو اختیار عطا فرمایا ہے اور اس کو دیگر مخلوقات پر جو فضیلت عطا فرمائی ہے،یہ تمام نعمتیں انسانوں کو یاد دلائی ہیں۔

7۔اس سورت کی آیت 59 سے آیت 171 تک انبیاء سابقین (علیہم السلام) کا تذکرہ فرمایا ہے۔آیت 59 سے آیت 64 تک حضرت نوح (علیہ السلام) کا ذکر فرمایا ہے۔انھوں نے اپنی قوم کو توحید کا پیغام دیا،ان کی قوم نے اس کا کیا جواب دیا اور

پھران پر جو غرقابی کا عذاب آیا، آیت 65 سے آیت 72 تک حضرت ہود (علیہ السلام) کا ذکر ہے اور ان کے پیغام کو مسترد کرنے پر ان کی قوم کے اوپر عذاب بھیجنے کا ذکر ہے۔آیت 73 سے آیت 79 تک حضرت صالح (علیہ السلام) کا ذکر ہے۔ انھوں نے حضرت صالح (علیہ السلام) کی دعوت کو مسترد کیا اور ان کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور پھران پر عذاب آیا۔آیت 80 سے آیت 84 تک حضرت لوط (علیہ السلام) کا ذکر ہے۔ان کی قوم ہم جنس پرستی کا شکار تھی۔حضرت لوط (علیہ السلام) کے منع فرمانے کے باوجود باز نہ آئی اور عذاب کا شکار ہوئی۔آیت 85 سے آیت 102 تک حضرت شعیب (علیہ السلام) کا ذکر ہے۔ان کی قوم ناپ تول میں کمی کرنے میں مبتلا تھی۔حضرت شعیب (علیہ السلام) کے منع کرنے کے باوجود باز آئی اور عذاب کا شکار ہوئی۔اس قصہ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے مختلف اطوار سے مشرکوں کو اپنے عذاب سے ڈرایا ہے اور اپنی رحمت کے حصول کی طرف متوجہ کیا ہے۔آیت 103 سے آیت 171 تک حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا طویل قصہ بیان فرمایا ہے۔ان کے معجزات، فرعون کے دربار میں ان کا جانا، فرعون کے ساحروں پر غالب آنا، بنو اسرائیل کی فرعون سے نجات اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کے مقابلہ میں ان کی سرکشی، ان تمام امور کا تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ان آیتوں کے ضمن میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بھی خطاب ہے اور سابقہ قوموں کی سرکشی کی وجہ سے ان پر جو عذاب آیا اس سے اہل مکہ کو ڈرایا ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت کی بشارت دی ہے اور آپ کے دین اور آپ کی امت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

8۔آیت 172 سے آیت 206 تک اہم امور یہ ہیں : آیت 172 سے آیت 174 تک اولاد آدم سے میثاق لینے کا ذکر ہے۔آیت 174 تا 175 میں بلعم باعور کا ذکر ہے۔آیت تا 186 تک وقوع قیامت کا علم اور علم غیب کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔آیت 189 تا 190 سے دوبارہ انسان کی پیدائش اور حضرت آدم اور حضرت حواء کا ذکر ہے۔آیت 191 تا 198 تک شرک کا تفصیل سے رد فرمایا ہے۔آیت 199 تا 206 تک مکارم اخلاق، شیطان کے اغواء سے بچنے، اتباع وحی اور رجوع الی اللہ کا بیان فرمایا ہے۔

سورة الانفال(8)

انفال کا معنی :

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں :انفال نفل کی جمع ہے۔نفل مال غنیمت کو کہتے ہیں۔لیکن مختلف اعتبارات کی وجہ سے اس کے معنی مختلف ہیں۔جہاد میں فتح اور کامیابی کے اعتبار سے اس مال کو غنیمت کہتے ہیں، اور یہ لحاظ کیا جائے کہ بغیر وجوب کے ابتداءً یہ مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہے اس کو نفل کہتے ہیں، اور بعض علماء نے غنیمت اور نفل میں

عموم اور خصوص کے اعتبار سے فرق کیا ہے۔سو جو مال مشقت یا بغیر مشقت کے، استحقاق یا بغیر استحقاق کے، جہاد میں کامیابی سے پہلے یا اس کے بعد حاصل ہو، اس کو مال غنیمت کہتے ہیں، اور مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے انسان کو جو مال حاصل ہو اس کو نفل کہتے ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ دشمن سے جنگ کے بغیر مسلمانوں کو جو مال فئے حاصل ہوتا ہے، اس کو نفل کہتے ہیں۔اور ایک قول یہ ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد سامان سے جو چیزیں الگ کرلی جاتی ہیں، ان کو نفل کہتے ہیں۔

" یسئلونك عن الانفال :لوگ آپ سے الانفال کے متعلق سوال کرتے ہیں" (الانفال 1:)۔اس آیت میں الانفال کا یہی آخری معنی مراد ہے۔(المفردات ج2،ص 651،مطبوعہ مکتبہ نزار، مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، 1418ھ)

علامہ ابو السعادات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری الموفی 606ھ لکھتے ہیں :نفل کا معنی ہے مال غنیمت (جب ن اور ف پر زبر ہو) اور اس کی جمع انفال ہے۔اور جب (ف پر جزم ہو) نفل ہو تو اس کا معنی ہے زیادہ۔امام ابو داؤد حبیب بن مسلمہ (رض) سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کا چوتھائی حصہ تقسیم کرتے اور جہاد سے واپسی کے بعد خمس منہا کر کے تہائی حصہ تقسیم فرماتے"۔

عَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ، »أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُنَفِّلُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ، وَالثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ إِذَا قَفَلَ«

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث 2749 :سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 2851 :مسند احمد ج4،ص160)۔

نیز امام ابو داؤد نے حضرت ابن عمر (رض) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں نجد کی طرف ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا پھر چند مسلمانوں کو بہ طور کمک روانہ کیا" اس لشکر کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے۔آپ نے بہ طور کمک آنے والے کو ایک ایک اونٹ زیادہ عطا کیا تو ان کا حصہ تیرہ تیرہ اونٹ ہوگئے"

عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ» بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي جَيْشٍ قِبَلَ نَجْدٍ، وَانْبَعَثَتْ سَرِيَّةٌ مِنَ الْجَيْشِ، فَكَانَ سُهْمَانُ الْجَيْشِ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، وَنَفَّلَ أَهْلَ السَّرِيَّةِ بَعِيرًا بَعِيرًا، فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمْ ثَلَاثَةَ عَشَرَ، ثَلَاثَةَ عَشَرَ«

(سنن ابو دود رقم الحدیث 2741 :الموطا رقم الحدیث 987 :مسند احمد ج2،ص62)۔

احادیث میں نفل اور انفال کا ذکر بہت زیادہ آیا ہے اور بعض عبادات کا نام نوافل رکھا گیا ہے کیونکہ وہ فرائض پر زائد ہوتی ہیں۔

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ (رض) سے ایک حدیث قدسی روایت کی ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل بندہ نوفل کے ذریعہ مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ

(صحیح البخاری رقم الحدیث 6502 : مسند احمد ج2،ص62)

سورۃ الانفال کی وجہ تسمیہ :

نفل کا معنی مال غنیمت ہے اور کفار سے چھینے ہوئے سامان سے جو چیزیں الگ کر لی جاتی ہیں ان کو بھی نفل کہا جاتا ہے، اور اس سورت میں نفل کو اسی معنی میں استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوگا۔ اس لیے اس سورت کا نام الانفال رکھا گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص (رض) بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میں ایک تلوار لے کر آیا، میں نے کہا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو مشرکین سے ٹھنڈا کر دیا ہے آپ یہ تلوار مجھے عطا فرما دیں گے۔ جس نے میری طرح مشقت نہ اٹھائی ہوگی، پھر تھوڑی دیر بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے بلا کر فرمایا تم نے مجھ سے یہ تلوار مانگی تھی اس وقت یہ میری ملکیت میں نہیں تھی، اور اب یہ میری ملکیت میں آچکی ہے سو اب یہ تمہاری ہے۔ اور تب یہ آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الانفال۔ (الانفال 1:) یہ (مسلمان) آپ سے مال غنیمت سے زائد چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں :

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ :لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ جِئْتُ بِسَيْفٍ، فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ اللهَ قَدْ شَفَى صَدْرِي مِنَ المُشْرِكِينَ - أَوْ نَحْوَ هَذَا - هَبْ لِي هَذَا السَّيْفَ، فَقَالَ» :هَذَا لَيْسَ لِي وَلَا لَكَ« فَقُلْتُ :عَسَى أَنْ يُعْطَى هَذَا مَنْ لَا يُبْلِي بَلَائِي، فَجَاءَنِي الرَّسُولُ فَقَالَ: »إِنَّكَ سَأَلْتَنِي وَلَيْسَ لِي، وَإِنَّهُ قَدْ صَارَ لِي وَهُوَ لَكَ«، قَالَ :فَنَزَلَتْ :{يَسْأَلُونَكَ عَنِ الأَنْفَالِ} [الأنفال1 :] الآيَةَ» :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ«

(سنن الترمذی رقم الحدیث 3090 : صحیح مسلم رقم الحدیث 2412 : سنن ابوداود رقم الحدیث 2740 :)

حضرت سعد بن ابی وقاص (رض) بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میرے بھائی عمیر کو قتل کر دیا گیا تھا اور میں نے سعید بن العاص کو قتل کیا تھا، میں نے اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا، اس تلوار کا نام ذالکیفہ تھا۔ میں اس تلوار کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے

پاس لے کر گیا، آپ نے فرمایا اس تلوار کو وہاں جا کر ڈال دو جہاں مال غنیمت کا سامان اکٹھا کر کے رکھا گیا ہے۔ میں واپس گیا اور اپنے بھائی کے قتل کیے جانے اور اس تلوار کے لیے جانے سے مجھے اس قدر رنج ہوا تھا جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سورۃ الانفال نازل ہوگئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جاؤ اپنی تلوار لے لو۔ (مسند احمد ج 1، ص 180۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 12، ص 370، سنن سعید بن منصور رقم الحدیث 2689 : سنن کبری ج 6، ص 291، اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث 468 : الدر المنثور ج 4، ص 3)

سورۃ الانفال کا زمانہ نزول :

امام نحاس، امام ابو الشیخ اور امام ابن مردویہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانفال مدینہ میں نازل ہوئی۔ امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت زید بن ثابت سے بھی روایت کیا ہے کہ سورۃ الانفال مدینہ میں نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج 4، ص 3، ھ)

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سورۃ الانفال غزوہ بدر میں نازل ہوئی۔ امام ابن اسحاق نے کہا کہ پوری سورۃ الانفال بدر کے معاملات میں نازل ہوئی ہے۔ غزوہ بدر ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد رمضان المبارک میں رونما ہوا اور یہ تحویل قبلہ کے دو ماہ بعد ہوا تھا، اور اس کے نزول کی ابتداء بدر سے واپسی سے پہلے ہوئی، کیونکہ اس کی پہلی آیت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمان بدر میں تھے اور ابھی مال غنیمت کی تقسیم شروع نہیں ہوئی تھی جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص (رض) کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

ترتیب نزول کے لحاظ سے سورۃ الانفال کا مقام، اس کی آیتوں کی تعداد اور سبب نزول:

یہ سورۃ سورۃ البقرہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور یہ مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی دوسری سورت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلے سورۃ البقرہ نازل ہوئی، پھر آل عمران اور پھر الانفال۔ لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہونے والی دوسری سورت ہے جو سورۃ البقرہ کے بعد نازل ہوئی۔ یہ واضح رہے کہ ایک سورت کے بعد دوسری سورت نازل ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ دوسری سورت پہلی سورت کے مکمل ہونے کے بعد نازل ہوئی ہے، بلکہ کئی مرتبہ پہلی سورت کے مکمل ہونے سے پہلے دوسری سورت کا نزول شروع ہو جاتا تھا اور سورۃ بقرہ کے نزول کی تکمیل سے پہلے سورۃ الانفال کا نزول مکمل ہو گیا تھا۔ کیونکہ سورۃ الانفال میں صرف ایک قسم کے احکام ہیں یعنی مال غنیمت اور جہاد سے متعلق احکام ہیں۔ اور سورۃ البقرہ میں عبادات اور معاشرتی اور تمدنی مسائل سے متعلق انواع واقسام کے احکام ہیں۔

جابر بن زید نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانفال کے نزول سے پہلے اٹھاسی سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور اس کا نمبر نواسی ہے۔ اور یہ سورۃ آل عمران کے بعد اور سورۃ الاحزاب سے پہلے نازل ہوئی۔ اہل مدینہ، اہل مکہ اور اہل

بصرہ کی گنتی کے مطابق اس کی آیات کی تعداد چھہتر ہے اور اہل شام کی گنتی کے مطابق اس کی آیات کی تعداد ستتر ہے۔اور اہل کوفہ کی گنتی کے مطابق اس کی آیات کی تعداد پچھتر ہے۔

اس کے نزول کا سبب جنگ بدر کے دن اہل بدر کا مال غنیمت اور انفال میں اختلاف تھا۔اور ایک قول یہ ہے کہ بعض صحابہ نے آپ سے انفال کے متعلق سوال کیا تھا جیسا کہ اس کی پہلی آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔

ما قبل سے ربط :

باقی سورتوں کی طرح سورۃ انفال کو بھی ما قبل کے ساتھ دو طرح کا ربط ہے۔اول ربط معنوی، دوم ربط اسمی۔

ربط معنوی:

یہ ہے کہ سورۃ مائدہ، انعام اور اعراف میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف کو پوری تفصیل سے عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ بیان کر دیا گیا اور سورۃ اعراف میں بتایا گیا کہ اس مسئلہ کی وجہ سے تم پر مصائب آئیں گے تنگ نہ ہونا اور ان پر صبر کرنا اور جہاں مشرکین کا زور ہوگا وہاں وہ مومنوں کو تنگ کریں گے۔جس طرح پیغمبروں کو تنگ کیا گیا۔اس لیے سورۃ انفال اور توبہ میں "وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ" (رکوع 5) سے جہاد کا حکم نازل فرمادیا کہ اللہ کا دین بلند کرنے اور مشرکوں کا زور توڑنے کے لیے ان سے جہاد کرو۔

ما قبل سے ربط اسمی:

یہ ہے کہ مسئلہ توحید کو واضح کرنے کی وجہ سے مشرکین تمہارے ساتھ جنگ کریں گے اور فتح کی صورت میں تمہیں انفال (اموال غنیمت) حاصل ہوں گے اس لیے تم انفال کی تقسیم اللہ کے حکم کے مطابق کرنا اور مرضی کو تقسیم غنائم میں دخیل نہ بنانا۔

غزوہ بدر کا خلاصہ :

غزوہ بدر کی پوری تفصیل کتب سیرت میں ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رجب کے مہینہ میں ایک کافر عمرو بن الحضرمی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوگیا تھا۔نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس کا علم ہوا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور صحابہ نے بھی حضرت عبداللہ بن جحش (رض) پر بہت برہمی کا اظہار کیا اور کہا تم نے وہ کام کیا جس کا تم کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔حضرمی کے قتل نے تمام کفار قریش کو جوش انتقام سے لبریز کر دیا تھا۔اسی دوران ابوسفیان قافلہ تجارت کے ساتھ شام گیا ہوا تھا،ابوسفیان نے وہیں سے مکہ خبر بھیج دی۔ کفار قریش نے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں اور مدینہ میں یہ خبر پہنچ گئی کہ کفار قریش ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آرہے ہیں۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدینہ منورہ کے دفاع کا قصد کیا اور معرکہ بدر پیش آگیا۔

جنگ کے خاتمہ پر معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں سے صرف چودہ نفوس قدسیہ شہید ہوئے ہیں۔جن میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے

لیکن دوسری طرف قریش کی کمر ٹوٹ گئی اور صنادید قریش میں سے جولوگ بہادری اور مردانگی میں نام آور تھے سب ایک ایک کر کے مارے گئے۔ ان میں شیبہ، عتبہ، ابو جہل، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف وغیرہم تھے۔ ستر کافر قتل کیے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ اسیران جنگ کے ساتھ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بہت کریمانہ سلوک کیا، حضرت عمر (رض) کی رائے تھی کہ ان تمام کافر قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق (رض) کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ابوبکر کی رائے کو پسند کیا اور ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا۔

غزوہ بدر کے متعلق احادیث :

حضرت انس (رض) بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ابوسفیان کے (قافلہ کے) آنے کی خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، حضرت ابوبکر نے کوئی مشورہ دیا آپ نے ان سے اعراض کیا۔ پھر حضرت عمر نے کوئی مشورہ دیا آپ نے ان سے بھی اعراض کیا۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو کر کہنے لگے یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں گھوڑے دوڑا دیں گے، اگر آپ ہمیں برک الغماد تک گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم ایسا کریں گے۔ تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں کو بلایا، لوگ آئے اور وادی بدر میں اترے۔ وہاں قریش کے پانی پلانے والے ملے۔ ان میں بنی حجاج کا ایک سیاہ فام غلام تھا صحابہ نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے کہا مجھے ابوسفیان کا کوئی پتا نہیں! لیکن یہاں ابو جہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف ہیں۔ جب اس نے یہ بتایا تو صحابہ نے اس کو پیٹنا شروع کیا۔ اس نے کہا اچھا میں تمہیں ابوسفیان کے متعلق بتاتا ہوں، جب انھوں نے اس کو چھوڑ کر ابوسفیان کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا مجھے ابوسفیان کا کوئی پتا نہیں لیکن یہاں لوگوں میں ابو جہل، عتبہ، شیبہ، اور امیہ بن خلف ہیں۔ جب اس نے یہ کہا تو انھوں نے پھر مارنا شروع کر دیا، اس وقت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے جب یہ سچ بولتا ہے تو تم اس کو مارتے ہو اور جب یہ جھوٹ بولتا ہے تو تم اس کو چھوڑ دیتے ہو۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے آپ زمین پر اس جگہ اور اس جگہ ہاتھ رکھتے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے کوئی کافر متجاوز نہیں ہوا۔ (یعنی جس جگہ آپ نے جس شخص کا نام لے کر ہاتھ رکھا تھا، وہ کافر اسی جگہ گر کر مرا)۔

عَنْ أَنَسٍ » أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم شَاوَرَ حِينَ بَلَغَهُ إِقْبَالُ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ:

فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ تَكَلَّمَ عُمَرُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ :إِيَّانَا تُرِيدُ يَا رَسُولَ اللهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا، وَلَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا. قَالَ :فَنَدَبَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم النَّاسَ، فَانْطَلَقُوا حَتَّى نَزَلُوا بَدْرًا، وَوَرَدَتْ عَلَيْهِمْ رَوَايَا قُرَيْشٍ، وَفِيهِمْ غُلَامٌ أَسْوَدُ لِبَنِي الْحَجَّاجِ فَأَخَذُوهُ، فَكَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَسْأَلُونَهُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ وَأَصْحَابِهِ، فَيَقُولُ :مَا لِي عِلْمٌ بِأَبِي سُفْيَانَ، وَلَكِنْ هَذَا أَبُو جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ. فَإِذَا قَالَ ذَلِكَ ضَرَبُوهُ، فَقَالَ :نَعَمْ، أَنَا أُخْبِرُكُمْ، هَذَا أَبُو سُفْيَانَ، فَإِذَا تَرَكُوهُ فَسَأَلُوهُ فَقَالَ :مَا لِي بِأَبِي سُفْيَانَ عِلْمٌ، وَلَكِنْ هَذَا أَبُو جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ فِي النَّاسِ، فَإِذَا قَالَ هَذَا أَيْضًا ضَرَبُوهُ وَرَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَائِمٌ يُصَلِّي، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ انْصَرَفَ. قَالَ :وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَتَضْرِبُوهُ إِذَا صَدَقَكُمْ وَتَتْرُكُوهُ إِذَا كَذَبَكُمْ. قَالَ :فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ. قَالَ :وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ هَهُنَا، قَالَ :فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم «

(صحیح مسلم مغازی 83 :(1779)

حضرت عبداللہ بن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خیمہ میں دعا کر رہے تھے اے اللہ! اپنے عہد اور وعدہ کو پورا فرما۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابوبکر نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا یا رسول اللہ آپ کے لیے یہ دعا کافی ہے، آپ نے اپنے رب سے بہت گڑگڑا کر دعا کی ہے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسرور ہوتے ہوئے خیمہ سے نکلے درآنحالیکہ آپ اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے (کافروں کا) یہ گروہ عنقریب شکست کھایا ہوا ہوگا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ بلکہ ان سے (اصل) وعدہ تو قیامت کا ہے اور قیامت بڑی آفت اور بہت کڑوی ہے۔ (القمر 45 :۔44)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ» :قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ بَدْرٍ :اللَّهُمَّ أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ. فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ، فَقَالَ :حَسْبُكَ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ :{سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ}«.

صحیح البخاری، رقم الحدیث 3953 :۔

حضرت براء بن عازب (رض) بیان کرتے ہیں ہم اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ باتیں کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد

طالوت کے اس لشکر کے برابر تھی جس نے ان کے ساتھ دریا پار کیا تھا اور صرف مومن نے ہی ان کے ساتھ دریا پار کیا تھا اور ان کی تعداد تین سو دس اور کچھ تھی۔

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ» :كُنَّا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم نَتَحَدَّثُ :أَنَّ عِدَّةَ أَصْحَابِ بَدْرٍ عَلَى عِدَّةِأَصْحَابِ طَالُوتَ، الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النَّهَرَ، وَلَمْ يُجَاوِزْ مَعَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ، بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثِمِائَةٍ«.

(صحیح البخاری رقم الحدیث 3958 :۔

حضرت براء بن عازب (رض) بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت عبداللہ بن عمر (رض) کو جنگ بدر کے دن کم سن قرار دیا گیا، اس دن مہاجرین کی تعداد ساٹھ اور کچھ تھی اور انصار کی تعداد دو سو چالیس اور کچھ تھی۔

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ» :اسْتُصْغِرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ، وَكَانَ الْمُهَاجِرُونَ يَوْمَ بَدْرٍ نَيِّفًا عَلَى سِتِّينَ، وَالْأَنْصَارُ نَيِّفًا وَأَرْبَعِينَ وَمِائَتَيْنِ«

(صحیح البخاری رقم الحدیث3956 :،

حضرت علی بن ابی طالب (رض) بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اپنے لشکر سے نکل کر آگے بڑھے اور للکارا کہ کون ہم سے مقابلہ کرے گا۔ ان کے مقابلہ میں انصار کے نوجوان مسلمانوں کے لشکر سے نکلے۔ عتبہ نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انھوں نے اپنا حسب نسب بتایا۔ عتبہ وغیرہ نے کہا ہمیں تم سے مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنے عم زادوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے حمزہ آپ کھڑے ہوں، اے علی تم کھڑے ہو، اے عبیدہ بن حارث تم کھڑے ہو۔ پھر حضرت حمزہ عتبہ کے مقابل آئے اور شیبہ کے سامنے میں (حضرت علی) آیا حضرت عبیدہ اور ولید گتھم گتھا ہو گئے اور ہر ایک نے دوسرے کو لہولہان کر دیا۔ پھر ہم ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور ہم نے اس کو قتل کر دیا۔ اور ہم حضرت عبیدہ کو اٹھا کر لشکر اسلام میں لے آئے۔

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ :تَقَدَّمَ - يَعْنِي عُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ - وَتَبِعَهُ ابْنُهُ وَأَخُوهُ فَنَادَى مَنْ يُبَارِزُ؟ فَانْتَدَبَ لَهُ شَبَابٌ مِنَ الْأَنْصَارِ. فَقَالَ :مَنْ أَنْتُمْ؟ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ :لَا حَاجَةَ لَنَا فِيكُمْ إِنَّمَا أَرَدْنَا بَنِي عَمِّنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم» :قُمْ يَا حَمْزَةُ، قُمْ يَا عَلِيُّ، قُمْ يَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْحَارِثِ. « فَأَقْبَلَ حَمْزَةُ إِلَى عُتْبَةَ، وَأَقْبَلْتُ إِلَى شَيْبَةَ، وَاخْتُلِفَ بَيْنَ عُبَيْدَةَ وَالْوَلِيدِ ضَرْبَتَانِ فَأَثْخَنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ، ثُمَّ مِلْنَا عَلَى الْوَلِيدِ فَقَتَلْنَاهُ، وَاحْتَمَلْنَا عُبَيْدَةَ

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث 2665 :۔ مسند احمد ج4، ص 184 ۔جامع الاصول ج 8 رقم الحدیث6030 :)

حضرت عبدالرحمن بن عوف (رض) بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف (وہ کافر جس کے پاس حضرت بلال (رض) غلام تھے اور وہ ان پر بہت ظلم کرتا تھا تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیق (رض) نے بہت مہنگے داموں سے ان کو امیہ سے خرید کر آزاد کردیا) سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ مکہ میں میرے مال و دولت کی حفاظت کرے، میں مدینہ میں اس کے مال و دولت کی حفاظت کروں گا جب میں نے معاہدہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تو اس نے کہا میں "رحمن" کے نام سے واقف نہیں ہوں، تم وہی نام لکھو جو زمانہ جاہلیت میں لکھتے تھے۔ بہر حال میں نے اس سے معاہدہ کرلیا۔ جنگ بدر کے دن میں پہاڑ پر پہنچا تا کہ اس کو قتل ہونے سے بچا سکوں۔ حضرت بلال (رض) نے اس کو دیکھا لی، اور اس جگہ گئے جہاں انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا اے انصار کے جوانو! وہ امیہ بن خلف ہے، اگر آج امیہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہوگی۔ پھر حضرت بلال نے انصار کی ایک جماعت کے ساتھ ہمارا پیچھا کیا۔ جب مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ ہم تک پہنچ جائیں گے تو میں نے امیہ کا بیٹا ان کے سامنے کردیا تا کہ وہ اس کو قتل کرنے میں مشغول ہوجائیں۔ انھوں نے اس کو قتل کردیا۔ پھر انھوں نے ہمارا پیچھا کیا۔ امیہ ایک بھاری بھرکم آدمی تھا جب وہ ہم تک پہنچ گئے تو میں نے اس سے کہا تم اونٹ کی طرح بیٹھ جاؤ وہ اس طرح بیٹھ گیا۔ میں اپنا جسم اس کے اوپر ڈال دیا تا کہ اس کی حفاظت کروں۔ وہ میرے نیچے سے اس کو تلواریں مارنے لگے حتی کہ اس کو قتل کردیا۔ ان میں سے ایک کی تلوار میری ٹانگ پر لگی۔ حضرت عبدالرحمن ہمیں اپنے پیر کی پشت پر اس زخم کا نشان دکھایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث : 3971)

حضرت عبدالرحمن بن عوف (رض) بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میں صف میں کھڑا ہوا تھا، میں نے اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو میرے دائیں بائیں انصار کے دو نوجوان کم سن لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میرے ارد گرد ان سے زیادہ طاقتور لوگ ہوتے، اچانک ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! اے بھتیجے! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گالیاں دیتا ہے، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میرا جسم اس کے جسم سے اس وقت تک الگ نہیں ہوگا حتی کہ وہ مرجائے جس کی موت پہلے مقرر ہوچکی ہے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا مجھے اس کی بات پر تعجب ہوا۔ پھر دوسرے نے مجھ سے اسی طرح کہا۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میں نے دیکھا ابوجہل لوگوں کے درمیان پھر رہا ہے، میں نے کہا کیا تم نہیں دیکھ رہے یہ ہے وہ شخص جس کے متعلق تم مجھ سے سوال کر رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا وہ دونوں نوجوان تلواروں سے اس پر حملہ کرنے کے لیے باز کی طرح جھپٹے، اس پر حملہ کیا اور حتی کہ اس کو قتل کردیا۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچے اور آپ کو اس کے قتل کی خبر دی۔ آپ نے پوچھا تم

میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواروں سے خون صاف کرلیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دونوں تلواروں پر نظر ڈالی پھر آپ نے فرمایا تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کے جسم سے چھینا ہوا سامان معاذ بن عمرو بن الجموح کو دیا جائے اور ان نوجوانوں کا نام معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن عفراء تھا (صحیح البخاری رقم الحدیث 1314 :

حضرت انس بن مالک (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے غزوہ بدر کے دن فرمایا کون شخص ہمیں دیکھ کر یہ بتائے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو دیکھا اس کو عفراء کے دو بیٹے قتل کر چکے تھے، حتی کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ حضرت ابن مسعود (رض) نے اس کی داڑھی پکڑلی اور کہا تو ابوجہل ہے؟ (ابھی اس میں کچھ رمق حیات تھی) اس نے کہا کیا تمہاری قوم نے مجھ سے بھی بڑے کسی شخص کو قتل کیا تھا؟ صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے ابوجہل میں ابھی رمق حیات تھی، اس کی ٹانگ پر تلوار لگی تھی۔ حضرت ابن مسعود نے کہا میں نے اس سے کہا اے اللہ کے دشمن! تجھے اللہ نے ذلیل کر دیا اس نے کہا مجھے اس کی فکر نہیں۔ پھر اس نے کہا کیا تمہاری قوم نے مجھ سے بھی بڑے کسی آدم کو قتل کیا تھا یا کہا کاش مجھے کسانوں کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔ پھر میں نے اس کے اوپر اپنی تلوار ماری۔ اس کی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی مگر وہ اس سے کچھ نہ کرسکا۔ اس نے میرے چہرے پر تھوک دیا۔ اس نے مجھ سے کہا تمہاری تلوار کند ہے، میری تلوار پکڑلو اور جڑ سے میری گردن کاٹ دو۔ میں نے اس کی تلوار اس پر ماری۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے اس کی تلوار مال غنیمت کے حصہ زیادہ دی۔ عتبہ نے ابوجہل سے واپسی کے لیے کہا تھا تو ابوجہل نے کہا یہ خوف سے بزدل ہو چکا ہے۔ عتبہ نے کہا عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پاخانہ خطا ہوتا ہے اور ہم میں سے کون بزدل ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ» :قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ بَدْرٍ :مَنْ يَنْظُرُ مَا فَعَلَ أَبُو جَهْلٍ؟ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ، فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ فَقَالَ: أَنْتَ، أَبَا جَهْلٍ؟ قَالَ :وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ؟ أَوْ قَالَ :قَتَلْتُمُوهُ«.

(صحیح البخاری رقم الحدیث 3961 :۔ 3962۔ 3963

حضرت انس بن مالک (رض) بیان کرتے ہیں ہم حضرت عمر (رض) کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے رمیان تھے، ہم چاند دیکھنے لگے اور میری نگاہ تیز تھی۔ لہٰذا میں نے چاند دیکھ لیا اور میرے سوا اور کسی کا یہ دعوی نہیں تھا کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔ میں نے حضرت عمر سے کہا کیا آپ چاند نہیں دیکھ رہے؟ وہ چاند نہیں دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے کہا میں عنقریب چاند دیکھوں گا جب میں بستر

پر لیٹا ہوا ہوں گا۔ پھر وہ ہمیں اہل بدر کے حالات بتانے لگے۔ انھوں نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں کفار کے گرنے کی جگہیں بتا رہے تھے اور فرما رہے تھے انشاء اللہ یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے، انشاء اللہ یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے۔ حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، جس جس جگہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نشان لگایا تھا، کوئی کافر اس جگہ سے سر مو متجاوز نہیں ہوا۔ پھر ان تمام کفار کو ایک دوسرے کے اوپر ایک کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے پاس گئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اس کو برحق جان لیا جس کا تم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا، کیونکہ میں نے اس چیز کو برحق پالیا جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ بے روح اجسام سے کیسے کلام فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، البتہ یہ میری کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ» :كُنَّا مَعَ عُمَرَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ أَخَذَ يُحَدِّثُنَا عَنْ أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ :إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَيُرِينَا مَصَارِعَهُمْ بِالأَمْسِ قَالَ :هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ إِنْ شَاءَ اللهُ غَدًا قَالَ عُمَرُ :وَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا أَخْطَئُوا تِيكَ، فَجُعِلُوا فِي بِئْرٍ، فَأَتَاهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَنَادَى :يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ، يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّي وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي اللهُ حَقًّا فَقَالَ عُمَرُ :تُكَلِّمُ أَجْسَادًا لَا أَرْوَاحَ فِيهَا؟ فَقَالَ :مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ«

(صحیح مسلم صف النار 76:(2873) 7089 سنن النسائی رقم الحدیث 2074 :

حضرت عائشہ (رض) بیان کرتی ہیں کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ کی رقومات بھیجیں تو حضرت زینب (رض) نے اپنے شوہر ابو العاص بن الربیع کو چھڑانے کے لیے مال بھیجا اور انھوں نے وہ ہار بھی بھیج دیا جو ان کو حضرت خدیجہ (رض) نے ابو العاص کے ساتھ ان کی رخصتی کے وقت دیا تھا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وہ ہار دیکھا تو آپ پر شدید رقت طاری ہوگئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کے قیدی کو رہا کر دو اور اس کا وہ ہار بھی واپس کر دو۔ مسلمانوں نے کہا بسر وچشم۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابو العاص سے یہ عہد لیا کہ وہ زینب کو آپ کے پاس آنے کے لیے چھوڑ دے گا۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت زید بن حارثہ اور انصار کے ایک شخص کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ تم بطن یاجج (ایک جگہ کا نام) پر ٹھہرنا، حتی کہ تمہارے پاس سے زینب گزریں، پھر تم ان کو ساتھ لے کر یہاں آجانا۔

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ :لَمَّا بَعَثَ أَهْلُ مَكَّةَ فِي فِدَاءِ أَسْرَاهُمْ بَعَثَتْ زَيْنَبُ فِي فِدَاءِ أَبِي الْعَاصِ بِمَالٍ، وَبَعَثَتْ فِيهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا كَانَتْ عِنْدَ خَدِيجَةَ أَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلَى أَبِي الْعَاصِ قَالَتْ :فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم رَقَّ لَهَا رِقَّةً شَدِيدَةً، وَقَالَ» :إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تُطْلِقُوا لَهَا أَسِيرَهَا، وَتَرُدُّوا عَلَيْهَا الَّذِي لَهَا.« فَقَالُوا :نَعَمْ. وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَخَذَ عَلَيْهِ أَوْ وَعَدَهُ أَنْ يُخَلِّيَ سَبِيلَ زَيْنَبَ إِلَيْهِ، وَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ وَرَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ» :كُونَا بِبَطْنِ يَأْجِجَ حَتَّى تَمُرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ فَتَصْحَبَاهَا حَتَّى تَأْتِيَا بِهَا«

(سنن ابوداؤ درقم الحدیث 2692 :۔جامع الاصول ج8،رقم الحدیث6043 :)

سورۃ الانفال کے مضامین کا خلاصہ:

انفال (مال غنیمت کے ذخیرہ کے علاوہ کوئی زائد چیز) کے متعلق ایک سوال کا جواب،خوف خدا اور اللہ پر توکل کی تلقین،نماز، صدقہ وخیرات اور جہاد کی ترغیب(النساء106:)

کفار کے قافلہ کی تجارت پر حملہ کرنے کے بجائے لشکر کفار کے خلاف جہاد کرنے کی اہمیت،فرشتوں کی مدد اور ان کا وجہ اطمینان ہونا،مسلمانوں کی تسکین کے لیے ان پر نیند طاری کرنا اور بارش نازل فرمانا،جو مسلمانوں کے لیے مفید اور کفار کے لیے مضر تھی۔ کفار کی گردنیں اڑانے کا حکم دینا اور کفار کے مقابلہ سے پیٹھ موڑنے کی ممانعت،مسلمانوں کا کفار کو قتل کرنا،دراصل اللہ کا قتل کرنا تھا اور آپ کا خاک پھینکنا بھی درحقیقت اللہ کا خاک پھینکنا تھا۔بدر کی فتح کے بعد کفار کو متنبہ کرنا کہ اگر تم نے دوبارہ مسلمانوں کے خلاف شرارت کی تو تمہیں پھر سزادی جائے گی اللہ مسلمانوں کا حامی ہے۔(الانفال 7:۔19)

مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے کا حکم اور نافرمانی کرنے سے ممانعت،جب اللہ اور اس کا رسول بلائیں تو انھیں حاضر ہونے کا حکم،کم تعداد مسلمانوں کا کثیر تعداد کفار پر غالب آنا محض اللہ کی نصرت کی وجہ سے تھا۔امانت میں خیانت کرنے کی ممانعت،مال اور اولاد کا فتنہ ہونا،خوف خدا سے گناہ ترک کرنے پر مغفرت کی نوید،ہجرت کے وقت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اللہ کا احسان کہ اس نے آپ کو کفار کے شر اور ان کی سازش سے مامون رکھا۔کفار کا یہ کہنا کہ اگر یہ قرآن برحق ہے تو اس کے انکار کی وجہ سے ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا،اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نہیں آئے گا حالانکہ وہ عذاب کے مستحق ہیں۔نماز کے اوقات میں کافروں کا شور مچا کر مسلمانوں کی عبادت میں خلل ڈالنا اور لوگوں کو اسلام سے روکنا،اور اس وجہ سے ان کا مستحق عذاب ہونا۔(الانفال 20:۔37)

کفار کو قبول اسلام کا حکم دینا ورنہ ان کے خلاف جہاد کرنے کا حکم، خمس (مال غنیمت کا پانچواں حصہ) کے مصارف کا بیان، کفار کے تجارتی قافلہ کے مقابلہ میں لشکر کفار کے مقابلہ کی ترجیح، فتح بدر کا اسلام کی حجت ہونا، لشکر کفار کو مسلمانوں کی نگاہوں میں کم کر کے دکھانا اور لشکر اسلام کو کفار کی آنکھوں میں زیادہ کر کے دکھانا یہ محض اللہ کی تائید اور نصرت ہے۔ کفار سے مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہنے کا حکم دینا اور آپ کے اختلاف اور بزدلی سے منع کرنا۔ ان کافروں کی روش سے اجتناب کا حکم جو اپنے زور اور طاقت پر اکڑتے تھے اور شیطان کے بہکانے میں آگئے اور شیطان کا ان سے بری ہونا۔ (الانفال 38:۔48)

منافقین کی مذمت، موت کے وقت کفار کی حالت کا بیان اور آل فرعون کے انجام سے ان کی مشابہت، آل فرعون پر عذاب کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ جن کافروں نے آپ سے عہد شکنی کی، ان کو میدان جنگ میں سزا دینے کا حکم، جو قوم عہد شکنی کرے اس کے معاہدوں کو توڑنے کا حکم، کفار سے جنگ کے لیے آلات حرب جمع کرنے کا حکم، اگر کفار مائل بہ صلح ہوں تو ان سے صلح کرنے کا حکم، اور اگر وہ دھوکا دیں تو آپ اللہ کی نصرت پر توکل کریں۔ اللہ کا مسلمانوں کے دلوں میں الفت پیدا کرنا اور آپ کے لیے اللہ کی نصرت اور مسلمانوں کی حمایت کا کافی ہونا۔ (الانفال 49 :۔64)

آپ کو یہ حکم دینا کہ مسلمانوں کو جہاد پر راغب کریں، پہلے بیس مسلمانوں کو دو سو کافروں سے مقابلہ کا مکلف کرنا، پھر تخفیف کر کے سو مسلمانوں کو دو سو کافروں سے مقابلہ کا مکلف کرنا۔ کفار کا خون بہائے بغیر ان سے فدیہ لینے کا عدم جواز اور اجتہادی خطا کی وجہ سے مسلمانوں کے فدیہ لینے کو معاف کرنا۔ آپ کی وساطت سے بدر کے قیدیوں کو یہ پیغام دیا کہ اگر تمہارے دلوں میں کوئی نیکی ہے تو تم سے جو فدیہ لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر چیز عطا فرمائے گا، اور اگر انھوں نے آپ سے خیانت کا ارادہ کیا تو جس طرح اب وہ شکست اور قید و بند سے دو چار ہوئے ہیں دوبارہ پھر اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے۔ مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک دوسرے کی حمایت اور ولایت کی بنیاد رکھنا اور جو لوگ دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کریں وہ مسلمانوں کی ولایت اور حمایت میں داخل نہیں ہیں۔ ہاں اگر وہ دینی معاملات میں مدد چاہیں تو تم پر ان کی مدد لازم ہے۔ بشرطیکہ اس سے تمہارے کسی سابقہ معاہدہ پر زد نہ پڑے۔ کفار ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ اللہ کے احکام پر عمل نہ کرنا بہت بڑے فتنے اور فساد کا موجب ہے۔ مہاجرین، انصار اور مجاہدین کے لیے رزق میں وسعت اور مغفرت کی نوید، بعد میں ایمان لانے والے اور ہجرت کرنے والے بھی پہلوں کے ساتھ لاحق ہیں۔ بعض رشتہ دار دوسرے رشتہ داروں سے زیادہ راجح ہیں۔ (الانفا 65:۔ 75)

سورۃ الانفال کے مقاصد:

مال غنیمت کے احکام کا بیان کرنا، مسلمانوں کو چاہیے کہ باہم اتفاق سے رہیں۔ مسلمانوں کا غزوہ بدر کی طرف نکلنا اور قلت تعداد کے

باوجود اللہ کی تائید اور نصرت سے کامیابی، دشمن کے خلاف جہاد کی تیاری کرنا، دین کی بنا پر ایک دوسرے کی مدد کرنا، جس کے سبب سے مسلمان غزوہ بدر کے لیے نکلے۔ معرکہ بدر میں دونوں جماعتوں کے قتال کی کیفیت، منافقوں کے مکروفریب سے احتراز کرنا، ان سابقہ امتوں کی مثال جنہوں نے اپنے رسولوں کی مخالفت کی اور اللہ کا شکرادا نہیں کیا۔ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان معاہدوں کے احکام، قیدیوں کے احکام، دارالحرب میں رہنے والے مسلمانوں کے احکام، ان تمام امور کو بیان کرنا اس سورت کے اہم مقاصد میں سے ہے۔

سورة التوبہ (9)

سورۃ التوبہ کے اسماء اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام البراءۃ ہے، اس کے علاوہ اس کے اور بھی اسماء ہیں۔ التوبہ، المقشقشہ، البحوث، المبعثرہ، المنقرۃ، المثیرۃ، الحافرۃ، المخزیہ، الفاضحہ، المنکلہ، المشردۃ، المدمدۃ اور سورۃ العذاب۔

(انوار التنزیل واسرار التاویل ج ۳ ص ۱۲۶، مع الکازرونی ھ)

اس سورت کا نام التوبہ اس لیے ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا ہے، خصوصاً حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع (رض)۔ ان تین صحابہ کی توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت وعلی الثلثة الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیهم الارض بما رحبت وضاقت علیهم انفسهم وظنوا ان لا ملجا من الله الا الیه ثم تاب علیهم لیتوبوا ان الله هو التواب الرحیم (التوبہ ۱۱۸ :) اور ان تین شخصوں (کی توبہ قبول فرمائی) جن کو موخر کیا گیا تھا، حتیٰ کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوئی اور خود وہ بھی اپنے آپ سے تنگ آگئے اور ان کو یقین ہوگیا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر ان کی (بھی) توبہ قبول فرمائی تاکہ وہ (ہمیشہ) تائب رہیں، بیشک اللہ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اور اس سورت کا نام البراءۃ ہے کیونکہ البراءۃ کا معنیٰ کسی سے بری اور بیزار ہونا ہے اور اس سورت کے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مشرکین سے بری اور بیزار ہیں۔ آیت براءة من الله ورسوله الی الذین عاهدتم من المشرکین (التوبہ ۱ :) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کی طرف بیزاری کا اعلان ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔ اور اس سورت کا نام المقشقشہ ہے کیونکہ تقشقشہ کا لغوی معنیٰ ہے کسی شخص کو خارش اور چیچک کی بیماری سے نجات اور شفا دینا اور یہاں اس سے مراد ہے مسلمانوں کو منافقین سے نجات دینا، کیونکہ اس سورت میں منافقین کی سزا کے متعلق ایک آیت نازل ہوئی جس کے نتیجہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے چھتیس منافقوں کو نام لے لے کر مسجد نبوی سے نکال دیا۔ آیت

و ممن حولکم من الاعراب منفقون و من اهل المدينة مردو اعلى النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم (التوبہ ۱۰۱ :) اور تمہارے گرد بعض دیہاتی منافق ہیں اور مدینہ والوں میں سے بعض لوگ نفاق کے خوگر اور عادی ہیں، آپ انھیں (از خود) نہیں جانتے، انھیں ہم جانتے ہیں، عنقریب ہم انھیں وہ عذاب دیں گے، پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی (رح) متوفی ۱۳۶۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :اخروی عذاب عظیم سے قبل منافقین کم ازکم دو بار ضرور عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے، ایک عذاب قبر، دوسرا وہ عذاب جو اسی دنیاوی زندگی میں پہنچ کر رہے گا، مثلاً (حضرت) ابن عباس کی ایک روایت کے مواقف حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جمعہ کے روز منبر پر کھڑے ہو کر تقریباً چھتیس آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا :اخرج فانك منافق یعنی تو منافق ہے مسجد سے نکل جا۔ یہ رسوائی ایک قسم عذاب کی تھی۔

سورۃ التوبہ کے اسماء کے متعلق احادیث:

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان فرماتے ہیں :امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت علی (رض) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :منافق سورۃ ھود، سورۃ براءۃ، یٰسین، الدخان اور عم یتساءلون کو حفظ نہیں کرسکتا۔ امام ابوعبید، امام سعید بن منصور، امام ابو الشیخ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوعطیہ الہمدانی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب (رض) نے لکھا کہ سورۃ براءۃ کو سیکھو اور اپنی خواتین کو سورۃ النور سکھاؤ۔ امام ابن ابی شیبہ، امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں، امام حاکم نے اور امام ابن مردویہ نے حضرت حذیفہ (رض) سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا جس سورت کو تم سورۃ توبہ کہتے ہو اس کا نام سورۃ العذاب ہے۔ امام ابوعبید، امام ابن المنذر، امام ابو الشیخ اور امام ابن مردویہ نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عباس (رض) سے کہا سورۃ التوبہ؟ انھوں نے کہا توبہ! بلکہ یہ الفاضحہ ہے۔ امام ابو الشیخ اور امام ابن مردویہ، زید بن اسلم (رض) سے روایت کرتے ہیں، ایک شخص نے حضرت عبداللہ سے کہا سورۃ توبہ؟ حضرت ابن عمر (رض) نے فرمایا سورۃ توبہ کون سی سورت ہے؟ انھوں نے کہا سورۃ البراءۃ، حضرت ابن عمر نے فرمایا : کیا لوگوں کو یہی کچھ سکھایا گیا ہے، ہم اس سورت کو المقشقشہ کہتے تھے۔ امام ابو الشیخ نے عبداللہ بن عبید بن عمیر (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ البراءۃ کو سورۃ المنقرہ کہا جاتا تھا، کیونکہ اس میں مشرکین کے دلوں کی باتوں سے بحث کی گئی ہے۔ امام ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود (رض) سے روایت کیا ہے کہ وہ سورۃ توبہ کو سورۃ العذاب کہتے تھے۔ امام ابن المنذر امام محمد بن اسحاق (رض) سے روایت کرتے ہیں کہ سورۃ البراءۃ کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں المعبرۃ کہا جاتا تھا، کیونکہ اس نے لوگوں کی پوشیدہ باتوں کو منکشف کردیا تھا۔

وَأخرج الطَّبَرَانِيّ فِي الأوْسَط عَن عَليّ رَضِي الله عَنهُ قَالَ :قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم الْمُنَافِق لَا يحفظ سُورَة هود وَبَرَاءَة وَيس وَالدُّخَان وَعم يتساءلون؛وَأخرج أَبُو عبيد وَسَعِيد بن مَنْصُور وَأَبُو الشَّيْخ وَالْبَيْهَقِيّ فِي الشّعب عَن أبي عَطِيَّة الْهَمدَانِي قَالَ :كتب عمر بن الْخطاب رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ :تعلمُوا سُورَة بَرَاءَة وَعَلمُوا نساءكم سُورَة النُّور،وَأخرج ابْن أبي شيبَة وَالطَّبَرَانِيّ فِي الأوْسَط وَأَبُو الشَّيْخ وَالْحَاكِم وَابْن مرْدَوَيْه عَن حُذَيْفَة رَضِي الله عَنهُ قَالَ :الَّتِي تسمون سُورَة التَّوْبَة هِيَ سُورَة الْعَذَاب وَالله مَا تركت أحدا إِلَّا نَالَتْ مِنْهُ وَلَا تقرأون مِنْهَا مِمَّا كُنَّا نَقْرَأ إِلَّا ربعهَا،وَأخرج أَبُو عبيد وَابْن الْمُنْذر وَأَبُو الشَّيْخ وَابْن مرْدَوَيْه عَن حُذَيْفَة رَضِي الله عَنهُ فِي بَرَاءَة يسمونها سُورَة التَّوْبَة وَهِي سُورَة الْعَذَاب،وَأخرج أَبُو عبيد وَابْن الْمُنْذر وَأَبُو الشَّيْخ وَابْن مرْدَوَيْه عَن حُذَيْفَة رَضِي الله عَنهُ فِي بَرَاءَة يسمونها سُورَة التَّوْبَة وَهِي سُورَة الْعَذَاب،وَأخرج أَبُو عبيد وَابْن الْمُنْذر وَأَبُو الشَّيْخ وَابْن مرْدَوَيْه عَن سعيد بن جُبَير رَضِي الله عَنهُ قَالَ :قلت لِابْنِ عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا :سُورَة التَّوْبَة قَالَ :التَّوْبَة بل هِيَ الفاضحة مَا زَالَت تنزل وَمِنْهُم حَتَّى ظننا أَن لن يبْقى منا أحد إِلَّا ذكر فِيهَا

(الدر المنثور ج ٤ ص ١٢١-١٢٠)

ماقبل سے ربط:

سورۃ التوبہ اور سورۃ الانفال میں قوی مشابہت ہے کیونکہ ان دونوں سورتوں میں اسلامی ملک کے داخلی اور خارجی احکام بیان کیے گئے ہیں اور صلح اور جنگ کے اصول اور قواعد بیان کیے گئے ہیں اور مومنین صادقین اور کفار اور منافقین کے احوال بیان کیے گئے ہیں اور دیگر ممالک کے ساتھ معاہدوں اور مواثیق کا بیان کیا گیا ہے،البتہ سورۃ الانفال میں غیر مسلموں کے ساتھ کیے ہوئے معاہدوں کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور سورۃ التوبہ میں کفار کی طرف سے عہد شکنی کی ابتدائی صورت میں ان معاہدوں کو توڑنے کا حکم دیا ہے بلکہ اس سورت کی ابتداء ہی اس حکم سے ہوتی ہے اور ان دونوں سورتوں میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ مشرکین کو مسجد حرام میں آنے سے روکا جائے اور ان دونوں سورتوں میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور مشرکین اور اہل کتاب سے جہاد اور قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور منافقین کی سازشوں سے خبردار فرمایا ہے اسی قوی مشابہت کی وجہ سے سورۃ التوبہ سورۃ الانفال کے تتمہ کے حکم میں ہے لیکن در حقیقت یہ دونوں مستقل الگ الگ سورتیں ہیں اور سورۃ التوبہ،سورۃ الانفال کا جز نہیں ہے،کیونکہ سورۃ التوبہ کے بہ کثرت اسماء ہیں جو اس سورت کو سورۃ الانفال سے ممیز اور ممتاز کرتے ہیں اور عہد صحابہ سے آج تک

تمام مسلمان اس سورت کو سورت الانفال سے الگ شمار کرتے آئے ہیں۔

یزید فارسی بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا میں نے حضرت عثمان (رض) عنہ سے پوچھا : سورۃ الانفال مثانی سے ہے، اور سورۃ البراءۃ مئین سے ہے، پھر اس کا کیا سبب ہے کہ آپ نے ان دونوں سورتوں کو ملا کر درج کیا ہے، اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی؟ اور آپ نے اس سورت کو السبع الطوال میں درج کیا ہے، اس کا باعث کیا ہے؟ حضرت عثمان (رض) نے فرمایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایک زمانہ تک لمبی لمبی سورتیں نازل ہوتی رہیں، جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھنے والوں کو بلا کر فرماتے، اس آیت کو فلاں فلاں سورت میں رکھو، اور مدینہ کے ابتدائی ایام میں سورت الانفال نازل ہوئی تھی، اور سورۃ البراءۃ قرآن کے آخر میں نازل ہوئی تھی، اور اس کا قصہ، الانفال کے قصہ کے مشابہ تھا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وصال ہوگیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ نہیں بیان فرمایا کہ یہ الانفال کا حصہ ہے، سو ہم نے یہ گمان کیا کہ یہ اس کا حصہ ہے، سو اس وجہ سے میں نے ان دونوں سورتوں کو ملا کر لکھا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہیں لکھا۔

عَنْ يَزِيدَ الْفَارِسِيِّ، قَالَ :سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ :قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ :مَا حَمَلَكُمْ أَنْ عَمَدْتُمْ إِلَى بَرَاءَةَ وَهِيَ مِنَ الْمِئِينَ، وَإِلَى الْأَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمَثَانِي فَجَعَلْتُمُوهُمَا فِي السَّبْعِ الطِّوَالِ وَلَمْ تَكْتُبُوا بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، قَالَ عُثْمَانُ :كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مِمَّا تَنَزَّلُ عَلَيْهِ الْآيَاتُ فَيَدْعُو بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ لَهُ، وَيَقُولُ لَهُ» :ضَعْ هَذِهِ الْآيَةَ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا، كَذَا وَكَذَا«، وَتَنْزِلُ عَلَيْهِ الْآيَةُ وَالْآيَتَانِ فَيَقُولُ :مِثْلَ ذَلِكَ، وَكَانَتِ الْأَنْفَالُ مِنْ أَوَّلِ مَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَتْ بَرَاءَةُ مِنْ آخِرِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيهَةً بِقِصَّتِهَا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ هُنَاكَ وَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطِّوَالِ وَلَمْ أَكْتُبْ بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ٧٨٦ :)

فائدہ : سورۃ فاتحہ کے بعد پہلی سات سورتیں جن میں ایک سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہیں ان کو السبع الطوال کہا جاتا ہے، وہ یہ ہیں: البقرہ، آل عمران، النساء، المائدۃ، الانعام، الاعراف اور الانفال، اور جن سورتوں میں ایک سو آیتیں ہیں، ان کو ذوات المئین کہتے ہیں، اور جن میں اس سے کم آیتیں ہوں ان کو مثانی کہتے ہیں اور ان کے بعد مفصل ہیں، سورۃ الحجرات سے قصار مفصل ہیں۔

درمختار ج ١ ص ٣٦٣،)

سورۃ التوبہ کا زمانہ نزول:

حضرت براء بن عازب (رض) عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر سورۃ البراءۃ مکمل نازل ہوئی اور جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر آخری آیت نازل ہوئی وہ سورۃ النساء کی یہ آیت ہے: یستفتونك قل الله يفتيكم فی الكلالة. (النساء ۱۷٦:)۔

(مسند احمد ج ٤ ص ۲۹۸،)

امام ابو السعادات لمبارک بن محمد الشیانی المعروف بابن الاثیر الجزری المتوفی ٦٠٦ ھ نے بخاری، مسلم اور ترمذی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے: حضرت براء بن عازب (رض) بیان کرتے ہیں آخری سورت جو مکمل نازل ہوئی وہ سورۃ التوبہ ہے اور جو آخری آیت نازل ہوئی وہ آیت الکلالہ ہے۔

(جامع الاصول ج ١١ رقم الحدیث ٨٨٦١: تاہم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں کاملہ یا تامہ کا لفظ نہیں ہے، دیکھئے صحیح البخاری رقم الحدیث ٦٧٤٤: ٤٦٥٤، ٤٦٠٥ اور صحیح مسلم رقم الحدیث ١٦١٨: اور سنن ترمذی میں یہ روایت نہیں ہے، یہ پورا متن مسند احمد میں ہے، حافظ سیوطی نے مصنف ابن ابی شیبہ کا حوالہ بھی دیا ہے۔

وَأخرج ابْن أبي شيبَة وَالْبُخَارِيّ وَالنَّسَائِيّ وَابْن الضريس وَابْن الْمُنْذر والنحاس فِي ناسخه وَأَبُو الشَّيْخ وَابْن مرْدَوَيْه عَن الْبَراء رَضِي الله عَنهُ قَالَ :آخر آيَة نزلت (يستفتونك قل الله يفتيكم فِي الْكَلَالَة) (النِّسَاء الْآيَة 176) وَآخر سُورَة نزلت تَامَّة بَرَاءَة

(الدر المنثور ج ٤ ص ١١٩)

اور اس میں صرف یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید کی آخری آیت یستفتونک۔۔ ہے)۔ ہجرت کے بعد اوائل مدینہ میں الانفال نازل ہوئی اور سورۃ البراءۃ یا التوبہ قرآن مجید کی آخری سورت ہے، یہ سورۃ نو ہجری میں نازل ہوئی ہے، جس سال غزوہ تبوک ہوا، اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا آخری غزوہ ہے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سخت گرمی اور مسلمانوں کی بہت تنگی اور عسرت میں غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تھے، اس وقت کھجوریں پک چکی تھیں، اس میں مسلمانوں کے لیے سخت آزمائش تھی، اور اسی غزوہ سے منافقوں کے نفاق کا پردہ چاک ہوگیا تھا۔ یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے غزوات میں سے آخری غزوہ تھا۔ اس سورت کا ابتدائی حصہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوا جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مکہ روانہ کیا تاکہ وہ ایام حج میں مشرکین سے کیے ہوئے معاہدہ کو فسخ کرنے کا اعلان کردیں۔ یہ سورت نزول کے اعتبار سے بالاتفاق آخری سورت ہے۔ حضرت جابر (رض) کے قول کے مطابق یہ سورت سورۃ الفتح کے بعد نازل ہوئی ہے، اور بہ اعتبار نزول کے اس کا نمبر ١١٤

ہے۔روایت ہے کہ یہ سورت اوائل شوال ۹ ہجری میں نازل ہوئی،ایک قول یہ ہے کہ یہ ذوالقعدہ ۹ ہجری میں نازل ہوئی،اس سے پہلے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت ابوبکر صدیق (رض) کو امیر حج بنا کر روانہ کر چکے تھے اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت الانعام کی طرح مکمل یکبارگی نازل ہوئی ہے،اور بعض مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس سورت کی بعض آیات مختلف اوقات میں نازل ہوئی ہیں اور مکمل یکبارگی نازل ہونے کی یہ توجیہ ہے کہ اس سورت کے نزول کے دوران کوئی اور سورت درمیان میں نازل نہیں ہوئی ہے۔اس پر روایات متفق ہیں کہ جب رمضان نو ہجری میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غزوہ تبوک سے لوٹے،تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ ارادہ کیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سال ذوالحجہ کے مہینہ میں حج کر لیں،لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے حج میں مشرکین کے ساتھ اختلاط کو ناپسند کیا،کیونکہ وہ اپنے تلبیہ میں اپنے بنائے ہوئے خدا کے شرکاء کا بھی ذکر کرتے تھے،ان کا تلبیہ یہ تھا لبیک لاشریک لک الاشریکا ہولک تملکہ وماملک " میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں البتہ تیرا وہ شریک ہے جس کا تو مالک ہے اور اس کے مملوک کا بھی تو مالک ہے" اور وہ بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے تھے،اور اس وقت تک آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مشرکین سے کیا ہوا معاہدہ قائم تھا اور مقام رسالت اس کے خلاف ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کفریہ کلمات سنیں اور غیر شرعی امور دیکھیں اور ان کو تبدیل نہ کریں کیونکہ برائی کو اپنی قوت سے مٹا دینا ہی ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔

سورۃ التوبہ کے نزول کا پیش منظر و پس منظر:

۶ھ کو نبی ص نے حدیبیہ میں مشرکین کے ساتھ صلح اور امان کا دس سال تک کا معاہدہ کیا تھا،بنو خزاعہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد میں داخل تھے اور بنو بکر مشرکین قریش کے عہد میں داخل تھے،پھر اس مدت کے ختم ہونے سے پہلے قریش نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۸ھ لکھتے ہیں :امام ابن اسحاق نے کہا غزوہ موتہ کی طرف لشکر بھیجنے کے بعد نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جمادی الآخرۃ اور رجب تک قیام فرمایا،پھر ۸ھ میں بنو بکر نے بنو خزاعہ کے ایک شخص کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا،اور قریش نے بھی رات کو چھپ کر بنو بکر کے ساتھ مل کر قتال کیا،حتیٰ کہ بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور ان کا مال لوٹ لیا،اور انھوں نے اس معاہدہ کو توڑ دیا جو ان کے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان تھا تب عمرو بن سالم الخزاعی اور بنو کعب کا ایک شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوئے۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :اے عمرو بن سالم تمہاری امداد کر دی گئی ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۷،السنن الکبریٰ ج ۹ ص ۳۴)

قریش نے پھر معاہدہ کی تجدید کے لیے ابوسفیان کو مدینہ بھیجا لیکن نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے معاہدہ کی تجدید نہیں کی)۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام مع الروض الانف ج ٤ ص ١٤٩۔١٤١،)

پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بیس سے زیادہ راتوں تک طائف کا محاصرہ کیا اور ان سے بہت شدید قتال کیا، تیروں اور منجنیق سے ان پر حملہ کیا اور طائف کو فتح کرلیا، پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ٩ھ میں غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔ یہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا آخری غزوہ تھا اور سورۃ التوبہ کی اکثر آیات اسی غزوہ میں نازل ہوئی ہیں۔

تبوک ایک مشہور مقام ہے جو مدینہ اور دمشق کے درمیان ہے اور مدینہ سے چودہ منزل پر ہے۔ غزوہ موتہ کے بعد سے رومی، مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا پروگرام بنا رہے تھے اور قیصر روم نے غسانیوں کو اس مہم پر روانہ کیا تھا، جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رومیوں کے عزائم کا علم ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے از خود ان پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور تیس ہزار مسلمانوں کی فوج لے کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ تبوک پہنچ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بیس دن قیام کیا، ایلہ (خلیج عقبہ کے پاس ایک مقام) کا سردار جس کا نام یوحنا تھا وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے جذیہ دینا منظور کرلیا۔ جرباء اور اذرح کے عیسائی سردار بھی حاضر ہوئے اور انھوں نے جزیہ ادا کرنا منظور کرلیا، اسی طرح ایک عرب سردار جو رومیوں کے زیر اثر تھا اس نے بھی اطاعت قبول کی، اس کا نام اکیدر تھا۔ جب تبوک کے گرد تمام عیسائی ریاستوں کے سرداروں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت قبول کرلی اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہیبت سے قیصر روم اور اس کے گماشتوں کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فاتحانہ شان کے ساتھ مدینہ منورہ میں پہنچے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا شاندار استقبال کیا گیا۔

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حج کا ارادہ کیا، پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خیال فرمایا کہ اپنی عادت کے مطابق ان دنوں میں مشرکین بھی حج کے لیے آئیں گے اور برہنہ طواف کریں گے اور تلبیہ میں شرکیہ کلمات پڑھیں گے اس لیے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے ساتھ حج کرنے کو ناپسند فرمایا، اور حضرت ابوبکر صدیق (رض) کو مسلمانوں کا امیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو مناسک حج کی تعلیم دیں اور یہ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرسکے گا اور چونکہ عرب معاہدہ کے فسخ میں اصل شخص کی بات کا اعتبار کرتے تھے یا اس کے قریبی رشتہ دار کی، اس لیے حضرت ابوبکر (رض) کے پیچھے حضرت علی (رض) کو بھیجا تاکہ وہ یہ اعلان کردیں کہ اب اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مشرکوں سے بری ہیں اور حدیبیہ کا معاہدہ اب ختم ہوچکا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ١٢٨۔١٢٥،)

حضرت ابو ہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت ابوبکر (رض) کو اس میں بھیجا۔ ہم منیٰ میں یہ اعلان کرنے والے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، اور نہ کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف کرے گا۔ حمید بن عبدالرحمن نے کہا، پھر بعد میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی (رض) کو بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ برأت کا اعلان کردیں۔ حضرت ابو ہریرہ (رض) نے کہا، پھر حضرت علی (رض) نے ہمارے ساتھ قربانی کے دن منیٰ والوں میں اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک طواف کرے گا نہ برہنہ طواف کرے گا۔

انَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ» بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي الْمُؤَذِّنِينَ، بَعَثَهُمْ، يَوْمَ النَّحْرِ يُؤَذِّنُونَ بِمِنًى :أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. قَالَ حُمَيْدٌ :ثُمَّ أَرْدَفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةَ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ :فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ بِبَرَاءَةَ، وَأَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ«.

(صحیح البخاری، ()4656

سورۃ التوبہ کے مسائل اور مطالب:

سورۃ التوبہ میں مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے اور مناسک حج ادا کرنے سے روک دیا گیا ہے، مشرکین کے ان مناصب کو معطل اور فسخ کردیا جن پر وہ زمانہ جاہلیت میں فخر کیا کرتے تھے، مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان حالت جنگ کا اعلان کردیا گیا، اہل کتاب جب تک جزیہ ادا نہ کریں ان سے بھی حالت جنگ کا اعلان کردیا گیا اور یہ کہ وہ مشرکین سے کم برے نہیں ہیں اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقابلہ میں ان کا مال اور ان کی قوت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے، حرمت والے مہینوں کی تعظیم کا بیان کیا، زمانہ جاہلیت میں مشرکین اپنی ہوس کو پورا کرنے کے لیے سال کے مہینوں کو جو آگے پیچھے کرتے رہتے تھے اس کو باطل اور منسوخ کرنا، اللہ کی راہ میں قتال کے لیے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے طلب کرنے پر مسلمانوں کو جہاد کے لیے روانہ ہونے کی ترغیب دینا، یہ فرمانا کہ اللہ خود اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدد فرمانے والا ہے، جنگ حنین میں اللہ کی نصرت کو یاد دلانا، غزوہ تبوک میں لشکر اسلام کے ساز وسامان اور رسد کی تیاری کے لیے مسلمانوں کو ترغیب دینا، بلاعذر غزوہ تبوک میں نہ جانے والے منافقوں کی مذمت کرنا، صدقات پر منافقوں کی حرص اور ان کے بخل پر ان کو ملامت کرنا، منافقین نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں گستاخانہ کلمات کہہ کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اذیت پہنچائی، پھر جھوٹی قسمیں کھا کر منکر ہوگئے، انھوں نے برائی کی ترغیب دی اور نیکی سے روکا اور ضعفاء مسلمین کا مذاق اڑایا، ان کی

ان کارستانیوں کا بیان کرنا، اہل کتاب پر جزیہ مقرر کرنا، اور ان کے احبار اور رہبان نے دین میں جو عقائد باطلہ شامل کر دیئے تھے ان کی مذمت کرنا۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کا حکم دیا ہے، مسلمانوں کو اپنے جہاد میں کافروں سے مدد لینے کی ممانعت کی ہے اور کفار اور منافقین کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمایا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، گزشتہ امتوں کی مثالیں بیان کی ہیں، جن منافقوں نے مسجد ضرار بنائی تھی ان کی بدنیتی کا ذکر فرمایا ہے، مسجد قبا اور مسجد نبوی کی فضیلت بیان کی ہے، اعراب (دیہاتیوں) میں سے نیکوں اور بروں کا ذکر فرمایا ہے، کفار اور منافقین کے مقابلہ میں مسلمانوں کی ان کے برعکس صفات بیان کی ہیں اور مسلمانوں کی نیک صفات کے مقابلہ میں کفار اور منافقین کی بری صفات بیان کی ہیں، اور مسلمانوں کی جزاء اور ان کی سزا کا ذکر فرمایا ہے، نیز حضرت ابوبکر صدیق (رض) اور مہاجرین اور انصار اور ان کی اتباع بالاحسان کرنے والے مسلمانوں کی فضیلت کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے، توبہ کرنے اور نیک کام کرنے کی ترغیب دی ہے، اور جہاد کے فرض کفایہ ہونے کے متعلق آیات ہیں، غزوہ حنین میں مسلمانوں کی مایوسی کے بعد ان کی مدد کرنے کی نعمت کو یاد دلایا ہے، غزوہ تبوک اور اس کے لشکر کی اہمیت بیان فرمائی ہے، جن تین مسلمانوں نے بغیر کسی عذر کے غزوہ تبوک میں اپنی سستی اور غفلت کی وجہ سے شرکت نہیں کی تھی، ان کی ندامت اور تنگی کے بعد ان کی توبہ قبول فرمانے کا ذکر فرمایا ہے، اور مسلمانوں پر اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا جس کی ہر صفت میں ان کے لیے رحمت، خیر اور برکت ہے، زکوٰۃ کی مشروعیت کو بیان فرمایا ہے اور علم دین حاصل کرنے کو فرض کفایہ قرار دیا ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو علم دین حاصل کرے پھر اس کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کرے۔

سورۃ التوبہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھنے کی توجیہات:

حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا میں نے حضرت عثمان (رض) سے پوچھا: سورۃ الانفال مثانی (جس سورت میں ایک سو سے کم آیتیں ہوں) سے ہے اور سورۃ البراءۃ مئین (جس سورت میں ایک سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہیں) میں درج کیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عثمان (رض) نے فرمایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایک زمانہ تک لمبی لمبی سورتیں نازل ہوتی رہیں، جب بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کوئی چیز نازل ہوتی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی لکھنے والے کو بلاتے اور فرماتے ان آیات کو فلاں فلاں نام کی سورتوں میں لکھ دو، اور جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے اس آیت کو فلاں نام کی سورت میں لکھ دو، اور سورۃ الانفال مدینہ کے اوائل میں نازل ہوئی تھی، اور سورۃ البراءۃ قرآن کے آخر میں نازل ہوئی ہے، اور التوبہ کا قصہ الانفال کے قصہ کے مشابہ تھا، پس میں نے گمان کیا کہ سورۃ البراءۃ الانفال کا جز ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وصال فرما گئے اور انھوں نے ہم سے یہ نہیں بیان فرمایا کہ سورۃ

التوبہ سورۃ الانفال کا جز ہے، پس اس وجہ سے میں نے ان دونوں سورتوں کو ملا کر رکھا، اور میں نے ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور میں نے اس سورت کو السبع الطوال میں درج کر دیا۔ امام ابو عیسیٰ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ہمارے علم کے مطابق حضرت ابن عباس (رض) سے اس حدیث کو صرف یزید فارسی نے روایت کیا ہے، نیز امام ترمذی نے کہا ہے کہ یزید فارسی یزید بن ہرمز ہے۔

حَدَّثَنَا يَزِيدُ الفَارِسِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ :قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ :مَا حَمَلَكُمْ أَنْ عَمَدْتُمْ إِلَى الأَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ المَثَانِي وَإِلَى بَرَاءَةٌ وَهِيَ مِنَ المِئِينَ فَقَرَنْتُمْ بَيْنَهُمَا وَلَمْ تَكْتُبُوا بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَوَضَعْتُمُوهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ، مَا حَمَلَكُمْ عَلَى ذَلِكَ؟ فَقَالَ عُثْمَانُ :كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِمَّا يَأْتِي عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ، فَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الشَّيْءُ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُولُ» :ضَعُوا هَؤُلَاءِ الآيَاتِ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا« وَإِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِ الآيَةُ فَيَقُولُ» :ضَعُوا هَذِهِ الآيَةَ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا«، وَكَانَتِ الأَنْفَالُ مِنْ أَوَائِلِ مَا نَزَلَتْ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَتْ بَرَاءَةٌ مِنْ آخِرِ الْقُرْآنِ وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيهَةً بِقِصَّتِهَا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا مِنْهَا، فَقُبِضَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا أَنَّهَا مِنْهَا، فَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَرَنْتُ بَيْنَهُمَا وَلَمْ أَكْتُبْ بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، فَوَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ» :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَوْفٍ، عَنْ يَزِيدَ الفَارِسِيِّ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ« وَيَزِيدُ الفَارِسِيُّ قَدْ رَوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، غَيْرَ حَدِيثٍ، وَيُقَالُ هُوَ :يَزِيدُ بْنُ هُرْمُزَ، وَيَزِيدُ الرَّقَاشِيُّ هُوَ :يَزِيدُ بْنُ أَبَانَ الرَّقَاشِيُّ وَلَمْ يُدْرِكْ ابْنَ عَبَّاسٍ إِنَّمَا رَوَى عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَكِلَاهُمَا مِنْ أَهْلِ البَصْرَةِ، وَيَزِيدُ الفَارِسِيُّ أَقْدَمُ مِنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ "

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۰۸۶،)

حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں :امام عبد الرحمن بن ابی حاتم نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یزید بن ہرمز، یزید فارسی ہے یا نہیں، عبد الرحمن بن مہدی نے کہا یزید فارسی ہی ابن ہرمز ہے، امام احمد بن حنبل (رح) نے بھی اسی طرح کہا ہے، یحییٰ بن سعید القطان نے اس کا انکار کیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں، انھوں نے کہا یہ شخص امراء کے ساتھ ہوتا تھا، ابو ہلال نے کہا یہ شخص عبید اللہ بن زیاد کا منشی تھا، امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ یزید بن ہرمز، یزید فارسی نہیں ہے۔ (تہذیب الکمال ج ۲۰ ص ۳۹۴۔ ۳۹۳، رقم ۷٦٥٦ :)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۰۲ھ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ یزید فارسی یزید بن ہرمز نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۲۱، تقریب التہذیب ج ۲ ص ۳۳۳) اس بحث سے یہ معلوم ہوگیا کہ یہ متعین نہیں ہوسکا کہ اس حدیث کا راوی یزید فارسی ہے یا یزید بن ہرمز۔ سند پر بحث کے علاوہ اس حدیث کا متن بھی مخدوش ہے، امام رازی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر اس بات کو جائز قرار دیا جائے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ نہیں بتایا تھا کہ سورۃ التوبہ کو سورۃ الانفال کے بعد رکھا جائے اور بعض سورتوں کی ترتیب وحی کے موافق نہیں کی گئی بلکہ صحابہ (رض) نے اپنے اجتہاد سے ان میں ترتیب قائم کی تھی تو باقی سورتوں میں بھی یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ ان کی ترتیب بھی وحی سے نہ کی گئی ہو، بلکہ ایک سورت کے آیات میں بھی یہ احتمال ہوگا کہ ان آیتوں کی ترتیب بھی صحابہ (رض) نے اپنی رائے سے قائم کی ہو اور اس سے رافضیوں کے اس عقیدہ کو تقویت ہوگی کہ قرآن مجید میں زیادتی اور کمی کا ہونا جائز ہے اور پھر قرآن مجید حجت نہیں رہے گا اس لیے صحیح یہی ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وحی سے مطلع ہو کر خود یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اس سورت کو سورۃ الانفال کے بعد رکھا جائے اور خود نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وحی سے مطلع ہو کر اس سورت کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ لکھنے کا حکم فرمایا تھا۔

قَالَ الْقَاضِي يَبْعُدُ أَنْ يُقَالَ :إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يُبَيِّنْ كَوْنَ هَذِهِ السُّورَةِ تَالِيَةً لِسُورَةِ الْأَنْفَالِ، لِأَنَّ الْقُرْآنَ مُرَتَّبٌ مِنْ قِبَلِ اللَّه تَعَالَى وَمِنْ قِبَلِ رَسُولِهِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي نُقِلَ، وَلَوْ جَوَّزْنَا فِي بَعْضِ السُّوَرِ أَنْ لَا يَكُونَ تَرْتِيبُهَا مِنَ اللَّه عَلَى سَبِيلِ الْوَحْيِ، لَجَوَّزْنَا مِثْلَهُ في سائر السور وفي آيات السور الْوَاحِدَةِ، وَتَجْوِيزُهُ يُطَرِّقُ مَا يَقُولُهُ الْإِمَامِيَّةُ مِنْ تَجْوِيزِ الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ فِي الْقُرْآنِ. وَذَلِكَ يُخْرِجُهُ مِنْ كَوْنِهِ حُجَّةً، بَلِ الصَّحِيحُ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَرَ بِوَضْعِ هَذِهِ السُّورَةِ، بَعْدَ سُورَةِ الْأَنْفَالِ وَحْيًا، وَأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَذَفَ بِسْمِ اللَّه الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ أَوَّلِ هَذِهِ السُّورَةِ وَحْيًا.

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۲۱)

سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھنے کی صحیح وجہ تو یہی ہے جو امام رازی نے ذکر فرمائی ہے، اس کے علاوہ علماء کرام نے اور بھی توجیہات کی ہیں جو حسب ذیل ہیں : حضرت عبداللہ بن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب (رض) سے پوچھا کہ سورۃ البراءۃ کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کیوں نہیں لکھی گئی؟ انھوں نے فرمایا اس لیے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم امان ہے اور البراءۃ میں تلوار سے مارنے کی آیتیں ہیں اس میں امان نہیں ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۳۳۱، مطبوعہ دار الباز مکہ المکرمہ)

مبرد سے بھی ایسی ہی توجیہ مروی ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم رحمت ہے اور البراءۃ اظہار غضب سے شروع ہوتی ہے، اسی کی مثل سفیان بن عیینہ نے کہا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم رحمت ہے اور رحمت امان ہے اور یہ منافقین اور تلوار کے متعلق نازل ہوئی ہے اور منافقین کے لیے امان نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو اس لیے نہیں لکھا گیا کہ اس سورت سے پہلے جبرائیل بسم اللہ الرحمن الرحیم کو لے کر نازل نہیں ہوئے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۴۰)

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اصحاب کرام (رض) کا اس میں اختلاف تھا کہ الانفال اور التوبہ الگ سورتیں ہیں یا دونوں مل کر ایک سورت ہیں، کیونکہ مجموعی طور پر ان کی آیات دوسو چھ (۲۰۶) ہیں اور یہ طوال میں سے ایک ہیں، اور ان دونوں سورتوں میں قتال اور مغازی کا مضمون ہے، اس اختلاف کی بناء پر انھوں نے ان دونوں سورتوں کے درمیان خالی جگہ رکھی تا کہ اس سے ان لوگوں کے قول پر تنبیہ ہو جو کہتے ہیں کہ یہ دوسورتیں ہیں اور سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی تا کہ ان لوگوں کے قول پر تنبیہ ہو جو یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں مل کر ایک سورت ہیں، تو انھوں نے ایسا عمل کیا جو صحابہ کرام (رض) کے اس اختلاف اور اشتباہ پر دلالت کرتا ہے، اور ان کا یہ عمل اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین کو منضبط کرنے میں اور قرآن مجید کو تغیر اور تحریف سے محفوظ رکھنے میں بہت متشدد تھے، اس سے رافضیوں کا قول باطل ہو جاتا ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبہ اور سورۃ الانفال دونوں مل کر ایک سورت ہیں، ان کے قول کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ سورۃ الانفال کے آخر میں ہے مومن ایک دوسرے کے ولی اور وارث ہیں اور وہ کفار سے بالکل منقطع ہیں۔ سورۃ التوبہ براءۃ من اللہ ورسولہ سے شروع ہوتی ہے اور التوبہ کی ابتداء الانفال کے آخر کی تاکید ہے کیونکہ برأت کا معنی ہے عصمت اور حفاظت کا منقطع ہونا تو الانفال کا آخر اور التوبہ کا اول دونوں کا حاصل مسلمانوں کا مشرکین کی ولایت اور ان کی حفاظت کو منقطع کرنا ہے۔ (غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج ۳ ص ۴۲۸)

سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ:

سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: علامہ سخاوی سے جمال القراء میں یہ منقول ہے کہ سورۃ التوبہ کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ترک کرنا مشہور ہے اور عاصم کی قرأت میں سورۃ التوبہ کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے، اور قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ بسم اللہ کو یا تو اس لیے ترک کیا جائے گا کہ اس سورت میں تلوار سے قتل کرنے کے احکام نازل ہوئے ہیں یا اس وجہ سے بسم اللہ کو ترک کیا جائے گا کہ صحابہ کرام (رض) کو یہ یقین نہیں تھا کہ سورۃ التوبہ مستقل سورت ہے یا سورۃ الانفال کا جز ہے، اگر پہلی وجہ ہو تو پھر بسم اللہ کو ترک کرنا ان لوگوں کے ساتھ مختص ہو گا جن کو کفار اور منافقین کے قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور ہم تو سورۃ التوبہ کو تبرکاً پڑھتے ہیں، اور اگر بسم اللہ کو اس وجہ سے ترک کیا گیا ہے کہ یہ سورۃ الانفال کا جز ہے تو سورتوں کے اجزاء اور بعض آیات کو پڑھنے سے پہلے بھی تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا جائز ہے اور روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود (رض) کے مصحف میں

سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے۔ ابن مناذر کا موقف ہے کہ سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیے اور الاقناع میں بھی اس کا جواز لکھا ہوا ہے، اور صحیح یہ ہے کہ سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ کو نہ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حضرت عثمان (رض) کے مصحف میں سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور نہیں ہے، اور اس کے سوا اور کسی مصحف کی اقتداء نہیں کی جاتی، بعض مشائخ شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ کو پڑھنا حرام ہے اور اس کا ترک واجب ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر کوئی شخص سورت کے درمیان سے قرأت شروع کرے پھر بھی قرأت سے پہلے بسم اللہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن السخاوي أنه قال في جمال القراء :اشتهر ترك التسمية في أول براءة، وروي عن عاصم التسمية أولها وهو القياس لأن إسقاطها إما لأنها نزلت بالسيف أو لأنهم لم يقطعوا بأنها سورة مستقلة بل من الأنفال، ولا يتم الأول لأنه مخصوص بمن نزلت فيه ونحن إنما نسمي للتبرك، ألا ترى أنه يجوز بالاتفاق بسم الله الرحمن الرحيم وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ [التوبة36 :] الآية ونحوها، وإن كان الترك لأنها ليست مستقلة فالتسمية في أول الأجزاء جائزة، وروي ثبوتها في مصحف ابن مسعود رضي الله تعالى عنه.

(روح المعانی جز۵ ص ۲۳۷)۔

اقرب الی الصواب یہ ہے کہ اس سورت سے پہلے بسم اللہ نازل ہی نہیں ہوئی تھی کیونکہ بسم اللہ امان ہے اور سورۃ توبہ قتال کا حکم لے کر نازل ہوئی جیسا کہ حضرت علی، محمد بن حنفیہ اور سفیان بن عیینہ سے منقول ہے۔"

عن علی کرم الله تعالیٰ وجهه من ان البسملة امان و براءة نزلت بالسیف و مثله عن محمد بن الحنفية وسفيان بن عيينة و مرجع ذلک الی انها لم تنزل فی هذه السورة كا خوا تها لما ذکر

(روح ج 5 ص 237

سورۃ التوبہ کے مدنی ہونے سے بعض آیتوں کا استثناء:

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر (رض)، قتادہ اور بہت سے علماء نے یہ کہا ہے کہ سورۃ التوبہ مدنی سورت ہے، ابن الفرس نے کہا یہ سورت مدنی ہے لیکن اس کی آخری دو آیتیں لقد جاء کم رسول من انفسکم اور فان تولوا فقل حسبی اللہ (التوبہ ۱۲۹: ۔ ۱۲۸) یہ دو آیتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں، لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ حاکم نے حضرت ابی بن کعب (رض) سے روایت کیا ہے اور امام ابوالشیخ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس

(رض) سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی آخری آیت جو نازل ہوئی ہے وہ لقد جاء کم رسول من انفسکم ہے۔ اور دوسرے علماء نے ان دو آیتوں کا استثناء کیا ہے ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفرو اللمشرکین۔ الایہ (التوبہ ۱۱۴ :۔ ۱۱۳) کیونکہ یہ دو آیتیں اس وقت نازل ہوئیں جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابوطالب سے یہ فرمایا تھا: میں تمہارے لیے ضرور اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے اور یہ آیتیں ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی تھیں۔

مدنية كما روى ابن عباس وعبد الله بن الزبير وقتادة وخلق كثير، وحكى بعضهم الاتفاق عليه.وقال ابن الفرس :هي كذلك الا آيتين منها لَقَدْ جاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ [التوبة128 :]

إلخ، وهو مشكل بناء على ما في المستدرك عن أبي بن كعب. وأخرجه أبو الشيخ في تفسيره عن علي بن زيد عن يوسف المكي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما من أن آخر آية نزلت لَقَدْ جاءَكُمْ إلخ، ولا يتأتى هنا ما قالوه في وجه الجمع بين الأقوال المختلفة في آخر ما نزل، واستثنى آخرون ما كانَ لِلنَّبِيِّ [التوبة113 :] الآية بناء على ما ورد أنها نزلت في قوله صلّى الله عليه وسلّم لأبي طالب» :لأستغفرن لك ما لم أنه عنك« .

(روح المعانی جز:۵)

خلاصہ : مضامین سورہ توبہ۔

سورۃ توبہ کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ابتداء سے لے کر رکوع نمبر 5 کے آخر تک "لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ" تک ہے اور دوسرا حصہ رکوع 6 کی ابتداء "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا الخ" سے لے کر "لعلھم یحذرون" (رکوع 15) تک ہے۔ اور "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ" ۔ سے آخر سورت تک مضامین سورت کا اعادہ ہے۔ پہلے حصے میں بدعہدی کرنیوالے مشرکین سے اعلان براءت، مشرکین کے ساتھ اعلان جنگ، مشرکین سے جنگ کرنے کے بارے میں شبہات کا جواب جو ان کے ساتھ قتال کرنے کے موانع تھے اور مشرکین سے قتال کرنے کے اسباب و وجوہ مذکور ہیں۔ اور دوسرے حصے میں منافقین پر زجریں، اور مومنین کے لیے ترغیب الی القتال ہے۔ دوسرے حصے کے آخر میں "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ" سے فرمایا مشرکین سے جہاد جاری رکھو۔ اور تمہارے جو متعلقین حالت کفر میں مر چکے ہیں یا جن کے دلوں پر مہر جباریت لگ چکی ہے ان کے لیے دعائے مغفرت بھی نہ کرو اگرچہ وہ نہایت قریبی رشتہ دار ہوں۔

سورة يونس (10)

سورت کا نام اور اس کی وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام سورۃ یونس ہے، کیونکہ یونس (علیہ السلام) کی قوم باقی انبیاء علیھم السلام کی اقوام سے اس صفت میں منفرد تھی کہ یونس (علیہ السلام) نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور انھوں نے عذاب الٰہی کے آثار دیکھ لیے تو وہ اللہ تعالیٰ اور حضرت یونس (علیہ السلام) پر ایمان لے آئے اور ان کا ایمان لانا نفع آور ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور ان سے عذاب اٹھالیا جس کا اس آیت میں ذکر ہے :فلولا كانت قرية، امنت فنفعهآ ايمانهآ الا قوم يونس ط لمآ امنوا كشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحيوة الدنيا ومتعنهم الى حين (یونس ۹۸ :) یونس کی قوم کے سوا اور کسی بستی کے لوگ ان کی طرح کیوں نہ ہوئے کہ وہ لوگ (بھی) ایمان لے آتے اور انھیں (بھی) ان کا ایمان نفع دیتا، (جس طرح) وہ (قوم یونس) ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے ان کی دنیا کی زندگی میں عذاب اٹھالیا اور ایک مخصوص وقت تک انھیں فائدہ پہنچایا۔

سورۃ یونس کا زمانہ نزول :

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں :

أخرج النّحاس وَأَبُو الشَّيْخ وَابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :نزلت سُورَة يُونُس بِمَكَّة،وَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن عبد الله بن الزبير قَالَ :أنزلت سُورَة يُونُس بِمَكَّة

امام النحاس، امام ابو الشیخ اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا کہ سورۃ یونس مکہ میں نازل ہوئی اور امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ یونس مکہ میں نازل کی گئی۔ (الدر المنثور ج ۴ جلد ۳۳۹)

نیز لکھتے ہیں کہ مشہور یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے امام ابن مردویہ نے مجاہد کی سند سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ مکی ہے اور عطا کی سند سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ مدنی ہے۔

(الاتقان ج ۱ ص ۶۳)

بعض علماء نے سورۃ یونس کے مکی ہونے سے تین آیتوں کا استثناء کیا ہے، اور ابن الفرس اور علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ سورۃ یونس کے شروع سے لے کر چالیس آیتوں تک مکی آیتیں ہیں اور باقی آیتیں مدنی ہیں، اس کی ایک سو نو آیتیں اور شامی کے نزدیک اس کی ایک سو دس آیتیں ہیں۔

تفسیرالآلوسی=روح المعانی(55/6)

مكية على المشهور واستثنى منها بعضهم ثلاث آيات (1) فَلَعَلَّكَ تارِكٌ أَفَمَنْ كانَ عَلى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَأَقِمِ الصَّلاةَ طَرَفَيِ النَّهارِ قال :إنها نزلت في المدينة، وحكى ابن الفرس والسخاوي أن من أولها إلى رأس أربعين آية مكي والباقي مدني، وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما روايتان، فأخرج ابن مردويه من طريق العوفي عنه ومن طريق ابن جريج عن عطاء عنه أنها مكية، وأخرج من طريق عثمان بن عطاء عن أبيه عنه أنها مدنية، والمعول عليه عند الجمهور الرواية الأولى، وآياتها مائة وتسع عند الجميع غير الشامي فإنها عنده مائة وعشر آيات.

ما قبل سے ربط:

باقی سورتوں کی طرح سورۃ یونس کو ما قبل کے ساتھ دو طرح کا ربط ہے۔

اول ربط اسمی :

سورۃ توبہ میں فرمایا: "فَإِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ "(توبہ رکوع 1) اور سورۃ یونس میں فرمایا: فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ -(رکوع 1)۔ یعنی اب توبہ کرنے، ایمان لانے اور اعمال صالحہ بجالانے کا وقت ہے۔ اس لیے ایمان لے آؤ۔ ورنہ جب ہمارا عذاب آگیا تو پھر ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ صرف قوم یونس (علیہ السلام) تھی جس نے عذاب خداوندی دیکھ کر ایمان قبول کرلیا اور اس وقت کے ایمان لانے سے ان کو فائدہ پہنچ گیا۔

دوم ربط معنوی :

اس کی دو تقریریں ہیں۔

(1) قرآن مجید میں نفی شرک کے سلسلہ میں دو باتوں پر زور دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز اور متصرف نہیں۔ دوم یہ کہ اللہ کے یہاں کوئی شفیع غالب نہیں۔ اس سے پہلی سورتوں میں مسئلہ توحید کے ہر پہلو کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا۔ اور دلائل عقلی و نقلی اور وحی سے ثابت کر دیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز، متصرف ومختار اور مستحق نذرونیاز نہیں۔ اب سورۃ یونس میں مشرکین کے اس خیال باطل کارد فرمایا کہ اللہ کے سامنے کوئی شفیع غالب ہو جو اس کی مرضی کے خلاف اپنی بات منوا سکے۔

(2)۔ سورۃ بقرہ میں حسب ذیل مضامین خصوصیت سے مذکور ہوئے۔ (1) توحید۔ (2) رسالت۔ (3) جہاد (4) انفاق اور

(5) امور انتظامیہ اور امور مصلحہ۔ اس کے بعد سورۃ آل عمران میں ان مضامین میں سے توحید کے ایک پہلو یعنی نفی شرک اعتقادی رسالت، جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا گیا۔ پھر سورۃ نساء میں سورۃ بقرہ کے ایک مضمون (امور انتظامیہ مع امور مصلحہ) کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ چودہ احکام رعیت اور نو احکام سلطانیہ اس کے بعد سورۃ مائدہ اور انعام میں مسئلہ توحید کے دونوں پہلوؤں یعنی (نفی شرک اعتقادی کے ساتھ نفی شرک فعلی کو بھی واضح طور پر بیان کیا گیا۔ سورۃ مائدہ میں دعویٰ کی وضاحت پر اور سورۃ انعام میں دلائل عقلیہ پر زیادہ زور دیا گیا اور اس کے بعد سورۃ اعراف میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک اعتقادی پر زیادہ تر دلائل نقلیہ ذکر کیے گئے۔ اس کے بعد انفال اور توبہ میں "قَاتِلُوْهُمْ" سے مشرکین کے ساتھ جہاد کا حکم دیا گیا اور جہاد فی سبیل اللہ کے تفصیلی احکام بیان کیے گئے۔ یہاں تک سورۃ بقرہ کے تمام مضامین تفصیل اور دلائل کے ساتھ مذکور ہو چکے۔ البتہ مسئلہ توحید کا صرف ایک پہلو باقی رہ گیا۔ یعنی نفی شفاعت قہری۔ اب سورۃ یونس میں شفاعت قہری کی نفی پر عقلی دلیلیں پیش کی گئی ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک اور مختار مطلق ہے۔ اور اس کے سامنے کوئی شفیع غالب نہیں اور اس کے فیصلے کے سامنے کوئی ملک مقرب اور کوئی نبی مرسل اور کوئی ولی مکرم دم نہیں مار سکتا نفی شفاعت قہری کا مضمون سورۃ یونس سے لے کر سورۃ کہف تک چلا گیا ہے۔

سورۃ یونس کے مضامین اور مقاصد:

☆۔۔اس سورت کی ابتداء الر سے کی گئی ہے جو حروف تہجی ہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ قرآن مجید جس کو ہمارے نبی نے اپنی نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے ان ہی حروف سے بنا ہے جن سے تم اپنا کلام بناتے ہو اگر یہ تمہارے دعوی کے مطابق کسی انسان کا کلام ہے تو تم بھی ایسا ہی کلام بنا کر لے آؤ، یہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت پر دلیل ہے۔ ☆۔۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کا ثبوت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ثبوت کو مستلزم ہے۔ ☆۔۔مخلوقات کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں اور جزا اور سزاء کا فلسفہ بیان فرمایا ہے۔ ☆۔۔مشرکین کے لیے وعید بیان کی ہے اور مومنوں کو بشارت دی ہے۔ ☆۔۔پچھلی امتوں کو رسولوں کے جھٹلانے کی سزائیں یاد دلائی ہیں۔ ☆۔۔خشکی اور سمندر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جو نشانیاں ہیں ان کا ذکر فرمایا ہے۔ ☆۔۔دنیا کے زیب وزینت کے زوال اور اخروی نعمتوں کی بقاء کو بیان فرمایا ہے۔ ☆۔۔آخرت میں مومنوں اور کافروں کے احوال کا تفاوت اور باطل خداؤں کی اپنے عبادت گزاروں سے بیزاری کا ذکر فرمایا ہے۔ ☆۔۔اللہ عزوجل کے غیر کی الوہیت کا اس دلیل سے رد فرمایا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں کسی کے کسی کام نہیں آسکتے۔ ☆۔۔قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے دلائل قائم کیے ہیں اور مشرکین کے اس قول کو باطل کیا ہے کہ قرآن میں من گھڑت باتیں ہیں۔ ☆۔۔مشرکین کو چیلنج دیا ہے کہ وہ قرآن مجید کی کسی ایک سورت کی مثل لا کر دکھادیں۔ ☆۔۔مشرکین کو اس بات سے ڈرایا ہے کہ پچھلی جن امتوں نے

اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی ان پر خوفناک عذاب آیا، اور عذاب آنے کے بعد پھر کسی قوم کے ایمان لانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور حضرت یونس (علیہ السلام) کی قوم پر یہ عذاب اس لیے نہیں آیا تھا کہ وہ عذاب آنے سے فوراً پہلے ایمان لے آئے تھے۔ ☆۔۔مشرکین کی اس پر مذمت کی ہے کہ انھوں نے اللہ کے حلال رزق کو حرام کرلیا تھا۔☆۔۔اولیاء اللہ کو دنیا اور آخرت کی بشارت دینے کا ذکر فرمایا ہے۔☆۔۔کفار کی دل آزاد باتوں پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلی دی ہے۔☆۔۔اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو روئے زمین کے سب لوگ ایمان لے آتے۔☆۔۔انبیاء وسابقین میں سے حضرت نوح، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے احوال پر غور کی دعوت ہے۔☆۔۔اہل کتاب کی شہادت سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کے صدق کو بیان فرمایا ہے۔☆۔۔آخر میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ تلقین کی ہے کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تم میرے دین میں شک کرتے ہو تو میں اللہ ہی کی عبادت کروں گا اور اگر (بالفرض) اللہ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو آپ کو اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا، اور اگر وہ آپ کے لیے کسی خیر کا ارادہ کرے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا، جس نے ہدایت پائی تو اپنے فائدہ کے لیے اور جو گمراہ ہوا تو اس کا وبال صرف اسی پر ہے۔

مختصر خلاصہ :

دعوائے سورت:۔نفیِ شفاعت قہری۔ یہ دعویٰ سورت میں تین جگہ مذکور ہے۔ پہلے اجمالاً "مَا مِنۡ شَفِيۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِهٖ" پھر دلیل کے ضمن میں "وَيَقُوۡلُوۡنَ هٰٓؤُلَاۤءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ" اور تیسری بار تفصیلاً "قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ شَكٍّ مِّنۡ دِيۡنِىۡ الاٰية" اس دعوے کے ثبوت میں گیارہ دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ دس دلائل عقلیہ اور ایک دلیل وحی۔ دس دلائل عقلیہ میں سے ساتویں دلیل نفی شرک فعلی اور آٹھویں نفی شرک فی العلم کے لیے ہے اور باقی نفی شرک فی التصرف کے لیے ہیں۔ ان میں پانچویں دلیل علیٰ سبیل الاعتراف من الخصم ہے۔ تینوں جگہوں میں دلائل کا ثمرہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سورت میں موقع بموقع خصوصی زجریں، شکوے، تخویفیں اور بشارتیں بھی مذکور ہیں۔

سورة هود (11)

سورۃ کا نام وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام سورۃ ھود ہے کیونکہ اس سورت میں حضرت ھود (علیہ السلام) اور ان کی قوم عاد کا ذکر کیا گیا ہے : (ھود ۶۰ ۔ ۵۰) ہر چند کہ اس سورت میں دیگر انبیاء (علیہ السلام) کا بھی ذکر کیا گیا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی وجہ تسمیہ کے لیے صرف اتنا کافی ہوتا ہے کہ اسم اور مسمیٰ میں مناسبت ہو علاوہ ازیں اس سورت میں حضرت ھود (علیہ السلام) کا نام مبارک پانچ مرتبہ ذکر کیا گیا ہے اور کسی سورت میں ایسا نہیں ہے۔ نیز اس سورت میں یہ تصریح

ہے کہ عاد، حضرت ھود (علیہ السلام) کی قوم ہے اور کسی سورت میں اس طرح یہ تصریح نہیں ہے۔قرآن مجید میں ہے :الا بعدا للعاد قوم ھود۔(ھود ٦٠ :) سنو! ھود کی قوم عاد کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری ہے۔حضرت ھود (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو اللہ عزوجل کی عبادت کی طرف دعوت دی اور ان کو بتوں کی پرستش سے منع فرمایا اور جب انھوں نے اپنے کفر اور اپنی تکذیب پر اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز اور سخت آندھیوں کا عذاب بھیجا جو ان پر آٹھ دن اور سات راتوں تک مسلسل جاری رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :ولما جاء امرنا نجینا ھودا والذین امنوا معه برحمة منا ونجینھم من عذاب غلیظ وتلك عاد جحدوا بایت ربھم وعصوا رسله واتبعوا امر كل جبار عنید۔(ھود ٥٩ :۔ ٥٨) اور جب ہمارا عذاب آگیا تو ہم نے ھود اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی اور ہم نے ان کو سخت عذاب سے بچالیا اور یہ ہیں قوم عاد کے لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ظالم ضدی کے حکم کو مانا۔اور رہی قوم عاد تو وہ ایک سخت گرجتی ہوئی نہایت تیز آندھی سے ہلاک کی گئی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو ان پر متواتر سات حسوما فتری القوم فیھا صرعی كانھم اعجاز نخل خاویة فھل تری لھم من باقیة (الحاقہ ٦ :۔ ٨) راتوں اور آٹھ دنوں تک مسلط کر دیا تھا اے مخاطب! تو ان کو کھجور کے گرے ہوئے درختوں کی جڑوں کی طرح پڑا ہوا دیکھتا ہے تو کیا تو ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے۔

سورہ ھود کی آیات، زمانہ نزول اور نزول کا مقام:

سورہ ھود مکی ہے اور اس میں ایک سو تیئس آیتیں اور دس رکوع ہیں۔علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ١٢٧٠ ھ لکھتے ہیں :جمہور کے نزدیک سورہ ھود کی تمام آیات مکی ہیں اور اس میں کوئی استثناء نہیں ہے لیکن بعض علماء نے اس کی تین آیتوں کا استثناء کیا ہے، ھود ١٢ :، ھود ١٧ :اور ھود ١١٤ :،اس کی دلیل یہ ہے کہ حافظ جلال الدین سیوطی نے کہا ہے کہ یہ تین آیتیں ابوالیسر کے متعلق نازل ہوئی ہیں علامہ الدانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔(روح المعانی ج ٧ ص ٢٩٦،) سورہ ھود، سورہ یوسف سے پہلے اور سورہ یونس کے بعد نازل ہوئی ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ٥٢ ہے۔(التحریر والتنویر ج ١ ص ٣١٢،) سورہ ھود ہجرت سے کچھ پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی مفسرین نے لکھا ہے کہ سورہ ھود، سورہ یونس کے متصل بعد نازل ہوئی ہے یہ وہ زمانہ تھا جب مشرکین مکہ کی مسلمانوں پر زیادتیاں اور ان کا ظلم وستم حد سے بڑھ گیا تھا یہ وہی حالات تھے جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا پیش خیمہ تھے۔

ماقبل سے ربط :

سورہ ھود کو سورہ یونس سے دو طرح کا ربط ہے۔اول :

ربط تامی۔

سورۃ یونس مین جس طرح مسئلہ توحید کو بیان کیا گیا ہے اور شرک اعتقادی (شرک فی التصرف،شرک فی العلم) اور شرک فعلی کا جس انداز سے رد کیا گیا ہے جب تم اس کو اسی انداز سے بیان کرو گے تو تم مشرکین کی طرف سے طعن وملامت کا نشانہ بنو گے جس طرح حضرت ہود (علیہ السلام) کو ان کی قوم نے مسئلہ توحید بیان کرنے پر طرح طرح کے طعنے دیئے جیسا کہ اسی سورت کے چوتھے رکوع میں ہے۔"قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ الخ "اور"اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ "۔

دوم معنوی ربط :

جس کی تین تقریریں ہیں۔(1) سورۃ یونس کے آخر میں فرمایا"اِتَّبِعْ مَا یُوْحٰٓى اِلَیْكَ "اب سورۃ ہود کی ابتداء مین فرمایا" كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ "یعنی وہ مَا یُوْحٰی یہ کتاب محکم ہے اسی کی پیروی کرو۔(2) سورۃ یونس میں دلائل عقلیہ سے ثابت کر دیا گیا کہ اللہ کے یہاں کوئی شفیع غالب نہیں اور اب سورۃ ہود میں کہا جائے گا جب اللہ کے یہاں کوئی شفیع غالب نہیں تو حاجات میں مافوق الاسباب صرف اللہ ہی کو پکارو کیونکہ اس کے سوا کوئی عالم الغیب اور کارساز نہیں۔غیر اللہ کی پکار کا مسئلہ اگرچہ سورۃ یونس میں بھی ہے مگر اس مین زیادہ زور دلائل پر ہے اور سورۃ ہود میں زیادہ زور غیر اللہ کی پکار سے ممانعت پر ہے اس طرح پکار کی نفی سورۃ ہود کا موضوع ہے۔(3) سورۃ یونس میں دعوی توحید پر صرف عقلی دلائل پیش کیے گئے اب سورۃ ہود میں دلائل نقلیہ ذکر کیے جائیں گے۔جب اس سورت میں دعوائے توحید دلائل عقلیہ ونقلیہ سے مدلل ہو جائے گا تو کہا جائے گا کہ دعوی تو بالکل واضح اور ثابت ہے لیکن مشرک ضد وعناد کی وجہ سے نہیں مانتے۔

سورۃ ھود کے متعلق احادیث:

عَن ابْنِ عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ أَبُو بكر رَضِي الله عَنهُ :يَا رَسُول الله قد شبت؛قَالَ :شيبتني هود والواقعة والمرسلات وَعم يتساءلون وَإِذا الشَّمْس كورت

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق (رض) نے کہا : یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ بوڑھے ہو گئے فرمایا : مجھے ھود، الواقعہ، المرسلات، عم یتساء لون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔(سنن ترمذی رقم الحدیث ۳۲۹۷ :)

عَن كَعْب رَضِي الله عَنهُ قَالَ :قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم اقرأوا هود يَوْم الْجُمُعَة

کعب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جمعہ کے دن سورۃ ھود پڑھو۔(سنن دارمی رقم الحدیث: ۳۴۰۳،۳۴۰٤)

ایمان نہ لانے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیغام کو قبول نہ کرنے پر سورۂ یونس میں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید کا ذکر ہے لیکن سورۂ ھود میں اللہ تعالیٰ نے زیادہ قہر وغضب کا اظہار فرمایا ہے۔

عَن أبي عَليّ السّري رَضِي الله عَنهُ قَالَ :رَأيت النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقلت :يَا رَسُول الله رُوِيَ عَنْك أَنَّك قلت :شيبتني هود؟قَالَ :نعم،فَقلت :مَا الَّذِي شيبك مِنْهُ قصَص الْأَنْبِيَاء وهلاك الْأُمَم؟ قَالَ :لَا وَلَكِن قَوْله (فاستقم كَمَا أمرت) (هود الآيَة 112)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوعلی السری (رض) سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھ کر عرض کیا : یارسول اللہ! آپ سے روایت کیا گیا ہے کہ سورۂ ھود نے آپ کو بوڑھا کر دیا؟ آپ نے فرمایا : ہاں! میں نے عرض کیا : سورۂ ھود کی کسی چیز نے آپ کو بوڑھا کر دیا؟ کیا انبیاء (علیہم السلام) کے قصص اور ان کی امتوں کی ہلاکت نے؟ آپ نے فرمایا : نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے :فاستقم کما امرت (ھود ۱۱۲ :) سو آپ اسی طرح قائم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ (الدر المنثور ج ٤، ص ۲۹۸) اللہ تعالیٰ کے خوف کی شدت سے انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے :یوما یجعل الولدان شیبا (المزمل ۱۷ :) وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کائنات میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف تھا۔

سورت کا خلاصہ :

سورت کی ابتداء میں چار دعوے مذکور ہیں۔

پہلا دعویٰ :صرف اللہ ہی کو پکارو:

" اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ " خاصۃً صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو اور اسی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔" اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ " دعوائے نبوت ہے یہ جملہ معترضہ ہے۔ یعنی میں اسی مسئلہ (" اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ") کے لیے نذیر و بشیر بن کر آیا ہوں۔" يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا الخ " بشارت دنیوی واخروی ہے۔" وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ " تا " وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ " تخویف اخروی ہے۔

دوسرا دعویٰ :اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں:

" اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ " تا " كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ " ۔اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے ساری کائنات کے ذرے ذرے کو جانتا ہے اور زمین وآسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔" وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ الخ " جب ساری کائنات کا خالق ومالک ہی وہی تو پھر اس سے کیا چیز مخفی ہوگی؟" لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا " اور " لَيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ " شکوے

ہیں۔ "اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ الخ" جواب شکویٰ ہے۔ "وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ" تا "اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ" زجر ہے۔ "اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا الخ" بشارت اخروی ہے۔

تیسرا دعویٰ۔ "مَا يُوْحٰی" کی تبلیغ میں کوتاہی نہ ہونے پائے

"فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰی" تا "وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ"۔ (رکوع 2) جب آپ مسئلہ توحید کھول کر بیان کریں گے تو مشرکین کی طرف سے آپ پر تکلیفیں آئیں گی اور مطاعن کی بھرمار ہوگی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مشرکین کی باتیں سن کر آپ دل برداشتہ ہو جائیں اور مسئلہ توحید کے کسی پہلو یا کسی حصے کی تبلیغ نہ کریں۔ مشرکین اپنے خبث باطن کا اپنی زبانوں سے اظہار کرتے رہیں گے آپ ان کی پروا نہ کریں اور پوری استقامت اور جرات کے ساتھ مسئلہ توحید کی کماحقہ تبلیغ فرماتے رہیں۔ اگر مشرکین نہیں مانتے اور ضد وعناد سے انکار ہی کرتے ہیں تو آپ غم نہ کریں آپ کا کام صرف تبلیغ ہے آپ وہ کرتے رہیں منوانا آپ کے فرائض میں شامل نہیں۔ "اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ"۔ (رکوع 2)۔ یہ شکویٰ ہے اور "قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ الخ" جواب شکویٰ ہے۔ اگر بقول منکرین یہ قرآن آپ کا خود ساختہ ہے تو انھیں چیلنج کر دیں کہ اگر میں ایسا قرآن بنا سکتا ہوں تو تم بھی اہل لسان ہو اپنی پوری طاقت اور اپنے تمام ذرائع ووسائل بروئے کار لا کر اس قرآن جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ اور اپنے دعوے کی صداقت ثابت کرو۔ "فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ الخ" متعلق بجواب شکویٰ "مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا"۔ تا "وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ"۔ (رکوع 2) زجر مع تخویف اخروی۔

چوتھا دعویٰ۔ مسئلہ بالکل واضح ہے، معاندین بوجہ عناد نہیں مانتے:

"اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ"۔ تا "وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ"۔ (رکوع 2)۔ مسئلہ توحید بالکل واضح تھا عقل سلیم رکھنے والوں کے لیے اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ تھی کیونکہ عقلی دلائل اس کی تائید میں ہیں۔ اللہ کی کتاب قرآن اس کے حق میں بیان دے رہی ہے اور اس سے پہلے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب توراۃ جو تمام انبیاء بنی اسرائیل کے لیے دستور العمل تھی اس میں بھی یہ مسئلہ واضح اور روشن کیا گیا ہے لہٰذا مسئلہ توحید سراپا حق ہے مگر اس کے باوجود اکثر لوگ محض ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس کو نہیں مانتے۔

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی"۔ تا "فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ" زجر ہے اور منکرین معاندین کے لیے سخت وعید اور شدید تخویف اخروی ہے۔ "اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ"۔ عاجزی کرنے والوں اور رغبت کے ساتھ ماننے والوں کے لیے خوشخبری ہے۔

سورۂ ھود کے مضامین:

سورہ یونس کی طرح اس سورت میں بھی دین اسلام کے اصول اور عقائد بیان کیے گئے ہیں یعنی توحید، رسالت، بعثت، جزا اور سزا۔ اس سورت میں دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے :الر کتب احکمت ایته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر۔(ھود ۱ :) اور اس میں یہ بتایا ہے کہ انسان کی آزمائش کی جائے گی کہ کون اچھے عمل کرتا ہے :لیبلو کم ایکم احسن عملا۔(ھود ۷ :) مومن اور کافر میں یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ مومن سختی اور تنگی کے دنوں میں صبر کرتا ہے اور آسانی اور فراخی کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور کافر عیش اور راحت کے ایام میں تکبر کرتا ہے اور مصیبت اور سختی کے ایام میں مایوس ہو جاتا ہے۔(ھود ۱۱ :۔ ۹) دین کو قبول کرنے کے معاملہ میں انسانوں کی طبائع مختلف ہیں۔(ھود ۱۱۹ :۔ ۱۱۸) ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کفار اور مشرکین کی طرف سے اذیتیں پہنچتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے انبیاء سابقین کے قصص بیان فرمائے۔(ھود ۱۲۰ :) اس طرح کے اور مضامین ہیں جیسے مضامین اس سے پہلی سورت میں بیان فرمائے تھے۔ یہ سورت دوسری سورتوں سے اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں حضرت نوح (علیہ السلام) کے زمانہ میں جو طوفان آیا تھا اس کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

سورة یوسف (12)

سورۃ یوسف کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام واحد ہے اور وہ سورۃ یوسف ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سورت میں حضرت یوسف (علیہ السلام) کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں اس کے علاوہ اور کسی سورت میں آپ کا مفصل تذکرہ نہیں ہے، بلکہ سورۃ الانعام اور سورۃ مومن کے علاوہ اور کسی سورت میں آپ کا اسم مبارک بھی مذکور نہیں ہے،

اس کا مقام نزول اور زمانہ نزول:

یہ سورت مکی ہے۔ حافظ سیوطی نے امام النحاس، امام ابو الشیخ اور امام ابن مردویہ کے حوالوں سے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا کہ سورۃ یوسف مکہ میں نازل ہوئی ہے اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابن الزبیر (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ یوسف مکہ میں نازل ہوئی۔

أخرج النّحاس وَأَبُو الشَّيْخ وَابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :نزلت سُورَة يُوسُف بِمَكَّةوَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن الزبير رَضِي الله عَنهُ قَالَ :أنزلت سُورَة يُوسُف بِمَكَّة (الدر المنثور ج ٤ ص ٤٩٤،)

بعض روایات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ یوسف مکہ مکرمہ میں ہجرت سے کچھ پہلے نازل ہوئی تھی۔ امام حاکم سند صحیح کے

ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رفاعہ بن رافع زرقی اوران کے خالہ زاد بھائی مکہ مکرمہ گئے یہ چھ انصار کے روانہ ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے وہ دونوں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا ہم پر اسلام پیش کیجیے، آپ نے ان پر اسلام پیش کیا اور پوچھا آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ نے، آپ نے پوچھا تم کو کس نے پیدا کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ نے، پھر پوچھا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو ان کو کس نے بنایا ہے؟ انھوں نے کہا ہم نے پھر پوچھا خالق عبادت کا مستحق ہے یا مخلوق، کیا بت اس بات کے مستحق ہیں کہ تم ان بتوں کی عبادت کرو حالانکہ تم نے خود ان کو بنایا ہے جبکہ اللہ ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے بہ نسبت ان چیزوں کے جن کو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس کی دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اور رشتے جوڑنے اور دشمنی ترک کرنے اور لوگوں سے بغض نہ رکھنے کی دعوت دیتا ہوں۔ ہم نے کہا جس دین کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں وہ کیسے باطل ہوسکتا ہے یہ دین تو بہت بلند باتوں اور محاسن اخلاق سے ہے، آپ ہماری سواریوں کو ٹھہرائیں حتیٰ کہ ہم بیت اللہ ہو آئیں، پھر معاذ بن عفراء آپ کے پاس بیٹھے اور میں نے کعبہ کا طواف کیا اور میں نے سات تیر نکالے اور میں نے دعا کی کہ اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین برحق ہے تو اس کا تیر نکال دے اور سات مرتبہ اسی کی تائید میں تیر نکلا تو میں نے چلا کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، لوگ میرے گرد جمع ہوگئے اور انھوں نے کہا یہ دیوانہ ہے کسی نے کہا یہ شخص اپنے آبائی دین سے نکل گیا میں نے کہا بلکہ یہ مومن ہے، پھر میں مکہ کی بالائی طرف گیا جب مجھے معاذ نے دیکھا تو کہا رافع کا چہرہ تو ایسا ہوگیا ہے کہ پہلے ایسا کبھی نہ تھا، پھر میں آیا اور ایمان لے آیا اور ہمیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سورۃ یوسف اور اقرء باسم ربک سکھائی پھر ہم مدینہ لوٹ آئے۔ امام ابن سعد عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیر (رض) جب مدینہ آئے تو وہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے لگے عمرو بن الجموح نے ان کے پاس ایک آدمی بھیج کر پوچھا تم ہمارے پاس یہ کیا چیز لے کر آئے ہو۔ انھوں نے کہا اگر تم چاہو تو ہم تمہارے پاس آ کر تم کو قرآن مجید سنائیں، انھوں نے کہا ہاں! پھر انھوں نے ان سے ایک دن مقرر کیا اور ان کے سامنے سورۃ یوسف کی یہ آیات تلاوت کیں :الر تلك ایت الکتاب المبین انا انزلنه قرانا عربیا لعلکم تعقلون۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اس وقت آپ سورۃ یوسف کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اس نے کہا یا محمد! آپ کو اس کی کس نے تعلیم دی ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ نے اس کی تعلیم دی ہے وہ یہودی عالم یہ سن کر متعجب ہوا اس نے واپس جا کر یہود سے کہا اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسی طرح قرآن مجید

پڑھتے ہیں جس طرح توراۃ نازل ہوئی ہے پھر وہ یہودیوں کی ایک جماعت کے ساتھ حضور کے پاس آیا، انھوں نے آپ کو توراۃ میں مذکور صفت سے پہچان لیا اور انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا، انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سورۂ یوسف کی تلاوت کو سننا شروع کردیا اور وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ امام ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر (رض) کو فجر کی نماز میں سرہ یوسف پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

وَأخرج الْحَاكِم وَصَححهُ عَن رِفَاعَة بن رَافع الزرقي أنه خرج هُوَ وَابْن خَالَته معَاذ بن عفراء حَتَّى قدما مَكَّة وَهَذَا قبل خُرُوج السِتَّة من الْأَنْصَار فَأتيَا النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ :فَقلت أعرض عَليّ فَعرض عَلَيْهِ الإِسْلَام وَقَالَ من خلق السَّمَوَات وَالْأَرْض وَالْجِبَال قُلْنَا الله قَالَ :فَمن خَلقكُم قُلْنَا الله قَالَ :فَمن عمل هَذِه الْأَصْنَام الَّتِي تَعْبدُونَ قُلْنَا نَحن قَالَ: فالخالق أَحَق بِالْعبَادَة أم الْمَخْلُوق فَأَنْتُم أَحَق أَن يعبدوكم وَأَنْتُم عملتموها وَالله أَحَق أَن تَعْبُدُوهُ من شَيْء عملتموه وَأَنا أدعوكم إِلَى عبَادَة الله وَإِلَى شَهَادَة أَن لَا إِلَه إِلَّا الله وَأَنِّي رَسُول الله وصلَة الرَّحِم وَترك الْعدوان وبغض النَّاس؛قُلْنَا :لَو كَانَ الَّذِي تدعونا إِلَيْهِ بَاطِلا لَكَانَ من معالي الْأُمُور ومحاسن الْأَخْلَاق أمسك راحلتينا حَتَّى نأتي الْبَيْت فَجَلَسَ عِنْده معَاذ بن عفراء قَالَ :فطفت وأخرجت سَبْعَة أقداح فَجعلت لَهُ مِنْهَا قدحا فاستقبلت الْبَيْت فَضربت بهَا وَقلت :اللَّهُمَّ إِن كَانَ مَا يَدْعُو إِلَيْهِ مُحَمَّد حَقًا فَأخْرجهُ قدحه سبع مَرَّات قَالَ: فَضربت فَخرج سبع مَرَّات فصحت أشهد أَن لَا إِلَه إِلَّا الله وَأَن مُحَمَّد رَسُول الله فَاجْتمع النَّاس عَليّ وَقَالُوا :مَجْنُون رجل صبأقلت :بل رجل مُؤمن ثمَّ جِئْت إِلَى أَعلَى مَكَّة فَلَمَّا رَآنِي معَاذ قَالَ :لقد جَاءَ رَافع بِوَجْه مَا ذهب بِمثلِهِ فَجئْت وَآمَنت وَعلمنَا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم سُورَة يُوسُف و (اقْرَأ باسم رَبك) (سُورَة العلق الْآيَة 1) ثمَّ رَجعْنَا إِلَى الْمَدِينَةوَأخرج ابْن سعد عَن عِكْرِمَة أَن مُصعب بن عُمَيْر لما قدم الْمَدِينَة يعلم النَّاس الْقُرْآن بعث إِلَيْهِم عَمْرو بن الجموح :مَا هَذَا الَّذِي جئتمونا بِهِ فَقَالُوا :إِن شِئْت جئْنَاك فأسمعناك الْقُرْآن قَالَ :نعم؛فواعدهم يَوْمًا فجَاء فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقُرْآن {الر تِلْكَ آيَات الْكتاب الْمُبين إِنَّا أنزلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبيا لَعَلَّكُمْ تعقلون}(الدر المنشور ج ٤ ص ٤٩٥۔ ٤٩٤)

حضرت یعقوب اور حضرت یوسف (علیہما السلام) کا تذکرہ:

امام عبدالرحمن بن علی الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں : حضرت یعقوب (علیہ السلام)، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے

زمانہ میں پیدا ہوئے اور ان ہی کے زمانہ میں نبوت سے سرفراز کیے گئے۔ حضرت اسحاق (علیہ السلام) حضرت یعقوب کی طرف مائل تھے اور ان ہی کے حق میں دعا کرتے تھے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹ عیص سے کہا تم میرے لیے شکار کا گوشت لاؤ میں تمہارے لیے دعا کروں گا۔ حضرت یعقوب نے یہ بات سن لی وہ حضرت اسحاق کے لیے گوشت لے کر آئے۔ حضرت اسحاق نے ان کو عیص سمجھ کر ان کے حق میں دعا کردی، عیص کو جب پتا چلا تو انھوں نے حضرت یعقوب کو دھمکی دی کہ میں تم کو قتل کر دوں گا حضرت یعقوب بھاگ کر اپنے ماموں لابان کے پاس چلے گئے۔ ان کے ماموں نے اپنی بیٹی لیا سے ان کا نکاح کر دیا اس کے بطن سے ان کے ہاں چھ بیٹے پیدا ہوئے : روبیل، شمعون، یہوذا، لاوی، یساخر اور زیالون یا زیلون، پھر لیا فوت ہوگئیں تو حضرت یعقوب نے ان کی بہن راحیل سے نکاح کرلیا، ان کے بطن سے حضرت یوسف اور بن یامین پیدا ہوئے اس لفظ کا معنی ہے درد کا بیٹا کیونکہ راحیل نفاس میں فوت ہوگئیں تھیں۔ امام طبری نے ذکر کیا ہے کہ عربی میں بن یامیں کا معنی شداد (بہت سخت) ہے ان دو بیویوں کے علاوہ حضرت یعقوب کے ہاں ایک اور بیوی سے چار بیٹے مزید پیدا ہوئے اور ان کے کل بارہ بیٹے تھے۔ حضرت یعقوب کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبت حضرت یوسف (علیہ السلام) کی بیوی بنی۔ جب حضرت یوسف راحیل سے پیدا ہوئے تو حضرت یعقوب نے ان کو اپنی بہن کی گود میں دے دیا ان بہن ہی نے حضرت یوسف کی پرورش کی، سب سے پہلی مصیبت جو حضرت یوسف (علیہ السلام) پر نازل ہوئی وہ یہ تھی کہ حضرت اسحاق کی پہلی بیٹی اور حضرت یعقوب کی بڑی بہن اور حضرت یوسف کی پھوپھی کے پاس حضرت اسحاق کا منطقہ (کمر پر باندھنے کا پٹکا یا پیٹی) تھا جو وراثت سے ان کے پاس آیا تھا جب انھوں نے حضرت یوسف کو گود میں لیا تو وہ ان سے بہت زیادہ محبت کرنے لگیں حتیٰ کہ ان نے حضرت یعقوب سے حضرت یوسف کو مانگا اور کہا میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی، حضرت یعقوب نے کہا میں بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کی بہن نے کہا اس کو چند دن میرے پاس رہنے دو جب حضرت یعقوب ان کے پاس سے چلے گئے تو ان کی بہن نے وہ منطقہ حضرت یوسف کے کپڑوں کے نیچے ان کی کمر سے باندھ دیا پھر انھوں نے کہا حضرت اسحٰق کا منطقہ گم ہوگیا اس کو تلاش کرو وہ کہاں ہے، پھر وہ منطقہ حضرت یوسف سے برآمد ہوا، ان کی شریعت میں یہ مقرر تھا کہ جس کے پاس سے چوری کی چیز برآمد ہو اس کو مالک کی تحویل میں دے دیا جاتا تھا، لہٰذا حضرت یوسف ان کی تحویل میں دے دیئے گئے اور حضرت یعقوب کی بہن کے پاس ہی رہے حتیٰ کہ وہ فوت ہوگئیں، اسی وجہ سے حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہا تھا کہ : ان یسرق فقد سرق اخ له من قبل (یوسف ۷۷ :) اگر اس (بن یامین) نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کا بھائی چوری کر چکا ہے۔ حضرت یوسف (علیہ السلام) کا باقی حصہ سورۂ یوسف میں تفصیل سے آرہا ہے۔ وہاں انشاء اللہ ہم اس پر مفصل گفتگو کریں گے۔

(اتاریخ الطبری ج۱ ص ۲۳۲۔۲۳۱، الکامل فی التاریخ لا بن اثیر ج۱ ص ۷۸)

ماقبل سے ربط :

ربط نامی:

سورۃ یوسف کو سورۃ ہود کے ساتھ نامی ربط یہ ہے کہ سورۃ ہود میں جس مسئلہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں یہ مسئلہ اس قدر اہم اور ضروری ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) جیل میں بھی اس کی تبلیغ واشاعت کو نہ بھولے۔ قید خانے میں جب دو قیدیوں نے تعبیر لینے کے لیے ان کے سامنے اپنے خواب بیان کیے تو انھوں نے تعبیر دینے سے پہلے ان کو مسئلہ توحید اچھی طرح سمجھایا اور انھیں بتایا کہ غیر اللہ کی عبادت اور پکار پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ شرک عقل ونقل کے خلاف ہے اسی لیے اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کو مت پکارو۔

معنوی ربط:

یہ ہے کہ سورۃ ہود کا دوسرا دعویٰ تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب اور متصرف ومختار نہیں۔ اب سورۃ یوسف میں اس دعوی پر ایک بہت مفصل نقلی دلیل ذکر کی گئی۔ سورۃ ہود کا مقصودی دعوی تو پہلا ہی ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔ لیکن دوسرا دعوی چونکہ پہلے دعوے کے لیے بمنزہ علت و دلیل اور علت و دلیل کا مضبوط اور مستحکم ہونا معلول اور مدلول کے ثبوت و استحکام کو مستلزم ہے اس لیے دوسرے دعوے کو مفصل نقلی دلیل سے مضبوط کیا گیا۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب اور متصرف ومختار نہیں تو لا محالہ یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق بھی نہیں۔

سورۃ ہود میں متعدد انبیاء (علیہم السلام) کی زبان سے یہ دعوی ذکر کیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی پیغمبر فرشتہ یا ولی عبادت اور پکار کے لائق نہیں اور سورۃ یوسف میں ایک جلیل الشان پیغمبر جن کا باپ پیغمبر، دادا پیغمبر اور بیٹا پیغمبر (علیہم السلام) یعنی حضرت یعقوب (علیہ السلام) کا مفصل واقعہ ذکر کیا گیا جس کی ایک ایک کڑی سے یہ حقیقت واضح ہورہی ہے کہ وہ نہ غیب جانتے تھے نہ متصرف ومختار تھے اس لیے عبادت اور پکار کے لائق بھی نہ تھے، وہ اپنے فرزند ارجمند کی جدائی میں عرصہ دراز تک غمگین وآزردہ رہے مگر اس کا حال معلوم نہ ہوسکا اور نہ اس کی جدائی کو وصال میں بدل سکے۔

سورۃ یوسف کے مقاصد اور مضامین:

یہ سورت ہود کے بعد اور الحجر سے پہلے نازل ہوئی ہے اور جمہور کے قول کے مطابق ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ترپن ہے اور جس قدر تفصیل سے حضرت یوسف (علیہ السلام) کا قصہ ذکر کیا گیا ہے، قرآن مجید میں کسی اور نبی کا قصہ اس قدر تفصیل کے ساتھ نہیں ذکر کیا گیا۔ اس سورت کی اہم غرض حضرت یوسف (علیہ السلام) کے قصہ کو بیان کرتا ہے کہ ان کے بھائیوں سے ان سے کیسا ظالمانہ سلوک کیا حضرت یوسف (علیہ السلام) نے ان کے ظلم پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر کی ان کو بہترین جزا عطا

فرمائی۔ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے ان پر غلبہ پانے کے بعد ان کو کسی قسم کی ملامت نہیں کی اور ان کو معاف کر دیا اسی طرح سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ آپ کی قوم کے کافروں نے ظالمانہ سلوک کیا وہ آپ کے راستے میں کانٹے بچھا دیتے، کبھی نماز کی حالت قیام میں آپ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹنے لگتے، کبھی حالت سجدہ میں آپ کی مبارک پشت پر اوجھڑی رکھ دیتے، طائف میں تبلیغ کرنے گئے تو پتھر مار مار کر آپ کو لہولہان کر دیا، آپ انھیں نیکی اور دائمی نعمتوں کی طرف بلاتے تو وہ طعن تشنیع کے تیروں اور سب وشتم سے آپ کو جواب دیتے وہ آپ کے قتل کے درپے ہوئے اور آپ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا لیکن ایک وقت آیا کہ ان تمام ظالموں اور جفا کاروں کے سر آپ کی تلوار کے نیچے تھے، آپ ان پر ہر طرح غالب اور حاکم تھے اور یہ محکوم اور مغلوب تھے آپ ان سے ہر ظلم کا بدلہ لینے پر قادر تھے لیکن آپ نے ان کو معاف کر دیا اور صرف یہی فرمایا: آج کے دن میں تم کو کوئی ملامت نہیں کرتا۔ اس سورت سے معلوم ہوا کہ خواب کی تعبیر بھی ایک علم ہے اور یہ علم اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور یہ کہ رشتہ دار ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے، جس کو چاہتا ہے اپنے لطف سے نوازتا ہے اور یہ کہ وفا، امانت، عفت، صدق، صبر اور توبہ سے بندہ اللہ کی بارگاہ میں قرب اور مقبولیت حاصل کرتا ہے اور تمام اعمال کا مدار خاتمہ پر ہوتا اور یہ کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) عفت اور پارسائی کے سب سے بلند مقام پر تھے ان کو حسین اور جوان عورت نے گناہ کی دعوت دی اور وہ ذی اقتدار بھی تھی کوئی رکاوٹ نہ تھی کوئی دیکھنے والا نہ تھا لیکن حضرت یوسف (علیہ السلام) صرف خوف خدا سے اس سے دور بھاگے، اس نے کہا اگر اس نے میری خواہش پوری نہ کی تو میں اس کو قید کرا دوں گی، حضرت یوسف (علیہ السلام) نے قید خانہ کی سختیوں کو گلے لگا لیا اور اپنی پاک بازی کے دامن کو معصیت سے آلودہ ہونے نہ دیا نبی کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ قید خانہ میں تبلیغ دین کرتا رہتا ہے، آپ نے وہاں بھی قیدیوں کو توحید کی طرف بلایا اور لوگوں کو بت پرستی سے متنفر کیا یہ حضرت (علیہ السلام) کی شان کریمی تھی کہ جس سے آپ نے فرمایا تھا میرا بادشاہ کے سامنے ذکر کرنا اور اس نے ایک عرصہ تک ذکر نہیں کیا پھر جب وہ اپنے کام سے آپ کو بلانے آیا تو آپ نے اس کو ملامت نہیں کی اور حضرت یوسف (علیہ السلام) کی سیرت سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو کوئی نعمت حاصل کرنے سے پہلے اپنے اوپر لگی ہوئی تہمت اور بدنامی کو دور کرنا چاہیے، جب آپ کو قید خانہ سے آزادی کی نوید سنائی گئی تو آپ نے اس وقت تک قید خانہ سے نکلنے سے انکار کر دیا جب تک عزیز مصر کی بیوی کی لگائی ہوئی تہمت آپ سے دور نہ کر دی جائے۔ اس سورت میں گزشتہ امتوں کی تاریخ ہے ان کے قوانین اور ان کے نظام کے حکومت کا بیان ہے ان کی تجارت کے طریقوں اور ان کی سزاؤں کا ذکر ہے اس سورت میں انتہائی فصیح وبلیغ اور دلچسپ اور سنسنی خیز قصہ کا بیان ہے جس کی دلکشی اور شیرینی میں انسان مسحور ہو کر رہ جاتا ہے۔ نضر بن حارث کفار مکہ کو رستم اور سہراب کی عجیب وغریب داستانیں سنایا کرتا تھا لیکن جب انھوں نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کا یہ قصہ سنا تو انھیں اعتراف کرنا پڑا کہ

اس سے زیادہ حسین قصہ انھوں نے آج تک نہیں سنا تھا۔

حضرت یوسف (علیہ السلام) کے متعلق احادیث:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه »سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ أَتْقَاهُمْ لِلهِ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيلِ اللهِ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي النَّاسُ مَعَادِنُ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا«.

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو۔ صحابہ نے کہا: ہم نے آپ سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: پھر لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم اللہ کے نبی حضرت یوسف ہیں جو ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں۔ انھوں نے کہا: ہم آپ سے اس کے متعلق سوال نہیں کر رہے۔ آپ نے فرمایا: پھر تم معاون عرب کے متعلق مجھ سے سوال کر رہے ہو؟ لوگ معاون ہیں جو زمانہ جاہلیت میں سب سے بہتر ہے بشرطیکہ وہ فقیہ ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ٣٣٨٣ :)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم »يَرْحَمُ اللهُ لُوطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ ثُمَّ أَتَانِي الدَّاعِي لَأَجَبْتُهُ«.

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے وہ مضبوط قبیلہ کی پناہ میں آنا چاہتے تھے اور اگر میں حضرت یوسف جتنی مدت قید میں ٹھہرتا تو میں ضرور بلانے والے کے بلانے پر چلا جاتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ٣٣٨٧ :٦٣)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم »اللَّهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ«.

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دعا کی: اے اللہ عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اے اللہ سلمہ بن ہشام کو نجات دے اے اللہ ولید بن ولید کو نجات دے اے اللہ کمزور مسلمانوں کو نجات دے اے اللہ! مضر

پر اپنی گرفت کو سخت کر، اے اللہ! ان پر حضرت یوسف کے قحط کی سالوں کی طرح قحط کے سال مسلط کر دے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۳۸۶ :،)

سورت کا خلاصہ :

سورۃ یوسف میں چار دعوے مذکور ہیں۔(1) عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں غائبانہ امور کو جاننے کا کسی کو کوئی اختیار نہیں دیا گیا۔(2)۔مالک وکارساز اور متصرف ومختار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں، مافوق الاسباب امور میں اس نے کسی کو کوئی اختیار نہیں دے رکھا۔(3)۔آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اللہ کی طرف سے آپ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ (4) انبیاء سابقین (علیہم السلام) کی طرح آپ پر بھی مصائب آئیں گی لیکن آخرکار کامیابی اور فتح وظفر آپ ہی کے قدم چومے گی۔

سورة رعد (13)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام الرعد ہے، تمام متقدمین اور متاخرین سے اسی طرح منقول ہے۔نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد مبارک سے لے کر آج تک اس کے نام میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس کا نام الرعد رکھنے کی مناسبت یہ ہے کہ سورت الرعد کا ذکر ہے اور اس کے علاوہ اور کسی مکی سورت میں الرعد کا ذکر نہیں ہے۔اس سورت کی اس آیت میں الرعد کا ذکر ہے:

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَاۗءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ (الرعد :۱۳) بادل پر معین فرشتہ اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتا ہے، اور باقی فرشتے (بھی) اس کے خوف سے (حمد اور تسبیح کرتے ہیں) اور وہی گرجنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے ان بجلیوں کو گرا دیتا ہے درآنحالیکہ وہ اللہ کے متعلق جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ سخت گرفت کرنے والا ہے۔

الرعد کا معنیٰ:

امام حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں :بادل کی آواز کو رعد کہتے ہیں، روایت ہے کہ رعد وہ فرشتہ ہے جو بادل کو ہانکتا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی شخص کے ڈرانے اور دھمکانے کو رعد کہتے ہیں، کسی شخص کے کندھے خوف سے کپکپا رہے ہوں تو کہتے ہیں ارعدت فرائصہ خوفا (المفردات ج ا ص 261،) بادل کے گرجنے اور کڑکنے اور ڈرانے اور دھمکانے کو بھی رعد کہتے ہیں۔(المنجد ص 267، تہران 1367)

امام ابوعیسیٰ محمد بن ترمذی متوفی 1379ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :أَقْبَلَتْ يَهُودُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالُوا :يَا أَبَا الْقَاسِمِ،

أَخْبِرْنَا عَنِ الرَّعْدِ مَا هُوَ؟ قَالَ» :مَلَكٌ مِنَ المَلَائِكَةِ مُوَكَّلٌ بِالسَّحَابِ مَعَهُ مَخَارِيقُ مِنْ نَارٍ يَسُوقُ بِهَا السَّحَابَ حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ« فَقَالُوا :فَمَا هَذَا الصَّوْتُ الَّذِي نَسْمَعُ؟ قَالَ» :زَجْرَةٌ بِالسَّحَابِ إِذَا زَجَرَهُ حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى حَيْثُ أُمِرَ

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس یہود آئے اور کہنے لگے کہ یا ابا القاسم! ہمیں بتائیے کہ رعد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا یہ بادلوں کو ڈانٹتا اور جھڑکتا ہے، جب وہ (فرشتہ) بادلوں کو ڈانٹتا اور جھڑکتا ہے تو بادل وہاں پہنچتے ہیں جہاں پہنچنے کا انھیں حکم دیتا ہے۔ (الحدیث) (سنن الترمذی رقم الحدیث 3117)

قرآن مجید میں ہے :وَالصَّافَّاتِ صَفًّا (۱) فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا (۲) (الصفت 1:،2) ان فرشتوں کی قسم جو صف باندھتے عبادت کر رہے ہیں۔ پس ان فرشتوں کی قسم جو بادلوں کو جھڑک کر ہنکار رہے ہیں۔

سورۃ الرعد کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف:

خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

أخرج النّحاس فِي ناسخه عَن ابْن عَبَّاس - رَضِي الله عَنْهُمَا - قَالَ :سُورَة الرَّعْد نزلت بِمَكَّةوَأخرج سعيد بن مَنْصُور وَابْن الْمُنْذر عَن سعيد بن جُبَير - رَضِي الله عَنهُ - قَالَ: سُورَة الرَّعْد مَكِّيَّةوَأخرج أَبُو الشَّيْخ وَابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن عَبَّاس - رَضِي الله عَنْهُمَا - قَالَ :نزلت سُورَة الرَّعْد بِالْمَدِينَةوَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن الزبير - رَضِي الله عَنهُ - قَالَ :نزلت الرَّعْد بِالْمَدِينَةوَأخرج ابْن الْمُنْذر وَأَبُو الشَّيْخ عَن قَتَادَة - رَضِي الله عَنهُ - قَالَ: سُورَة الرَّعْد مَدَنِيَّة إِلَّا آيَة مَكِّيَّة {وَلَا يزَال الَّذين كفرُوا تصيبهم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَة}

حضرت ابن عباس (رض) اور علی بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ سورۃ الرعد مکی ہے۔ امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ ابی بشر نے سعید بن جبیر سے اس آیت کے متعلق پوچھا :ومن عندہ علم الکتاب (الرعد:43) کیا یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام (رض) کے متعلق ہے؟ انھوں نے کہا یہ ان کے متعلق کیسے ہو سکتی ہے، یہ مکی سورت ہے، (امام النحاس نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الرعد مدنی ہے، امام ابن مردویہ نے حضرت ابن الزبیر سے روایت کی ہے کہ الرعد مدنی ہے، قتادہ نے کہا چند آیات کے سوا اس کی تمام آیات مکہ میں نازل ہوئیں۔ الدر المنثور)

اس سورت کے مدنی ہونے کی تائید میں اربد بن قیس اور عامر بن الطفیل کا قصہ ہے جن کے متعلق الرعد 8:۔ 13 کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اس اختلاف میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ چند آیتوں کے سوا اس سورت کی باقی تمام آیتیں مکی ہیں۔ (الاتقان ج ا ص 64،)

اربد بن قیس اور عامر بن الطفیل کا قصہ:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَرْبَدَ بْنَ قَيْسِ بْنِ جُزَيِّ بْنِ خَالِدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ كِلَابٍ وَعَامِرَ بْنَ الطُّفَيْلِ بْنِ مَالِكٍ قَدِمَا الْمَدِينَةَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْتَهَيَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ، فَجَلَسَا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ :يَا مُحَمَّدُ، مَا تَجْعَلُ لِي إِنْ أَسْلَمْتُ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» :لَكَ مَا لِلْمُسْلِمِينَ، وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْهِمْ« ، قَالَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ :أَتَجْعَلُ لِيَ الْأَمْرَ إِنْ أَسْلَمْتُ مِنْ بَعْدِكَ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» :لَيْسَ ذَلِكَ لَكَ، وَلَا لِقَوْمِكَ، وَلَكِنْ لَكَ أَعِنَّةُ الْخَيْلِ« ، قَالَ :أَنَا الْآنَ فِي أَعِنَّةِ خَيْلِ نَجْدٍ، اجْعَلْ لِيَ الْوَبَرَ، وَلَكَ الْمَدَرَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» :لَا« . فَلَمَّا قَفَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَامِرٌ :أَمَا وَاللهِ لَأَمْلَأَنَّهَا عَلَيْكَ خَيْلًا وَرِجَالًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» :يَمْنَعُكَ اللهُ« ، فَلَمَّا خَرَجَ أَرْبَدُ وَعَامِرٌ قَالَ عَامِرٌ :يَا أَرْبَدُ، أَنَا أَشْغَلُ عَنْكَ مُحَمَّدًا بِالْحَدِيثِ، فَاضْرِبْهُ بِالسَّيْفِ؛ فَإِنَّ النَّاسَ إِذَا قَتَلْتَ مُحَمَّدًا لَمْ يَزِيدُوا عَلَى أَنْ يَرْضَوْا بِالدِّيَةِ، وَيَكْرَهُوا الْحَرْبَ، فَسَنُعْطِيهِمُ الدِّيَةَ، قَالَ أَرْبَدُ :أَفْعَلُ. فَأَقْبَلَا رَاجِعَيْنِ إِلَيْهِ، فَقَالَ عَامِرٌ :يَا مُحَمَّدُ، قُمْ مَعِي أُكَلِّمْكَ، فَقَامَ مَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَلَيَا إِلَى الْجِدَارِ، وَوَقَفَ مَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُهُ، وَسَلَّ أَرْبَدُ السَّيْفَ، فَلَمَّا وَضَعَ يَدَهُ عَلَى قَائِمِ السَّيْفِ يَبِسَتْ عَلَى قَائِمِ السَّيْفِ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ سَلَّ السَّيْفِ، فَأَبْطَأَ أَرْبَدُ عَلَى عَامِرٍ بِالضَّرْبِ، فَالْتَفَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَأَى أَرْبَدَ وَمَا يَصْنَعُ، فَانْصَرَفَ عَنْهُمَا، فَلَمَّا خَرَجَ عَامِرٌ وَأَرْبَدُ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَا بِالْحَرَّةِ حَرَّةِ وَاقِمٍ، نَزَلَا فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ وَأُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ فَقَالَا :اشْخَصَا يَا عَدُوَّيِ اللهِ، لَعَنَكُمَا اللهُ، قَالَ عَامِرٌ :مَنْ هَذَا يَا سعدُ؟ قَالَ :هَذَا أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ الْكَتَائِبِ، قَالَ: فَخَرَجَا حَتَّى إِذَا كَانَا بِالرَّقْمِ أَرْسَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى أَرْبَدَ صَاعِقَةً فَقَتَلَتْهُ، وَخَرَجَ عَامِرٌ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْحَرِّ، ثُمَّ أَرْسَلَ اللهُ عَلَيْهِ قَرْحَةً فَأَخَذَتْهُ، فَأَدْرَكَهُ اللَّيْلُ فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي سَلُولٍ، فَجَعَلَ يَمَسُّ قُرْحَتَهُ فِي حَلْقِهِ وَيَقُولُ :غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْجَمَلِ فِي بَيْتِ سَلُولِيَّةٍ، يَرْغَبُ أَنْ يَمُوتَ فِي بَيْتِهَا، ثُمَّ رَكِبَ فَرَسَهُ، فَأَحْضَرَهُ حَتَّى مَاتَ عَلَيْهِ رَاجِعًا، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ

فِيهِمَا {اللهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَى وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ} [الرعد8 :] إِلَى قَوْلِهِ {مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ} [السجدة4 :] ، قَالَ :الْمُعَقِّبَاتُ مِنْ أَمْرِ اللهِ يَحْفَظُونَ مُحَمَّدًا، ثُمَّ ذَكَرَ أَرْبَدَ وَمَا قَتَلَهُ بِهِ، قَالَ {هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا} [الرعد12 :] إِلَى قَوْلِهِ {وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ} [الرعد13 :]

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ اربد بن قیس، اور عامر بن الطفیل مدینہ میں آئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچے، اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے، وہ دونوں آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔عامر بن الطفیل نے کہا اگر میں اسلام لے آؤں تو کیا آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنائیں گے۔رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نہیں، لیکن تم گھوڑوں پر بیٹھ کر جہاد کرنا۔اس نے کہا میرے پاس تو اب بھی نجد میں گھوڑے ہیں، پھر اس نے کہا آپ دیہات میرے سپرد کر دیں اور شہر آپ لے لیں، آپ نے فرمایا نہیں جب وہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے اٹھنے لگے تو عامر نے کہا اللہ کی قسم! میں آپ کے خلاف گھوڑے سواروں کو اور پیادوں کو جمع کروں گا۔آپ نے فرمایا اللہ تم کو اس اقدام سے باز رکھے گا۔جب وہ دونوں وہاں سے نکل گئے تو عامر نے (چپکے سے) کہا اے اربد میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو باتوں میں لگاتا ہوں تم تلوار سے ان کا سر اڑا دینا، اور جب تم نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر دیا تو زیادہ سے زیادہ یہ لوگ دیت کا مطالبہ کریں گے، اور ہم سے جنگ کرنے کو ناپسند کریں گے اور ہم ان کو دیت ادا کر دیں گے۔اربد نے کہا ٹھیک ہے! پھر وہ دونوں دوبارہ آپ کے پاس آئے، عامر نے کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اٹھیں میں آپ کے ساتھ کچھ بات کرنا چاہتا ہوں! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اٹھے اور دونوں باتیں کرتے ہوئے دیوار کے پاس چلے گئے۔وہاں اور کوئی نہیں تھا۔عامر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ باتیں کرنے لگا اور اربد تلوار سونتنے لگا۔جب اس نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا، اور وہ تلوار نہ نکال سکا۔جب اربد نے دیر لگا دی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مڑ کر دیکھا اور آپ نے دیکھ لیا کہ اربد کیا کرنے والا تھا پھر آپ واپس چلے آئے۔جب عامر اور اربد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے چلے گئے اور حرہ رقم میں پہنچے تو ان کو حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ملے، انھوں نے کہا اے اللہ کے دشمنو! ٹھہر جاؤ عامر نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت سعد نے کہا یہ اسید بن حضیر کاتب ہے حتی کہ جب وہ مقام رقم پر پہنچے تو اللہ عزوجل نے اربد پر بجلی گرا دی جس سے اربد ہلاک ہو گیا۔(امام واحدی کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کی کارروائی دیکھی تو آپ نے ان کے خلاف دعا کی :اے اللہ! ان سے میرا بدلا لے) اور جب عامر آگے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم میں پھوڑے اور چھالے پیدا کر دیے۔اس نے بنو سلول کی ایک عورت کے ہاں رات گزاری، اس کے حلق تک پھوڑے ہو گئے اور ان کی تکلیف کی وجہ

سے وہ موت کی خواہش کرنے لگا۔اور پھر مرگیا اس وقت الرعد 13:۔ 8 کی آیات نازل ہوئیں۔
(المعجم الکبیر رقم الحدیث 1، 10760 حافظ الہیثمی نے کہا ہے ان کی سند میں عبدالعزیز بن عمران ضعیف راوی ہے، مجمع الزوائد ج 7 ص 42)

اس موقع پر جو آیت نازل ہوئیں وہ یہ ہیں:

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنثَى وَمَا تَغِيضُ الأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُ بِمِقْدَارٍ (٨) عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ (٩)سَوَاءٌ مِنكُم مَنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ (١٠) لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُم مِن دُونِهِ مِن وَالٍ (١١) هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (١٢) وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَن يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ (١٣)

ہر مادہ کے حمل کو اللہ ہی جانتا ہے اور ہر رحم کے سکڑنے اور پھیلنے کو بھی وہی جانتا اور ہر چیز کا اس کے نزدیک اندازہ ہے۔وہ ہر غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے سب سے بڑا، نہایت بلند ہے۔تم میں سے کوئی چپکے سے بات کرے یا زور سے بولے، وہ رات کو چھپ جائے یا دن میں چلنے والا ہو اس کے لیے برابر ہے۔اس کے باری باری آنے والے محافظ فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کے سامنے سے اور اس کے پیچھے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، بیشک اللہ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدل دیں، اور اللہ کسی قوم کو مصیبت میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں ہے، اور اس کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔وہی ہے جو تم کو (کبھی) ڈرانے کے لیے اور (کبھی) امید دلانے کے لیے بجلی کی چمک دکھاتا ہے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔بادل پر معین فرشتہ اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتا ہے اور فرشتے اس کے خوف سے۔اور وہی گرجنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے ان بجلیوں کو گرا دیتا ہے اور وہ اللہ کے متعلق جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ سخت گرفت کرنے والا ہے۔

بہر حال چند آیات کے علاوہ اس سورت کی اکثر آیات مکی ہیں۔اس پوری سورت کا مضمون ان ہی سورتوں کے موافق ہے جو مکی سورتیں ہیں کیونکہ اس سورت میں زیادہ تر توحید، قیامت اور جزا اور سزا کا بیان ہے اور مکی سورتوں کا خاصہ ہے جبکہ مدنی سورتوں میں مومنوں سے خطاب ہوتا ہے اور احکام شرعیہ کا بیان ہوتا ہے۔

ماقبل سے ربط :

ربط اسمی:

سورۃ رعد کو سورۃ یوسف کے ساتھ ربط اسمی یہ ہے کہ مسئلہ توحید اس قدر اہم، ضروری اور واضح ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے قید خانے میں بھی اس کی تبلیغ کی اور خواب کی تعبیر پوچھنے والوں کو پہلے مسئلہ توحید سمجھایا اور بعد میں خوابوں کی تعبیر بتائی اور رعد فرشتہ اور دوسرے تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی ہیبت سے لرزاں و ترساں ہیں اور ہر وقت اس کی تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے اور ہر قسم کے شرک سے اس کی پاکیزگی بیان کرتے رہتے ہیں۔

ربط معنوی:

دونوں کے درمیان معنوی ربط یہ ہے کہ سورۃ یوسف میں ایک بہت بڑی اور مفصل نقلی دلیل سے ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پیغمبر، کوئی ولی، کوئی فرشتہ اور کوئی جن و بشر عالم الغیب اور کارساز نہیں۔ سورۃ یوسف تک یہ دونوں دعوے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کر دیئے گئے یہاں تک کہ اب مسئلہ توحید نظری نہیں رہا بلکہ بدیہی ہو گیا۔ معاندین اب محض ضد و عناد کی وجہ سے نہیں مانتے لیکن اس کے باوجود احتمال تھا کہ یہ دعوے اب تک کسی پر مخفی رہ گئے ہوں اس لیے ان دونوں دعوؤں کی مزید توضیح و تفہیم کے لیے سورۃ رعد میں گیارہ دلائل بطور تنبیہ ذکر کیے گئے ہیں۔

سورت الرعد کے مضامین اور مقاصد:

(1) اس سورت کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل سے کی گئی ہے اور آسمان اور زمین اور سورج اور چاند اور رات اور دن، اور پہاڑوں اور دریاؤں اور باغات اور ان کے مختلف رنگوں، خوشبوؤں اور ذائقوں کو پیدا کرنے سے استدلال فرمایا ہے اور اس پر استدلال فرمایا ہے کہ اسی نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے اور وہی اس کو فنا کرے گا۔ اور فنا کے بعد پھر ان سب کو زندہ فرمائے گا۔ اور وہی ضرر اور نفع پہنچانے پر قادر ہے۔ ان تمام امور میں وہ منفرد ہے ان میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

(2) وہ قیامت کو قائم کرے گا، اور سب کو زندہ کر کے جمع فرمائے گا اور کفار اور منکرین کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔

(3) یہ بتایا ہے کہ فرشتے انسان کے اعمال کو لکھتے ہیں اور انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔

(4) حق اور باطل کی، اللہ کے عبادت گزاروں اور بتوں کے پجاریوں کی محسوس مثالیں دی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ باطل پرستوں کی مثال جھاگ کی طرح ہے، جس کی کوئی نہیں ہوتی، جب سونے اور چاندی کو آگ میں پگلایا جائے تو اوپر ابھرنے والا میل کچیل باطل کی طرح ہے۔ اور نیچے بچ جانے والا خالص اور صاف مادہ حق کی مثال ہے۔

(5) متقین اور اہل سعادت دیکھنے والوں کی طرح ہیں اور نافرمان اور مفسد اندھوں کی طرح ہیں۔

(6) اللہ سے ڈرنے والوں کو دائمی جنتوں کی بشارت دی ہے۔اور عہد شکن اور منکروں کو دوزخ کے دائمی عذاب سے ڈرایا ہے۔

(7) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نصب العین۔شرک سے منع کرنا اور صرف اللہ عزوجل کی عبادت کی دعوت دینا ہے اور مشرکین کی ہم نوائی سے روکنا ہے۔

(8) تمام رسول نوع انسان سے بھیجے گئے وہ بھی انسان اور بشر ہیں لیکن انسان کامل اور افضل ترین بشر ہیں۔ان کی بیویاں اور اولاد ہیں اور یہ اس لیے کہ بیویوں اور اولاد کے ساتھ طرز معاشرت میں ان کے نمونہ پر ان کے پیروکار عمل کریں۔اور وہ کسی فرمائشی معجزہ کو اللہ کی اجازت اور اس کی مشیت کے بغیر پیش نہیں کر سکتے اور ان کا منصب صرف تبلیغ کرنا ہے اور جزاء اور سزا دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

(9) ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے انبیائے (علیہم السلام) کے منکروں کو ناکام اور انبیاء (علیہم السلام) کو فائز المرام کیا۔

(10) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنی دی ہوئی نعمتیں یاد دلائی اور یہ بتایا کہ وہی تمام مخلوق کی عبادت کا مستحق ہے، نہ کہ ان کے باطل معبود۔

(11) اللہ تعالیٰ ہر چھپی ہوئی اور ظاہر چیز کا جاننے والا ہے اور ان کے نام نہاد اور باطل معبود کچھ جانتے ہیں اور کسی کو کوئی نعمت دینے پر قادر ہیں۔

(12) قیامت سے ڈرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے

(13) مشرکین جو فرمائشی معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں وہ محض کٹ حجتی اور عناد سے کرتے ہیں، وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

(14) اس سورت کو اس پر ختم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت اور رسالت کی شہادت دیتا ہے، اسی طرح اہل کتاب میں مومنین بھی آپ کی نبوت کی شہادت دیتے ہیں، کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں وہ علامتیں پائی جاتی ہیں جو آخری نبی کے متعلق ان کی کتابوں میں درج ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں کہ قرآن مجید ان کی کتابوں کا مقصد ہے۔

مختصر خلاصہ :

سورۃ رعد میں سورۃ یوسف کے دونوں دعووں (اللہ کے سوا کوئی غیب داں اور کارساز نہیں) پر بطور تنبیہ گیارہ دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔آٹھ دلائل عقلیہ، دو وحی اور ایک نقلی۔آٹھ دلائل عقلیہ میں سے دوسری اور آٹھویں دلیلیں غیر اللہ سے حاضر و ناظر ہونے اور علم غیب کی نفی کرتی ہیں اور باقی دلائل گیر اللہ کے کارساز اور متصرف و مختار ہونے کی نفی کرتے ہیں۔پہلی عقلی دلیل۔"اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ"۔تا۔"لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ"۔(رکوع 1)۔دوسری عقلی دلیل۔"اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ" تا "وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ"۔تیسری عقلی دلیل۔"هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ۔تا" وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ"۔ان تینوں دلیلوں کے بعد لَهٗ

دَعْوَةُ الْحَقِّ سے ان کا نتیجہ و ثمرہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد "وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ" سے مثال دے کر معبودان باطلہ کی بے بسی اور عاجزی کو واضح کیا گیا ہے۔ چوتھی عقلی دلیل "وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ"۔ پانچویں عقلی دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم : "قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ" جب تم اللہ ہی کو زمین و آسمان کا خالق و مالک مانتے ہو تو کارساز بھی صرف اسی کو سمجھو۔ "قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ" سے دوبارہ دلائل مذکورہ کا ثمرہ بیان کیا گیا ہے۔ چھٹی عقلی دلیل بطور تمثیل۔ معبودان باطلہ فانی ہیں۔ اور معبود حق باقی اور لازوال ہے۔ اس کے بعد "لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا الخ" سے ماننے والوں کو بشارت اخروی اور "وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا الخ" سے نہ ماننے والوں کو تخویف اخروی سنائی گئی ہے۔ اور پھر "اَفَمَنْ يَّعْلَمُ" کو لف ونشر مرتب کے طور پر بشارت اکروی اور تخویف اخروی پر متفرع کیا گیا ہے اور اس کے بعد "اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ الخ" سے مستحقین بشارت کے اوصاف اور بشارت اخروی کا اعادہ کیا گیا اور "وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ" سے مستحقین عذاب کے اوصاف اور تخویف اخروی کا اعادہ کیا گیا۔ ساتویں عقلی دلیل۔ "اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ الخ" اس کے بعد "كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ الخ" سے پہلے دلیل وحی بیان کی گئی۔ آٹھویں عقلی دلیل۔ "اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ الخ" اس کے بعد "وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ" مومنین اہل کتاب سے دلیل نقلی ذکر کی گئی۔ پھر "قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ الخ" سے دوسری دلیل وحی کا ذکر کیا گیا۔ اس کے بعد "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا - تا - وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ" میں چار مقدر سوالوں کے جواب دیئے گئے۔ درمیان میں حسب مواقع شکوے، زجریں، بشارتیں اور تخویفیں مذکور ہیں۔

سورۃ ابراھیم(14)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام ابراھیم ہے، کیونکہ اس سورت میں حضرت ابراھیم (علیہ السلام) کا ذکر ہے، حضرت ابراھیم (علیہ السلام) کا ذکر اس سورت کی اس آیت میں ہے :

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراھیم ۳۵ :) اور جب ابراھیم نے دعا کی اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھ۔

ہر چند کہ قرآن مجید کی اور سورتوں میں بھی ابراھیم (علیہ السلام) کا ذکر ہے، لیکن ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی، کسی چیز کا نام رکھنے کے لیے ضروری ہے اس چیز میں اور نام میں مناسبت ہو لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں بھی وہ مناسبت ہو وہاں وہ نام بھی ہو۔

سورت ابراھیم کا زمانہ نزول :

جمہور مفسرین کے نزدیک سورت ابراھیم مکی ہے، ماسوا دو آیتوں کے اور وہ یہ ہیں :

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (٢٨) جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ (ابراھیم. 29، 28)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا، اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتار دیا۔ (وہ گھر) جہنم ہے اس میں وہ سب داخل ہوں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے۔

یہ دو آیتیں مشرکین بدر کے متعلق نازل ہوئیں تھیں، یہ سورت، سورت شوری کے بعد اور سورت انبیاء سے پہلے نازل ہوئی ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے یہ سترنمبر کی سورت ہے۔ اس سورت کا تعلق مکی زندگی کے آخری دور سے ہے۔

ماقبل سے ربط:

ربط اسمی:

سورۃ ابراہیم (علیہ السلام) کو ماقبل کے ساتھ اسمی ربط یہ ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) کا توحید کے بارے میں بیان سن چکے ہو جو انھوں نے جیل میں قیدیوں کے سامنے دیا، نیز رعد اور دوسرے فرشتوں کا حال بھی سن لیا کہ وہ بھی ہر وقت شرک سے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے رہتے ہیں اب حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) کا حال بھی دیکھ لو کہ وہ اپنے اہل وعیال کو بحکم الٰہی ایک بے آب وگیاہ بیابان میں چھوڑ کر اللہ کی توحید کا اعلان کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب اور کارساز نہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی"

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ـ رَبَّنَا اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَ مَا نُعْلِنُ " اور " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ " (رکوع 6)۔

ربط معنوی:

گزشتہ سورتوں میں مسئلہ توحید کو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے واضح کیا گیا یہاں تک کہ مسئلہ توحید بدیہی ہوگیا۔ اس کے بعد سورۃ رعد میں مزید دلائل بطور تنبیہات کا ذکر کیا گیا تاکہ شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے مگر معاندین پھر بھی نہیں مانتے اب سورۃ ابراہیم میں دلائل توحید کے ساتھ وقائع دنیوی واخروی بیان کرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ بعض طبائع خوشخبری یا ڈر سن کر براہ راست پر آجاتی ہیں۔ وقائع سے تخویفات دنیوی واخروی اور انعامات مراد ہیں۔

سورت ابراھیم کے مضامین اور مقاصد :

اس سورت کی ابتداء حروف مقطعات سے کی گئی ہے جس سے یہ بتایا گیا کہ قرآن مجید ان ہی حروف سے ایسا کلام بنا کر لے آؤ! اور اس سورت کو قرآن کی اس صفت کے ساتھ شروع کیا گیا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کو کفر کے اندھیروں سے اسلامی روشنی میں لاتا اور انسانوں کو ان کے رب اور ان کے معبود کے راستہ پر گامزن کر دیتا ہے اور اس سورت میں کفار کو وعید سنائی گئی ہے اور یہ بتایا ہے کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوئی پہلے اور نئے رسول نہیں ہیں اور جس طرح آپ سے پہلے رسولوں کا بشر اور انسان ہونا ان کی رسالت کے منافی نہیں تھا اس طرح آپ کا بشر اور رسول ہونا بھی آپ کی نبوت اور رسالت کے منافی نہیں ہیں پھر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) مثال بیان فرمائی ہے۔ جن کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا تھا اور بنو اسرائیل کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا تھا، اور اس ضمن میں کفار مکہ کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے پر برانگیختہ فرمایا ہے۔

حضرت نوح کی قوم اور قوم عاد کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے بعد کی اقوام کا ذکر فرمایا ہے اور ان قوموں نے اپنے رسولوں کی جو تکذیب کی اور اس کے نتیجہ میں ان پر جو عذاب آیا اس کا ذکر فرما کر ان کو ڈرایا ہے تا کہ کفار مکہ عبرت پکڑیں اور نصیحت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اپنی مصنوعات اور مخلوقات استدلال فرمایا ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بتا ہے کہ وہ اپنے معبودوں کی جو پرستش کر رہے ہیں وہ محض دھوکا ہے اور شیطان کا دیا ہو فریب ہے۔ حشر کے دن ان کے خود ساختہ معبود ان سے برأت کا اظہار کر دیں گے اور شیطان بھی ان سے بری ہو جائے گا اور اس دن مسلمانوں اور کافروں کی کیا کیفیت ہوگی! اسلام کی فضیلت اور کفر کی مذمت بیان کی گئی ہے، اور ان کافروں کے حال پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری سے بدل ڈالا، پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنی بعض نعمتوں کا بیان فرمایا ہے، حضرت ابراھیم (علیہ السلام) کو تمام کفار مکہ مانتے تھے اس لیے حضرت ابراھیم (علیہ السلام) کی شخصیت، ان کی صفات، ان کا دین اور ان کی زندگی کے اہم واقعات کو اختصار سے بیان فرمایا ہے تا کہ کفار مکہ اس پر غور کریں کہ حضرت ابراھیم (علیہ السلام) کے قریب ان کا دین ہے یا حضرت ابراھیم (علیہ السلام) کے قریب وہ دین ہے جس کو سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پیش کیا ہے۔

مختصر خلاصہ :

سورۃ ابراھیم کا مقصد وقائع امم سابقہ اور ایام اللہ تعالیٰ کی تذکیر سے لوگوں کو راہ راست پر لاتا ہے۔ اس لیے اس سورت میں سات وقائع مذکور ہیں اور ساتھ ہی توحید پر تین عقلی دلیلیں اور دو نقلی دلیلیں بھی پیش کی گئی ہیں۔

عقلی دلیلیں:

پہلی عقلی دلیل : "اَللّٰهُ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ" (رکوع 1)۔ جب ساری کائنات کا مالک ومختار اللہ تعالیٰ

ہے تو کارساز بھی وہی ہے۔

دوسری عقلی دلیل : "اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ" (رکوع 3)۔ یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی مسئلہ توحید کو واضح کرنے کے لیے کی ہے۔

تیسری عقلی دلیل : "اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ تا "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ" (رکوع 5)۔ جو اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور سارا نظام عالم جس کے اختیار و تصرف میں ہے وہی تم سب کا کارساز ہے۔

نقلی دلیلیں؛

پہلی دلیل نقلی اجمالی از تمام انبیاء علیہم السلام۔ "ضَرَبَ اللّٰهُ كَلِمَةً طَيِّبَةً" (رکوع 4) یہ کلمہ توحید کی مثال ہے جس کی تبلیغ و اشاعت تمام انبیاء (علیہم السلام) کا مقصد زندگی تھا۔

دوسری دلیل نقلی تفصیلی از حضرت ابراہیم (علیہ السلام)۔ "وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ۔ تا "اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَاءِ۔ (رکوع 6)۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ وہ ان کو اور ان کی اولاد کو شرک سے بچائے۔ نیز اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے۔

وقائع امم سابقہ :

وقائع سے دنیوی اور اخروی تخویفات مراد ہیں۔ یہاں دو دنیوی تخویفیں مذکور ہیں اور چار اخروی۔

اول دنیوی : "اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ" (رکوع 2) معاندین امم سابقہ کی بربادی سے عبرت حاصل کرو۔

دوم اخروی۔ "مِنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ الخ" (رکوع 3) دنیوی عذاب کے علاوہ آخرت میں یہ دردناک عذاب دیا جائے گا۔

سوم دنیوی : "اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ الخ" (رکوع 3) اگر وہ چاہے تو تمہیں ہلاک کر کے تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے اس کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں۔

چہارم اخروی : "وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا الخ" (رکوع 2)۔ آخرت میں تمام مشرکین (اتباع و متبوعین) کو جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔

پنجم اخروی۔ "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا الخ" (رکوع 5) مشرکین کی سزا نار جہنم ہے۔

ششم اخروی "وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا الخ" رکوع 7)۔ ہر مشرک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ (رکوع 7) اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق اپنے پیغمبروں کو آخرت میں عزت دے گا اور ان کے مخالفین کو رسوا کن عذاب میں گرفتار فرمائے گا۔ آخر میں سورت کے مضمون کی طرف اشارہ فرمایا۔ "هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ الخ" یہ دلائل

وہ وقائع اس لیے بیان کیے جارہے ہیں تاکہ لوگوں کو مسئلہ توحید کی سمجھ آجائے۔

سورة الحجر (15)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام الحجر ہے، کیونکہ اس سورت کی ایک آیت میں الحجر کا ذکر ہے قرآن مجید کی وہ آیت یہ ہے :وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ الحجر ۸۰ :)اور بیشک وادی حجر والوں نے رسولوں کی تکذیب کی۔

الحجر کا معنیٰ:

علامہ حسین بن محمد اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں :حجر کا معنیٰ منع کرنا ہے عقل کو بھی حضر کہتے ہیں کیونکہ وہ انسان کو غلط اور برے کاموں سے روکتی ہے جو مکان پتھروں سے بنایا جائے اس کو بھی حجر کہتے ہیں۔قوم ثمود کی آبادیاں چونکہ پتھروں کو تراش کر بنائی گئی تھیں اس لیے ان کو الحجر کہا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی سورت الحجر آیت 80: میں ہے قرآن کریم میں حجر کا لفظ عقل کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے :هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ (الفجر ٥ :)بیشک اس میں عقل والے کے لیے عظیم قسم ہے۔وَقَالُوا هَٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ (الانعام ۱۳۸ :)اور انھوں نے کہا یہ مویشی اور کھیت ممنوع ہیں۔وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا (الفرقان ٥٣ :)اور دریاؤں کے درمیان پردہ رکھا اور منع کی ہو حجاب۔(المفردات ج 1ص 142)

الحجر کا مصداق:

علامہ سید محمد مرتضی حسین زبیدی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں :دیار ثمود کا نام الحجر ہے یہ جگہ شام کی جانب وادی القری کے پاس ہے یا بلاد ثمود کا نام الحجر ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ان کے دریار(گھر)ان کے بلاد شہروں میں تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے درمیان فرق ہے اور یہ حضرت صالح(علیہ السلام)کی قوم تھی اس کا حدیث میں بہ کثرت ذکر ہے۔اور قرآن مجید میں ہے اور بیشک وادی حجر والوں نے رسولوں کی تکذیب کی(الحجر 80 :)یہ مدینہ اور شام کے دمیان ایک وادی میں شہر ہے اس میں قوم ثمود کے مساکن تھے اور یہ پہاڑوں کے درمیان تراشے ہوئے گھر تھے جسے غار کہتے ہیں ہر پہاڑ دوسرے پہاڑ سے الگ تھا اور پہاڑوں کے اندر کھدائی کر کے مکانات بنائے گئے تھے۔پہاڑوں کی تعداد کی مناسبت سے بعض جگہ یہ گھر کم تھے اور بعض جگہ زیادہ تھے یہ گھر کئی طبقات پر مشتمل تھے اور نہایت خوبصورت تھے ان کے درمیان ایک کنواں تھا جس پر حضرت صالح(علیہ السلام)کی اونٹنی پانی پینے کے لیے آتی تھی۔(تاج العروس شرح القاموس، 3ص 125۔124)
علامہ ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی متوفی 626ھ لکھتے ہیں :قوم ثمود کی بستی یا ان کے وطن کا نام الحجر ہے یہ جگہ مدینہ اور

شام کے درمیان وادی القری میں تھی یہ لوگ پہاڑوں میں کھدائی کر کے پہاڑوں کے اندر اپنے مکان بناتے تھے جن کو وہ اثالث کہتے تھے۔قرآن مجید میں ہے کہ حضرت صالح (علیہ السلام) نے قوم ثمود کو خطاب کر کے فرمایا :وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ (الاعراف ٧٤ :) اور یاد کرو جب اللہ نے قوم عاد کے بعد تم ان کا جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں ٹھکانا دیا تم اس زمین کی نرم جگہ میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں گھر بناتے ہو۔انہی پہاڑوں میں وہ کنواں تھا جس سے ایک دن حضرت صالح (علیہ السلام) کی اونٹنی پانی پیتی تھی اور ایک دن وہ پانی پیتے تھے،قرآن مجید میں؛ ہے کہ حضرت صالح (علیہ السلام) نے قوم ثمود سے فرمایا :قَالَ هَٰذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ (الشعراء 155:)(صالح نے) کہا یہ اونٹنی ہے ایک دن اس کے پینے کی باری ہے اور ایک دن تمہاری باری ہے اس کا دن مقرر ہے۔(معجم البلدان ج 2ص 221_220،)لوئیس معلوف نے لکھا ہے :الحجر جزائر عرب میں ایک علاقہ ہے یہ سعودیہ کے جنوبی تیما میں ہے یہاں قوم ثمود کا وطن تھا یہ بت پرست تھے آج کل اس وادی میں کنوئیں بہت زیادہ ہیں۔(المنجد ج 2ص2130،)دولت عثمانیہ کے زمانے میں اس جگہ ریلوے اسٹیشن تھا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تبوک جاتے ہوئے اس جگہ سے گزرے تھے۔

سورۃ الحجر کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ» :لاَ تَدْخُلُوا عَلَى هَؤُلاَءِ المُعَذَّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلاَ تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ، لاَ يُصِيبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ«

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :"ان عذاب یافتہ قوموں کے آثار سے اگر تمہارا گزر ہو تو اس طرح گزرو کہ تم پر یہ گریہ و بکا طاری ہو۔اگر رو نہ سکو تو وہاں سے مت گزرو،مبادا تم پر وہی عذاب آجائے جس نے انہیں اپنی گرفت میں لیا تھا"

(صحیح البخاری رقم الحدیث433،:

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :یہ ممانعت اس وقت فرمائی تھی جب تبوک کی طرف جاتے ہوئے صحابہ کرام نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ الحجر کے پاس سے گزرے تھے جو کہ دیار ثمود ہے۔

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّاسَ نَزَلُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضَ ثَمُودَ، الحِجْرَ، فَاسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِهَا، وَاعْتَجَنُوا بِهِ، فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »أَنْ يُهَرِيقُوا مَا اسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِهَا، وَأَنْ يَعْلِفُوا الإِبِلَ العَجِينَ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْتَقُوا مِنَ البِئْرِ الَّتِي كَانَتْ تَرِدُهَا النَّاقَةُ«

حضرت عبداللہ بن عمر (رض) بیان کرتے ہیں کہ مسلمان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ثمود کی سرزمین الحجر میں ٹھہرے۔ مسلمانوں نے ان کے کنوئیں سے پانی نکالا اور اس سے آٹا گوندھا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو حکم دیا کہ اس پانی کو پھینک دیں اور وہ آٹا اونٹوں کو کھلا دیں اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اس کنوئیں سے پانی نکالیں جس کنوئیں پر اونٹنی آتی تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث 3379: صحیح مسلم رقم الحدیث 2981 :)

»عَنْ جَابِرٍ قَالَ :لَمَّا مَرَّ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِالْحِجْرِ، قَالَ :" لَا تَسْأَلُوا الْآيَاتِ، وَقَدْ سَأَلَهَا قَوْمُ صَالِحٍ فَكَانَتْ تَرِدُ مِنْ هَذَا الْفَجِّ، وَتَصْدُرُ مِنْ هَذَا الْفَجِّ، فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَعَقَرُوهَا، وَكَانَتْ تَشْرَبُ مَاءَهُمْ يَوْمًا، وَيَشْرَبُونَ لَبَنَهَا يَوْمًا، فَعَقَرُوهَا، فَأَخَذَتْهُمْ صَيْحَةٌ أَهْمَدَ اللهُ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ مِنْهُمْ، إِلَّا رَجُلًا وَاحِدًا كَانَ فِي حَرَمِ اللهِ " قِيلَ :مَنْ هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ :" هُوَ أَبُو رِغَالٍ، فَلَمَّا خَرَجَ مِنَ الْحَرَمِ، أَصَابَهُ مَا أَصَابَ قَوْمَهُ«

حضرت جابر (رض) بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) الحجر کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا معجزات اور اللہ کی طرف سے نشانیوں کا سوال نہ کروں کیونکہ حضرت صالح (علیہ السلام) کی قوم نے ان کا سوال کیا تھا پس وہ اونٹنی اس راستے سے آتی تھی اور اس راستے سے جاتی تھی پھر انھوں نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو ان کو ایک گرج والی چیخ نے پکڑلیا۔ سو آسمان کے نیچے جتنے بھی لوگ تھے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کردیا ماسوا ایک شخص کے جو اس وقت اللہ عزوجل کے حرم میں تھا۔ کہا گیا یارسول اللہ! وہ کون تھا؟ آپ نے فرمایا وہ ابورغال تھا جب وہ حرم سے باہر آگیا تو اس پر بھی وہی عذاب آگیا جو اس کی قوم پر آیا تھا۔ مسند احمد 14160)

ماقبل سے ربط:

نامی ربط :

سورۃ حجر کو سورۃ ابراہیم سے نامی ربط یہ ہے کہ سورۃ ابراہیم میں دلائل اور وقائع امم سابقہ کے ساتھ جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے اسے مان لو ورنہ پچھتاؤ گے۔ جس طرح اصحاب الحجر نے مسئلہ توحید کی تکذیب کی تو انھیں دردناک عذاب سے ہلاک کردیا گیا اسی طرح تمہیں بھی ہلاک کردیا جائے گا۔

معنوی ربط:

سورۃ ابراہیم میں وقائع بیان کر کے ڈرایا گیا تا کہ وہ مسئلہ توحید کو مان لیں اب سورۃ حجر میں یہ بیان ہو گا کہ مان لو ورنہ امم سابقہ کی طرح تم پر بھی عذاب آئے گا تو پچھتاؤ گے۔

سورت الحجر کے مقاصد اور مضامین:

اس سورت کو الر (الف لام را) سے شروع کیا گیا ہے یہ حروف مقطعات ہیں اس سورت کو ان حروف سے شروع کر کے ایک بار پھر یہ تنبیہہ فرمائی ہے کہ اے منکرو! اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ قرآن کسی انسان کا بنایا ہو کلام ہے اور اللہ کا کلام نہیں ہے تو یہ کلام انہی حروف سے مرکب ہے، جن حروف سے تم اپنا کلام مرکب کرتے ہو سو تم کو چاہیے کہ تم بھی ایسا کلام بنا کر لے آؤ۔ اس آیت میں قرآن مبین پر تنوین تعظیم کے لیے ہے اس سورت میں مشرکین کو ایمان نہ لانے پر عذاب الٰہی سے ڈارایا ہے اور اس بات پر ان کی مذمت کی ہے کہ وہ اپنی خواہشات میں اور شہوات میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ہدایت کے حصول سے اعراض کر رہے ہیں اور ان اس بات سے ڈرایا ہے کہ اگر وہ ایمان نہیں لائے تو ان کو آخرت میں دردناک عذاب ہوگا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلی دی ہے کہ اگر آپ کی موثر تبلیغ اور بسیار کوشش کے باوجود یہ مشرکین کی یہ عادت رہی ہے کہ انھوں نے اپنے نبیوں اور رسولوں کی دعوت کو مسترد کر دیا تھا مشرکین فرمائشی معجزات طلب کرتے ہیں لیکن آیات اور معجزات سے انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور نہ ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ اگر آیات اور معجزات سے یہ فائدہ حاصل کرتے تو قرآن مجید سے ہدایت حاصل کر لیتے یہ محض کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے نت نئے معجزات کی مائش کرتے ہیں۔ اگر یہ ان کے فرمائشی معجزات ان کے لیے پیش بھی کر دیے جاتے تو اللہ تعالیٰ کو علم ہے، یہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ نے اپنی مصنوعات اور اپنی نعمتوں سے اپنی ذات اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس پر دلائل پیش فرمائے ہیں، نوع انسان کی خلقت اور اس کے شرف کو بیان فرمایا ہے اور شیطان کے کفر کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ابراھیم اور حضرت لوط (علیہما السلام) کا قصہ کا ذکر فرمایا ہے اور اصحاب الایکہ اور اصحاب الحجر کا ذکر فرمایا ہے اور اس سورت کا اختتام پر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خطاب پر کیا گیا ہے آپ کے لیے تسلی کے کلمات کہے ہیں اور آپ کو یہ تلقین فرمائی ہے کہ آپ مشرکوں کی ہرزہ سرائی سے پریشان نہ ہوں اور آپ تبلیغ دین کے فریضہ کو ثابت قدمی سے انجام دیتے رہیں اور اس سورت میں جنات کو پیدا کرنے اور وہ چوری چھپے جو فرشتوں کی باتیں سنتے تھے اس کا بھی ذکر فرمایا ہے اور متقین کے احوال بیان فرمائے ہیں اور ان کو مغفرت کے حصول کی ترغیب دی ہے اور اخروی عذاب سے ڈرایا ہے اس سورت کے مضامین میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا نمبر 54 (چون) ہے اور یہ سورت الانعام سے پہلے اور سورت یوسف کے بعد نازل ہوئی ہے۔ سورت ابراھیم قرآن مجید کے ذکر پر ختم ہوئی تھی اور سورت الحجر قرآن کریم کے ذکر سے شروع ہو رہی ہے۔

مختصر خلاصہ:۔

سورۃ حجر میں چار امور ذکر کیے گئے ہیں۔

(1) دعوائے سورت۔(2) دلائل توحید۔(3) تخویف دنیوی کے پانچ نمونے اور (4) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیلئے تسلی۔

دعوائے سورت:۔

" رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ " اب وقت ہے مان لو ورنہ دوسرے کافروں کی طرح پچھتاؤ گے اس کے بعد" وَ مَا اَهْلَکْنَا مِنْ قَرْیَةٍ "میں تخویف دنیوی۔" وَقَالُوْا یٰاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ " میں شکوی" مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَةَ " میں جواب شکوی اور" وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا " میں زجر متعلق بہ شکوی مذکور ہے۔

دلائل توحید:

دو عقلی دلیلیں مذکور ہیں ایک مفصل دوم مختصر۔دلیل عقلی مفصل" وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا الخ "(رکوع 1) تا" مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ "(رکوع 2)۔اور دلیل عقلی مختصر" وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ "(رکوع 6)

۔

تخویف کے نمونے:۔

تخویف دنیوی کے پانچ نمونے ذکر کیے گئے ہیں۔تین امم سابقہ سے اور دو مشرکین مکہ سے۔امم سابقہ کے تین نمونے یہ ہیں۔

(1)" قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ " قوم لوط (علیہ السلام) کی تباہی کا نمونہ۔(2)" وَاِنْ کَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْکَةِ لَظٰلِمِیْنَ "(رکوع 5) قوم شعیب (علیہ السلام) کی ہلاکت کا نمونہ۔(3)" وَلَقَدْ کَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ "(رکوع 6) قوم صالح (علیہ السلام) کی بربادی کا نمونہ۔مشرکین مکہ سے دو نمونے یہ ہیں (1)۔" کَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ "(رکوع 6) مشرکین مکہ کے بارہ آدمی جو موسم حج میں مکہ کے راستوں میں بیٹھ جاتے اور باہر سے آنے والوں کو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملنے اور آپ کا وعظ سننے سے روکتے تھے۔(2)" اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ " یہ مشرکین مکہ کے پانچ آدمی تھے جو قرآن اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

تسلی برائے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم):

آخر میں سات بار آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلی دی گئی۔

(1) " فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ " (2) " وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِی الخ " (3) " وَ لَا

تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ الخ " (4) " وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيهِم " (5) " وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ " (6)
إِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهزِءِيْنَ (7) ۔ " وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ "۔

آخر میں مقصودی مسئلہ کا بیان ہے "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ"۔ بس اللہ کی حمد وثنا اور اس کی پاکیزگی بیان کرتے رہیئے۔ اسی کو سجدہ کیجیے اور اسی کو حاجات میں غائبانہ پکاریئے۔

سورة النحل (16)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول:

اس سورت کا نام النحل ہے، نحل کے معنی ہیں شہد کی مکھی، النحل کا لفظ اس آیت میں ہے:

واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن والشجر ومما یعرشون۔ (النحل ٦٨ :) اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور چھپروں میں گھر بنا۔

قرآن عظیم میں اس آیت کے سوا اور کسی جگہ النحل کا لفظ نہیں آیا، اسی لیے اس سورت کا یہ نام ہے اور مصاحف، کتب حدیث اور کتب تفسیر میں اس سورت کا یہی نام مشہور ہے۔ یہ سورت مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے۔

أخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :نزلت سُورَة النَّحْل بِمَكَّةَوَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن الزبير مثله

الدر المنثور فی التفسیر بالماثور(5/107)

ما قبل سے ربط:

اسمی ربط:

سورۂ نحل کو سورۂ حجر کے ساتھ نامی ربط یہ ہے۔ اصحاب حجر (قوم ثمود) کا حال تم نے سن لیا کہ ضد وعناد اور تکذیب و انکار کی وجہ سے انھیں دنیا ہی میں دردناک عذاب سے ہلاک کر دیا گیا تمہیں اس عبرتناک واقعہ سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ اگر اصحاب حجر کے واقعہ سے عبرت نہیں پکڑتے ہو تو آؤ نحل (شہد کی مکھی) کا حال دیکھ لو شاید وہی تمہارے لیے عبرت آموز ثابت ہو۔ یہ ناچیز مکھی کس طرح مختلف پھولوں اور پھلوں سے رس چوس کر لاتی ہے اور شہد ایسی بینظیر چیز تیار کرتی ہے اور اپنے چھتے کا راستہ کبھی نہیں بھولتی۔ یہ معمولی سا جانور جو اتنا بڑا اہم کام انجام دے رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وصفت کا ایک ادنی سا نمونہ ہے۔ اسی سے عبرت حاصل کرلو اور مسئلہ توحید کو مان لو۔

معنوی ربط:۔

سورۃ ابراہیم میں وقائع امم سابقہ ذکر کرنے کے بعد سورۃ حجر میں بیان کیا گیا کہ اب وقت ہے مان لو ورنہ پچھتاؤ گے جب اللہ کا عذاب آگیا تو اس سے ہرگز نہیں بچ سکو گے اب سورۃ نحل میں بیان کیا جائے گا کہ اگر تم دعویٰ توحید کو نہیں مانتے ہو اور ضد وعناد سے عذاب ہی مانگتے ہو تو عذاب الٰہی آیا سمجھو اب جلدی نہ کرو۔

سورۃ النحل کے متعلق احادیث:

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی نیشاپوری متوفی ٤٠٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے سورۃ النحل کو پڑھا، اس سے ان نعمتوں کا حساب نہیں لیا جائے گا، جو اس کو دنیا میں دی گئیں اور اس کو اس شخص کی طرح اجر دیا جائے گا جس نے مرتے وقت اچھی وصیت کی ہو۔ (الوسیط ج ٣ ص ٥٥)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ پوری سورت مکی ہے، اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به۔ (النحل ١٢٦) اور اگر تم سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ النحل ٩٧ ۔ ٩٥ کے سوا باقی تمام آیتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں اور شعبی نے کہا النحل ١٢٨ ۔ ١٢٦ کے سوا باقی تمام آیات مکہ میں نازل ہوئی ہیں، اس طرح اور بھی اقوال ہیں۔

وقال ابن عباس في رواية :إنه نزل منها بعد قتل حمزة :وَإِنْ عاقَبْتُمْ فَعاقِبُوا بِمِثْلِ ما عُوقِبْتُمْ بِهِ . وقال في رواية :هي مكية إلا ثلاث آيات نزلن بالمدينة، وهي قوله :وَلا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللهِ ثَمَناً قَلِيلًا إلى قوله :يَعْمَلُونَ . وقال الشّعبيّ :كلّها مكيّة إلّا قوله :وَإِنْ عاقَبْتُمْ ... إلى آخر الآيات.

(زاد المسیر ج ٤، ص ٤٢٥)

سورۃ النحل کے مضامین اور مقاصد:

اس سورت کے اکثر مضامین اللہ تعالیٰ کی توحید، الوہیت اور استحقاق عبادت میں منفرد ہونے پر مشتمل ہیں اور اس پر انواع و اقسام کے دلائل دیئے گئے ہیں اور شرک کی مذمت کی گئی ہے اور ایمان نہ لانے پر عذاب آخرت کی وعید سنائی گئی ہے، اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت اور رسالت کو ثابت کیا گیا، اور یہ بتایا گیا ہے کہ آپ پر قرآن عظیم نازل کیا گیا ہے اور یہ کہ

شریعت اسلام حضرت ابراہیم کی ملت پر قائم ہے اور قیامت اور مرنے کے بعد زندہ کیے جانے اور جزا اور سزا کو بیان کیا گیا ہے۔

اس سورت کی ابتدا اس سے کی گئی ہے کہ مشرکین کو جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے ہیں وہ قریب آپہنچا ہے، اور ان کے شرک پر ڈٹے رہنے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تکذیب کرنے پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے اور ان کی مذمت کی گئی ہے اور عقیدہ شرک کے بطلان پر آسمان و زمین اور سورج اور چاند اور دن اور رات کے تواتر اور انسانوں اور حیوانوں کی تخلیق سے استدلال کیا گیا ہے۔

شہد کی مکھی سے خصوصیت کے ساتھ اس لیے استدلال کیا گیا ہے کہ شہد کی مکھی کے گھر بنانے میں عجیب وغریب دقائق ہیں اور شہد میں بہت زیادہ منافع ہیں۔

پچھلی امتوں کے جن کافروں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی ان پر دنیا میں بھی عذاب مسلط کیا گیا اور آخرت میں بھی ان کو سخت عذاب دیا جائے گا اور ان کے احوال سنا کر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں جو مشرکین تھے ان کو نصیحت حاصل کرنے اور عبرت پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے، اور پچھلی امتوں میں جن ایمان والوں نے مشرکین کے مظالم پر صبر کیا اور اللہ کی راہ میں ہجرت کی ان کا احوال ذکر کیا ہے تاکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ کے مسلمانوں کو تسلی ہو کہ ایمان لانے کی وجہ سے ان پر جو سختیاں اور مصائب نازل ہو رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، حق کی راہ میں چلنے والوں کو ہمیشہ اس قسم کے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اسلام کو ترک کرکے دوسرا مذہب اختیار کرنے والوں کو عذاب الہی سے ڈرایا ہے، اور جو شخص دشمن سے جان بچانے کے لیے کلمہ کفر کہے اور اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق ہو اس کو اجازت دی ہے۔ عدل، احسان، مسلمانوں کی ہمدردی اور غمگساری، وعدہ نبھانے اور عہد پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ برے کاموں، بے حیائی، بغاوت اور عہد شکنی سے منع فرمایا ہے، شیطان کے پھندوں سے بچنے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور ناشکری سے بچنے کا حکم دیا ہے، اور اگر انسان جہالت سے کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کو توبہ کرنے کا حکم دیا ہے، حکمت اور نرمی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اسلام کی تبلیغ پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کی ہے اور یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اور تائید فرمائے گا۔

مختصر خلاصہ:

مضمون کے اعتبار سے اس سورت کے دو حصے ہیں،

پہلا حصہ:

ابتداء سورت سے لے کر "بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ" تک ہے۔ اس حصے کی ابتداء میں "اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ" سے مشرکین کو ان کے طلب کردہ عذاب کے سر پر آپہنچنے کی خبر دی گئی۔ اس حصے میں تین بار دعوی توحید کی صراحت کی گئی ہے اور مسئلہ توحید کے ایک پہلو یعنی نفی شرک فی التصرف پر چھ عقلی دلیلیں، ایک نقلی دلیل اور ایک دلیل وحی ذکر کی گئی ہے۔ اس حصے میں دو بار نفی شرک فعلی کا ذکر بھی آیا ہے۔

دعوی توحید کا پہلی بار ذکر۔ "يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ" تا "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ" یعنی میرے سوا کوئی کارساز اور متصرف نہیں اور پکارنے کے لائق نہیں دوسری بار ذکر دعوی۔ "اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" (رکوع 3) تیسری بار دعوی توحید کا ذکر "وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ الخ" (رکوع 7)۔ اللہ تعالی کے سوا کسی اور کو صفات کارسازی سے متصف مت سمجھو اور حاجات میں اس کے سوما فوق الاسباب کسی کو مت پکارو۔

دلائل عقلیہ: پہلی عقلی دلیل: "خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ" (رکوع 1)۔ جو انسان اور زمین وآسمان کا خالق ہے اور جس نے انسان کے فائدے کی خاطر تمام چوپائے پیدا کئے وہی سب کا کارساز ہے۔

دوسری عقلی دلیل: "هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ الخ" (رکوع 2)۔ آسمان سے بارش برسا کر مردہ زمین میں سرسبز و شاداب کھیتیاں اور باغات اگانا اللہ تعالی کا کام ہے۔ سورج، چاند، دن رات، بحر و بر، ہر چیز اللہ تعالی کے تابع فرمان ہے۔ لہٰذا مختار وکارساز بھی وہی ہے۔ اس کے بعد "اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ" سے ثمرہ دلیل بیان کیا گیا ہے۔

تیسری عقلی دلیل:۔ "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ الخ" (رکوع 3) اس سے نفی شرک فی العلم مقصود ہے۔ "وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" تا "اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ" مذکورہ بالا تینوں دلیلوں پر متفرع ہے یعنی معبودان باطلہ نے ساری کائنات میں سے ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کیا اور وہ غیب بھی نہیں جانتے۔ "اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" یہ مذکورہ بالا ثمرہ پر متفرع ہے اور اصل دعوی کا اعادہ ہے۔

چوتھی عقلی دلیل۔ "اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ الخ" (رکوع 6)۔ ساری کائنات اللہ تعالی کے تکوینی احکام کی مطیع وفرمان بردار ہے لہٰذا سارے عالم میں متصرف ومختار بھی وہی ہے۔ "وَلَا تَتَّخِذُوْٓا الخ" اعادہ دعوی توحید وثمرہ دلیل مذکور۔

پانچویں عقلی دلیل۔ "وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ" (رکوع 8) تا "اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ" (رکوع 9)۔ یہ سارا نظام کائنات اللہ تعالی کے حکم سے چل رہا ہے اس لیے وہی سب کا کارساز اور سارے عالم میں وہی متصرف ومختار ہے "وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ الخ" متعلق بما قبل۔ یہ سب کام اللہ تعالی کرتا تمہارے معبودان باطلہ میں سے کوئی بھی یہ کام نہیں کرسکتا۔ "وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اللہ الخ" زجر بطور ثمرہ ہے۔

چھٹی عقلی دلیل۔"وَاللّٰہُ اَخۡرَجَکُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ اُمَّہٰتِکُمۡ "(رکوع 11) تا لَعَلَّکُمۡ تُسۡلِمُوۡنَ "(10) تم اپنی پیدائش میں غور کرو اور آفاق میں نظر دوڑاؤ اور بتاؤ ان کاموں میں اللہ کے سوا کسی اور کو دخل ہے؟ پھر غیر اللہ کو کارساز کیوں بناتے ہو۔"

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا الخ" یہ تمام مذکورہ دلائل سے متعلق ہے۔

دلیل نقلی :"وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا الخ" تیسری اور چوتھی عقلی دلیلوں کے درمیان دلیل نقلی ذکر کی گئی۔یعنی ہر قوم میں ہم نے رسول بھیجے اور ہر رسول کو یہی پیغام دے کر بھیجا کہ صرف اللہ کو پکارو اور معبودان باطلہ کی پکار سے اجتناب کرو۔

دلیل وحی:۔"وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ الخ" رکوع 12 ۔آپ کی طرف ہم نے قرآن کی وحی بھیجی جس میں مسئلہ توحید اور باقی بنیادی عقائد اور اصولی احکام بیان کر دیئے۔مذکورہ بالا دلائل کے دوران میں حسب مواقع زجر، شکوی، تخویف اور بشارت وغیرہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔دلائل کے بعد دفع عذاب کے لیے حکم دیا گیا کہ احسان کرو اور ظلم نہ کرو اور عہد توحید کو پورا کرو اور اسے توڑو مت۔اس کے بعد" وَلَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّتِیۡ نَقَضَتۡ الخ"(رکوع 13) سے ایک مثال بیان کر کے عہد شکنی کی قباحت کو واضح کیا گیا۔ وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا قَرۡیَۃً الخ"(رکوع 15) آخر میں اہل مکہ پر نزول عذاب کا ذکر ہے۔

دوسرا حصہ:۔

دوسرا حصہ"فَکُلُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ۔سے لے کر۔لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ تک ہے اس میں شرک فعلی کی دو شقوں کا رد ہے۔" فَکُلُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا" میں تحریمات مشرکین اور"اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃَ الخ" میں نذر غیر اللہ کی نفی کی گئی ہے۔"وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَا تَصِفُ اَلۡسِنَتُکُمُ " یہ مذکورہ دونوں شقوں پر لف ونشر غیر مرتب کے طور پر متفرع ہے۔" ھٰذَا حَلٰلٌ " سے نذر لغیر اللہ اور"وَھٰذَا حَرَامٌ " سے تحریمات غیر اللہ۔

خاتمہ :"

اِنَّ اِبۡرٰہِیۡمَ کَانَ اُمَّۃً الخ"(رکوع 16) آخر میں نفی شرک فی التصرف اور نفی شرک فعلی پر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے دلیل نقلی ذکر کی گئی ہے۔ ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ الخ" یہ نفی ہر دو شرک پر دلیل وحی ہے" اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ"طریق تبلیغ کا ذکر ہے۔" وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ الخ" آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تسلی ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل (17)

سورۃ کا نام، وجہ تسمیہ:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس سورت کا نام الاسرا ہے، الاسرا کا معنی ہے رات کو جانا یا رات کو سفر کرنا اور جب یہ لفظ ب کے ساتھ متعدی ہو تو اس کا معنی ہے رات کو لے جانا یا رات کو سفر کرانا، اور چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں اسری کا لفظ ہے اس مناسبت سے اس کا نام الاسرا ہے۔

اور محققین نے یہ کہا ہے کہ اس سورت کا نام بنی اسرائیل ہے کیونکہ اس سورت میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔

وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا۔ (بنی اسرائیل ٤ :) اور ہم نے بنی اسرائیل کے لیے کتاب میں فیصلہ کر دیا تھا کہ تم ضرور زمین میں دو بار فساد کرو گے اور تم ضرور بہت بڑی سرکشی کرو گے۔

اگرچہ اس سورت کا نام الاسراء بھی ذکر کیا گیا ہے اور بنی اسرائیل بھی، لیکن احادیث اور آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس کا نام بنی اسرائیل ہے۔

عن ابی لبابة قالت عائشة کان النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لا ینام حتی یقرء بنی اسرائیل والزمر۔ ابولبابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت تک نہیں سوتے تھے حتی کہ بنی اسرائیل اور الزمر کی تلاوت کر لیں۔

(سنن الترمذی، رقم الحدیث ٢٩٢٠ :)

عن ابن مسعود قال فی بنی اسرائیل والکهف و مریم انهن من العتاق الاول وهن من تلادی۔ حضرت ابن مسعود نے کہا کہ بنی اسرائیل، الکھف اور مریم انتہائی کمال کو پہنچی ہوئی ہیں اور یہ مجھے شروع سے یاد ہیں۔ (صحیح البخاری، رقم الحدث ٤٧٠٨ :)

سورۃ بنی اسرائیل کا زمانہ نزول:

جمہور مفسرین کے نزدیک سورۃ بنی اسرائیل مکی ہے البتہ تین آیتوں کا استثناء کیا گیا ہے:

بنی اسرائیل ٧٦ :، بنی اسرائیل ٨٠ :، بنی اسرائیل ٦٠ :۔ اور مقاتل نے بنی اسرائیل ١٠٧ : کا بھی استثناء کیا ہے۔ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مکہ میں مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت ہو چکی تھی، یہ سورت سورۃ القصص کے بعد سورۃ یونس سے پہلے نازل ہوئی ہے، اور تعداد نزول کے اعتبار سے یہ پچاسویں سورت ہے۔ مدینہ، مکہ، شام اور بصرہ کے علماء کی گنتی کے مطابق اس کی ایک سو دس آیتیں ہیں اور کوفہ کہ علماء کی گنتی کے مطابق اس کی ایک سو گیارہ آیتیں ہیں۔

واقعہ معراج ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے واقع ہوا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سورت واقعہ معراج کے فوراً بعد نازل ہوئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سورت واقعہ معراج کے کچھ مدت بعد نازل ہوئی۔

ماقبل سے ربط :

ربط نامی:

سورۃ بنی اسرائیل کو سورۃ نحل کے ساتھ نامی ربط یہ ہے کہ نحل یعنی شہد کی مکھی الہام الٰہی سے جس طرح شہد بناتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے قادر ومتصرف اور کارساز ہونے کا پتہ چلتا ہے اس لیے تم یہ بات مان لو لیکن اگر نہیں مانو گے بلکہ بنی اسرائیل کی طرح شرک کر کے زمین میں فساد کرو گے تو عذاب خداوندی سے ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔

معنوی ربط:

سورۃ نحل میں مشرکین کے مطالبہ عذاب کو پورا کرنے کا ذکر تھا۔ مشرکین از راہ عناد واستہزاء آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہتے تھے کہ جس عذاب سے تو ہمیں ڈراتا ہے اس میں دیر کیوں ہو رہی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو سخت ترین قحط میں مبتلا کر دیا جس کا ذکر سورۃ نحل کی آیت ذیل میں ذکر کیا گیا" وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت امنۃ مطمئنۃ الخ (رکوع 15)"۔ مگر وہ عذاب ایسا تھا کہ اس سے ان کو ہلاک نہیں کیا گیا بلکہ انھیں تکلیف میں ڈالا گیا تا کہ انھیں مشرکانہ اعمال کا احساس ہو اور وہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ اس کے بعد ان سے قحط کا عذاب اٹھا کر انھیں مزید موقع دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کریں اور شرک سے باز آجائیں مگر ان ظالموں نے نہ عذاب سے عبرت حاصل کی نہ عذاب اٹھا لینے سے وہ نرم ہوئے بلکہ ضد وعناد اور انکار وجحود پر اڑے رہے اور ایک بے جا مطالبہ پیش کر دیا کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھایا جائے تا کہ ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سچائی کا یقین ہو جائے تو ہم مسئلہ توحید کو مان لیں گے۔" ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ ایۃ من ربہ" (رعد رکوع 1)۔ اب سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا ہم نے تمہیں معجزہ اسراء دکھا دیا ہے۔ اگر یہ عظیم الشان معجزہ دیکھ کر بھی مسئلہ توحید کو نہیں مانو گے تو ہلاک کر دیئے جاؤ گے کیونکہ معجزات تخویف کیلئے ہی دکھائے جاتے ہیں اور یہ ہماری سنت جاریہ ہے کہ جب کوئی قوم معجزہ دیکھنے کے بعد بھی نہیں مانتی تو اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قوم ثمود نے معجزہ ناقہ دیکھنے کے بعد بھی مسئلہ نہ مانا تو انھیں ہلاک کر دیا گیا اور قوم فرعون نے معجزہ عصا اور ید بیضا اور دیگر معجزات دیکھ کر بھی نہ مانا تو انھیں غرق کر دیا گیا۔

سورۃ بنی اسرائیل کے مقاصد اور مضامین:

۱۔ اس سورت کی ابتدا میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے معجزہ معراج کا ذکر ہے کہ آپ رات کے ایک لمحہ میں مکہ سے مسجد اقصیٰ پہنچ گئے، اور اس رات اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت ساری فضیلتیں عطا فرمائیں۔

۲۔ اس سورت میں بنی اسرائیل کا مفصل ذکر آئے گا، اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں بہت عزت دی اور سرفرازی عطا فرمائی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات سے اپنے وجود اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا۔

٤۔ان لوگوں پر رد فرمایا جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور لوگوں کو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔

٥۔ان مشرکین کا رد فرمایا جو یہ کہتے تھے کہ قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور کتاب لاؤ، اور مکہ میں باغات اور چشمے بنا دو، اور سونے کا مکان بنا دو اور ہمیں آسمان پر چڑھ کر دکھاؤ۔

٦۔یہ قرآن سلیم الفطرت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور یہ مومنین کے لیے شفا اور رحمت ہے۔

٧۔تمام جن اور انس مل کر بھی قرآن عظیم کی مثل نہیں لاسکتے اور یہ قرآن کریم کا بہت بڑا معجزہ ہے۔

٨۔انسانوں کی تکریم کا ذکر، کیونکہ تمام فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ حضرت آدم کو سجدہ کریں اور ابلیس لعین کے سجدہ نہ کرنے کا بیان اور انسانوں کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دینے کا ذکر۔

٩۔اللہ تعالیٰ کا انسانوں کو عظیم نعمتیں عطا فرمانا، اور انسان کے شکر نہ کرنے پر اس کو ملامت کرنا۔

١٠۔نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نماز قائم کرنے اور رات میں تہجد ادا کرنے کا حکم دینا۔

١١۔مکہ مکرمہ سے آپ کے ہجرت کرنے اور مدینہ منورہ میں داخل ہونے کا ذکر۔

١٢۔حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کے قصہ کا کچھ ذکر۔

١٣۔قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی حکمت کا بیان

١٤۔اس سورت کا اختتام اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیر پر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شریک سے کسی مددگار سے کسی بیٹے سے پاک اور منزہ ہے اور وہ پاکیزہ اور بلند صفات کے ساتھ متصف ہے۔

مختصر خلاصہ:

تمہارے مطالبہ کے مطابق ایک بہت بڑا معجزہ یعنی معجزہ اسراء ظاہر کر دیا ہے اب اگر اس معجزہ کے بعد بھی نہ مانو گے تو ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ معجزہ اسراء چونکہ مسئلہ توحید کی خاطر ظاہر کیا گیا اس لیے اس سورت کی آیتیں دو قسم کی ہیں۔ اول آیات توحید دوم آیات معجزہ۔ سورت کا دعوی جس کے لیے معجزہ اسراء ظاہر کیا گیا وہ آخر میں تفصیل سے مذکور ہے۔ "قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن الخ" یعنی حاجات میں جب بھی پکارو، صرف اللہ ہی کو پکارو خواہ اس کی کسی صفت سے پکارو کیونکہ اس کے لیے بہت سی اچھی صفات ہیں۔ "ولا تجہر بصلوتك الخ" پکارنے کا طریقہ بتایا کہ نہ زیادہ بلند آواز سے پکارو اور نہ بالکل آہستہ بلکہ میانہ روی اختیار کرو۔ "وقل الحمد للہ الخ" دلیل ماقبل یعنی صرف اللہ کو اس لیے پکارو کہ وہ تمام صفات کارسازی کا مالک ہے اور اس کا کوئی نائب نہیں۔

آیات توحید :

ایک دلیل وحی "سبحن الذی اسری بعبدہ" سے ذکر کی گئی

دلائل نقلیہ:

دلائل نقلیہ تین ہیں اول شروع میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے "و اتینا موسیٰ الکتب الخ" دوم درمیان میں انبیاء (علیہم السلام) اور فرشتوں سے "قل ادعوا الذین زعمتم الخ" سوم آخر میں علماء اہل کتاب سے "ان الذین اوتوا العلم الخ" (رکوع 12)

دلائل عقلیہ:

دلائل عقلیہ چھ ہیں (1) "انہ ھو السمیع البصیر" ۔اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو کیونکہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا وہی ہے۔ (2) "و جعلنا اللیل والنھار" سارا نظام شمسی اللہ کے تصرف میں ہے لہٰذا کارساز بھی وہی ہے۔ (3)۔ "ان ربك یبسط الرزق الخ" (رکوع 3)۔تمام کارازق چونکہ وہی ہے اس لیے وہی متصرف ومختار اور کارساز ہے۔ (4) "و ربك اعلم بمن فی السموات والارض" (رکوع 6)۔عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا وہی کارساز ہے۔ (5) "ربکم الذی یزجی" (رکوع 7)۔سمندروں اور دریاؤں میں اللہ تعالیٰ ہی کے تکوینی احکام نافذ ہیں لہٰذا خشکی میں بھی وہی حاکم ومتصرف ہے۔ (6) "قل لو انتم تملکون الخ" (رکوع 11)۔ساری کائنات کارب اور جگ داتا اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا وہی سب کا کارساز ہے۔

آیات معجزہ:

(1) "سبحن الذی اسری الخ" مسئلہ توحید کی خاطر معجزہ اسراء پیغمبر (علیہ السلام) کو دیا گیا اس کے بعد بھی اگر ایمان نہ لاؤ گے تو ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ (2) "ان ھذا القرآن الخ" معجزہ اسراء کی طرح قرآن بھی ایک معجزہ ہے اور اس میں وہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے جس کے لیے معجزہ اسراء دکھایا گیا۔ (3) "و ما منعنا ان نرسل" (رکوع 6)۔منہ مانگا معجزہ ہم اس لیے نہیں دکھاتے کیونکہ اس کے بعد نہ ماننے پر فوراً عذاب آجاتا ہے اور مہلت نہیں ملتی۔ (4) "و ان کادوا لیفتنونك الخ" مشرکین نے تو بڑی کوشش کی تھی کہ آپ کو اپنے معبودوں کے بارے میں کچھ نرم کرلیں مگر اللہ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اور آپ میں ان کی طرف ادنیٰ جھکاؤ بھی پیدا نہ ہونے دیا۔ "و ان کادوا لیستفزونك" مشرکین مکہ معجزہ اسراء کے بعد ایمان لانے کے بجائے آپ کو مکہ سے نکالنے کے درپے ہیں مگر آپ کے بعد وہ بھی مکہ میں نہیں رہ سکیں گے کیونکہ ہماری سنت جاریہ یہی ہے کہ ہمارے پیغمبروں کو شہر بدر کرنیوالے خود بھی وہاں نہیں رہ سکتے۔ (5) "و لقد اتینا موسیٰ الخ" (رکوع 12)۔ انبیاء سابقین (علیہم السلام) کی طرح موسیٰ (علیہ السلام) کو بھی ہم نے معجزات دے کر بھیجا قوم نے انکار کیا تو اسے غرق کر دیا

گیا۔ معجزہ اسراء کے بعد مشرکین مکہ نے بھی نہ مانا تو ان کا بھی یہی حشر ہوگا۔" وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاہ " (رکوع 4) تا " (رکوع 5) میں دفع عذاب کے لیے امور ثلثہ کا ذکر کیا گیا یعنی شرک نہ کرو، احسان کرو اور ظلم نہ کرو۔ مسئلہ توحید کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے امور ثلاثہ کے بیان سے پہلے اور آخر میں صراحۃً شرک سے منع کیا گیا۔" وقل لعبادي يقولوا التي هي احسن " (رکوع 6) میں طریق تبلیغ کی تعلیم دی گئی کہ نرمی سے دعوت توحید پیش کرو درشتی سے کام نہ لو۔ پھر" و اذ قلنا للملئكة اسجدوا " (رکوع 8) سے قصہ آدم وابلیس بیان کرکے متنبہ کیا گیا کہ شیطان تمہارا پرانا دشمن ہے معجزہ اسراء کے بعد بھی یہ تمہیں مسئلہ توحید سے روکنے کی کوشش کرے گا اس لیے اس کے فریب سے خبردار رہو۔" اقم الصلوة لدلوك الشمس الخ " (رکوع 8) امر مصلح نماز کا ذکر کیا گیا۔ کیونکہ معجزہ اسراء کے بعد مشرکین مسئلہ توحید ماننے کے بجائے آپ کو مکہ سے نکالیں گے اس لیے آپ صبر واستقامت کے لیے نماز قائم

کریں اور قرآن مجید کی تلاوت فرماتے رہیں۔ اور بوقت ہجرت یہ دعا پڑھیں۔" رب ادخلني مدخل صدق الخ "۔

سورة كهف (18)

سورۃ کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام "الکہف" ہے اس کا ذکر اس سورت کی درج ذیل آیت میں ہے:

ام حسبت ان اصحب الكهف والرقيم كانوا من ايتنا عجباً (الكهف 9:)

کیا آپ نے سمجھا کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۔

احادیث میں بھی اس سورت کو سورۃ "الکہف" کہا گیا ہے۔ جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔

پہاڑ میں جو غار بنا ہوا ہو، اس کو "کہف" کہتے ہیں۔

سورۃ الکہف کا زمانہ نزول:

یہ سورت مسلمانوں کے حبشہ کے طرف ہجرت کرنے سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ جب سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دعوت اسلام کا آغاز کیا تو کافر مکہ نے آپ کی دعوت کا مذاق اڑایا ان کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ آپ کی دعوت کو قبول کرنے والوں کی اچھی خاصی جماعت بن جائے گی، لیکن جب انھوں نے یہ دیکھا کہ دن بہ دن اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے تو پھر انھوں نے مزاحمت کی اور مسلمانوں پر مظالم کا سلسلہ شروع کردیا حتی کہ ایسے حالات پیدا ہو گئے جن کی بناء پر مسلمانوں نے کفار مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کا فیصلہ کرلیا، مدینہ منورہ میں بھی اسلام کی خبر پہنچ چکی تھی اور یہود ونصاریٰ کو یہ خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دین کے اثرات مدینہ منورہ میں بھی پہنچ جائیں اور مسلمانوں کی یہاں

بھی کوئی بڑی جماعت بن جائے اس لیے وہ چاہتے تھے کہ اس دعوت کو مکہ میں ہی ختم کر دیا جائے اس لیے وہ کفار مکہ کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے۔ کفار مکہ ان پڑھ لوگ تھے اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فصیح وبلیغ کلام سے جو علمی مضامین بیان فرماتے تھے، ان کا معارضہ کرنے سے عاجز تھے اور وہ دلی طور پر قرآن کریم سے بہت مرعوب تھے اور مدینہ میں یہود ونصاریٰ پڑھے لکھے لوگ تھے اور اہل کتاب تھے، اس لیے کفار مکہ نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعوت کو علمی طور پر ناکام کرنے کے لیے مدینہ کے یہود ونصاریٰ سے مدد چاہی۔ اس کی تفصیل امام ابن ہشام نے اس طرح لکھی ہے۔

سورۃ الکھف کا سبب نزول:

امام عبد المالک بن ہشام المعافری المتوفی 318ھ لکھتے ہیں:

بَعَثُوهُ، وَبَعَثُوا مَعَهُ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ إلَى أَحْبَارِ يَهُودَ بِالْمَدِينَةِ، وَقَالُوا لَهُمَا :سَلَاهُمْ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَصِفَا لَهُمْ صِفَتَهُ، وَأَخْبِرَاهُمْ بِقَوْلِهِ، فَإِنَّهُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ الْأَوَّلِ، وَعِنْدَهُمْ عِلْمٌ لَيْسَ عِنْدَنَا مِنْ عِلْمِ الْأَنْبِيَاءِ، فَخَرَجَا حَتَّى قَدِمَا الْمَدِينَةَ، فَسَأَلَا أَحْبَارَ يَهُودَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَصَفَا لَهُمْ أَمْرَهُ، وَأَخْبَرَاهُمْ بِبَعْضِ قَوْلِهِ، وَقَالَا لَهُمْ :إنَّكُمْ أَهْلُ التَّوْرَاةِ، وَقَدْ جِئْنَاكُمْ لِتُخْبِرُونَا عَنْ صَاحِبِنَا هَذَا، فَقَالَتْ لَهُمَا أَحْبَارُ يَهُودَ :سَلُوهُ عَنْ ثَلَاثٍ نَأْمُرُكُمْ بِهِنَّ، فَإِنْ أَخْبَرَكُمْ بِهِنَّ فَهُوَ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ، وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَالرَّجُلُ مُتَقَوِّلٌ، فَرَوْا فِيهِ رَأْيَكُمْ. سَلُوهُ عَنْ فِتْيَةٍ ذَهَبُوا فِي الدَّهْرِ الْأَوَّلِ مَا كَانَ أَمْرُهُمْ، فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ لَهُمْ حَدِيثٌ عَجَبٌ، وَسَلُوهُ عَنْ رَجُلٍ طَوَّافٍ قَدْ بَلَغَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا مَا كَانَ نَبَؤُهُ، وَسَلُوهُ عَنْ الرُّوحِ مَا هِيَ؟ فَإِذَا أَخْبَرَكُمْ بِذَلِكَ فَاتَّبِعُوهُ، فَإِنَّهُ نَبِيٌّ، وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ، فَهُوَ رَجُلٌ مُتَقَوِّلٌ، فَاصْنَعُوا فِي أَمْرِهِ مَا بَدَا لَكُمْ. فَأَقْبَلَ النَّضْرُ بْنُ الْحَارِثِ، وَعُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطِ بْنِ أَبِي عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ قُصَيٍّ حَتَّى قَدِمَا مَكَّةَ عَلَى قُرَيْشٍ، فَقَالَا :يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، قَدْ جِئْنَاكُمْ بِفَصْلِ مَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ، قَدْ أَخْبَرَنَا أَحْبَارُ يَهُودَ أَنْ نَسْأَلَهُ عَنْ أَشْيَاءَ أَمَرُونَا بِهَا، فَإِنْ أَخْبَرَكُمْ عَنْهَا فَهُوَ نَبِيٌّ، وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَالرَّجُلُ مُتَقَوِّلٌ، فَرَوْا فِيهِ رَأْيَكُمْ.فَجَاءُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا :يَا مُحَمَّدُ، أَخْبِرْنَا عَنْ فِتْيَةٍ ذَهَبُوا فِي الدَّهْرِ الْأَوَّلِ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ قِصَّةٌ عَجَبٌ، وَعَنْ رَجُلٍ كَانَ طَوَّافًا قَدْ بَلَغَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، وَأَخْبِرْنَا عَنْ الرُّوحِ مَا هِيَ؟ قَالَ :فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أُخْبِرُكُمْ بِمَا سَأَلْتُمْ عَنْهُ غَدًا، وَلَمْ يَسْتَثْنِ ، فَانْصَرَفُوا عَنْهُ. فَمَكَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فِيمَا يَذْكُرُونَ- خَمْسَ

عَشْرَةَ لَيْلَةً لَا يُحْدِثُ اللهُ إِلَيْهِ فِي ذَلِكَ وَحْيًا، وَلَا يَأْتِيهِ جِبْرِيل، حَتَّى أرحف أَهْلُ مَكَّةَ، وَقَالُوا :وَعَدَنَا مُحَمَّدٌ غَدًا، وَالْيَوْمَ خَمْسَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، قَدْ أَصْبَحْنَا مِنْهَا لَا يُخْبِرُنَا بِشَيْءٍ مِمَّا سَأَلْنَاهُ عَنْهُ، وَحَتَّى أَحْزَنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُكْثُ الْوَحْيِ عَنْهُ، وَشَقَّ عَلَيْهِ مَا يَتَكَلَّمُ بِهِ أَهْلُ مَكَّةَ :ثُمَّ جَاءَهُ جِبْرِيلُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ بِسُورَةِ أَصْحَابِ الْكَهْفِ، فِيهَا مُعَاتَبَتُهُ إِيَّاهُ عَلَى حُزْنِهِ عَلَيْهِمْ، وَخَبَرُ مَا سَأَلُوهُ عَنْهُ مِنْ أَمْرِ الْفِتْيَةِ، وَالرَّجُلِ الطَّوَّافِ، وَالرُّوحِ.

کفار مکہ نے النصر بن الحارث اور عقبہ بن ابی المعیط کو مدینہ میں علماء یہود کے پاس بھیجا اور ان سے کہا کہ تم ان کے سامنے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر کرو اور ان کے سامنے آپ کے دعویٰ کو بیان کرو۔ وہ لوگ اہل کتاب ہیں اور ان کو انبیاء (علیہم السلام) کے متعلق ایسی معلومات ہیں جو ہم کو نہیں ہیں۔ تب علماء یہود نے کہا تم ان سے تین باتوں کے متعلق سوال کرو اگر انھوں نے ان کا جواب دے دیا تو وہ واقعی نبی مرسل ہیں اور اگر وہ ان کے متعلق نہیں بتا سکے تو پھر وہ جھوٹے شخص ہیں پھر تم ان کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ تم ان سے ان نوجوانوں کے متعلق پوچھو جو پہلے زمانے میں نکلے تھے، ان کا کیا ہوا؟ ان کا بہت تعجب خیز واقعہ ہے اور ان سے اس شخص کے متعلق پوچھو جس نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کا سفر کیا تھا، اس کی کیا خبر ہے اور ان سے روح کے متعلق سوال کرو، اس کی کیا حقیقت ہے؟ انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ سوالات کئے۔ آپ کو یہ اعتماد تھا کہ آپ کے پاس آج وحی آجائے گی تو آپ ان کو کل بتا دیں گے۔ آپ نے فرمایا میں کل تمہارے سوالات کا جواب دے دوں گا لیکن آپ انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پندرہ دن تک انتظار فرماتے رہے اور وحی نہیں آئی اور نہ آپ کے پاس حضرت جبرائیل آئے اور اہل مکہ نے آپ کے متعلق بری باتیں کہنا شروع کر دیں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی باتیں سن سن کر غمگین ہوئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں (اصحاب کہف) اور اس شخص کے متعلق قرآن مجید کی آیات نازل کیں جس نے زمین کے مشارق و مغارب کا سفر کیا تھا (ذوالقرنین) اور روح کے متعلق اس سے متصل پہلی سورت (بنی اسرائیل) میں اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرما دیں تھیں۔

(السیرۃ النبویہ ج۱ص300-302)

روح کے سوال کو سورۃ بنی اسرائیل میں اور بقیہ دو سوالوں کو الکھف میں ذکر کرنے کی توجیہ:

اس مقام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کفار مکہ نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے تین سوال کئے تھے، اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق۔ بہ ظاہر یہ چاہتے تھا کہ ان تینوں کے جوابات ایک ہی سورت میں ذکر ہوتے اور ایک ہی موقع پر ذکر کئے جاتے، لیکن روح کے متعلق ان کے سوال کا جواب سورۃ بنی اسرائیل میں ہے اور بقیہ دو سوالوں کے جواب سورۃ الکھف میں

مذکور ہیں تو ان جوابات کو الگ الگ سورتوں میں ذکر کرنے کی کیا حکمت ہے جبکہ سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ الکھف سے پہلے نازل ہوئی ہے اور یہ اعتبار نزول کے سورۃ بنی اسرائیل کا نمبر 56 ہے اور سورۃ الکھف کا نمبر 68 ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان تینوں سوالات کے جوابات ایک ساتھ نازل ہوئے تھے لیکن روح کے سوال کے جواب کی جو آیت نازل ہوئی تھی، اس آیت کے فواصل (آیت کے آخری لفظ) سورۃ بنی اسرائیل کی آیتوں کے فواصل کے موافق تھے اس لیے آپ نے اس آیت کو اس سورت میں رکھنے کا حکم دیا اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق جو آیات تھیں، ان کے فواصل سورۃ الکھف کے موافق تھے اس لیے آپ نے ان آیتوں کو سورۃ الکھف میں رکھنے کا حکم دیا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں سورتوں کا نزول ساتھ ساتھ ہو رہا ہو، روح کے جواب کے متعلق جو آیات تھیں، ان کا اسلوب سورۃ بنی اسرائیل کی آیتوں کے موافق تھا، اس لیے ان کو وہاں ذکر کر دیا اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے جواب کے متعلق جو آیات تھیں، ان کا اسلوب سورۃ الکھف کے اسلوب کے مطابق تھا اس لیے ان کو سورۃ الکھف میں ذکر کر دیا۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ کہف کو ماقبل سے کئی طرح کا ربط ہے۔

اول ربط؛

سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں مذکور ہو چکا ہے مضامین کے اعتبار سے سارا قرآن مجید چار حصوں میں منقسم ہے اور ہر حصہ الحمدللہ سے شروع ہوتا ہے پہلا حصہ سورۃ فاتحہ سے لے کر سورۃ مائدہ کے آخر تک ہے۔ اس میں زیادہ تر خالقیت کا بیان ہے۔ یعنی ساری کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسرا حصہ سورۃ انعام سے سورۃ بنی اسرائیل کے آخر تک ہے۔ اس حصہ میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا بیان ہے۔ یعنی ساری کائنات کو پیدا کرنے کے بعد ہر چیز کی پرورش کرنے والا اور ہر چیز کو بالتدریج حد کمال تک پہنچانے والا اور ساری مخلوقات کی ضرورتیں پوری کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ سورۃ کہف سے قرآن مجید کا تیسرا حصہ شروع ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور ربوبیت کے بعد اس حصہ اس کی حاکمیت کا بیان ہے یعنی ساری کائنات کا مالک اور سب پر حاکم اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام تصرفات اور سارے اختیارات اسی کے قبضہ میں ہیں اور اس نے اپنے اختیارات میں سے کوئی اختیار کسی پیغمبر، کسی ولی یا کسی جن کے حوالے نہیں کیا، وہی قادر مطلق اور قیوم برحق ہے۔ اور وہی برکات کا سرچشمہ اور وہی برکات دہندہ ہے۔

دوسرا ربط:

مشرکین مسئلہ توحید کا انکار کرنے کے ساتھ آں حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے دو مطالبے بھی پیش کرتے تھے۔ اول

فاتنا بما تعدنا ان کنت من الصدقین "یعنی جس عذاب کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے۔اگر سچا ہے۔تو وہ عذاب ہم پر لے آ۔ان کا دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ اپنی صداقت کی کوئی نشانی یا معجزہ ہمیں دکھا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قول نقل فرمایا ہے" و قالوا لولا یاتینا بایة من ربه "(اور انھوں نے کہا وہ پیغمبر ہمارے پاس اپنے رب سے اپنی صداقت کا) کوئی نشان کیوں نہیں لاتا۔اللہ تعالیٰ نے پہلے مطالبہ کے جواب میں سورۃ نحل کے ابتداء میں فرمایا:"اتی امر الله فلا تستعجلوہ "اللہ کا عذاب آ کر رہے گا۔تم اس کی آمد کا عجلت سے مطالبہ نہ کرو۔اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ جس مسئلہ توحید کو تم نہیں مانتے ہو وہ اس قدر ضرور اور مہتم بالشان ہے کہ تمام انبیاء(علیھم السلام) کو اسی مسئلہ کی خاطر دنیا میں بھیجا گیا۔"ینزل المئکة بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ان انذرو انه لا اله الا انا فاتقون۔اس آیت میں روح سے مراد مسئلہ توحید ہے جیسا کہ آیت کے آخری حصہ" انه لا اله الا انا "سے اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔مشرکین مکہ کے مطالبہ عذاب کو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط کو مسلط کر کے پورا فرمادیا۔چنانچہ سورۃ نحل کے رکوع 15 میں ارشاد ہے"فاذاقها الله لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون۔

پھر مشرکین مکہ کے دوسرے مطالبہ کے جواب میں سورۃ بنی اسرائیل کی ابتداء میں فرمایا۔سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی۔یہ تو میرے پیغمبر(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صداقت کا آسمانی نشان بھی دیکھ لو۔میں نے اپنے بندے(محمد(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رات کے تھوڑے سے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک (اور مسجد اقصی سے جہاں تک میں نے چاہا) سیر کرائی۔مذکورہ عذاب اور اس معجزہ معراج کے بعد بھی اگر تم ایمان نہ لائے تو تمہیں سخت عذاب کے ذریعے ہلاک کردیا جائے گا(جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا) لیکن اللہ تعالیٰ نے ان منکرین کی مکمل تباہی اور ہلاکت سے پہلے محض اپنی مہربانی اور رحمت سے ان کو سنبھلنے کا ایک اور موقع دے دیا۔اور سورۃ کہف نازل فرما کر ان شبہات کا جواب دے دیا۔جن کی وجہ سے وہ شرک میں مبتلا تھے۔گویا کہ سورۃ کہف میں مشرکین کے شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

تیسرا ربط:

جس مسئلہ توحید کو سورۃ نحل کی ابتداء میں روح سے تعبیر کیا گیا ہے۔سورۃ بنی اسرائیل کے آخر میں اسی کو ایک دوسرے عنوان سے بیان کیا گیا۔فرمایا:"قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن ایاما تدعوا فله الاسماء الحسنی "یعنی اللہ تعالیٰ کی بہت سی اعلیٰ صفتیں ہیں۔تم اس کو خواہ کسی صفت سے پکارو۔تمہیں اختیار ہے مگر پکارو صرف اسی ہی کو اور اس کے سوا کسی اور کو مت پکارو۔ اس کے بعد فرمایا:" و قل الحمد لله الذی لم یتخذ ولدا الخ "یہ ماقبل پر متفرع ہے اور اس کے لیے بمنزلہ دلیل ہے۔یعنی تمام صفات کارسازی اللہ کے ساتھ مختص ہیں۔جس کا کوئی نائب اور شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مددگار ہے۔پھر سورۃ

کہف کے شروع میں فرمایا"الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتب ولم یجعل لہ عوجا" اس میں" الحمد للہ " دعوی ہے۔یعنی تمام صفات کارسازی اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔اس کے مابعد اس دعوی کے دلائل مذکور ہیں۔

(1)۔اللہ تعالی نے اپنے بندے پر ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں کوئی کجی نہیں اور جس سے منکرین کے تمام شکوک و شبہات رفع ہو جاتے ہیں یہ بات اللہ تعالی کے کمال علم کی دلیل ہے۔(2)۔اس کے بعد کتاب (قرآن) نازل کرنے کی حکمت اور علت بیان فرمائی۔یعنی نہ ماننے والوں کو آخرت کے عذاب شدید سے ڈرانا اور ماننے والوں کو آخرت کی نعیم مقیم کی خوشخبری سنانا یہ بات اللہ تعالی کے کمال قدرت کی دلیل ہے۔

قرآن نازل کرنے کی غرض بیان کرتے وقت پہلی شق کو اس طرح ذکر کیا۔"لینذر باسا شدیدا" اور دوسری شق کو اس طرح ذکر فرمایا۔"ویبشر المومنین الخ" پہلی شق میں عذاب شدید کا ذکر کیا گیا ہے۔مگر منکرین کا ذکر نہیں کیا گیا جن کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور دوسری شق میں مومنین کا ذکر بھی کیا گیا۔جن کو خوشخبری دی گئی ہے اور ان نعمتوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو ان کو ملیں گی۔اس سورت میں چونکہ ان منکرین کے شبہات کا ازالہ مقصود ہے جو اللہ تعالی کے لیے ولد اور نائب تجویز کرتے تھے۔اس لیے بعد عہد کی وجہ سے" وینذر" کا اعادہ کر کے تفصیل سے منکرین کا ذکر کیا۔"الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا "یعنی یہ سورت ان منکرین کو عذاب شدید سے خبردار کرنے کے لیے نازل کی گئی ہے۔جو اللہ کے نیک بندوں کو اس کے ولد اور نائب سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے اس قول باطل کی قباحت بیان فرمائی اور پھر پوری سورت میں ان کے چار شبہات کا جواب دیا۔سورۃ مریم بھی سورۃ کہف ہی کا تتمہ ہے اور اس میں بھی انہی منکرین کے بقیہ شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔اس لیے سورۃ مریم کے آخر میں ان کے مذکورہ بالا دعوی کا قدرے تفصیل سے ذکر فرمایا۔"وقالوا اتخذ الرمن ولدا۔لقد جئتم شیئا ادا الخ" (مریم رکوع 6) اور آخر میں سورت کا ماحصل اسی طرح بیان فرمایا۔"فانما یسرنہ بلسانک لتبشر بہ المتقین و تنذر بہ قوما لدا۔" سورۃ کہف کی ابتداء میں جن دو جماعتوں کو المومنین اور" الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا " سے تعبیر فرمایا تھا۔سورۃ مریم کے آخر میں بطور لف ونشر مرتب ان کو" المتقین " (پرہیزگار اور شرک سے بچنے والے) اور" قوما لدا " (جھگڑالو قوم) سے تعبیر فرمایا۔

سورۃ الکھف کے متعلق احادیث:

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ» : كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ وَعِنْدَهُ فَرَسٌ مَرْبُوطٌ بِشَطَنَيْنِ، فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدُورُ وَتَدْنُو وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ مِنْهَا. فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ :تِلْكَ السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ «

حضرت البراء بن عازب (رض) بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سورۃ الکھف پڑھی، اس کے گھر میں ایک گھوڑا تھا، وہ بدکنے لگا، اس نے سلام پھیر دیا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک بادل کے ٹکڑے نے اس کو ڈھانپا ہوا تھا، اس نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا :اے شخص پڑھو! کیونکہ یہ سکینہ (وہ طمانیت اور رحمت جس کے ساتھ فرشتے ہوں) ہے۔ یہ قرآن مجید (پڑھنے) کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث 3614, 4839: صحیح مسلم رقم الحدیث 795:)

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ» : مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ

حضرت ابو الدرداء (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جس شخص نے سورۃ الکھف کی دس آیتیں حفظ کرلیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث 809:،)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ» :إِنَّ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ مِنَ النُّورِ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ« هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ "

حضرت ابوسعید خدری (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جس شخص نے جمعہ کے دن سورۃ الکھف کو پڑھا اس کے لیے دو جمعوں کے درمیان نور کو روشن کردیا جائے گا۔ (المستدرک رقم الحدیث 3392:)

عَن أبي سعيد الْخُدْرِيّ قَالَ :قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :من قَرَأَ سُورَة الْكَهْف كَانَت لَهُ نورا من مقَامه إِلَى مَكَّة وَمن قَرَأَ عشر آيَات من آخرهَا ثمَّ خرج الدَّجَّال لم يضرّهُ

حضرت ابوسعید خدری (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جس شخص نے سورۃ الکھف کو پڑھا، وہ اس کے لیے اس کے مقام سے لے کر مکہ تک نور ہوجائے گی اور جس شخص نے سورۃ الکھف کی آخری دس آیتیں پڑھیں اس شخص کو خروج دجال سے ضرر نہیں ہوگا۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث 239)

عَن أبي سعيد لِأَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ :من قَرَأَ سُورَة الْكَهْف كَمَا أنزلت كَانَت لَهُ نورا يَوْم الْقِيَامَة

حضرت ابوسعید خدری (رض) بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے سورۃ الکھف کو اس طرح پڑھا جس طرح وہ نازل ہوئی ہے، وہ اس

کے لیے قیامت کے دن نور ہو جائے گی۔(الدر المنثور ج ۵ ص 355)

سورۃ الکھف کے مقاصد ومضامین:

سورۃ الکھف کی ابتداء قرآن عظیم کی صفت سے کی گئی ہے کہ قرآن مجید خود مستقیم ہے اور دوسروں کو استقامت پر لانے والا ہے، اس کے الفاظ اور معانی میں کوئی تناقض اور تضاد نہیں ہے۔ زمین پر جو زینت اور جمال ہے اور عجیب وغریب چیزیں ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے علم اور قدرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ اس سورت میں تین قصے تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، اصحاب کہف کا قصہ، حضرت موسیٰ اور حضرت خضر (علیہما السلام) کا قصہ اور ذوالقرنین کا قصہ۔

اصحاب الکھف کا قصہ، الکھف 9:- 26 تک بیان فرمایا ہے۔ اس قصہ میں ان لوگوں کے لیے مثال ہے جو اپنے عقیدہ کی حفاظت کے لئے، اپنے وطن، اپنے اہل، اپنے رشتہ داروں، اپنے دوستوں اور اپنے مال و دولت کی قربانی دیتے ہیں کیونکہ یہ نوجوان مومن تھے، اس زمانہ کا بادشاہت بت پرست تھا، یہ اس کی گرفت سے نکلنے کے لیے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر چھپ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تین سو نو قمری سالوں کی نیند مسلط کر دی، پھر ان کو نیند سے اٹھایا تاکہ لوگ اس کا مشاہدہ کرلیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو مارنے کے بعد ان کو جلانے پر قادر ہے۔ پھر اس قصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تواضع کرنے کا حکم دیا اور فقراء مومنین کی مجلس میں بیٹھنے کے لیے فرمایا اور دین کا پیغام پہنچانے کی حرص میں سرمایہ داروں اور متکبروں کی ہم نشینی سے منع فرمایا اور اللہ تعالیٰ کو عذاب آخرت سے ڈرایا اور مسلمانوں کے لیے آخرت میں جو انعامات رکھے ہیں ان کا ذکر فرمایا۔

حضرت موسیٰ اور خضر (علیہما السلام) کا قصہ 60- 78 آیات تک بیان فرمایا ہے۔ اس میں علماء کے لیے طلب علم میں تواضع کرنے اور طلب علم کے لیے سفر کرنے کی مثال ہے اور یہ کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) شریعت اور تشریع کے نبی تھے اور حضرت خضر (علیہ السلام) طریقت اور تکوین کے نبی تھے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے کشتی توڑنے، ایک لڑکے کو بلا قصور قتل کرنے اور بلا اجرت دیوار بنانے پر جو اعتراضات کئے وہ ظاہر شریعت کے اعتبار سے تھے اور چونکہ وہ شریعت کے نبی تھے اس لیے ان کے اعتراضات برحق تھے اور حضرت خضر (علیہ السلام) چونکہ تکوین کے نبی تھے اور انھوں نے یہ تمام کام وحی الٰہی سے کئے تھے، اس لیے کوئی توجیہ نہیں کر سکتے اور ان کو بظاہر عدل وحکمت کے تقاضوں کے خلاف سمجھتے ہیں، لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری نظر حقیقت پر نہیں ہوتی صرف ظاہر پر ہوتی ہے، اگر اس حقیقت سے پردہ اٹھا دیا جائے تو ان واقعات کا عین عدل و حکمت کے موافق ہونا ہم پر منکشف ہو جائے اور ذوالقرنین کا قصہ 83- 99 آیت تک ہے۔ اس میں حکام اور سلاطین کے لیے عبرت اور نصیحت ہے کہ وہ مشرق سے مغرب تک کے علاقہ کا حکمران تھا، اس کے باوجود اللہ سے ڈرتا تھا، اس کے احکام کی

اطاعت کرتا تھا اور اپنی رعایا کے حق میں بہت شفیق اور مہربان تھا۔
اور ان تینوں قصوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے حکمت اور موعظت کی بہت سی باتیں بیان فرمائی ہیں۔ان میں سے پہلے ایک امیر آدمی کا قصہ بیان فرمایا ہے، اس کے پاس انگوروں کے دو باغ تھے، یہ بہت متکبر اور کافر تھا اور دوسرا شخص غریب تھا، پر مومن تھا، اور آیت 45- 46 میں دنیا کی زندگی کی مثال بیان کی ہے کہ وہ فنا ہونے والی ہے۔اور آیت 47- 49 میں قیامت اور حشر کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔حضرت آدم اور ابلیس کا قصہ آیت 50- 53 میں بیان فرمایا ہے اور اس طرح کے کئی عنوانات پر کلام فرمایا ہے۔

مختصر خلاصہ :

انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام اور جنات کے بارے میں مشرکین بعض الجھنوں میں مبتلا تھے۔جن کی وجہ سے وہ ان کو عالم الغیب، مالک ومختار اور متصرف وکارساز سمجھتے تھے۔اس سورت میں مشرکین کے چار شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔

پہلا شبہ :۔

اصحاب کہف جو سات نوجوان تھے۔اور رئیسوں کے لڑکے تھے۔تین سو سال سے زیادہ عرصہ تک غار میں صحیح سلامت پڑے رہے اتنے طویل عرصے میں انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچی۔یہاں تک کہ اس اثنا میں دھوپ بھی ان پر نہیں پڑی۔مشرکین کو اس سے شبہہ ہوا کہ وہ اللہ کی عطا سے مافوق الاسباب قدرت وطاقت کے مالک اور متصرف تھے۔اس لیے انھوں نے اصحاب کہف کی نذریں نیازیں دینا شروع کر دیں۔چنانچہ وہ سات روٹیاں اصحاب کہف کے نام کی اور آٹھویں ان کے کتے کے نام کی دینے لگے۔

دوسرا شبہہ :۔

کچھ لوگ بعض حالات میں جنوں سے استعانت کرتے اور ان کو پکارتے تھے۔ان کے کام تو اللہ کے تکوینی قانون کے تحت اپنے اسباب کے مطابق انجام پذیر ہو جاتے تھے۔لیکن وہ لوگ سمجھتے کہ ان کا کام جنوں نے کیا ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"وانه كان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن الخ" (جن)۔

تیسرا شبہ :

حضرت موسیٰ اور خضر (علیہما السلام) کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اگرچہ غیب داں نہ تھے لیکن خضر (علیہ السلام) غیب داں تھے کیونکہ انھوں نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے کئی امور غیبیہ بیان کیے۔

چوتھا شبہ :

یہود میں ذوالقرنین کے بارے میں مشہور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت طاقت اور قدرت دی ہوئی تھی اور وہ کارساز اور متصرف تھے۔

چنانچہ " وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا " میں چاروں شبہات کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ان مشرکین کا خیال تھا کہ اصحاب کہف، جنات، حضرت خضر اور حضرت ذوالقرنین اللہ تعالیٰ کے نائب متصرف ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات میں سے بہت سے اختیارات ان کے حوالے کر رکھے ہیں۔ سورۃ مریم کے آخر میں انبیاء اولیاء اور ملائکہ (علیہم السلام) کے بارے میں شبہات کا جواب دے کر اس کا اعادہ فرمایا " وقالوا اتخذ اللہ ولدا "۔

پہلے شبہ کا جواب:

پہلے " ام حسبت ان اصحب الکھف " تا " احصی لما لبثوا امدا "۔ (رکوع 1) میں شبہ اولیٰ کا بالاختصار جواب دیا گیا ہے یعنی اصحاب کہف کا واقعہ تو ہماری قدرت کے نشانات میں سے ہے اس میں اصحاب کہف کے اپنے تصرف و اختیار کو کوئی دخل نہیں۔ مشرک بادشاہ سے بھاگ کر انھوں نے ایک غار میں چھپ کر اپنی جان بچائی اور وہاں پہنچ کر انھوں نے اللہ تعالیٰ سے رحمت اور درستی معاملہ کی دعا مانگی ہم نے غار میں انھیں مدت دراز تک سلا دیا۔ اور مدت دراز کے بعد انھیں بیدار کیا۔ یہ تمام باتیں اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ اصحاب کہف متصرف و کارساز نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے عاجز اور موحد بندے تھے۔ اس کے بعد " نحن نقص علیك " تا " وکذلك اعثرنا علیھم " (رکوع 2) میں پہلے شبہ کا جواب تفصیل سے دیا گیا ہے۔ اس کے بعد واقعہ اصحاب کہف کے کچھ متعلقات مذکور ہیں اور آخر میں اس کا ثمرہ اور چھ امور متفرقہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد منکرین کی اصلاح کے لیے امور ثلاثہ کا ذکر کیا گیا۔ امر اول " واضرب لھم مثلا " تا " ھو خیر ثوابا وخیر عقبا " (رکوع 5)۔ یعنی جس دنیا پر مغرور ہو کر تم اللہ کی توحید اور اس کے احکام سے منہ موڑ رہے ہو وہ فانی ہے اور تم سے چھین لی جائے گی۔ اور دنیا میں اس کی وجہ سے عذاب پاؤ گے۔ امر دوم " واضرب لھم مثل الحیوۃ " تا " خیر عند ربك ثوابا وخیر املا "۔ (رکوع 6)۔ جس دنیا پر تمہیں ناز ہے وہ نہایت ہی حقیر ہے اور اس لائق نہیں کہ اسے آخرت پر ترجیح دی جائے۔ امر سوم " ویوم نسیر الجبال " تا " ولا یظلم ربك احدا " (رکوع 6)۔ جس حقیر اور فانی دنیا کو تم آخرت پر ترجیح دے رہے ہو یہی آخرت میں تمہارے عذاب کا باعث ہوگی۔

دوسرے شبہ کا جواب:

" واذ قلنا للملئیکۃ اسجدوا لادم " تا " ولم یجدوا عنھا مصرفا " (رکوع 7)۔ جو اولیاء اللہ کو متصرف و مختار سمجھ کر حاجات و مشکلات میں پکارتے ہیں۔ ان کی نذریں منتیں اور ان کے مقابر سے درخت اور گھاس نہیں کاٹتے۔ اس ڈر سے کہ وہ

نقصان پہنچائیں گے۔ دراصل یہ لوگ جنوں کو پکارتے ہیں۔ حالانکہ شیطان اور جنات انسان کے روز ازل سے دشمن ہیں۔ پھر وہ کس طرح دوست اور کارساز بن سکتے ہیں۔ اس کے بعد " ولقد صرفنا فی ھذا القرآن " تا " و جعلنا لمھلکھم موعدا " (رکوع 8) میں زجر اور تخویفیں ہیں۔

تیسرے شبہ کا جواب:

" و اذ قال موسیٰ لفتہ " سے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور خضر (علیہ السلام) کا واقعہ بیان کیا گیا اور آخر میں " وما فعلتہ عن امری " (رکوع 10) سے شبہ کا جواب دیا گیا کہ حضرت خضر (علیہ السلام) غیب داں اور متصرف نہیں تھے۔ انھوں نے جو کچھ بھی کیا تھا یا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو بتایا تھا۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہا اور اس کی تعلیم سے بتایا تھا۔

چوتھے شبہ کا جواب:

" و یسئلونك عن ذی القرنین " تا " وکان وعد ربی حقا " (رکوع 11)۔ ذوالقرنین کو اگرچہ بقدر ضرورت ظاہری اسباب دیئے گئے تھے۔ مگر مافوق الاسباب امور میں سے کسی ایک امر پر بھی اس کو قدرت نہیں دی گئی تھی۔ اور پھر ظاہری اسباب کے اعتبار سے بھی وہ ہر طرح سے عاجز رہا۔ مشرق میں گرمی کی وجہ سے اور مغرب میں دلدل کی وجہ سے اور شمال میں یاجوج ماجوج کی وجہ سے۔

چاروں شبہوں کا جواب دینے کے بعد آخری رکوع کی آیتوں کو لف ونشر مرتب کے طور پر چاروں جوابوں پر متفرع کیا گیا ہے۔" افحسب الذین کفروا " تا " لا یبغون عنھا حولا " (رکوع 12) پہلے جواب پر بالذات اور دوسرے پر بالتبع متفرع ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے غیب داں اور کارساز نہیں تو جنات میں یہ صفت کیونکر پائی جا سکتی ہے۔ " قل لو کان البحر الخ " تیسرے جواب پر بالذات اور چوتھے پر بالتبع متفرع ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی غیب داں ہے۔ جب اس کے سوا کوئی غیب داں نہیں تو متصرف فی الامور بھی کوئی نہیں۔ آخر میں " قل انما انا بشر الخ " سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حکم دیا کیا کہ آپ اپنے متعلق بھی اعلان فرمادیں کہ میں بھی غیب داں اور کارساز نہیں ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور میرے پاس وحی کے ذریعے یہی مضمون بھیجا گیا ہے کہ غیب داں اور کارساز حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ سورت کے آخری جملے " فمن کان یرجوا لقاء ربہ الخ " میں پوری سورت کا خلاصہ بیان فرمایا کہ جو شخص آخرت میں لقاء ربانی اور رحمت خداوندی کا امیدوار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ نیک عمل کرے لیکن اس کے ساتھ اللہ کی توحید کو مانے۔ اصحاب کہف، حضرت خضر، فرشتوں اور جنوں کو کارساز سمجھ کر نہ پکارے اور شرک جلی اور خفی سے دور رہے۔

تمہید:

پہلے بیان ربط کے سلسلے میں گذر چکا ہے۔کہ سورۃ کہف سے قرآن مجید کا تیسرا حصہ شروع ہوتا ہے یہ سلسلہ سورۃ احزاب کے آخرت تک چلا گیا ہے اور باقی حصوں کی طرح یہ حصہ بھی "الحمد للہ" سے شروع ہوا ہے اس حصے میں بھی زیادہ تر یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ سارے جہان کا مالک اور کارگاہ عالم میں متصرف ومختار صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ملک وتصرف میں کوئی اس کا شریک نہیں اور اس نے کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں فرمایا۔اس کے علاوہ اس حصے میں اور بھی کوئی ایک مضمون مذکور ہوں گے مگر وہ بالتبع آئیں گے۔

سورة مريم (19)

سورۃ مریم کا نام،وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام مریم ہے۔اس سورت کی درج ذیل آیت میں حضرت مریم کا ذکر ہے:

واذكر في الكتب مريم (مریم16:)اور آپ اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر کریں۔

یوں تو قرآن مجید کی کئی سورتوں میں سیدہ مریم کا ذکر ہے لیکن اس سورت میں تفصیل سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح اور کہاں ان کے پاس حضرت جبرائیل آئے وہ ان کو دیکھ کر کس طرح گھبرا گئیں، پھر جبرائیل نے ان کو لڑکے کی بشارت دی، انھوں نے کہا میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا مجھے کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔پھر ان کے حمل کی صفت بیان کی ہے اور ان سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے تولد کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔پھر ان کی قوم کا انھیں مطعون کرنا اور حضرت عیسیٰ کا والدہ کی برآت بیان کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔غرض حضرت مریم کے متعلق اتنی تفصیل کسی اور سورت میں مذکور نہیں ہے اس لیے اس سورت کا نام مریم ہے۔

متعدد احادیث اور آثار میں بھی اس سورت کو مریم سے موسوم فرمایا ہے:

وَأخرج الطَّبَرَانِيّ وَأَبُو نعيم والديلمي من طَرِيق أبي بكر بن عبد الله بن أبي مَرْيَم الغساني عَن أَبِيه عَن جده قَالَ :أتيت رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقلت :ولدت لي اللَّيْلَة جَارِيَة؛فَقَالَ :وَاللَّيْلَة أنزلت عَليّ سُورَة مَرْيَم سمها مَرْيَم وَأخرج أَحْمد وَابْن أبي حَاتِم وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل عَن أم سَلمَة :أَن النَّجَاشِيّ قَالَ لجَعْفَر بن أبي طَالب :هَل مَعَك مِمَّا جَاءَ بِهِ - يَعْنِي رَسُول الله - من الله من شَيْء قَالَ :نعم؛فَقَرَأَ عَلَيْهِ صَدرا من {كهيعص} فَبكى النَّجَاشِيّ حَتَّى أخضل لحيته وبكت أساقفته حَتَّى أخضلوا مصاحفهم حِين سمعُوا مَا تلِي عَلَيْهِم ثمَّ قَالَ النَّجَاشِيّ :إِن هَذَا وَالَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى ليخرج من مشكاة وَاحِدَةوأخرج

ابْن أبي شيبَة عَن مُورق الْعجلِيّ قَالَ :صليت خلف ابْن عمر الظّهْر فَقَرَأَ بِسُورَة مَرْيَم
وَأخرج ابْن أبي شيبَة عَن مُجَاهِد قَالَ :سَمِعت عبد الله بن عمر يقْرَأ فِي الظّهْر بكهيعص
وَأخرج ابْن سعد عَن هَاشم بن عَاصِم الأسْلَمِيّ عَن أَبِيه قَالَ :لما هَاجر رَسُول الله صلى
الله عَلَيْهِ وَسلم من مكه إِلَى الْمَدِينَة فَانْتهى إِلَى الغميم أَتَاهُ بُرَيْدَة بن الخصيب فَأسلم قَالَ
هَاشم :فَحَدثني الْمُنْذر بن جَهْضَم قَالَ :كَانَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قد علم بُرَيْدَة
ليلتئذ صَدرا من سُورَة مَرْيَم وَأخرج ابْن سعد عَن أبي هُرَيْرَة قَالَ :قدمت الْمَدِينَة وَرَسُول
الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بِخَيْبَر فَوجدت رجلا من غفار يؤم النَّاس فِي صَلَاة الْفجْر فَسَمعته
يقْرَأ فِي الرَّكْعَة الأولى سُورَة مَرْيَم وَفِي الثَّانِيَة ويل لِلْمُطَفِّفِينَ

امام طبرانی، ابونعیم اور دیلمی نے ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم الغسانی کے والد سے اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا آج رات میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: آج رات کو مجھ پر سورۃ مریم نازل ہوئی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے مورق العجلی سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمر (رض) کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی تو انھوں نے سورۃ مریم پڑھی۔

امام ابن سعد نے ہاشم بن عاصم الاسلمی سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ مقام غمیم پر پہنچے، آپ کے پاس بریدہ بن الخصیب آئے اور مسلمان ہو گئے۔ ہاشم بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے منذر بن جہضم نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس رات حضرت بریدہ کو سورۃ مریم کی ابتدائی آیات سکھائیں۔

امام ابن سعد نے حضرت ابوہریرہ (رض) سے روایت کیا ہے کہ میں مدینہ آیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت خیبر میں تھے، میں نے بنو غفار کے ایک شخص کو دیکھا وہ لوگوں کو صبح کی نماز پڑھا رہا تھا میں نے سنا اس نے صبح کی پہلی رکعت میں سورۃ مریم پڑھی اور دوسری رکعت میں ویل للمطففین پڑھی۔ (الدر المنثور ج ۵ ص 466-467)

سورۃ مریم کا زمانہ نزول:

جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے۔ یہ سورۃ طٰہٰ سے پہلے اور سورۃ فاطر کے بعد نازل ہوئی ہے۔ سورۃ طٰہٰ حضرت عمر بن خطاب کے اسلام لانے سے پہلے نازل ہو چکی تھی لھذا اس سورت کا نزول بعثت نبوی کے چوتھے سال میں ہوا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ

اس سورت کا نزول حبشہ کی طرف ہجرت سے پہلے ہوا ہے اور نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر بن ابی طالب نے اسی سورت کی تلاوت کی تھی اس لیے ہم حبشہ کی طرف ہجرت کا کچھ حال لکھتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

مکہ کے مشرکین کمزور مسلمانوں پر بہت ظلم وستم کرتے تھے ان کو مارتے پیٹتے تھے اور ان کی اہانت کرتے تھے۔ بعثت کے پانچویں سال رجب کے مہینہ میں مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، سب سے پہلے جنہوں نے ہجرت کی وہ گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ ان میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت رقیہ، حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ، حضرت زبیر بن عوام حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) اور دیگر صحابہ تھے۔

امام محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دیکھا کہ مسلمان کس قدر شدید مصائب سے دو چار ہیں تو آپ نے فرمایا: کاش تم حبشہ کی سرزمین کی طرف نکل جاتے کیونکہ وہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور وہ صدق کی جگہ ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ان مصائب سے کشادگی کر دے۔ اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب فتنہ کے خوف سے اپنے دین کو بچانے کے لیے حبشہ کی طرف نکل گئے اور یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی۔

امام ابن اسحاق نے کہا پھر دوسرے گروہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھ ان کی اہلیہ اسماء بنت عمیس تھیں پھر پے در پے مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے اور وہاں بہت مسلمان جمع ہو گئے۔

امام ابن اسحاق نے کہا جن مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی ان کے چھوٹے بچوں کے سوا اور جو بچے وہاں پیدا ہوئے ان کے علاوہ مسلمانوں کی تعداد 83 مرد تھی۔ (البدایہ والنہایہ ج۲ ص 419 ,416 مختصراً)

نجاشی کے سامنے حضرت جعفر کا تعارف اسلام پیش کرنا:

امام احماد بن حنبل متوفی 241ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ابْنَةِ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَتْ :لَمَّا نَزَلْنَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ، جَاوَرْنَا بِهَا خَيْرَ جَارٍ، النَّجَاشِيَّ، أَمِنَّا عَلَى دِينِنَا، وَعَبَدْنَا اللهَ لَا نُؤْذَى، وَلَا نَسْمَعُ شَيْئًا نَكْرَهُهُ، فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ قُرَيْشًا، ائْتَمَرُوا أَنْ يَبْعَثُوا إِلَى النَّجَاشِيِّ فِينَا رَجُلَيْنِ جَلْدَيْنِ وَأَنْ يُهْدُوا لِلنَّجَاشِيِّ هَدَايَا مِمَّا يُسْتَطْرَفُ مِنْ مَتَاعِ مَكَّةَ، وَكَانَ مِنْ أَعْجَبِ مَا يَأْتِيهِ مِنْهَا إِلَيْهِ الْأَدَمُ، فَجَمَعُوا لَهُ أَدَمًا كَثِيرًا، وَلَمْ يَتْرُكُوا مِنْ بَطَارِقَتِهِ بِطْرِيقًا إِلا أَهْدَوْا لَهُ هَدِيَّةً، ثُمَّ بَعَثُوا بِذَلِكَ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ (1) بْنِ الْمُغِيرَةِ الْمَخْزُومِيِّ، وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ

السَّهْمِيِّ، وَأَمَرُوهُمَا أَمْرَهُمْ، وَقَالُوا لَهُمَا :ادْفَعُوا (2) إِلَى كُلِّ بِطْرِيقٍ هَدِيَّتَهُ قَبْلَ أَنْ تُكَلِّمُوا النَّجَاشِيَّ فِيهِمْ، ثُمَّ قَدِّمُوا لِلنَّجَاشِيِّ هَدَايَاهُ، ثُمَّ سَلُوهُ أَنْ يُسْلِمَهُمْ إِلَيْكُمْ قَبْلَ أَنْ يُكَلِّمَهُمْ.

قَالَتْ :فَخَرَجَا، فَقَدِمَا عَلَى النَّجَاشِيِّ، وَنَحْنُ عِنْدَهُ بِخَيْرِ دَارٍ، وَعِنْدَ خَيْرِ جَارٍ، فَلَمْ يَبْقَ مِنْ بَطَارِقَتِهِ بِطْرِيقٌ إِلا دَفَعَا إِلَيْهِ هَدِيَّتَهُ قَبْلَ أَنْ يُكَلِّمَا النَّجَاشِيَّ، ثُمَّ قَالا لِكُلِّ بِطْرِيقٍ مِنْهُمْ :إِنَّهُ قَدْ صَبَا إِلَى بَلَدِ الْمَلِكِ مِنَّا غِلْمَانٌ سُفَهَاءُ، فَارَقُوا دِينَ قَوْمِهِمْ، وَلَمْ يَدْخُلُوا فِي دِينِكُمْ مُبْتَدَعٍ لَا نَعْرِفُهُ نَحْنُ وَلا أَنْتُمْ، وَقَدْ بَعَثَنَا إِلَى الْمَلِكِ فِيهِمِ أَشْرَافُ قَوْمِهِمْ لِتَرُدَّهُمِ إِلَيْهِمْ، فَإِذَا كَلَّمْنَا الْمَلِكَ فِيهِمْ، فَتُشِيرُوا (1) عَلَيْهِ بِأَنْ يُسْلِمَهُمْ إِلَيْنَا، وَلا يُكَلِّمَهُمْ، فَإِنَّ قَوْمَهُمْ أَعْلَى بِهِمْ عَيْنًا، وَأَعْلَمُ بِمَا عَابُوا عَلَيْهِمْ. فَقَالُوا لَهُمَا :نَعَمْ.

ثُمَّ إِنَّهُمَا قَرَّبَا هَدَايَاهُمِ إِلَى النَّجَاشِيِّ فَقَبِلَهَا مِنْهُمَا، ثُمَّ كَلَّمَاهُ، فَقَالا لَهُ :أَيُّهَا الْمَلِكُ، إِنَّهُ قَدْ صَبَا إِلَى بَلَدِكَ مِنَّا غِلْمَانٌ سُفَهَاءُ، فَارَقُوا دِينَ قَوْمِهِمْ، وَلَمْ يَدْخُلُوا فِي دِينِكَ، وَجَاءُوا بِدِينٍ مُبْتَدَعٍ لَا نَعْرِفُهُ نَحْنُ، وَلا أَنْتَ، وَقَدْ بَعَثَنَا إِلَيْكَ فِيهِمِ أَشْرَافُ قَوْمِهِمْ مِنْ آبَائِهِمْ، وَأَعْمَامِهِمْ، وَعَشَائِرِهِمْ، لِتَرُدَّهُمِ إِلَيْهِمْ، فَهُمْ أَعْلَى بِهِمْ عَيْنًا، وَأَعْلَمُ بِمَا عَابُوا عَلَيْهِمْ، وَعَاتَبُوهُمْ فِيهِ.

قَالَتْ :وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ مِنْ أَنْ يَسْمَعَ النَّجَاشِيُّ كَلامَهُمْ، فَقَالَتْ بَطَارِقَتُهُ حَوْلَهُ :صَدَقُوا أَيُّهَا الْمَلِكُ، قَوْمُهُمْ أَعْلَى بِهِمْ عَيْنًا، وَأَعْلَمُ بِمَا عَابُوا عَلَيْهِمْ، فَأَسْلِمْهُمْ إِلَيْهِمَا، فَلْيَرُدَّاهُمِ إِلَى بِلادِهِمْ وَقَوْمِهِمْ. قَالَت :فَغَضِبَ النَّجَاشِيُّ، ثُمَّ قَالَ :لَا هَيْمُ (2) اللهِ إِذاً لَا أُسْلِمُهُمْ إِلَيْهِمَا، وَلا أُكَادُ قَوْمًا جَاوَرُونِي، وَنَزَلُوا بِلادِي، وَاخْتَارُونِي عَلَى مَنْ سِوَايَ، حَتَّى أَدْعُوَهُمْ فَأَسْأَلَهُمْ مَاذَا يَقُولُ هَذَانِ فِي أَمْرِهِمْ، فَإِنْ كَانُوا كَمَا يَقُولانِ، أَسْلَمْتُهُمِ إِلَيْهِمَا وَرَدَدْتُهُمِ إِلَى قَوْمِهِمْ، وَإِنْ كَانُوا عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ، مَنَعْتُهُمْ مِنْهُمَا، وَأَحْسَنْتُ جِوَارَهُمْ مَا جَاوَرُونِي.

قَالَتْ :ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَدَعَاهُمْ، فَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولُهُ، اجْتَمَعُوا، ثُمَّ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ :مَا تَقُولُونَ لِلرَّجُلِ إِذَا جِئْتُمُوهُ؟ قَالُوا :نَقُولُ وَاللهِ مَا عَلَّمَنَا، وَمَا أَمَرَنَا بِهِ نَبِيُّنَا صلى الله عليه وسلم، كَائِنٌ فِي ذَلِكَ مَا هُوَ كَائِنٌ. فَلَمَّا جَاءُوهُ، وَقَدْ دَعَا النَّجَاشِيُّ أَسَاقِفَتَهُ، فَنَشَرُوا مَصَاحِفَهُمْ حَوْلَهُ، سَأَلَهُمْ، فَقَالَ :مَا هَذَا الدِّينُ الَّذِي فَارَقْتُمْ فِيهِ قَوْمَكُمْ، وَلَمْ تَدْخُلُوا فِي دِينِي، وَلا فِي دِينِ أَحَدٍ مِنْ هَذِهِ الأُمَمِ؟ قَالَتْ :فَكَانَ الَّذِي كَلَّمَهُ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ لَهُ :أَيُّهَا الْمَلِكُ، كُنَّا قَوْمًا أَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ، نَعْبُدُ الأَصْنَامَ، وَنَأْكُلُ الْمَيْتَةَ،

وَنَأْتِي الْفَوَاحِشَ، وَنَقْطَعُ الْأَرْحَامَ، وَنُسِيءُ الْجِوَارَ، يَأْكُلُ الْقَوِيُّ مِنَّا الضَّعِيفَ، فَكُنَّا عَلَى ذَلِكَ، حَتَّى بَعَثَ اللهُ إِلَيْنَا رَسُولًا مِنَّا نَعْرِفُ نَسَبَهُ وَصِدْقَهُ، وَأَمَانَتَهُ وَعَفَافَهُ، فَدَعَانَا إِلَى اللهِ لِنُوَحِّدَهُ وَنَعْبُدَهُ، وَنَخْلَعَ مَا كُنَّا نَحْنُ نَعْبُدُ وَآبَاؤُنَا مِنْ دُونِهِ مِنَ الحِجَارَةِ وَالْأَوْثَانِ.

وَأَمَرَنَا بِصِدْقِ الْحَدِيثِ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ، وَصِلَةِ الرَّحِمِ، وَحُسْنِ الْجِوَارِ، وَالْكَفِّ عَنِ الْمَحَارِمِ وَالدِّمَاءِ، وَنَهَانَا عَنِ الْفَوَاحِشِ وَقَوْلِ الزُّورِ، وَأَكْلِ مَالَ الْيَتِيمِ، وَقَذْفِ الْمُحْصَنَةِ.

وَأَمَرَنَا أَنْ نَعْبُدَ الله وَحْدَهُ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَأَمَرَنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ - قَالَتْ :فَعَدَّدَ عَلَيْهِ أُمُورَ الْإِسْلَامِ - فَصَدَّقْنَاهُ، وَآمَنَّا بِهِ، وَاتَّبَعْنَاهُ عَلَى مَا جَاءَ بِهِ.

فَعَبَدْنَا اللهَ وَحْدَهُ، فَلَمْ نُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا، وَحَرَّمْنَا مَا حَرَّمَ عَلَيْنَا، وَأَحْلَلْنَا مَا أَحَلَّ لَنَا، فَعَدَا عَلَيْنَا قَوْمُنَا، فَعَذَّبُونَا وَفَتَنُونَا عَنْ دِينِنَا، لِيَرُدُّونَا إِلَى عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ مِنْ عِبَادَةِ اللهِ، وَأَنْ نَسْتَحِلَّ مَا كُنَّا نَسْتَحِلُّ مِنَ الخَبَائِثِ، فَلَمَّا قَهَرُونَا وَظَلَمُونَا، وَشَقُّوا عَلَيْنَا، وَحَالُوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ دِينِنَا، خَرَجْنَا إِلَى بَلَدِكَ، وَاخْتَرْنَاكَ عَلَى مَنْ سِوَاكَ، وَرَغِبْنَا فِي جِوَارِكَ، وَرَجَوْنَا أَنْ لَا نُظْلَمَ عِنْدَكَ أَيُّهَا الْمَلِكُ.

قَالَتْ :فَقَالَ لَهُ النَّجَاشِيُّ :هَلْ مَعَكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ عَنِ اللهِ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَتْ :فَقَالَ لَهُ جَعْفَرٌ :نَعَمْ. فَقَالَ لَهُ النَّجَاشِيُّ :فَاقْرَأْهُ عَلَيَّ. فَقَرَأَ عَلَيْهِ صَدْرًا مِنْ {كهيعص} قَالَتْ :فَبَكَى، وَاللهِ، النَّجَاشِيُّ حَتَّى أَخْضَلَ لِحْيَتَهُ، وَبَكَتْ أَسَاقِفَتُهُ حَتَّى أَخْضَلُوا مَصَاحِفَهُمْ حِينَ سَمِعُوا مَا تَلَا عَلَيْهِمْ، ثُمَّ قَالَ النَّجَاشِيُّ :إِنَّ هَذَا (1) وَالَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى لَيَخْرُجُ مِنْ مِشْكَاةٍ وَاحِدَةٍ، انْطَلِقَا، فَوَاللهِ لَا أُسْلِمُهُمْ إِلَيْكُمْ أَبَدًا، وَلَا أُكَادُ.

قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ :فَلَمَّا خَرَجَا مِنْ عِنْدِهِ قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ :وَاللهِ لَأُنَبِّئَنَّهُ غَدًا عَيْبَهُمْ عِنْدَهُ، ثُمَّ أَسْتَأْصِلُ بِهِ خَضْرَاءَهُمْ. قَالَتْ :فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ، وَكَانَ أَتْقَى الرَّجُلَيْنِ فِينَا :لَا تَفْعَلْ، فَإِنَّ لَهُمْ أَرْحَامًا، وَإِنْ كَانُوا قَدْ خَالَفُونَا. قَالَ :وَاللهِ لَأُخْبِرَنَّهُ أَنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَبْدٌ. قَالَتْ :ثُمَّ غَدَا عَلَيْهِ الْغَدَ، فَقَالَ لَهُ :أَيُّهَا الْمَلِكُ :إِنَّهُمْ يَقُولُونَ فِي عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَوْلًا عَظِيمًا، فَأَرْسِلْ إِلَيْهِمْ فَاسْأَلْهُمْ عَمَّا يَقُولُونَ فِيهِ. قَالَتْ :فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ يَسْأَلُهُمْ عَنْهُ، قَالَتْ :وَلَمْ يَنْزِلْ بِنَا مِثْلُهَا، فَاجْتَمَعَ الْقَوْمُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ :مَاذَا تَقُولُونَ فِي عِيسَى إِذَا سَأَلَكُمْ عَنْهُ؟ قَالُوا :نَقُولُ وَاللهِ فِيهِ مَا قَالَ اللهُ وَمَا جَاءَ بِهِ نَبِيُّنَا، كَائِنًا فِي ذَلِكَ مَا هُوَ كَائِنٌ.

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ، قَالَ لَهُمْ :مَا تَقُولُونَ فِي عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ؟ فَقَالَ لَهُ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ:

نَقُولُ فِيهِ الَّذِي جَاءَ بِهِ نَبِيُّنَا :هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ وَرُوحُهُ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ الْعَذْرَاءِ الْبَتُولِ. قَالَتْ :فَضَرَبَ النَّجَاشِيُّ يَدَهُ إِلَى الْأَرْضِ، فَأَخَذَ مِنْهَا عُودًا، ثُمَّ قَالَ :مَا عَدَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مَا قُلْتَ هَذَا الْعُودَ. فَتَنَاخَرَتْ بَطَارِقَتُهُ حَوْلَهُ حِينَ قَالَ مَا قَالَ، فَقَالَ :وَإِنْ نَخَرْتُمْ وَاللهِ، اذْهَبُوا فَأَنْتُمْ سُيُومٌ بِأَرْضِي - وَالسُّيُومُ :الْآمِنُونَ - مَنْ سَبَّكُمْ غُرِّمَ، ثُمَّ مَنْ سَبَّكُمْ غُرِّمَ، ثُمَّ مَنْ سَبَّكُمْ غُرِّمَ، فَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي دَبْرًا ذَهَبًا وَإِنِّي آذَيْتُ رَجُلًا مِنْكُمْ - وَالدَّبْرُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ :الْجَبَلُ - رُدُّوا عَلَيْهِمَا هَدَايَاهُمَا، فَلا حَاجَةَ لَنَا بِهَا، فَوَاللهِ مَا أَخَذَ اللهُ مِنِّي الرِّشْوَةَ حِينَ رَدَّ عَلَيَّ مُلْكِي فَآخُذَ الرِّشْوَةَ فِيهِ، وَمَا أَطَاعَ النَّاسَ فِيَّ فَأُطِيعَهُمْ فِيهِ. قَالَتْ :فَخَرَجَا مِنْ عِنْدِهِ مَقْبُوحَيْنِ مَرْدُودًا عَلَيْهِمَا مَا جَاءَا بِهِ، وَأَقَمْنَا عِنْدَهُ بِخَيْرِ دَارٍ مَعَ خَيْرِ جَارٍ.

قَالَتْ :فَوَاللهِ إِنَّا عَلَى ذَلِكَ إِذْ نَزَلَ بِهِ، يَعْنِي مَنْ يُنَازِعُهُ فِي مُلْكِهِ، قَالَتْ :فَوَاللهِ مَا عَلِمْنَا حُزْنًا قَطُّ كَانَ أَشَدَّ مِنْ حُزْنٍ حَزِنَّاهُ عِنْدَ ذَلِكَ، تَخَوُّفًا أَنْ يَظْهَرَ ذَلِكَ عَلَى النَّجَاشِيِّ، فَيَأْتِيَ رَجُلٌ لَا يَعْرِفُ مِنْ حَقِّنَا مَا كَانَ النَّجَاشِيُّ يَعْرِفُ مِنْهُ، قَالَتْ :وَسَارَ النَّجَاشِيُّ، وَبَيْنَهُمَا عُرْضُ النِّيلِ، قَالَتْ :فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم :مَنْ رَجُلٌ يَخْرُجُ حَتَّى يَحْضُرَ وَقْعَةَ الْقَوْمِ، ثُمَّ يَأْتِيَنَا بِالْخَبَرِ؟ قَالَتْ :فَقَالَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ :أَنَا. قَالَتْ :وَكَانَ مِنْ أَحْدَثِ الْقَوْمِ سِنًّا، قَالَتْ :فَنَفَخُوا لَهُ قِرْبَةً، فَجَعَلَهَا فِي صَدْرِهِ، ثُمَّ سَبَحَ عَلَيْهَا، حَتَّى خَرَجَ إِلَى نَاحِيَةِ النِّيلِ الَّتِي بِهَا مُلْتَقَى الْقَوْمِ، ثُمَّ انْطَلَقَ حَتَّى حَضَرَهُمْ، قَالَتْ :وَدَعَوْنَا اللهَ لِلنَّجَاشِيِّ بِالظُّهُورِ عَلَى عَدُوِّهِ، وَالتَّمْكِينِ لَهُ فِي بِلادِهِ، وَاسْتَوْسَقَ عَلَيْهِ أَمْرُ الْحَبَشَةِ، فَكُنَّا عِنْدَهُ فِي خَيْرِ مَنْزِلٍ، حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ بِمَكَّةَ

حضرت ام سلمہ (رض) بیان کرتی ہیں کہ جب ہم سرزمین حبشہ میں پہنچے تو انھوں نے ہمارے ساتھ اچھے پڑوسیوں کا سلوک کیا اور نجاشی نے ہمیں ہمارے دین کے اوپر پناہ دی۔ ہم نے اللہ کی بادت کی اور ہمیں کوئی ایذا نہیں دی جاتی تھی اور نہ ہم کوئی ناپسندیدہ بات سنتے تھے۔ جب قریش کو ہماری خبر پہنچی تو انھوں نے یہ مشورہ کیا کہ نجاشی کے پاس دو چالاک اور قوی شخص بھیجے جائیں اور نجاشی کے پاس نایاب قسم کے تحفے بھیجے جائیں اور ان کے نزدیک جانوروں کی کھالیں بہت قیمتی تھیں سو انھوں نے بہت سی کھالیں جمع کیں اور انھوں نے وہ کھالیں حبشہ کے تمام پادریوں میں تقسیم کردیں اور انھوں نے عبداللہ بن ابی ربیعہ بن مغیرہ مخزومی اور عمرو بن العاص بن وائل سہمی کے ہاتھ یہ کھالیں بھیجی تھیں اور ان سے کہا تھا کہ نجاشی سے بات کرنے سے پہلے تمام پادریوں میں یہ تحائف تقسیم کردینا پھر نجشای کے پاس جانا اور پہلے اس کو یہ تحائف دینا پھر اس سے یہ سوال کرنا کہ وہ ان لوگوں

کو تمہارے حوالے کر دے۔

حضرت ام سلمہ (رض) بیان کرتی ہیں کہ وہ دونوں نجاشی کے پاس گئے اور نجاشی سے ملاقات سے پہلے اس کے پادریوں کو تحائف پہنچا دیئے اور ان سب سے کہا ہمارے شہر کے چند نا سمجھ نوجوان اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر آپ کے ملک میں آگئے۔ یہ نوجوان اپنے دین کو چھوڑ چکے ہیں اور آپ کے دین میں داخل نہیں ہوئے وہ ایک نئے دین میں داخل ہو گئے ہیں جس کو نہ ہم پہچانتے ہیں نہ آپ پہچانتے ہیں۔ ہم ان کو واپس لے جانے کے لیے آئے ہیں۔ جب ہم اس سلسلہ میں بادشاہ سے بات کریں تو آپ ہماری سفارش کریں کہ وہ ان سے بات نہ کرے اور ان کو ہمارے حوالے کر دے۔ پادریوں نے کہا ہم ایسا ہی کریں گے۔ پھر انھوں نے ندجاشی کو بھی تحفے پیش کیے اس نے ان کے تحائف قبول کر لیئے۔ پھر انھوں نے نجاشی سے کہا اے بادشاہ! ہمارے شہر کے چند نادان نوجوان نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے اور وہ آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے۔ انھوں نے ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے جس کو آپ پہچانتے ہیں نہ ہم، اور ہمیں آپ کے پاس ان کی قوم کے بزرگوں نے بھیجا ہے تاکہ آپ ہمارے ساتھ ان نوجوانوں کو بھیج دیں۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو سب سے زیادہ یہ بات ناگوار تھی کہ نجاشی ان صحابہ سے کوئی گفتگو کرے اس کے دربار کے سرداروں نے کہا اے بادشاہ یہ سچ کہہ رہے ہیں ان کی قوم ان کے حالات کو زیادہ اچھی طرح جانتی ہے۔ آپ ان لوگوں کو ان کے حوالے کر دیجیے۔ یہ سن کر نجاشی غضبناک ہو گیا اس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں ان کو ان کے حوالے نہیں کروں گا جن لوگوں نے آ کر میرے ملک میں پناہ لی ہے اور دوسروں کی بہ نسبت مجھے ترجیح دی ہے، میں پہلے ان لوگوں سے پوچھوں گا کہ وہ اپنی صفائی میں کیا کہتے ہیں اگر واقعہ ایسا ہی ہے جیسے ان لوگوں نے بیان کیا ہے تو میں ان کو ان کے حوالے کر دوں گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں ان کو واپس نہیں کروں گا اور جن لوگوں نے میرے ملک میں پناہ لی ہے میں ان کے ساتھ حسن سلوک برقرار رکھوں گا۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں پھر بادشاہ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کو بلایا جب بادشاہ کا پیغام پہنچا تو اصحاب رسول نے آپس میں مشورہ کیا کہ جب تم اس شخص کے پاس جاؤ گے تو کیا کہو گے۔ انھوں نے کہا اللہ کی قسم! ہمیں کچھ معلوم نہیں اور نہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں اس کے متعلق کوئی ہدایت دی ہے۔ اس معاملہ میں جو ہونا ہو گا وہ ہو جائے گا، جب یہ لوگ دربار میں گئے تو نجاشی نے اپنے سرداروں کو قریب بلایا اور انھوں نے اپنے صحائف کھول لئے۔ بادشاہ نے پوچھا وہ دین کیا ہے، جس کی وجہ سے تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور نہ تم میرے دین میں داخل ہوئے ہو اور نہ ان امتوں میں سے کسی اور کے دین میں داخل ہوئے ہو۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں تب حضرت جعفر بن ابی طالب نے بادشاہ سے کہا:

اے بادشاہ، ہم جاہل لوگ تھے، ہم بتوں کی عبادت کرتے تھے اور مردار کھاتے تھے، ہم بے حیائی کے کام کرتے تھے اور رشتوں کو

منقطع کرتے تھے، ہم پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا، ہم اسی حالت پر تھے کہ اللہ نے ہمارے پاس ایک رسول کو بھیج دیا ہم اس کے خاندان کو اور اس کے صدق کو پہچانتے تھے اور اس کی امانتداری اور اس کی پاک دامنی کو جانتے تھے۔ اس نے ہمیں اللہ کو واحد ماننے اور اس کی عبادت کرنے کی دعوت دی اور کہا کہ ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کے سوا جن پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے رہے تھے اس کو ترک کر دیں اور اس نے ہمیں سچ بولنے امانت ادا کرنے رشتہ جوڑنے پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنے حرام کاموں سے بچنے اور خون ریزی کو ترک کرنے کا حکم دیا اور اس نے ہمیں بے حیائی کے کام کرنے جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورت کو بدکاری کی تہمت لگانے سے منع کیا، اور ہم کو یہ حکم دیا کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اس نے ہمیں نماز پڑھنے، زکوۃ دینے اور روزے رکھنے کا حکم دیا، پھر اس نے ہمیں اسلام کے احکام بتائے ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے اور جو دین وہ لے کر آئے تھے ہم نے اس کی اتباع کی، پھر ہم نے اللہ وحدہ کی عبادت کی، ہم نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور جو چیزیں انھوں نے ہم پر حرام کی تھیں ہم نے ان کو حرام قرار دیا اور جو چیزیں انھوں نے ہم پر حلال کی تھیں ہم نے ان کو حلال قرار دیا پھر ہماری قوم ہم پر حملہ آور ہوئی، انھوں نے ہم کو اذیتیں دیں اور ہمارے دین کی وجہ سے ہم کو آزمائش میں ڈالا تاکہ وہ ہم کو اللہ کی عبادت سے بت پرستی کی طرف لوٹا دیں اور جن ناپاک چیزوں کو ہم پہلے حلال سمجھتے تھے ان کو پھر حلال کر ڈالیں۔ پھر جب انھوں نے ہم پر بہت قہر اور ظلم کیا اور وہ زیادتی کر کے ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہو گئے تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کو آپ کے ماسوا پر ترجیح دی اور ہم آپ کی پناہ میں راغب ہوئے اور اے بادشاہ! ہمیں آپ سے یہ امید ہے کہ آپ کے پاس ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

حضرت ام سلمہ نے فرمایا نجاشی نے کہا، کیا تمہارے پاس اس پیغام میں سے کوئی چیز ہے جس کو وہ اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں، حضرت جعفر نے کہا ہاں! نجاشی نے کہا پھر آپ اس میں سے کچھ مجھے سنائیں۔ حضرت جعفر نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات پڑھیں۔ نجاشی ان آیات کو سن کر رونے لگا حتی کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی اور اس کے درباری بھی رونے لگے حتی کہ ان کے مصاحف بھیگ گئے۔ پھر نجاشی نے کہا یہ دین اور جس دین کو موسیٰ لے کر آئے تھے ایک ہی طاق سے نکلے ہیں تم دونوں جاؤ پس اللہ کی قسم! ان لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ حضرت ام سلمہ نے کہا جب وہ دونوں نجاشی کے پاس سے چلے گئے تو عمرو بن العاص نے کہا اللہ کی قسم کل میں نجاشی کے سامنے ان کے عیوب بیان کروں گا۔ عبداللہ بن ربیعہ نے کہا ایسا نہ کرو ہر چند کہ انھوں نے ہمارے دین کی مخالفت کی ہے لیکن بہر حال وہ ہمارے رشتہ دار ہیں۔ عمرو بن العاص نے کہا اللہ کی قسم! میں نجاشی کو ضرور بتاؤں گا کہ ان لوگوں کا یہ زعم ہے کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کے بندے ہیں! حضرت ام سلمہ نے کہا پھر صبح کو عمرو بن

العاص نے نجاشی سے کہا اے بادشاہ! یہ لوگ عیسیٰ بن مریم کے متعلق ایک سنگین بات کہتے ہیں۔ نجاشی نے اصحاب رسول کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم عیسیٰ بن مریم کے متعلق کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفر نے کہا ہم ان کے متعلق وہی کہتے ہیں جو ہم کو ہمارے نبی نے بتایا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کی (پسندیدہ) روح ہیں اور اللہ کا کلمہ ہیں جو اس نے مقدس کنواری مریم کے سینہ میں ڈالا تھا۔ پھر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا تم نے عیسیٰ بن مریم کے متعلق وہی کہتے ہیں جو ہم کو ہمارے نبی نے بتایا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کی (پسندیدہ) روح ہیں اور اللہ کا کلمہ ہیں جو اس نے مقدس کنواری مریم کے سینہ میں ڈالا تھا۔ پھر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا تم نے عیسیٰ بن مریم کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں، جب نجاشی نے یہ کہا تو اس کے قریب کھڑے ہوئے درباری غضبناک ہو گئے تو نجاشی نے کہا اگر چہ تم کو ناگوار ہے اور صحابہ سے کہا تم کو اس زمین میں امان ہے جو شخص تم کو برا کہے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ یہ اس نے تین بار کہا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ خواہ مجھ کو سونے کے پہاڑ دیئے جائیں اور اس کے بدلہ میں کوئی شخص تم کو ایذا دے۔ ان لوگوں نے جو ہدیے دیئے تھے وہ ان کو واپس کر دو، ہمیں ان کی ضرورت نہیں، خدا کی قسم! جب اللہ نے مجھے یہ ملک دیا تھا تو اس نے مجھ سے رشوت نہیں لی تھی تو میں کیسے رشوت لے سکتا ہوں۔ حضرت ام سلمہ نے کہا وہ دونوں نہایت ناکام اور نامراد ہو کر واپس چلے گئے اور ہم اس ملک میں بہت اچھی طرح رہتے رہے۔ پھر جب نجاشی پر اس کے دشمنوں نے حملہ کر دیا تو ہم اس کی کامیابی کے لیے دعا کرتے رہے حتیٰ کہ نجاشی اپنے دشمنوں پر غالب آ گیا۔ ہم اس کے ملک میں بہت حفظ و امان سے رہے حتیٰ کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آ گئے اس وقت آپ مکہ میں تھے۔ (مسند احمد رقم الحدیث 1740:)

ماقبل سے ربط:

سورۃ کہف میں مشرکین کے چار شبہات کا ازالہ کیا گیا۔ جو شبہات باقی رہ گئے تھے۔ ان کا جواب سورۃ مریم میں دیا گیا ہے۔ گویا سورۃ مریم سورۃ کہف کے لیے بمنزلہ تتمہ ہے۔

سورۃ مریم کے مقاصد و مضامین:

جس طرح دیگر مکی سورتوں کا موضوع اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کا اثبات ہے اسی طرح اس سورت کا بھی یہی موضوع ہے اور اس سورت کی مختلف آیتوں کے ضمن میں اسی موضوع کو دہرایا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور جزاء اور سزا کو بھی ثابت کیا گیا ہے۔

(۱) اس سورت کا افتتاح حضرت یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) کی ولادت سے کیا گیا ہے ان کے باپ حضرت زکریا شیخ فانی تھے اور ان کی والدہ بانجھ تھیں ان سے اولاد نہیں ہوتی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ عادت کے خلاف بھی چیزوں کو وجود میں

لے آتا ہے اوران آیتوں میں یہ ذکر ہے کہ حضرت زکریا ایک نیک مرد تھے انھوں نے اولاد کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اوران آیات میں یہ ذکر بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں حضرت یحییٰ کو نبوت عطا فرمادی۔(مریم 1-15)

(۲) اس کے بعد مقدس کنواری سیدہ مریم سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی ولادت کا ذکر ہے تا کہ یہ خلاف عادت کاموں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دوسری دلیل ہو جائے اور اس کے بدسیہ مریم کو جو طعن وتشنیع کا سامنا ہوا اور لوگوں نے ان کو ملامت کی اور حضرت مریم نے جھولے میں حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا وہ نومولود تھے، پھر حضرت عیسیٰ نے جھولے میں کلام کیا اپنی ماں کے پاک دامنی بیان کی اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اور اس ضمن میں عجیب وغریب واقعات ہیں۔حضرت مریم کو ندا کی گئی کہ وہ کھجور کے دخت کو ہلائیں تو ان پر تر وتازہ کھجوریں گریں ی۔(مریم 16-36)

(۳) حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی ولادت سے یہود اور نصاریٰ میں اختلاف وجود میں آیا۔(مریم 37:-40)

(٤) حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اپنے عرفی باپ آزر سے مناقشہ کا ذکر ہے اور یہ ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) بہت بوڑھے تھے اوران کی بیوی حضرت سارہ بانجھ تھیں اور اللہ تعالیٰ نے خلاف عادت ان کو اولاد عطا کی اوران کے ہاں حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔اس سے پہلے حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) پیدا ہو چکے تھے۔(مریم 41:-50)

(٥) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا ذکر ہے وہ صادق الوعد تھے۔نماز پڑھتے تھے اور زکوۃ ادا کرتے تھے اور حضرت ادریس (علیہ السلام) کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کی ذریت سے ان انبیاء السلام پر انعام فرمایا انھیں لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ وہ انھیں توحید کی دعوت دیں اور شرک ترک کرنے کا حکم دیں۔(مریم 54-58)

(۷) نیک لوگوں کے بعد میں آنے والے لوگوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا اپنی باطل خواہشات کی پیروی کی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے توبہ کرے اور نیک عمل کرے اللہ تعالیٰ نے اس سے دائمی جنات کا وعدہ کیا ہے اور یہ بیان کیا کہ جبرائیل اللہ کے اذن کے بغیر وحی نازل نہیں کرتے۔(مریم 59:-65)

(۸) اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ڈرایا کہ گزشتہ امتوں کی سرکشی اور ایمان لانے سے تکبر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آچکا ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے اور مہلت دیتا ہے اور مسلمانوں کی ہدایت زیادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بیٹے اور شریک سے منزہ ہے۔(مریم 73-84)

(۹) حشر کے دن اللہ مومنین کو جنت میں داخل فرمائے گا اور مجرمین کو دوزخ کی طرف ہانک دے گا۔(مریم 85:-87)

(۱۰) جو شخص اللہ کی طرف اولاد کو منسوب کرے اس کو عذاب سے ڈرانا اور مومنین صالحین سے راضی ہونا اور یہ کہ قرآن مجید میں مومنین کے لیے بشارت ہے اور کفار معتدین کے لیے عذاب کی وعید ہے۔(مریم 88-98)

مختصر خلاصہ :۔

سورۃ مریم مضمون کے اعتبار سے دوحصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ ابتدائے سورت سے لے کر رکوع 4 کے آخر" ھل تعلم له سمیا " تک ہے۔دوسرا حصہ رکوع 5 کی ابتداء-ویقول الانسان" سے لے کر سورۃ کے آخر تک ہے۔

پہلا حصہ :

پہلے حصے میں مشرکین کے شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔ کچھ شبہات انبیاء (علیہم السلام) سے متعلق ہیں۔ایک شبہ حضرت مریم صدیقہ کے بارے میں اور ایک فرشتوں کے بارے میں ہے۔ پہلا شبہہ حضرت زکریا (علیہ السلام) کے بارے میں تھا۔ یہودی ان کو متصرف جان کر پکارتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ ان کی آخری عمر میں خارق عادت کے طور پر ان کے یہاں اللہ تعالی نے ظاہر فرمایا تھا اور زکریا (علیہ السلام) نے اللہ تعالی سے فرزند عطا کرنے کی درخواست کی تھی۔دوسرا شبہہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) کے بارے میں تھا۔عیسائیوں کا خیال تھا کہ حضرت مریم کے پاس بے موسم کے پھل آتے تھے اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) مردوں کو زندہ کرتے،کوڑھیوں اور مادرزاد اندھوں کو چنگا کر دیتے تھے اور مٹی کے جانوروں میں جان ڈال دیتے تھے۔جیسا کہ سورۃ آل عمران رکوع 4و 5میں گذر چکا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں مافوق البشر طاقت اور قدرت کے مالک تھے،اس لیے ان کو پکارنا چاہیے۔دوسرے رکوع میں اس شبہہ کا جواب دیا گیا کہ حضرت مریم صدیقہ تو خود اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کر رہی ہیں اور اسی طرح حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) بھی صاف اعلان کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میرا اور تم سب کا معبود ہے۔تیسرا شبہہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے بارے میں تھا یہود ونصاریٰ اور مشرکین عرب ان کو کارساز سمجھ کر پکارتے تھے۔تیسرے رکوع میں اس کا جواب دیا گیا کہ وہ خود معبودان باطلہ سے بیزار تھے اور انھوں نے ان کے خلاف آواز اٹھائی تھی کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے اس لیے ان کو حاجات میں غائبانہ مت پکارو۔ان کے علاوہ تین پیغمبروں (حضرت موسیٰ،حضرت اسماعیل اور حضرت ادریس علیہم السلام) کا مختصر ذکر کیا گیا،ان تینوں کو بھی پکارا گیا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں فرمایا" وناديناه الخ " موسیٰ (علیہ السلام) کو ہم ہی نے بوت عطا کی اور ہارون (علیہ السلام) کو ان کا معاون بنایا ہر چیز ہم نے ان کو دی اس لیے وہ بھی کارساز نہیں ہو سکتے۔اسی طرح اسماعیل (علیہ السلام) بھی ہمارے بڑے فرمان بردار بندے تھے خود بھی ہماری عبادت کرتے تھے اور گھر والوں کو بھی خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیتے تھے اس لیے وہ بھی پکار کے لائق نہیں اسی طرح ادریس (علیہ السلام) کو بھی ہم ہی نے درجات عالیہ عطا فرمائے تھے اس لیے وہ بھی کارساز نہیں ہو سکتے۔اس کے بعد ان تمام انبیاء (علیہم السلام) کے بارے میں فرمایا وہ سب اللہ کی مخلوق اور اپنے آباء واجداد کی اولاد تھے اور محتاج تھے اس لیے وہ کارساز اور متصرف نہیں ہو سکتے۔فرشتوں کے بارے میں یہ شبہہ تھا کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے قریب رہتے ہیں۔اس لیے اللہ

تعالیٰ نے اپنے بعض اختیارات ان کو دے رکھے ہیں۔مشرکین کہتے وہ اللہ کی بیٹیاں اور اس کے نائب ہیں۔" وما نتنزل الا بامر ربك" تا" وما كان ربك نسيا " (رکوع 4) میں اس کا جواب دیا گیا کہ فرشتے تو خود اللہ تعالیٰ کے محکوم ہیں اور اقرار کر رہے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر زمین پر بھی نہیں اتر سکتے۔اس لیے جو عاجز اور محکوم ہوں وہ کارساز نہیں ہوسکتے درمیان میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے ذکر کے بعد"فاختلف الاحزاب من بينهم "میں اور پھر چھ انبیاء (علیہم السلام) کے ذکر کے بعد"فخلف من بعدهم خلف الخ" میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا گیا ہے۔سوال یہ تھا کہ جب تمام انبیاء (علیہم السلام) خدا ہی کو پکارتے تھے۔تو پھر ان کو متصرف جان کر کیوں پکارا گیا تو اس کا جواب دیا کہ ان کے بعد ناخلف لوگ، علماء سوء اور پیران سیاہ کار پیدا ہوئے جنہوں نے محض نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے لوگوں کو گمراہ کیا اور ان کو شرک کی تعلیم دی۔اس حصے کے آخر میں"رب السموات والارض الخ" میں شبہات دور کرنے کے بعد بطور ثمرہ اصل دعوی کا ذکر کیا گیا کہ زمین وآسمان کا خالق ومالک اللہ
تعالیٰ ہی ہے،اس کا کوئی ہمسر اور ہم صفت نہیں اس لیے حاجات میں صرف اسی کو پکارو۔

دوسرا حصہ:

دوسرے حصہ میں شکوے، زجریں، تخویفیں اور بشارتیں اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تسلی مذکور ہے۔اور سورت کے اختتام پر وہی مضمون دہرایا گیا ہے۔جو سورۃ کہف کی ابتداء میں ذکر کیا گیا۔وہاں فرمایا تھا۔قرآن ان لوگوں کو ڈرسنانے کے لیے نازل کیا گیا ہے۔جو خداوند تعالیٰ کے لیے ولد یعنی نائب تجویز کرتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات اپنے برگزیدہ بندوں کو سونپ دیئے ہیں اور ان لوگوں کو خوشخبری سنانے کے لیے جو اللہ تعالیٰ پر خالص ایمان لاتے اور نیک کام کرتے ہیں۔یہاں بھی وہی مضمون ذکر کیا گیا۔البتہ پہلے گروہ کو"قوما لدا "(جھگڑالو لوگ) سے اور دوسرے فریق کو" المتقين" (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور شرک سے بچنے والے) سے تعبیر فرمایا۔اس حصے میں دو خصوصی باتیں مذکور ہیں۔اول"واتخذوا من دون الله الهة الخ" (رکوع 5) معبودان باطلہ کی عبادت سے مشرکین کا مقصود یہ تھا کہ وہ دنیا میں ان کی مدد و کارسازی کریں۔دوم"لا يملكون الشفاعة الخ (رکوع 6)"۔شفاعت قہری کی نفی یعنی معبودان باطلہ مشرکین کی سفارش نہیں کرسکیں گے اور نہ ان کے کام آسکیں گے۔

سورة طٰہٰ (20)

سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام طٰہٰ ہے کیونکہ اس سورت کا پہلا کلمہ طٰہٰ ہے۔جیسا کہ سورۃ ص اور ق ہیں ان سورتوں کا پہلا کلمہ بھی ص اور ق ہے۔طٰہٰ

کے معنی میں کئی اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے اے آدمی! اور ایک قول یہ ہے کہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اسم ہے اور اس آیت میں آپ کو ندا فرمائی ہے کہ اے طٰہٰ

(البحر المحیط، ج ۷ ص 309، روح المعانی جز 16 ص 217 تفسیر منیر ج 16 ص 174)

اس سورت کا نام سورۃ طٰہٰ رکھنے میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعظیم اور تکریم کو ظاہر کرنا ہے اور کفار کی طعن اور تشنیع آمیز باتوں سے آپ کو تسلی دینا ہے۔

مقاتل نے کہا جب ابو جہل، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث اور مطعم بن عدی نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لمبی لمبی نمازیں پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ جب سے آپ نے اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑا ہے آپ بہت سختی اور مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی اور اس کی پیشانی پر یہ لکھوا دیا: اے طٰہٰ ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ کو سختی اور مشقت میں مبتلا کریں۔ طه ما انزلنا عليك القرآن لتشقى (طٰہٰ 1:-2)

ماقبل سے ربط:

ربط نامی:

سورۃ طٰہٰ کو سورۃ مریم کے ساتھ نامی ربط یہ ہے کہ سورۃ مریم میں حضرت کے احوال سے معلوم ہو گیا کہ وہ متصرف وکارساز نہ تھیں اب سورۃ طٰہٰ میں کہا گیا "اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ"۔ یعنی اے موسیٰ (علیہ السلام) میں ہی سب کا کارساز ہوں لہٰذا مجھے ہی پکارو۔

معنوی ربط:

معنوی ربط یہ ہے۔ مسئلہ توحید کے بارے میں جس قدر شبہات تھے۔ سورۃ کہف اور سورۃ مریم میں ان کا جواب دے دیے دیا گیا اس کے بعد سورۃ طٰہٰ میں کہا گیا کہ اب مسئلہ توحید کی خوب خوب تبلیغ کرو اور اس سلسلے میں جس قدر مصائب آئیں ان کو مردانہ وار برداشت کرو۔ جیسا کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے توحید کی خاطر فرعون اور اس کی قوم کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھائیں اور مصیبتیں برداشت کیں۔

سورۃ طٰہٰ کا زمانہ نزول:

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 54 (چون) ہے یہ سورت سورۃ مریم کے بعد اور سورۃ واقعہ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 20 (بیس ہے)

یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین مسلمان پر بہت مظالم ڈھا رہے تھے اور بہت کم تعداد مین لوگ مسلمان ہوئے تھے

اور ابھی تک مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت نہیں کی تھی اور نہ اس وقت تک حضرت عمر اسلام لائے تھے حضرت عمر بعثت نبوی کے پانچ سال بعد اور حبشہ کی طرف ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔

حضرت عمر (رض) کا قبول اسلام:

ظلم وطغیان کے سیاہ بادلوں کی اسی گھمبیر فضا میں ایک اور برقِ تاباں کا جلوہ نمودار ہوا۔ جس کی چمک پہلے سے زیادہ حیرت کن تھی یعنی حضرت عمرؓ مسلمان ہو گئے۔ ان کے اسلام کا واقعہ ۶ نبوی کا ہے۔ وہ حضرت حمزہؓ کے صرف تین دن بعد مسلمان ہوئے تھے اور نبی ﷺ نے ان کے اسلام لانے کے لیے دعا کی تھی۔ چنانچہ امام ترمذیؒ نے ابن عمر سے روایت کی ہے اور اسے صحیح بھی قرار دیا ہے۔ اسی طرح طبرانی نے حضرت ابن مسعود اور حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اللهم أعز الاسلام بأحب الرجلين اليک ؛ بعمر بن الخطاب أو بأبی جهل بن هشام۔))

"اے اللہ! عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام میں سے جو شخص تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے سے اسلام کو قوت پہنچا۔"

(اللہ نے یہ دعا قبول فرمائی اور حضرت عمرؓ مسلمان ہو گئے) اللہ کے نزدیک ان دونوں میں زیادہ محبوب حضرت عمرؓ تھے۔

(ترمذی ابواب المناقب! مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب ۲/۲۰۹)

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے متعلق جملہ روایات پر مجموعی نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے دل میں اسلام رفتہ رفتہ جاگزیں ہوا۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق تمام روایات کا خلاصہ مع جمع وتطبیق یہ ہے کہ ایک رات انہیں گھر سے باہر رات گزارنی پڑی۔ وہ حرم تشریف لائے اور خانہ کعبہ کے پردے میں گھس گئے۔ اس وقت نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور سورۃ الحاقہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ حضرت عمرؓ قرآن سننے لگے اور اس کی تالیف پر حیرت زدہ رہ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے...... اپنے جی میں...... کہا: اللہ کی قسم! یہ تو شاعر ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں لیکن اتنے میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿٤٠﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ (۶۹ :۴۰، ۴۱)

"یہ ایک بزرگ رسول کا قول ہے۔ یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔"

حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے...... اپنے جی میں...... کہا: (اوہو) یہ تو کاہن ہے لیکن اتنے میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٣﴾ (۶۹ :۴۲ تا ۴۳)

"یہ کسی کاہن کا قول بھی نہیں۔ تم لوگ کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔" اخیر سورۃ

تک"

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ اس وقت میرے دل میں اسلام جاگزیں ہو گیا۔ (تاریخ عمر بن خطاب لابن الجوزی ص ۶،9-10)

یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت عمرؓ کے دل میں اسلام کا بیج پڑا لیکن ابھی ان کے اندر جاہلی جذبات، تقلیدی عصبیت اور آباء واجداد کے دین کی عظمت کے احساس کا چھلکا اتنا مضبوط تھا کہ نہاں خانۂ دل کے اندر مچلنے والی حقیقت کے مغز پر غالب رہا۔ اس لیے وہ اس چھلکے کی تہہ میں چھپے ہوئے شعور کی پرواہ کیے بغیر اپنے اسلام دشمن عمل میں سرگرداں رہے۔

ایک روز خود رسول اللہ ﷺ کا کام تمام کرنے کی نیت سے تلوار لے کر نکل پڑے لیکن ابھی راستے ہی میں تھے کہ نعیم بن عبد اللہ النحام عدوی سے یا بنی زہرہ یا بنی مخزوم کے کسی آدمی سے ملاقات ہو گئی۔

اس نے تیور دیکھ کر پوچھا: عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟

انہوں نے کہا: محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔

اس نے کہا: محمد کو قتل کر کے بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچ سکو گے؟

حضرت عمرؓ نے کہا: معلوم ہوتا ہے تم بھی اپنا پچھلا دین چھوڑ کر بے دین ہو چکے ہو۔

اس نے کہا: عمر! ایک عجیب بات نہ بتا دوں؟ تمہاری بہن اور بہنوئی بھی تمہارا دین چھوڑ کر بے دین ہو چکے ہیں۔

یہ سن کے عمر غصے سے بے قابو ہو گئے اور سیدھے بہن بہنوئی کا رخ کیا۔ وہاں انہیں حضرت خباب بن ارتؓ سورۂ طٰہٰ پر مشتمل ایک صحیفہ پڑھا رہے تھے اور قرآن پڑھانے کے لیے وہاں آنا جانا حضرت خبابؓ کا معمول تھا۔ جب حضرت خبابؓ نے حضرت عمرؓ کی آہٹ سنی تو گھر کے اندر چھپ گئے۔ ادھر حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہؓ نے صحیفہ چھپا دیا لیکن حضرت عمرؓ گھر کے قریب پہنچ کر حضرت خبابؓ کی قراءت سن چکے تھے۔ چنانچہ پوچھا کہ یہ کیسی دھیمی دھیمی آواز تھی جو تم لوگوں کے پاس میں نے سنی تھی؟

انہوں نے کہا کچھ بھی نہیں۔ بس ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

حضرت عمرؓ نے کہا: غالباً تم دونوں بے دین ہو چکے ہو۔

بہنوئی نے کہا: اچھا عمر! یہ بتاؤ اگر حق تمہارے دین کے بجائے کسی اور دین میں ہو تو؟

حضرت عمرؓ کا اتنا سننا تھا کہ اپنے بہنوئی پر چڑھ بیٹھے اور انہیں بری طرح کچل دیا۔ ان کی بہن نے لپک کر انہیں اپنے شوہر سے الگ کیا تو بہن کو ایسا چانٹا مارا کہ چہرہ خون آلود ہو گیا۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ ان کے سر میں چوٹ آئی۔

بہن نے جوش غضب میں کہا: عمر! اگر تیرے دین کے بجائے دوسرا ہی دین برحق ہو تو؟ أشهد أن لا اله الا الله وأشهد أنّ محمدًا رسول الله میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور میں شہادت دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ

کے رسول ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ پر مایوسی کے بادل چھا گئے اور انہیں اپنی بہن کے چہرے پر خون دیکھ کر شرم وندامت بھی محسوس ہوئی۔ کہنے لگے : اچھا یہ کتاب جو تمہارے پاس ہے ذرا مجھے بھی پڑھنے کو دو۔

بہن نے کہا : تم ناپاک ہو۔ اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ اٹھو غسل کرو۔ حضرت عمرؓ نے اٹھ کر غسل کیا۔ پھر کتاب لی اور پڑھی۔

طه (1) مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى (2) إِلَّا تَذْكِرَةً لِمَنْ يَخْشَى (3) تَنْزِيلًا مِمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ الْعُلَى (4) الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى (5) لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَى (6) وَإِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى (7) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى (8)

کہنے لگے : یہ تو بڑے پاکیزہ نام ہیں۔ اس کے بعد سے (۱۴ :۲۰) تک قراءت کی۔ کہنے لگے : یہ تو بڑا عمدہ اور بڑا محترم کلام ہے۔ مجھے محمد ﷺ کا پتہ بتاؤ! حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کے یہ فقرے سن کر اندر سے باہر آ گئے۔ کہنے لگے : عمر خوش ہو جاؤ! مجھے امید ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعرات کی رات تمہارے متعلق جو دعا کی تھی (کہ اے اللہ! عمر بن خطاب یا ابو جہل بن ہشام کے ذریعے اسلام کو قوت پہنچا) یہ وہی ہے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کوہ صفا کے پاس والے مکان میں تشریف فرما ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنی تلوار حمائل کی اور اس گھر کے پاس آ کر دروازے پر دستک دی۔ ایک آدمی نے اٹھ کر دروازے کی دراز سے جھانکا تو دیکھا کہ عمر تلوار حمائل کیے موجود ہیں۔ لپک کر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی اور سارے لوگ سمٹ کر یکجا ہو گئے۔ حضرت حمزہؓ نے پوچھا : کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا : عمر ہیں۔ حضرت حمزہؓ نے کہا : بس! عمر ہے۔ دروازہ کھول دو، اگر وہ خیر کی نیت سے آیا ہے تو اسے ہم عطا کریں گے اور اگر کوئی برا ارادہ لے کر آیا ہے تو ہم اسی کی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیں گے۔ ادھر رسول اللہ ﷺ اندر تشریف فرما تھے۔ آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ وحی نازل ہو چکی تو حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے۔ بیٹھک میں ان سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان کے کپڑے اور تلوار کا پرتلا سمیٹ کر پکڑا اور سختی سے جھٹکتے ہوئے فرمایا : عمر! کیا تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک اللہ تعالیٰ تم پر بھی ویسی ہی ذلت ورسوائی اور عبرتناک سزا نازل نہ فرما دے جیسی ولید بن مغیرہ پر نازل ہو چکی ہے؟

حضرت عمرؓ نے کہا : أشهد أن لا اله الا الله وأنك رسول الله (میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں) یہ سن کر گھر کے اندر موجود صحابہؓ نے اس زور سے تکبیر کہی کہ مسجد الحرام والوں کو سنائی پڑی۔

(سیرت ابن ہشام ۱/ ۳۴۳ تا ۳۴۶)

سورۃ طٰہٰ کے مقاصد اور مضامین:

(۱) اس سورت کے شروع میں طٰہٰ حروف مقطعہ میں سے ہے، اس سے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کا ثبوت ہے کیونکہ ان حروف سے یہ تنبیہ کی ہے کہ یہ کلام ان ہی حروف سے مرکب ہے جن حروف سے تم اپنا کلام مرکب کرتے ہو کلام ہے جو سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہوا ہے اور یہ آپ کی نبوت اور رسالت کی دلیل ہے، اور اس کے بعد یہ بتایا ہے کہ یہ قرآن آپ پر اس لیے نہیں نازل کیا گیا کہ آپ کو کسی مشقت اور دشواری میں مبتلا کیا جائے اور نہ آپ کے ذمہ یہ لگایا گیا ہے کہ آپ ان کافروں کو مسلمان کردیں، آپ کا کام تو صرف ان کو نصیحت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانا ہے، یہ قرآن آسمان وزمین کے خالق اور عرش وکرسی کے مالک کا فرمان ہے اس کو ان تک پہنچا دیجیے اور بس! (طٰہٰ 1-8)

طٰہٰ 9- 98 میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ تفصیل سے نازل فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ کا سابقہ فرعون کی متکبر اور ضدی قوم سے تھا اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سابقہ کفار قریش سے تھا اور وہ بھی بہت متکبرانہ ضدی تھے سو ہدایت کے لیے جس قسم کی آیات فرعون کی قوم کے حق میں ہیں اسی قسم کی آیات کفار قریش پر بھی منطبق ہوں گی۔

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے قصے میں جو خاص خاص باتیں بیان کی گئی ہیں وہ یہ ہیں : حضرت موسیٰ کا ہجرت کرکے مصر سے مدین کی طرف سفر کرنا اور مدین سے واپس ہوتے ہوئے مقام طویٰ میں نبوت سے سرفراز کیا جانا، حضرت موسیٰ کو عصا اور ید بیضا کے معجزات عطا کیا جانا، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو فرعون کے دربار میں تبلیغ کے لیے جانے کا حکم دینا، حضرت موسیٰ کے معجزات کے مقابلہ میں جادوگروں کا اپنے جادو سے معارضہ کرنا اور پانی شکست کو تسلیم کرکے حضرت موسیٰ پر ایمان لانا، فرعون کا ان ایمان لانے والوں کو سولی پر چڑھانے کی دھمکی دینا، حضرت موسیٰ کا بنو اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے روانہ ہونا، فرعون کا تعاقب کرنا، بنو اسرائیل کا نجات پانا اور فرعون کا غرق ہونا، حضرت موسیٰ کا طور پر تورات لینے جانا اور بنی اسرائیل کا سامری کے فتنہ میں مبتلا ہونا اور دیگر کئی امور۔

طٰہٰ 99:- 114 میں قرآن مجید میں قصہ موسیٰ بیان کرنے کا فائدہ ہے، جو قرآن مجید کے مضامین سے اعراض کرے اس کی سزا کا ذکر ہے، قیامت اور حشر کے ہولناک امور کا ذکر ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نسایین سے محفوظ ہونے کا ذکر ہے۔

طٰہٰ 115:- 123 میں حضرت آدم (علیہ السلام) اور شیطان لعین کے قصہ کا ذکر ہے۔

طٰہٰ 124- 129 میں قرآن سے اعراض کرنے والوں کی دنیا اور آخرت میں سزا کا ذکر ہے۔ پچھلی امتوں پر عذاب بھیجنے کا بیان ہے تاکہ اس زمانہ کے مشرکین نصیحت حاصل کریں۔

طٰہٰ 130:- 135 میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کی امت کو کفار کی اذیتوں پر صبر کرنے کی تلقین ہے اور یہ حکم ہے کہ اپنے گھر والوں کو بھی نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے، جو مشرکین فرمائشی معجزات کے طالب تھے ان کا رد ہے اور یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجنے سے پہلے عذاب نازل نہیں فرماتا اور یہ بتایا ہے کہ عنقریب مشرکوں کو معلوم ہو جائے گا کہ راہ راست پر کون ہے۔

مختصر خلاصہ:

سورۃ طٰہٰ میں دو مضمون مذکور ہیں۔ اول توحید دوم تشجیع۔

مسئلہ توحید:

اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب اور متصرف و کارساز ہے لہٰذا حاجات میں غائبانہ صرف اسی کو پکارو۔ آیات توحید پانچ ہیں۔ (1) "تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ" تا "لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى" (رکوع 1)۔ توحید کی خاطر اگر کوئی تکلیف آجائے تو کیا ہوا یہ حکم نامہ اس بادشاہ کا ہے جو ساری کائنات کا خالق و مالک اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (2) "اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ" اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو کیونکہ متصرف و مختار اور عالم الغیب وہی ہے۔ (3) "قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰي كُلَّ شَيْءٍ" تا "اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى" (رکوع 2)۔ پیدا کرنا اور مخلوق کو روزی دینا اسی کا کام ہے لہٰذا کارساز بھی وہی ہے۔ (4)۔ "اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ڏ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا" (رکوع 4) یہ گوسالہ نفع نقصان کا مالک نہیں اور الٰہ وہی ہو سکتا ہے جو متصرف اور نافع و ضار ہو۔ (5) "اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا" (رکوع 5)۔ متصرف و مختار اور عالم الغیب وہی ہے لہٰذا کارساز بھی وہی ہے۔ اس کے بعد "فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ" (رکوع 6) میں آیات توحید کا ثمرہ ذکر کیا گیا ہے کہ مذکورہ بیان سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی عظیم الشان اور عالی مرتبہ بادشاہ ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں، وہی سب کا کارساز اور حاجت روا ہے۔

آیات تشجیع:

آیات تشجیع بھی پانچ ہیں جن کا مقصد جرات دلانا اور شجاعت اور بہادری سے مسئلہ توحید کی تبلیغ کرنے کی ترغیب و تعلیم دینا ہے۔

(1)۔ "مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓي" (رکوع 1)۔ یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑیں یہ تو ڈرنے والوں کے لیے نصیحت تذکرہ ہے۔ لیکن توحید کی وجہ سے اگر کوئی تکلیف آجائے تو صبر کرنا۔ (2)۔ "وَهَلْ اَتٰىكَ

حَدِيۡثُ مُوۡسٰى - تا - فَاسۡتَمِعۡ لِمَا يُوۡحٰى "۔دیکھو موسیٰ (علیہ السلام) نے بھی توحید کی خاطر کس قدر مصائب برداشت کیے آپ بھی اعلاء کلمۃ اللہ میں ہر مصیبت پر صبر کریں۔(3)۔"كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيۡكَ - تا - اٰتَيۡنٰكَ مِنۡ لَّدُنَّا ذِكۡرًا "(رکوع 5)۔یعنی ہم پہلے انبیاء (علیہم السلام) کے قصے اسی لیے بیان کرتے ہیں تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ تبلیغ احکام الہٰی کی خاطر انھوں نے کس قدر تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائیں۔(4)۔ -وَلَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ - تا - وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا"(رکوع 6)۔وحی کو یاد کرنے میں آپ جلدی نہ کریں ہم آپ کو یاد کرا دیں گے۔نیز خیال رہے آدم (علیہ السلام) کی طرح آپ کے عزم میں کمزوری نہ آنے پائے۔(5)"فَاصۡبِرۡ عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ - تا - لَعَلَّكَ تَرۡضٰى "(رکوع 8)۔کوئی بھی مصیبت آجائے اس پر صبر اور اللہ کی تسبیح وتحمید کرتے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس صبر پر اس قدر اجر عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

اس سلسلے میں دو قصے بھی ذکر کیے گئے ہیں ایک حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا دوسرا حضرت (علیہ السلام) کا۔پہلا قصہ تفصیل کے ساتھ اور دوسرا اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔مقصود یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ کی طرح جرات، بہادری اور عزم واستقلال کے ساتھ مسئلہ توحید کی تبلیغ کرو۔اور حضرت آدم (علیہ السلام) کی مانند تمہارے عزم میں کسی قسم کی کمزوری نہ آنے پائے۔آخر میں فرمایا" وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖ -یعنی مشرکین کے کثرت ودولت اور مال ومنال کی پروا نہ کرتے ہوئے مسئلہ توحید کی تبلیغ کیے جاؤ۔پھر"وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا " سے امر مصلح نماز کا ذکر کیا گیا۔

سورة انبياء (21)

سورۃ کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الانبیاء ہے، اس کے علاوہ اس سورت کا اور کوئی نام معروف نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سورت کو الانبیاء کہا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ» :بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْكَهْفُ وَمَرْيَمُ وَطه وَالْأَنْبِيَاءُ :هُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ، وَهُنَّ مِنْ تِلَادِي«

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) نے فرمایا :بنی اسرائیل، الکہف، مریم، طٰہ اور الانبیاء قدیم سورتوں میں سے ہیں، اور ان کو ابتداء اسلام سے حفظ کیا جاتا ہے۔(صحیح البخاری رقم الحدیث 4739:)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ:

»فتح الباری «لابن حجر (8/ 435):

»وحاصله أنه ذكر خمس سور متوالية، ومقتضى ذلك أنهن نزلن بمكة، لكن اختلف في

بعض آيات منهن أما في سبحان فقوله :{ومن قتل مظلوما} الآية، وقوله :{وإن كادوا ليستفزونك} - إلى - {تحويلا} وقوله :{ولقد آتينا موسى تسع آيات} الآية، وقوله :{وقل رب أدخلني مدخل صدق} الآية. وفي الكهف قوله :{واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم} الآية، وقيل من أولها إلى {أحسن عملا} وفي مريم :{وإن منكم إلا واردها} الآية. وفي طه {وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها} الآية، وفي الأنبياء {أفلا يرون أنا نأتي الأرض ننقصها} الآية، قيل في جميع ذلك إنه مدني، ولا يثبت شيء من ذلك، والجمهور على أن الجميع مكيات، وشذ من قال خلاف ذلك»

حضرت ابن مسعود (رض) نے پانچ مسلسل ایک دوسرے کے بعد آنے وال سورتوں کے نام ذکر کئے ہیں اور یہ سب سورتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں جمہور علماء کا یہی موقف ہے، اس کے خلاف جو قول ہے وہ شاذ ہے۔

اس سورت کا نام الانبیاء رکھنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں اٹھارہ انبیاء (علیہم السلام) کا ذکر ہے۔ اکثر انبیاء علیہم اسلام کے اسماء کی تصریح ہے اور بعض کی صفات اور القاب کا ذکر ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(١) حضرت موسیٰ (٢) حضرت ہارون، (٣) حضرت ابراہیم (٤) حضرت لوط (٥) حضرت اسحٰق (٦) حضرت یعقوب (٧) حضرت نوح (٨) حضرت داؤد (٩) حضرت سلیمان (١٠) حضرت ایوب (١١) حضرت اسماعیل، (١٢) حضرت ادریس (١٣) حضرت ذی الکفل، (١٤) حضرت ذوالنون، (١٥) حضرت زکریا، (١٦) حضرت یحییٰ (١٧) حضرت عیسیٰ کا بھی ذکر ہے مگر ان کا نام ذکر نہیں، انھیں مریم کا بیٹا فرمایا ہے، (١٨) اور ہمارے نبی کو رحمۃ للعلمین فرمایا، خلاصہ یہ ہے کہ ذکر تو اٹھارہ انبیاء (علیہم السلام) کا ہے مگر نام پندرہ کے مذکور ہیں۔

سورۃ الانعام میں اٹھارہ انبیاء (علیہم السلام) کے ناموں کا ذکر ہے (الانعام 83:-86) اور وہ سورۃ الانبیاء سے پہلے نازل ہوئی ہے کیونکہ اس کے نزول کا نمبر ہے ٥٥ اور الانبیاء کے نزول کا نمبر ہے 71 اس لیے الانعام کا نام الانبیاء ہونا چاہیے تھا، لیکن چونکہ اس میں مویشیوں کا ذکر ہے اور اس سورت میں الانعام (مویشیوں) کا لفظ چھ بار آیا ہے۔ اس لیے اس سورت کا نام الانعام رکھا۔ اور اس سورت کا نام الانبیاء رکھا اس کے علاوہ ہم یہ کئی بار بیان کر چکے ہیں کہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی۔

سورۃ طٰہ اور سورۃ الانبیاء میں باہمی ربط:

(ا) سورۃ طٰہ میں قیامت کے آنے سے خبردار کیا گیا تھا:

قل کل متربص فتربصوا فستعلمون من اصحاب الصراط السوی ومن اھتدیٰ (طٰہ 135:) آپ کہئے

سب انتظار کر رہے ہیں سو تم بھی انتظار کرو، عنقریب تم جان لوگے کہ کون سیدھے راستے والے ہیں اور کن ہدایت یافتہ ہیں۔

اور سورۃ الانبیاء کی ابتداء میں قیامت کے آنے سے خبردار فرمایا ہے:

اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون (الانبیاء ۱ :) لوگوں کے حساب کا وقت قریب آچکا ہے اور وہ پھر بھی غفلت میں پڑے ہوئے اعراض کرنے والے ہیں۔

(۲) نیز سورۃ طٰہٰ کے آخر میں یہ تنبیہ فرمائی تھی کہ دنیا کی آرائش اور زیبائش سے فریب نہیں کھانا چاہیے کیونکہ یہ سب چیزیں زائل ہونے والی ہیں۔

ولاتمدن عينيك الى مامتعنا به ازوجاً منهم زهرة الحيوة الدنيا لنفتنهم فيه ورزق ربك خير وابقى (طٰہٰ 131 :) اور ہم نے دنیا کی آرائش اور زیبائش کی چیزیں جو ان میں سے مختلف لوگوں کو آزمانے کے لیے دے رکھی ہیں آپ ہرگز ان کی طرف آنکھیں نہ پھیلائیں اور آپ کے رب کا دیا ہوا بہت اچھا ہے اور بہت باقی رہنے والا ہے۔

اور الانبیاء کی پہلی آیت میں یہ فرمایا ہے کہ قیامت کا وقوع قریب آچکا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کی رنگینیوں اور دلچسپیوں سے دل نہ لگایا جائے اور عبادت اور ریاضت میں دل لگایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جن چیزوں کا حساب پیش کرنا ہے ان میں دل لگایا جائے اور ان کی تیاری کی جائے اور اس طرح سورۃ طٰہٰ کا آخر اور سورۃ انبیاء کا اول دونوں قیامت کے قریب کی خبر دے رہے ہیں اور اس کی تیاری کرنے پر برانگیختہ کر رہے ہیں۔

(۳) سورۃ طٰہٰ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کو یہ پیغام دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا اور کارساز نہیں۔ لہٰذا اسی کو پکارو۔ "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ۔ (رکوع 1) اب سورۃ انبیاء میں علیٰ سبیل الترقی یہ بتایا جائے گا کہ نہ صرف حضرت موسیٰ (علیہ السلام) بلکہ تمام انبیاء (علیہم السلام) کی طرف یہی وحی کی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا اور کارساز نہیں۔ لہٰذا اسی کو پکارو۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ (رکوع 2)۔

سورۃ الانبیاء کے مقاصد اور مضامین:

☆ اس سورت کا موضوع عقائد اسلام ہیں اور خصوصیت کے ساتھ توحید، رسالت، قیامت، مرنے کے بعد اٹھنا اور جزاء اور سزا کا بیان ہے اس کی ابتداء ہی قیامت کے ذکر سے کی گی ہے اور اس میں انبیاء (علیہم السلام) کے قصص بیان کئے گئے ہیں۔

☆ اس سورت کی ابتدا قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرانے والی ہے تاکہ لوگ لہو ولعب اور یاد الٰہی سے غافل کرنے والی جن چیزوں میں مشغول ہیں ان کو ترک کر کے آخرت کی تیاری کرنے میں منہمک ہو جائیں۔

☆کفار مکہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت اور رسالت کا اس لیے انکار کرتے تھے کہ آپ نوع بشر سے مبعوث کیے گئے تھے وہ کہتے تھے یہ تو ہماری جنس سے ہیں۔ ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں اور بازاروں میں چلتے ہیں۔ یہ اللہ کے نبی کیسے ہو سکتے ہیں! اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے جو رسول بھیجے گئے تھے وہ بھی بشر تھے کھاتے پیتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور بشر ہونا نبی ہونے کے منافی نہیں ہے، کفار کہتے تھے کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی طرح معجزات پیش نہیں کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کیا کہ ہم نے آپ پر قرآن مجید نازل کیا ہے، وہ ہمارا کلام ہے تم اس کی کسی ایک سورت یا کسی آیت کی بھی مثل لانے سے عاجز رہے اور یہ ہمارے نبی کا معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے معجزات تو وقتی اور عارضی تھے جو ان کے ساتھ چلے گئے اور ہمارے نبی (علیہ السلام) کا معجزہ قیامت تک باقی رہے گا۔ وہ دنیا سے چلے جائیں گے تو پھر بھی ان کی نبوت کی دلیل قائم رہے گی تو تم ایسے کامل اور پائیدار معجزہ کے ہوتے ہوئے دوسرے معجزات کی طلب کیوں کرتے ہو! تم سے پہلے پچھلی قوموں کو ان کے فرمائشی معجزات دیئے گئے اور جب وہ ایمان نہیں لائے تو ان کو عذاب بھیج کر ہلاک کر دیا گیا۔

☆کفار کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ان کے اس قول کا رد فرمایا اور یہ بتایا کہ فرشتے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار بندے ہیں۔

☆اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت پر دلائل قائم کیے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا دن اور رات کا سلسلہ قائم کیا زمین کو قائم رکھنے کے لیے اس کے اوپر پہاڑوں کو نصب کیا، اور پانی توحید پر یہ دلیل قائم کی کہ اگر متعدد خدا ہوتے تو زمین اور آسمان اور پوری کائنات وجود میں نہیں آسکتی تھی اور جب قیامت آئے گی تو ہر چیز فنا ہو جائے گی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی۔

☆ان آیات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء (علیہم السلام) کے قصص بیان فرمائے اور وہ یہ انبیاء ہیں: حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت اسماعیل، حضرت ادریس، حضرت ذی الکفل، حضرت یونس، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہم السلام)

☆انبیاء (علیہم السلام) کے قصص کو ذکر کرنے کے بعد یہ بیان کیا کہ تمام انبیاء (علیہم السلام) کا مقصد وحید یہ تھا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی جائے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ان کو آخرت میں ثواب اور اچھی جزا کی بشارت دی جائے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور اس کی نافرمانی کرتے ہیں ان کو آخرت کے عذاب کی وعید سنائی جائے۔

☆یہ بتایا ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ یاجوج اور ماجوج کے باہر نکلنے میں جو سد اور رکاوٹ ہے اس کو دور کر دیا

جائے گا۔

☆قیامت کے دن شدید عذاب ہوگا اور بہت ہول ناک مناظر ہوں گے اس زمین کو کسی اور زمین سے تبدیل کر دیا جائے گا اور آسمان کو وثیقہ کی طرح لپیٹ دیا جائے گا۔

☆اس سورت کو اس بیان پر ختم کیا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رحمتہ للعالمین ہیں، آپ کی طرف یہ وحی کی گئی کہ عبادت کا مستحق واحد لاشریک ہے اور اس کے احکام پر عمل کرنا فرض ہے۔ آپ لوگوں کو جلد آنے والے عذاب سے ڈراتے ہیں اور قیامت کا آنا حتمی اور یقینی ہے اور اس میں جو مہلت دی گئی ہے وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے ہے۔

مختصر خلاصہ:

سورۃ انبیاء کا دعوی یہ ہے کہ زمینوں اور آسمانوں کی تمام باتیں جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا وہی کارساز اور متصرف و مختار ہے۔ حاجات و مشکلات میں صرف اسی کو پکارو۔ یہ دعویٰ - قَالَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ - (رکوع 1) میں ذکر کیا گیا ہے اور اس دعوے کے اثبات پر تین عقلی دلیلیں اور گیارہ نقلی دلیلیں (ایک اجمالی عقلی دلیلوں کے درمیان اور دس تفصیلی ان کے بعد) اور آخر میں ایک دلیل وحی ذکر کی گئی ہے۔ سورت کی ابتداء میں دعویٰ سے پہلے اور دعوے کے بعد "كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُوْنَ - تک مشرکین پر زجر وشکوی کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جادوگر اور قرآن کو جادو کہتے تھے۔ اور آپ کا اور آپ کی لائی ہوئی دعوت کا انکار کرتے ہوئے حجت بازی کرتے اور کہتے تھے کہ یہ تو آدمی ہے پیغمبر تو فرشتہ ہونا چاہیے تھا۔

تین مقدر سوالوں کا جواب:

اس کے بعد تین مقدر سوالوں کا جواب دیا گیا ہے۔ "وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْ إِلَيْهِمْ الخ" یہ پہلے سوال مقدر کا جواب ہے۔ یعنی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے جتنے بھی رسول آئے ہیں وہ سب آدمی اور بشر تھے۔ "وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ - یہ دوسرے سوال مقدر کا جواب ہے یعنی تمام انبیاء (علیہم السلام) کھاتے پیتے تھے اور "وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ" سے تیسرے سوال مقدر کا جواب دیا گیا ہے یعنی آپ سے پہلے جو پیغمبر تھے وہ بھی دنیا میں ہمیشہ نہ رہے۔ "وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ - (رکوع 2) تخویف دنیوی ہے۔

تین عقلی دلیلیں:

اس کے بعد دعوی توحید پر تین عقلی دلیلیں ذکر کی گئی ہیں (1) "وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ" (2) "وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الخ -- أَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا"

(رکوع 3)۔اس کے بعد بطور معارضہ مشرکین سے شرک پر دلیل کا مطالبہ کیا گیا ہے۔"قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ" یعنی کوئی ایک عقلی یا نقلی دلیل پیش کرو۔مقصد یہ ہے کہ عقل تو مسئلہ توحید کی موید ہے اس لیے وہ شرک کی تائید میں عقلی دلائل لانے سے عاجز ہیں۔اور نقلی دلیل لانا بھی ان کے بس میں نہیں۔کیونکہ تمام انبیاء (علیہم السلام) مسئلہ توحید کی تبلیغ کے لیے بھیجے گئے تھے۔یعنی ہم نے تو توحید پر عقلی اور نقلی دلائل پیش کر دیئے اگر تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کرو۔

دلیل نقلی اجمالی:

اس کے بعد "وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ الخ" میں تمام انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والسلام سے مسئلہ توحید کی حقانیت پر اجمالاً نقلی دلیل پیش کی گئی ہے کہ وہ سب مسئلہ توحید ہی کا پیغام لے کر آئے تھے۔"وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا" مشرکین پر شکوی ہے۔جس کا سات وجوہ سے جواب دیا گیا ہے۔وجہ اول "سُبْحٰنَهٗ" وجہ دوم "بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ" وجہ سوم "لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ" وجہ چہارم "وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ" وجہ پنجم "يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ" وجہ ششم "وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى" وجہ ہفتم "وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ" اس کے بعد "اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" تا "كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ" سے تیسری عقلی دلیل ذکر کی گئی ہے۔"وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ" مشرکین کے لیے زجر اور سوال ثالث کے جواب کا اعادہ ہے۔"خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ" زجر ہے۔"سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ" تخویف دنیوی۔"وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ الخ" شکوی۔"لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ" جواب شکوی مع تخویف اخروی۔"وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ" آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تسلی ہے۔"قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ" (رکوع 4) تخویف دنیوی۔"بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ" اور "اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ" زجر۔"اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ الخ" تخویف دنیوی۔"وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ الخ" تخویف اخروی اس کے بعد دلائل نقلیہ تفصیلیہ کا ذکر ہے۔

دلائل نقلیہ بالتفصیل:

دلائل نقلیہ کے ذکر میں تمام صیغے جمع متکلم کے استعمال کیے گئے ہیں جس سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ یہ سارے کام ہمارے ہی ہیں کسی دوسرے کا ان میں دخل نہیں۔دلائل نقلیہ کے ذکر میں ترتیب زمانی ملحوظ نہیں رکھی گئی کیونکہ اصل مقصود اس بات کا بیان ہے کہ تمام انبیاء (علیہم السلام) توحید کے مبلغ تھے۔"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ" دلیل نقلی تفصیلی اول از حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام۔"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ" (رکوع 5)۔دلیل نقلی دوم از حضرت ابراہیم (علیہ السلام) حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کس قدر شدت کے ساتھ قوم کو شرک سے روکا۔اور ان کو آگ سے ہم نے بچایا۔

وَلُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا " دلیل نقلی سوم از حضرت لوط (علیہ السلام)۔ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ "۔ دلیل نقلی چہارم از حضرت نوح (علیہ السلام)۔ حضرت نوح (علیہ السلام) نے طوفان میں ہمیں پکارا اور ہم ہی نے ان کو طوفان سے نجات دی۔ " وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ الخ "۔ دلیل نقلی پنجم از حضرت داؤد و سلیمان (علیہما السلام) " وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ الخ "۔ دلیل نقلی ششم از حضرت ایوب (علیہ السلام) اپنی تکلیف اور بیماری کا شکوی اللہ سے کیا۔ اور اسی سے تکلیف دور کرنے کی دعا کی۔ " وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْكِفْلِ الخ " دلیل نقلی تفصیلی ہفتم از حضرت اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام۔ " وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا الخ " دلیل نقلی ہشتم از حضرت یونس (علیہ السلام) مصیبت میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالی کے حضور میں گڑگڑائے اور اللہ کو پکارا۔ " وَزَكَرِیَّاۤ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا الخ " دلیل نقلی نہم از حضرت زکریا (علیہ السلام)۔ اولاد کی آرزو پیدا ہوئی تو اس کے لیے اللہ تعالی سے دعا کی۔ غیر اللہ کو نہیں پکارا۔ " اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ الخ " یہ آیت تمام مذکورہ واقعات سے متعلق ہے۔ یعنی یہ تمام مذکورہ انبیاء (علیہم السلام) نیکی کے کاموں کو دوڑ کر بجالاتے اور امید و بیم کی حالت میں صرف اللہ تعالی ہی کو غائبانہ پکارتے تھے۔ " وَالَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا الخ "۔ دلیل نقلی دہم از حضرت عیسی (علیہ السلام)۔ " اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً الخ " اس میں انبیاء (علیہم السلام) کی پوری جماعت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی تمام انبیاء (علیہم السلام) کا دین ایک ہی تھا۔ وہ سب حاجات و مصائب میں اللہ ہی کو متصرف و کارساز سمجھ کر پکارتے تھے۔ لہٰذا وہ سب اللہ تعالی کے محتاج تھے۔ اور خود کارساز اور حاجت روا نہ تھے۔ " وَاَنَا رَبُّكُمْ " واؤ تفسیریہ ہے اور یہ جملہ ما قبل کی تفسیر ہے۔ " وَتَقَطَّعُوْۤا " یہ سوال مقدر کا جواب ہے یعنی اگر تمام پیغمبر توحید کے داعی تھے پھر ان کو کیوں پکارا گیا جواب دیا گیا کہ ان کے بعد باغی لوگوں نے توحید میں اختلاف کیا اور لوگوں کو گمراہ کر دیا " فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ " بشارت اخروی ہے۔ " حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ " (رکوع 7) تخویف دنیوی۔ " اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ " تخویف اخروی۔ " وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ الخ " بشارت دنیوی ہے۔ " قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ " توحید پر دلیل وحی ہے۔ " وَاِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ الخ " آخر میں دعوی سورت کا اعادہ کیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ وہی غیب داں اور متصرف و کارساز ہے۔

سورة الحج (22)

سورۃ الحج کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الحج اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالی نے بتایا ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کس طرح

لوگوں کو البیت الحرام کا حج کرنے کی دعوت دی اور لوگوں کو حج کی عبادات کی تعلیم دی اور حج کے فضائل اور منافع بتائے، اور ان مشرکین کی زجر وتوبیخ اور مذمت کی جو مسلمانوں کو المسجد الحرام میں جانے سے منع کرتے تھے ہر چند کہ اس سورت کا نزول بالاتفاق مسلمانوں پر حج کی فرضیت سے پہلے ہوا ہے کیونکہ حج ان آیات سے فرض ہوا ہے جو سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران میں ہیں۔

اس سورت کا نام الحج رکھنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس سورت میں الحج کا ذکر ہے:

واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق (الحج 27:) اور آپ لوگوں میں حج کرنے کا اعلان کر دیجیے لوگ آپ کے پاس پیدل اور ہر قسم کے دبلے پتلے اونٹوں پر (بھی) دور دراز کے ہر راستہ سے آئیں گے۔

ہر چند کہ سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران میں بھی حج کا ذکر ہے لیکن ہم کئی بار لکھ چکے ہیں کہ وجہ تسمیہ کا جامع اور مانع ہونا ضروری نہیں ہے۔

عہد رسالت میں ہی اس سورت کو سورۃ الحج کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

عَن عقبَة بن عَامر قَالَ :قلت يَا رَسُول الله أفضلت سُورَة الْحَج على سَائِر الْقُرْآن بسجدتين قَالَ :نعم؛فَمن لم يسجدهما فَلَا يقرأهما

حضرت عقبہ بن عامر (رض) بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا سورۃ الحج کو اس وجہ سے فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں جس نے ان سجدوں کو ادا نہیں کیا، اس نے ان آیتوں کی (کامل قرأت نہیں کی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث 578: سنن ابوداؤد رقم الحدیث 1402: ،)

عَن ابْن عَبَّاس قَالَ :فِي الْحَج سَجْدَة وَاحِدَة

حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا الحج میں ایک سجدہ ہے۔ (الدرالمنثور بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ٦ ص ٤)

ہماری غرض ان احادیث کو نقل کرنے سے یہ ہے کہ اس سورت کا نام سورۃ الحج عہد رسالت میں ہی معروف ہو چکا تھا اور صحابہ کرام (رض) کی زبانوں پر یہی نام جاری تھا، الحج کے سوا اس سورت کا اور کوئی نام نہیں ہے۔

سورۃ الحج کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف:

وَاخْتُلِفَ فِي هَذِهِ السُّورَةِ هَلْ هِيَ مَكِّيَّةٌ أَوْ مَدَنِيَّةٌ، أَوْ كَثِيرٌ مِنْهَا مَكِّيٌّ وَكَثِيرٌ مِنْهَا مَدَنِيٌّ۔

فَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٍ وَعَطَاءٍ :هِيَ مَكِّيَّةٌ إِلَّا ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ قَوْلِهِ هذانِ خَصْمانِ إِلَى وَذُوقُوا عَذابَ الْحَرِيقِ [الْحَج19 :- 22] . قَالَ ابْنُ عَطِيَّةَ :وَعَدَّ النَّقَّاشُ مَا نَزَلَ مِنْهَا بِالْمَدِينَةِ

عَشْرَ آيَاتٍ.وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا وَالضَّحَّاكِ وَقَتَادَةَ وَالْحَسَنِ :هِيَ مَدَنِيَّةٌ إِلَّا آيَاتٍ وَما أَرْسَلْنا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نبيء إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى :أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ [الْحَج: 52- 55] فَهُنَّ مَكِّيَّاتٌ.وَعَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ :أَنَّهَا مَدَنِيَّةٌ. وَرَوَاهُ الْعَوْفِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.وَقَالَ الْجُمْهُورُ هَذِهِ السُّورَةُ بَعْضُهَا مَكِّيٌّ وَبَعْضُهَا مَدَنِيٌّ وَهِيَ مُخْتَلِطَةٌ، أَيْ لَا يُعْرَفُ الْمَكِّيُّ بِعَيْنِهِ، وَالْمَدَنِيُّ بِعَيْنِهِ. قَالَ ابْنُ عَطِيَّةَ :وَهُوَ الْأَصَحُّ.

اس میں اختلاف ہے کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی ہے یا اس کی زیادہ آیتیں مکی ہیں یا مدنی ہیں۔حضرت ابن عباس،مجاہد اور عطا سے مروی ہے کہ الحج 19:- 22 کے علاوہ باقی آیات مکی ہیں۔حضرت ابن عباس کا دوسرا قول اور ضحاک،قتادہ اور حسن کا قول یہ ہے کہ الحج 52:- 55 کے علاوہ باقی آیات مدنی ہیں۔مجاہد نے ابن الزبیر سے نقل کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور العوفی نے حضرت ابن عباس (رض) سے بھی یہی روایت کیا ہے۔

جمہور کا قول یہ ہے کہ اس سورت کی بعض آیات مکی ہیں اور بعض مدنی ہیں،اور یہ آیات ایک دوسرے سے مختلط ہیں،یعنی یہ معین نہیں ہے کہ کون سی آیت مکی ہے اور کون سی آیت مدنی ہے۔ابن عطیہ نے کہا یہی قول صحیح ہے۔(التحریر والتنویر جز 17 ص 180)

اس سورت کی جو مکی آیات ہیں وہ مکہ کے آخر دور کی آیات ہیں اور جو مدنی آیاہیں وہ ہجرت کے ابتدائی دور کی آیات ہیں۔

ما قبل سے ربط:

سورۃ حج کا سورۃ انبیاء سے ربط یہ ہے کہ سورۃ انبیاء میں اس بات کا ذکر تھا کہ تمام انبیاء (علیہم السلام) اللہ کی طرف سے یہ پیغام لے کر آئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مافوق الاسباب حاجت روا اور مشکل کشا نہیں اس لیے حاجات ومشکلات میں صرف اسی کو پکارو۔اور وہاں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے واقعات بھی ذکر کیے گئے ہیں جن سے ان کا عمل واضح ہوگیا کہ وہ حاجات میں صرف اللہ ہی کو پکارتے تھے اب سورۃ حج میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جس طرح حاجات میں غائبانہ دعاء اور پکار صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے اور ان میں غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے اسی طرح نذر ونیاز،منت اور چڑھاوے کا مستحق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور غیر اللہ کی نذر و منت شرک ہے لہٰذا منت صرف اللہ کی مانو اور نذر ونیاز صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لیے دیا کرو۔سورۃ انبیاء میں صرف نفی شرک فی التصرف کا بیان تھا اور اب سورۃ حج میں نفی شرک فی التصرف کے ساتھ نفی شرک فعلی کا بیان بھی ہوگا۔

سورۃ الحج کے مقاصد ومضامین:

☆لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور یوم جزا اور یوم حساب کو پیش نظر رکھنے کا حکم دیا ہے اور مشرکین سے فرمایا ہے کہ وہ ضد اور ہٹ

دھرمی کو چھوڑ دیں اور کٹ حجتی سے باز آجائیں، اللہ تعالیٰ کو واحد مانیں اور شیطان کے وساوس کی اتباع نہ کریں۔ شیطان دنیا اور آخرت میں ان کے کسی کام نہیں آسکتا۔

☆ اللہ تعالیٰ بنجر اور مردہ زمین پر پانی برسا کر اس کو زندہ کرتا ہے اور اس میں فصل اگاتا ہے اور جس طرح وہ مردہ زمین کو زندہ کرنے پر قادر ہے، اسی طرح وہ مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔

☆ مشرکین اپنے آپ کو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد کہتے تھے، ان سے فرمایا جب تم ان کی اولاد ہونے پر فخر کرتے ہو تو ان کی سنت اور ان کے شعائر پر کیوں عمل نہیں کرتے۔

☆ ان پچھلی امتوں کے احوال سے ڈرایا جنہوں نے ایمان کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو ان کو عذاب نے پکڑ لیا۔

☆ قیامت کا دن فیصل کا دن ہے، اس دن ہدایت یافتہ اور گمراہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔

☆ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مسلمانوں کو تسلی دی ہے کہ وہ شیطان کی گمراہ کن باتوں سے نہ گھبرائیں، ہر نبی اور رسول کی تبلیغ اور دین کی اشاعت میں شیطان رخنہ اندازیاں کرتا ہے پھر بالآخر اللہ تعالیٰ شیطان کی سازش کو ناکام بنا دیتا ہے۔

☆ قرآن مجید کی عظمت بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ کفار قرآن کو ناپسند کرتے ہیں اور رسولوں سے بغض رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی تحسین کی ہے کہ اللہ نے ان پر ملت حنیفہ کی اتباع کو آسان کر دیا ہے اور ان کا نام مسلمان رکھا ہے۔

☆ مسلمانوں کو کافر کے خلاف جہاد کرنے کی اجازت دی ہے اور ان کی نصرت اور مدد کا وعدہ فرمایا اور ان کو زمین پر اقتدار کی بشارت دی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو بندوں کے اوپر اپنی نعمتوں کا بیان کر کے ختم کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے کچھ فرشتوں کو برگزیدگی دی ہے اور انسانوں میں سے کچھ انسانوں کو فضیلت دی ہے اور مسلمانوں کو ان چیزوں کی ہدایت دی ہے جن سے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ ہی ان کا مولیٰ اور مددگار ہے۔

مختصر خلاصہ :

سورہ حج مضمون کے اعتبار سے دو حصوں میں منقسم ہے۔ حصہ اول ابتداء سورت سے لے کر رکوع 3 کے آخر "نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ اَلِيْمٍ" تک ہے اس حصے میں نفی شرک فی التصرف کا مضمون مذکور ہے اس حصے میں نفی شرک فی التصرف پر دو عقلی دلیلیں ذکر کی گئی ہیں پہلی دلیل ثبوت قیامت اور نفی شرک فی التصرف دونوں پر دلالت کرتی ہے اس حصے میں تین زجریں ہیں زجر اول کا تفصیلی اعادہ بھی کیا گیا ہے۔ دوسرا حصہ : "وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ" (رکوع 4) سے لے کر رکوع 5 کے آخر "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ" تک ہے اس میں نفی شرک فعلی کا بیان ہے جس پر ایک دلیل نقلی پیش کی گئی ہے اور چار عنوانوں

میں نفی شرک فعلی کا ذکر ہے۔ 1۔تحریمات باری۔ان کو قائم رکھو۔ 2۔تحریمات غیر اللہ۔ان کو ختم کرو۔ 3۔اللہ تعالیٰ کی نذر و منت۔اس کو پورا کرو۔ 4۔غیر اللہ کی نذر مت دو۔دونوں مضمونوں کے بعد- أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ الخ " اجازت جہاد اور اس کے بعد متصل ہی وعدہ فتح ونصرت کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد رکوع 7 میں وعدہ فتح کا اعادہ کیا گیا ہے۔ پھر رکوع 9،8 میں دونوں مضمونوں کا اعادہ ہے مع دلائل عقلیہ۔آخر میں ایک تمثیل سے دونوں مضمونوں کی وضاحت کی گئی ہے پھر سورت کے اختتام پر سورت کے تمام مضامین کا بالاجمال اعادہ کیا گیا۔

سورة مومنون (23)

سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام المومنون ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورت المومنون کی صفات کے ذکر سے شروع ہوتی ہے:

قد افلح المومنون :(المؤمنون ۱ :) بیشک ایمان والے کامیاب ہوئے۔اور حسب ذیل احادیث میں اس سورت کو المومنون فرمایا گیا ہے:

سورۃ سے متعلق احادیث:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ» : صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى وَهَارُونَ - أَوْ ذِكْرُ عِيسَى. مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ يَشُكُّ، أَوِ اخْتَلَفُوا عَلَيْهِ - أَخَذَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم سَعْلَةٌ فَرَكَعَ

حضرت عبداللہ بن السائب (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی آپ نے سورۃ المومنین کو شروع فرمایا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا ذکر آیا یا حضرت عیسیٰ کا ذکر آیا تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کھانسی اٹھی پھر آپ نے رکوع کر لیا۔(صحیح مسلم رقم الحدیث،٤٥٥)

قَالَ :سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُولُ :كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الوَحْيُ سُمِعَ عِنْدَ وَجْهِهِ كَدَوِيِّ النَّحْلِ فَأُنْزِلَ عَلَيْهِ يَوْمًا فَمَكَثْنَا سَاعَةً فَسُرِّيَ عَنْهُ فَاسْتَقْبَلَ القِبْلَةَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ» :اللَّهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا، وَأَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا، وَأَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا، وَآثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا، وَارْضِنَا وَارْضَ عَنَّا«، ثُمَّ قَالَ صلى الله عليه وسلم» :أُنْزِلَ عَلَيَّ عَشْرُ آيَاتٍ، مَنْ أَقَامَهُنَّ دَخَلَ الجَنَّةَ«، ثُمَّ قَرَأَ :{قَدْ أَفْلَحَ المُؤْمِنُونَ} [المؤمنون1 :] حَتَّى خَتَمَ عَشْرَ آيَاتٍ

حضرت عمر بن خطاب (رض) بیان کرتے ہیں کہ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے منہ سے شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز سنائی دیتی، ایک دن آپ پر وحی نازل ہوئی ہم تھوڑی دیر ٹھہرے رہے، پھر آپ سے وہ کیفیت دور ہوگئی آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ بلند کئے اور دعا کی کہ اللہ! ہمیں زیادہ دے، ہم سے کمی نہ کر، ہمیں عزت دے، ہمیں رسوائی نہ دے، اور ہم کو عطا فرما اور ہم کو محروم نہ کر، ہمیں ترجیح دے، ہم پر ترجیح نہ دے اور ہم سے راضی ہو اور ہم کو راضی کر دے، پھر آپ نے فرمایا مجھ پر دس آیتیں نازل ہوئی ہیں جس نے ان دس آیتوں کے احکام پر عمل کیا وہ جنت میں داخل ہوجائے گا پھر آپ نے المومنون کی ابتدائی دس آیتیں پڑھیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث ٣١٧٣ :

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :" خَلَقَ اللهُ جَنَّةَ عَدْنٍ، وَغَرَسَ أَشْجَارَهَا بِيَدِهِ فَقَالَ لَهَا :تَكَلَّمِي. فَقَالَتْ :قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ »هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ«

حضرت انس بن مالک (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا اور اس میں اپنے دست قدرت سے درخت اگائے، پھر جنت کے درخت سے فرمایا تم کلام کرو تو اس نے کہا قد افلح المومنون۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک رقم الحدیث ٣٥٣٢ :)

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ بَابَنُوسَ، قَالَ :قُلْنَا لِعَائِشَةَ :يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، كَيْفَ كَانَ خُلُقُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم؟ ، قَالَتْ» :كَانَ خُلُقُ رَسُولِ اللهِ الْقُرْآنُ«، فَقَرَأَتْ {قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ} [المؤمنون1 :] حَتَّى انْتَهَتْ {وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ} [المؤمنون9 :] ، قَالَتْ: »هَكَذَا كَانَ خُلُقُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم«

یزید بن بابنوس بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ (رض) سے پوچھا : اے ام المومنین! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خلق کیسا تھا؟ حضرت عائشہ (رض) نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خلق قرآن تھا پھر حضرت عائشہ (رض) نے سورۃ المومنین کی اس آیت کو پڑھا قد افلح المومنون اور اس سمیت دس آیتیں پڑھیں اور فرمایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اخلاق اس طرح تھے۔ (السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث ١١٢٨٧)

سورۃ المومنون کا زمانہ نزول؛

یہ سورت بالا تفاق مکی ہے، اعلان نبوت کے بعد نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں تیرہ سال رہے تھے اور حضرت عمر (رض) اعلان نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے تھے اور ہم نے سنن الترمذی اور متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے حدیث نقل کی

ہے جس میں حضرت عمر نے نزول وحی کی کیفیت بیان کی ہے اور اس میں سورۃ المومنون کے نازل ہونے کا بیان کیا ہے اس سے متعین ہو جاتا ہے کہ یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس سورت میں ہے:

والذین هم للزکوة فعلون (المومنون ٤ :) اور وہ لوگ جو زکوۃ کی ادائیگی کرنے والے ہیں۔

زکوۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مکی نہیں مدنی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں زکوۃ سے مراد معروف زکوۃ نہیں ہے یعنی بقدر نصاب مال پر ایک سال گزر جانے کے بعد اس سے چالیسواں حصہ نکال کر فقراء کو اللہ کی راہ میں دینا، اصل میں زکوۃ کا معنی نفس کو گناہ کی آلودگیوں اور میل کچیل سے پاک اور صاف کرنا ہے، پھر معروف زکۃ پر بھی زکوۃ کا اطلاق کیا جانے لگا کیونکہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے نفس پاک اور صاف ہو جاتا ہے، اس کا دوسرا معنی ہے بڑھنا اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بندہ کا مال بڑھتا ہے سو یہاں سبب کا اطلاق مسبب پر کیا گیا ہے، زکوۃ ادا کرنے سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اور اس کا باطن پاک اور صاف ہوتا ہے اس کا ثبوت اس آیت میں ہے:

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها (التوبہ، ١٠٣) آپ ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجیے جو ان کو پاکیزہ اور ان کے باطن کو پاک اور صاف کرے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں زکوۃ سے فرض زکوۃ مراد نہیں ہے، بلکہ نفلی صدقات مراد ہیں اور قرآن مجید میں صدقہ پر زکوۃ کا اطلاق مشہور ہے، مشرکین پر زکوۃ فرض نہیں ہے ان کے متعلق فرمایا:

وویل للمشرکین، الذین لایوتون الزکوة وهم بالاخرة هم کفرون (حم السجدۃ ٧ ۔٦) اور ان مشرکین کے لیے بڑا عذاب ہے، جو زکوۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔

اور حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کے متعلق فرمایا۔

وكان يامر اهله بالصلوة والزكوة وكان عند ربه مرضيا (مریم ٥٥ : اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زکوۃ سے مراد اس کا معروف معنی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد نفلی صدقہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں زکوۃ کا اطلاق صدقات پر بھی ہوتا ہے اور المومنون ٤ : میں بھی زکوۃ کا اطلاق صدقات پر ہے اس لیے اس آیت میں زکوۃ کا لفظ آنے سے اس سورۃ کے مکی ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٢٣ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ٧٦ ہے یہ سورت سورۃ الطور کے

بعد اور سورۃ تبارک الذی سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

ماقبل سے ربط:

ربط نامی:

سورۃ مومنون کو سورۃ حج کے ساتھ نامی ربط یہ ہے کہ سورۃ حج میں کہا گیا تھا۔ "وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا الخ" (رکوع 4)۔ یعنی ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں تاکہ وہ ہر طرف سے پیادہ اور سوار بیت اللہ کی طرف آئیں اور سورۃ مومنون کی ابتداء میں فرمایا۔ "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الخ" جو مومنین حج کے لیے آئیں گے ان کے اوصاف بیان کر دیئے گئے۔

معنوی ربط:

معنوی ربط دو ہیں۔ اول۔ سورۃ حج کے آغاز میں تخویف اخروی تھی۔ "يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ" اور سورۃ مومنون میں فرمایا اس ہولناک عذاب سے بچنے کے لیے حسب ذیل امور ثلاثہ پر عمل کرو۔ نماز قائم کرو۔ شرک نہ کرو۔ اور ظلم نہ کرو۔ یہ امور ثلاثہ "اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ" تا "وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ" میں بیان کیے گئے ہیں۔ ربط دوم یہ ہے کہ سورۃ حج میں غیر اللہ کے لیے جانوروں کو حرام کرنے اور غیر اللہ کے نام کی نذریں نیازیں دینے سے منع فرمایا۔ اب سورۃ مومنون میں اس سے ترقی کر کے فرمایا کہ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ غیر اللہ کی تحریمات اور نذر و نیاز سے باز آجاتے۔ مگر اس کے بجائے وہ شرک کی نئی نئی رسمیں اور راہیں کھول رہے ہیں۔ "وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ" (رکوع 4)۔

سورۃ المومنون کے مقاصد اور مضامین:

☆ اس سورت میں توحید پر دلائل دیئے گئے ہیں اور اس کی تحقیق کی ہے اور شرک کا رد اور ابطال فرمایا ہے، شرکیہ عقائد کو منہدم فرمایا ہے اور ایمان اور احکام شرعیہ کا بیان فرمایا ہے۔

☆ سورت کے آغاز میں ان احکام کا بیان فرمایا ہے جن پر عمل کر کے انسان اپنے ظاہر اور باطن کے خدوخال درست کرتا ہے اور نفس کے میل کچیل اور کدورتوں اور ظلمتوں کو دور کر کے آئینہ دل کو صیقل اور شفاف بنا سکتا ہے تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی تجلیات منعکس ہو سکیں۔

☆ اس کے بعد انسان کی تخلیق کے مراحل کو بیان فرمایا ہے تاکہ انسان یہ غور کرے کہ اس کی خلقت میں کتنی نعمتیں اور حکمتیں پنہاں ہیں اور وہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرے اور اپنی تخلیق میں مضمر اسرار پر غور کر کے اپنے خالق کی معرفت کو حاصل کرے۔

☆ انسان عالم صغیر ہے اور یہ پوری کائنات سے عالم کبیر ہے، عالم صغیر کی تخلیق کے نکات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عالم کبیر اور اس کی تخلیق کے نکات بیان فرمائے تاکہ انسان یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کی جو نشانیاں اس کے اندر رکھی ہیں وہی نشانیاں اس کائنات میں اس کے باہر بھی رکھی ہیں، اس کا اندر بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر دلیل ہے اور اس کا باہر بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر دلیل ہے۔

☆ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے نفع کے لیے آسمان سے پانی نازل کی، زمین میں رئیدگی رکھی اور اس سے فصلوں اور باغات کو پیدا کیا، دریاؤں اور سمندروں میں کشتیوں اور جہازوں کو رواں دواں رکھا تاکہ انسان زمین کی پیداوار سے اپنی غذا حاصل کرے اور کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ ایک علاقہ سے دوسرے علاقوں کی طرف منتقل ہو سکے۔

☆ جسم کے لیے اس کے فوائد اور نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اس کی روح کی غذا اور روح کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء (علیہم السلام) کی بعثت کا ذکر شروع فرمایا تاکہ روح اپنے خالق کی معرفت حاصل کرے اور اپنے مولیٰ کی عبادت کرے۔ کیونکہ انبیاء (علیہم السلام) کے علاوہ اور کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ اللہ تعالیٰ کن کاموں سے راضی ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناراض ہوتا ہے اس کو راضی کرنے کے لیے کس طرح اس کی عبادت کی جائے تاکہ اخروی فلاح حاصل ہو اور اس کی ناراضگی سے بچنے کے لیے کن کاموں سے اجتناب کیا جائے تاکہ انسان آخرت میں عذاب سے محفوظ رہے۔

☆ اس کے بعد مشرکین کو اس پر متنبہ فرمایا کہ ان کا انکار اور ان کا کفر پر اصرار اور ان کے ہمارے نبی پر اعتراضات اور ان کے مطالبات ایسے ہیں جیسے پچھلی امتوں کے مطالبات تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان مکذبین کی بستیوں کو تہہ بالا کر دیا اور مشرکین ان اجڑی ہوئی بستیوں کے کھنڈرات دوران سفر دیکھ چکے ہیں، اگر انھوں نے اپنا رویہ نہ بدلا تو وہ اس خطرہ میں ہیں کہ ان پر بھی وہ عذاب آجائے۔

☆ یہ بتایا کہ جب ان سے پوچھا جائے کہ ان کا خالق اور رب کون ہے تو وہ پھر پکار اٹھتے ہیں کہ وہ صرف اللہ ہے تو پھر وہ اللہ کی عبادت میں بتوں کو کیوں شریک کرتے ہیں! اور جب ان پر موت آئے گی تو وہ اپنے اس طریقہ پر اور بت پرستی اور شرک پر نادم ہوں گے اور پچھتائیں گے مگر اس وقت کی ندامت اور پشیمانی کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

☆ یہ فرمایا کہ مشرکین کو اس بات کا اعتراف تھا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صادق اور راست گو ہیں وہ ان کو الصادق الامین کہتے تھے اور یہ بھی مانتے تھے کہ آپ اپنی کسی ذاتی منفعت کے لیے ان کو توحید کی دعوت نہیں دے رہے اور آپ محض ان کی خیر خواہی اور بھلائی کے لیے ان کو دین اسلام کی دعوت دے رہے ہیں، اس لیے اب ان کے پاس اس دعوت کو قبول نہ کرنے کا کوئی عذر نہیں ہے اور ان کے پاس اپنے شرک اور تکذیب رسول کی کوئی دلیل نہیں وہ محض اپنی خواہشات اور

اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کی بناء پر حق سے اعراض کر رہے ہیں۔

☆ اور اس سورت کے آخر میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ فرمایا کہ آپ ان کی بدسلوکیوں سے صرف نظر کریں اور ان کے ایذاء رسانیوں کو نظر انداز کر دیں اور صبر کریں، اور ان کی بد معاملگی کا نیک سلوک سے جواب دیں اور حسن وخوبی کے ساتھ ان کو نصیحت کرتے رہیں، اور مومنین اور اپنے متبعین کے لیے مغفرت کا سوال کرتے رہیں اور یہی وہ اخروی فلاح ہے جس کے ساتھ سورت کی ابتداء کی تھی۔

مختصر خلاصہ:

دلائل کے اعتبار سے یہ سورت دو حصوں میں منقسم ہے حصہ اول ابتدا سے لے کر "اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ" (رکوع 4) تک ہے اور دوسرا حصہ "وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ" (رکوع 4) سے لے کر سورت کے آخر تک ہے۔

حصہ اول:

حصہ اول کی ابتداء میں عذاب آخرت سے بچنے کے لیے امور ثلاثہ کا بیان ہے۔ امر اول۔ نماز قائم کرو اور اللہ سے ڈرو اور خشوع و خضوع سے نماز ادا کرو۔ "اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ"۔ امر دوم شرک اعتقادی اور شرک فعلی سے بچو۔ "وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ"۔ امر سوم۔ ہر قسم کے ظلم سے باز رہو۔ "وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ" تا "وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ"۔ اس کے بعد توحید پر تین عقلی دلیلیں مذکور ہیں۔

دلائل عقلیہ: ۔ پہلی عقلی دلیل "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ" تا "فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ"۔ تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے مٹی کے خلاصہ سے پیدا فرمایا اور پھر نطفہ سے توالد و تناسل کا سلسلہ شروع کیا۔ رحم مادر میں نطفہ کو مختلف منازل سے گذار کر اس سے کامل الخلقت اور حسین وجمیل انسان پیدا کیا۔ وہی سب کا خالق اور برکات دہندہ ہے۔ لہٰذا وہی کارساز اور حاجت روا ہے۔ دوسری عقلی دلیل۔ "وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ" تا "تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ"۔ انسانوں کے علاوہ آسمانوں اور زمین کو بھی اللہ ہی نے پیدا کیا وہی آسمان سے بارش برسا کر زمین سے انواع واقسام کے پھل اور میوے پیدا کرتا ہے اسی نے زیتون جیسا کارآمد درخت پیدا کیا۔ جب سب کچھ دینے والا بھی وہی ہے تو بھی اس کے سوا کسی کو مت پکارو اور اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے غیر اللہ کی نذر و نیاز مت دو۔

تیسری عقلی دلیل: "وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً" تا "وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ"۔ (رکوع 1)۔ یہ تمام چوپائے بھی اسی نے پیدا کیے ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کا دودھ پیا اور گوشت کھایا جاتا ہے۔ کچھ بار برداری اور سواری کے کام آتے ہیں۔ اس

کے علاوہ کشتیوں کو بھی بار برداری اور سواری کے لیے استعمال کرتے ہو۔ جس مالک وقادر اور محسن و منعم نے یہ انعامات عطا فرمائے وہی سب کا کارساز ہے اور وہی پکار اور نذر و منت کا مستحق ہے۔ اس کے بعد چھ نقلی دلیلیں مذکور ہیں۔

دلائل نقلیہ:۔ پہلی نقلی دلیل : "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا ۔ تا ۔ وَاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ " (رکوع 2)۔ یہ حضرت نوح (علیہ السلام) سے تفصیلی نقلی دلیل ہے جس سے نفی شرک فی التصرف مقصود ہے۔ "يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ"۔ اے میری قوم صرف اللہ کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو کیونکہ اس کے سوا تمہارا کوئی کارساز نہیں۔ دوسری نقلی تفصیلی دلیل از ہود (علیہ السلام) برائے نفی شرک فی التصرف۔ "فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا ۔ (رکوع 2) تا ۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ" (رکوع 3)۔ ہود (علیہ السلام) نے بھی اپنی قوم کو یہی دعوت دی "اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ"۔ تیسری نقلی دلیل اجمالی : "ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا ۔ تا ۔ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ "۔ ہود (علیہ السلام) سے لے کر موسیٰ وہارون (علیہما السلام) تک ہم مسلسل دنیا میں پیغمبر بھیجتے رہے جو لوگوں کو پیغام توحید سناتے رہے۔

چوتھی نقلی دلیل تفصیلی از موسیٰ وہارون (علیہما السلام)۔ "ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۔ تا ۔ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ" حضرت موسیٰ وہارون (علیہما السلام) فرعون کے پاس پیغام توحید لے کر آئے مگر قوم نے انکار و استکبار کیا۔

پانچویں نقلی دلیل تفصیلی از عیسیٰ (علیہ السلام) "وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ اٰيَةً الاية"۔ حضرت عیسیٰ اور مریم صدیقہ (علیہما السلام) بھی ہماری قدرت اور وحدانیت کا نشان تھے انھوں نے حال شیر خوارگی ہی میں اعلان کردیا تھا۔ "اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ الخ" (مریم رکوع 2) یعنی میرا اور تم سب کا مالک اور کارساز اللہ ہی ہے لہٰذا اسی کو پکارو۔ یہی سیدھی راہ ہے۔

چھٹی نقلی دلیل اجمالی از تمام رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام برائے نفی شرک فعلی۔ "يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا الخ" (رکوع 4) اللہ تعالیٰ نے انبیاء ومرسلین (علیہم السلام) کو حکم دیا تھا کہ میری حلال اور پاکیزہ چیزوں کو کھاؤ اور ان کو استعمال کرو اور ان میں سے کسی چیز کو حرام نہ کرو اور غیر اللہ کی نذر و نیاز مت کھاؤ۔

"وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً الخ" یہ تمام مذکورہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے متعلق ہے جو مسئلہ مذکورہ بالا دلائل سے واضح کیا گیا ہے، وہ تمام انبیاء (علیہم السلام) کا مشترکہ مسئلہ ہے کہ سب کا کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی نذر و منت کا مستحق ہے اس کے بعد حصہ اول کے آخر تک زجریں ہیں اور درمیان میں امور ثلاثہ مذکور الصدر کا اعادہ ہے۔ "اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ" میں امر اول کا اعادہ ہے۔ یعنی مومنین اللہ تعالیٰ سے ترساں ولرزاں رہتے ہیں۔ "وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ" سے امر دوم کا اعادہ کیا گیا ہے۔ یعنی وہ شرک نہیں کرتے اور "وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا الخ" سے امر سوم کا اعادہ کیا گیا یعنی وہ ظلم نہیں کرتے۔

حصہ دوم: حصہ دوم میں نفی شرک اعتقادی پر چار عقلی دلیلیں پیش کی گئی ہیں ایک تفصیلی اور تین علی سبیل الاعتراف من الخصم۔

پہلی عقلی دلیل "وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ - تا - اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ " (رکوع 5)۔ اللہ تعالیٰ ہی نے سب کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی قوتیں اور صلاحیتیں عطا کیں اسی نے زمین پر انسانوں کو آباد کیا۔ زندگی اور موت بھی اسی کے قبضہ میں ہے۔ رات دن کی آمدورفت اور کمی بیشی بھی اسی کے قبضہ میں ہے اس لیے انسان کو سوچ بچار سے کام لینا چاہیے اور اللہ کے ان انعامات کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اسی کو اپنا معبود اور کارساز سمجھنا چاہیے۔

دوسری عقلی دلیل۔ "قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهَآ الخ" مشرکین اعتراف کرتے ہیں کہ زمین اور زمین کی ساری مخلوقات کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

تیسری عقلی دلیل:۔ "قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ الخ" مشرکین یہ بھی مانتے ہیں کہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

چوتھی عقلی دلیل۔ "قُلْ مَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ الخ" مشرکین اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ سارے جہان کے مکمل اختیارات صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں وہ جسے چاہے بچالے مگر جسے وہ نہ بچانا چاہے اسے کوئی نہیں بچاسکتا۔ یہ تینوں دلیلیں علی سبیل الاعتراف من الخصم ہیں۔ اس لیے ہر دلیل کے بعد مشرکین کو متنبہ کیا گیا کہ جب تم جانتے ہو کہ ہر چیز کا مالک حقیقی اور سارے جہان کا مدبر ومختار اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر اس سے کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے اور خدا سے نہیں ڈرتے ہو۔ اور اللہ کے سوا غیروں کو کارساز اور حاجت روا کیوں سمجھتے ہو؟۔

اس کے بعد زجریں تخویفیں اور بشارتیں ہیں اور درمیان میں "اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ " (رکوع 6) سے طریق تبلیغ کا ذکر ہے۔ یعنی نرم لہجہ سے تبلیغ فرمائیں اور مسئلہ توحید دلائل کے ساتھ واضح کر کے پیش کریں اور آخر میں سورت کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے بطور ثمرہ دلائل مذکورہ "فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الخ"۔ اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے وہ ہر قسم کے شرک سے پاک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں اور نہ کوئی نذرومنت کا مستحق ہے۔ "وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ الخ" یہ تخویف اخروی ہے۔

سورة النور (24)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام سورۃ النور ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں یہ آیت ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور ۳۵) اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔

اور اسی کے نور سے آسمان اور زمین منور اور روشن ہیں اور اسی کے نور سے جن اور انس ہدایت پاتے ہیں۔

اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں تمام انسانوں کی تمدنی اور اجتماعی حیات کے اصول اور احکام اور روشن کر دیے ہیں، اور اس کے آداب اور فضائل بیان فرما دیے ہیں اور اس کے فقہی احکام اور قواعد مقرر فرما دیے ہیں۔

سورۃ النور کی فضیلت میں احادیث اور آثار:

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ» :تَعَلَّمُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ، وَسُورَةَ النِّسَاءِ، وَسُورَةَ الْمَائِدَةِ، وَسُورَةَ الْحَجِّ، وَسُورَةَ النُّورِ، فَإِنَّ فِيهِنَّ الْفَرَائِضَ« هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ "

حضرت مسور بن مخرمہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر بن خطاب (رض) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورۃ البقرہ، سورۃ النساء، سورۃ المائدہ، سورۃ الحج اور سورۃ النور کا علم حاصل کرو کیونکہ ان میں فرائض ہیں۔ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور انھوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(المستدرک ۳۴۹۳)۔

وَأخرج أَبُو عبيد فِي فضائله عَن حَارِثَة بن مضرب قَالَ :كتب إِلَيْنَا عمر بن الْخطاب ان تعلمُوا سُورَة النِّسَاء والاحزاب والنور

امام ابوعبید نے فضائل قرآن میں حارثہ بن مضرب سے روایت کیا ہے کہ ہماری طرف حضرت عمر بن خطاب (رض) نے یہ لکھ کر بھیجا کہ تم لوگ سورۃ النساء، سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور کا علم حاصل کرو۔

وَأخرج الْحَاكِم عَن أبي وَائِل قَالَ :حججْت أَنا وَصَاحب لي وَابْن عَبَّاس على الحجن فَجعل يقْرَأ سُورَة النُّور ويفسرها فَقَالَ صَاحِبِي :سُبْحَانَ الله مَاذَا يخرج من رَأس هَذَا الرجل لَو سَمِعت هَذَا التّرْك لأسلمت

امام حاکم نے ابو وائل سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حج کیا اور میرے ساتھ حضرت ابن عباس (رض) بھی تھے، حضرت ابن عباس سورۃ النور کو پڑھتے تھے اور اس کی تفسیر کرتے تھے، میرے ساتھی نے کہا سبحان اللہ! اس شخص کے منہ سے کیسے جواہر پارے نکل رہے ہیں، اگر ترک ان کو سن لیتے تو مسلمان ہو جاتے۔

(الدر المنثور ج٦ ص١٢٤)

عَن مُجَاهِد قَالَ :قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم علمُوا رجالكم سُورَة الْمَائِدَة وَعَلمُوا نِسَائِكُم سُورَة النُّور

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اپنے مردوں کی سورۃ المائدہ کی تعلیم دو، اور اپنی عورتوں کو سورۃ النور

کی تعلیم دو۔(شعب الایمان رقم الحدیث ۲٤٠٤ :

ماقبل سے ربط:

ربط نامی:

سورۃ نورکو سورۃ مومنون کے ساتھ نامی ربط یہ ہے:۔سورۃ مومن کی ابتدا میں فرمایا "قد افلح المومنون" یعنی ایمان والے کامیاب ہوں گے اور سورۃ نور میں فرمایا "اللہ نور السموات والارض الخ" اللہ تعالیٰ کی توحید ہی سے سارا جہان روشن اور آباد ہے اور ایمان والوں کو فوز وفلاح اسی نور توحید ہی کی بدولت حاصل ہوگی۔

ربط معنوی:

معنوی ربط یہ ہے کہ سورۃ مومنون میں دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت کیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز اور حاجت روا نہیں اس لیے حاجات ومشکلات میں صرف اسی کو پکارو اور اسی کے نام کی نذریں نیازیں دو اس کے سوا کوئی پکارے جانے کے لائق نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی نذرومنت کا مستحق ہے یہ مضمون سورۃ مومنون کی آخری آیتوں میں بطور خلاصہ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔" فتعالی اللہ الملک الحق " تا " انہ لا یفلح الکفرون "۔اب سورۃ نور میں یہ مذکور ہوگا کہ اس مسئلہ توحید سے ضد اور چڑ کی وجہ سے مخالفین (کفار ومنافقین) داعی توحید (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مختلف طریقوں سے بدنام کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ مسلمانوں کا اعتماد اٹھ جائے اور وہ بدظن ہو کر آپ کا اتباع چھوڑ دیں اور مسئلہ توحید کا انکار کردیں اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ (رض) کی اس جھوٹی تہمت سے برأت وطہارت کا اعلان فرمایا ہے جو منافقین نے آپ کی عزت کو داغدار کرنے کے لیے اپنے پاس سے گھڑ کر اڑا دی تھی۔

سورۃ النور کا زمانہ نزول:

منافقین نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ (رض) پر جو بدکاری کی تہمت لگائی تھی، اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ام المومنین کی برأت بیان فرمائی ہے اور تہمت لگانے والوں پر اسی (۸۰) کوڑے مارنے کا حکم نازل فرمایا، تہمت لگانے کا یہ واقعہ غزوہ بنو مصطلق یا غزوہ مریسیع میں پیش آیا تھا۔

خزاعہ قریش کا حلیف اور ان کا ہم عہد ایک قبیلہ تھا، خزاعہ کا ایک خاندان بنو المصطلق کہلاتا تھا، اس خاندان کا رئیس حارث بن ابی ضرار تھا، یہ خاندان مقام مریسیع میں تھا، مریسیع مدینہ منورہ سے نو منزل کے فاصلہ پر ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا، موسیٰ بن عقبہ نے کہا یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا اور النعمان بن راشد نے زہری

سے روایت کیا کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ (رض) پر تہمت لگانے کا واقعہ غزوہ المریسیع میں ہوا تھا۔ المریسیع مکہ کے شمال میں قدید کی طرف پانی کا ایک چشمہ ہے۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی غزوہ بنو المصطلق اور یہی غزوۃ المریسیع ہے)۔

امام ابن اسحاق نے کہا یہ غزوہ ٦ ہجری میں ہوا تھا (مغازی ابن اسحاق) امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا ہے، لیکن یہ سبقت قلم کی لغزش ہے۔ امام بخاری نے پانچ ہجری لکھنے کا ارادہ کیا لیکن ان کے قلم سے چار ہجری لکھا گیا۔ کیونکہ مغازی موسیٰ بن عقبہ میں پانچ ہجری ہی لکھا ہوا ہے اور حاکم، ابو سعید نیشا پوری اور امام بیہقی وغیرہ نے بھی پانچ ہجری ہی نقل کیا ہے۔ ابن شہاب زہری نے موسیٰ بن عقبہ کی مغازی سے نقل کیا ہے کہ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بنو المصطلق اور بنو لحیان سے شعبان پانچ ہجری میں جہاد کیا، اور حاکم نے اکلیل میں کہا ہے کہ یہ غزوہ پانچ ہجری میں ہوا تھا، عروہ وغیرہ سے اسی طرح منقول ہے، اور یہ ابن اسحاق کے قول سے زیادہ حق کے قریب ہے جنہوں نے کہا تھا کہ یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ پر تہمت کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کے درمیان تنازع ہو گیا تھا، اگر غزوہ المریسیع چھ ہجری میں ہو تا جب کہ تہمت لگانے کا واقعہ اسی غزوہ میں ہوا تھا، تو اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کا ذکر غلط ہوتا ہے کیونکہ حضرت سعد بن معاذ ایام بنو قریظہ میں فوت ہو گئے تھے اور یہ غزوہ پانچ ہجری میں ہوا تھا، پس اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ غزوہ المریسیع شعبان پانچ ہجری میں ہوا تھا، اور یہ غزوہ خندق سے پہلے ہوا تھا اور غزوہ خندق شوال پانچ ہجری میں ہوا تھا، اور غزوہ خندق، غزوہ بنو المصطلق کے بعد ہوا تھا، اور حضرت سعد بن معاذ غزوہ المریسیع میں زندہ موجود تھے اور غزوہ خندق میں ان کو ایک تیر آکا لگا تھا اور اس کے زخم میں حضرت سعد بن معاذ فوت ہو گئے تھے۔

غزوہ المریسیع کے پانچ ہجری میں ہونے کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ تہمت حدیث میں تصریح ہے کہ یہ واقعہ پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد ہوا تھا اور حجاب کے احکام ایک جماعت کے نزدیک چار ہجری میں نازل ہوئے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ غزوہ المریسیع چار ہجری کے بعد وقوع پذیر ہوا لہٰذا یہ راجح قرار پایا کہ غزوہ المریسیع پانچ ہجری میں ہوا ہے، اور علامہ واقدی نے جو یہ کہا ہے کہ پردہ کے احکام پانچ ہجری میں نازل ہوئے تو ان کا یہ قول مردود ہے، اور خلیفہ اور ابو عبیدہ اور متعدد علماء نے کہا ہے کہ پردہ کے احکام تین ہجری میں نازل ہوئے، خلاصہ یہ ہے کہ پردہ کے احکام کے نزول کے متعلق تین قول ہیں اور مشہور قول یہ ہے کہ وہ چار ہجری میں نازل ہوئے۔

(فتح الباری ج ٨ ص ١٩٦۔١٩٥)۔

تاریخی پس منظر:

۵ ہجری میں غزوہ خندق کا واقعہ پیش آیا جسے غزوۃ الاحزاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس غزوہ میں قریش اور یہود نے اپنے اثر ورسوخ سے کام لے کر جزیرہ عرب کے تمام قابل ذکر قبائل کو اسلام کے خلاف اکسا کر میدان جنگ میں لا کھڑا کیا جن کی تعداد ۱۰ ہزار سے ۲۴ ہزار تک بیان کی جاتی ہے۔ عرب میں کوئی لڑائی ایسی نہیں ہوئی جس میں عربوں نے اتنی بڑی تعداد میں حصہ لیا ہو، لیکن اتنی بڑی تعداد بیشمار اسلحہ جنگ اور اسلام کے خلاف ابلتے ہوئے غیض وغضب کے جذبات سے مسلح کئی روز تک سر پٹخنے کے باوجود عرب کی متحدہ قوت پر مشتمل یہ عظیم لشکر ناکامی کے زخم چاٹتا ہوا ایک رات مدینے کی فضاؤں سے غائب ہو گیا۔ صبح اٹھ کر دیکھا تو دشمن کے ایک سپاہی تک کا بھی وجود نہ تھا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے کام لیتے ہوئے ارشاد فرمایا **لن تغزو کم قریش بعد عامکم ھذا، ولکنکم تغزونھم** (ابن ہشام جلد ۳، ص ۲۶۶) "اس سال کے بعد اب قریش تم پر چڑھائی نہیں کریں گے بلکہ تم ان پر چڑھائی کرو گے۔" یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ اب اسلام کے دشمن بالخصوص قریش اپنی اقدامی قوت کھو چکے ہیں، اب وہ دفاعی لڑائی لڑیں گے، اب انشاء اللہ تعالیٰ مسلمان کفر پر حملہ آور ہوں گے اور کفر کی طاقتیں جلد ہی سرنگوں ہو جائیں گی۔

دشمن اس بات کو اچھی طرح جان چکے تھے اور حدیبیہ کے معاہدے کے بعد انھیں مزید اس کا تجربہ ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کی قوت کا راز نہ افرادی قوت میں ہے، نہ اسلحہ جنگ کی فراوانی میں اور نہ انھیں معاشی آسودگی میسر ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے اندر قوت محسوس کرتے ہوں، ان کی قوت کا راز صرف ان کے بلند کردار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسی جامع شخصیت کی رہنمائی اور شہادت کا شوق، یہ وہ چیزیں ہیں جس نے ان کے اندر اولوالعزمی، بے داغ کردار اور تقویٰ اور للہیت جیسی صفات پیدا کر دی ہیں جو ان کی کامیابیوں کی اصل ضمانت ہیں۔ اس لیے اگر ان سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے تو ان ہی صفات کی برابری میں کیا جا سکتا ہے اور یہ صفات چونکہ کفار اپنے اندر پیدا کرنے پر قادر نہیں تو اب مسلمانوں کو ناکام کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ان کے کردار کی عظمت کو عیب دار کرنے کی کوشش کی جائے اور ان کی بلند کرداری اور خدا خوفی نے جس طرح تمام عرب قبائل کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے اس کا تدارک اسی صورت میں ممکن ہے کہ بدنامیاں ان کے پیچھے لگا دی جائیں اور اس کا ہدف نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات گرامی، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بے عیب کردار اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہل خانہ کو بنایا جائے تاکہ باہر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عظمت گہنا کر رہ جائے اور گھر میں اپنی پاکیزہ صفت ازواج کے حوالے سے جو آسودگی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو میسر ہے جس کے نتیجہ میں فقر و فاقہ میں بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پریشانی نہیں ہوتی اسے بدگمانی اور شک وارتیاب کی نذر کر دیا جائے۔ چنانچہ قریش اور یہود نے اس سوچی سمجھی

سازش کو بروئے کار لاتے ہوئے حضرت زینب (رض) کے مسئلے کو اٹھایا اور مرچ مسالہ لگا کر اس رنگ میں لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اتہامات اور الزامات کی اس شدت سے دھول اڑائی کہ آج تک تاریخ کے اوراق اس کے غبار سے خالی نہیں ہو سکے۔ اچھے اچھے مؤرخین بھی پراپیگنڈے کے زہر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات کو نشانہ بنانے کے بعد اب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھر کو نشانہ بنایا گیا اور ہوشیاری یہ کی گئی کہ اس خبیث مقصد کے لیے اس عظیم ذات کو چنا گیا جنھیں ایک طرف آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبوب بیوی ہونے کا اعزاز حاصل تھا اور دوسری طرف وہ اس شخصیت کی صاحبزادی تھیں جسے مسلمانوں میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات گرامی کے بعد سب سے زیادہ مرجعیت کا مقام حاصل تھا۔

قریش اور یہود نے اس سازش کو پروان چڑھانے کے لیے ان لوگوں کو چنا جو مدینے میں سکونت پذیر ہونے کی وجہ سے ہر وقت مسلمانوں کے معاشرے میں بدگمانیوں اور اتہامات کا زہر پھیلا سکتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھیں قرآن کریم کی زبان میں منافقین کہا جاتا ہے۔ عبداللہ بن ابی ان کا سرغنہ تھا۔ اس کے اندر کا بغض اسے چین نہیں لینے دیتا تھا۔ اوس وخزرج کے لوگ اس کے بادشاہ بنانے کا فیصلہ کر چکے تھے اور اس کے لیے موتیوں کا تاج تیار کیا جا رہا تھا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو اس کا سارا کھیل بکھیر اہو گیا۔ انصار کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صورت میں دین و دنیا کی نعمتیں ہاتھ آئیں تو وہ اس کی طرف کیونکر متوجہ ہوتے۔ اس نے اپنی اس محرومی کا ذمہ دار آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گردانا۔ اسلام سے پہلے بھی اور اسلام لانے کے بعد بھی اس نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اسلام کیخلاف کبھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اب جیسے ہی اسے ایک موقع ہاتھ آیا تو اس نے اپنے اعوان و انصار کی مدد سے اس حد تک اسے شہرت دی کہ خود نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مسلمانوں کے لیے بہت بڑا فتنہ بنا دیا گیا۔ اگر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تربیت مسلمانوں کو نئی زندگی سے آشنا کر چکی ہوتی تو یہ فتنہ مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیرنے کے لیے کافی تھا۔ اس فتنے کو واقعہ افک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ چونکہ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر پیش آیا، اس لیے پہلے ہم غزوہ بنی المصطلق کی کچھ تفصیل عرض کرتے ہیں۔

غزوہ بنی المصطلق کی تفصیل:

بنی المصطلق قبیلہ بنی خزاعہ کی ایک شاخ تھی جو ساحل بحر احمر پر جدے اور رابغ کے درمیان قدید کے علاقے میں رہتی تھی۔ اس کے چشمے کا نام مریسیع تھا جس کے آس پاس اس قبیلے کے لوگ آباد تھے۔

شعبان ۵ ہجری میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اطلاع ملی کہ یہ لوگ مسلمانوں کیخلاف جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور

دوسرے قبائل کو بھی جمع کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ اطلاع پاتے ہی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک لشکر لے کران کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ فتنے کے سر اٹھانے سے پہلے ہی اسے کچل دیا جائے۔ اس مہم میں عبداللہ بن ابی بھی منافقوں کی ایک بڑی تعداد لے کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہو گیا۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ اس سے پہلے کسی جنگ میں منافقین اس کثرت سے شامل نہ ہوئے تھے۔ مریسیع کے مقام پر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اچانک دشمن کو جالیا اور تھوڑی سی زدوخورد کے بعد پورے قبیلے کو مال واسباب سمیت گرفتار کرلیا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر ابھی لشکر اسلام اسی چشمے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ ایک روز حضرت عمر (رض) کے ایک ملازم اور قبیلہ خزرج کے ایک حریف کے درمیان پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ جھگڑے نے اگرچہ نامناسب صورت اختیار کرلی لیکن صحابہ (رض) نے بیچ کر اس کو رفع دفع کرادیا۔ لیکن عبداللہ بن ابی نے اس بات کو بتنگڑ بنادیا اور مہاجرین کے خلاف ایسے نازیبا کلمات کہے جو کسی مسلمان کے منہ سے نہیں نکل سکتے تھے اور پھر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جا کر ان سے مکر گیا۔ لیکن سورۃ منافقون نے اس کے جھوٹ کا پول کھول دیا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فوراً لشکر کی روانگی کا حکم دے کر اس واقعہ کے اثر کو بہت حد تک کم کردیا اور سیرت کی کتابوں میں اس کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔

واقعہ افک:

عبداللہ بن ابی کا یہ شوشہ ابھی تازہ ہی تھا کہ ظالم نے اسی سفر میں ایک اور خطرناک فتنہ اٹھادیا جسے واقعہ افک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اگر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جانثار صحابہ (رض) کمال درجہ ضبط وتحمل اور حکمت ودانائی سے کام نہ لیتے تو مدینے کی نوخیز مسلم سوسائٹی میں سخت خانہ جنگی برپا ہو جاتی۔ اب ہم اس واقعہ کی کچھ تفصیلات عرض کرتے ہیں۔ اس واقعہ کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دستور تھا کہ سفر میں جاتے ہوئے ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے، جس کا قرعہ نکل آتا اسے ہمراہ لے جاتے۔ اس غزوہ میں قرعہ حضرت عائشہ (رض) کے نام نکلا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انھیں ساتھ لے گئے۔ غزوے سے واپسی میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا گیا۔ حضرت عائشہ (رض) رفع حاجت کے لیے باہر گئیں اور اپنی بہن کا ہار جسے عاریۃً لے گئی تھیں کھو بیٹھیں۔ احساس ہوتے ہی فوراً اس جگہ واپس گئیں جہاں ہار غائب ہوا تھا۔ اسی دوران وہ لوگ آئے جو آپ کا ہودج اونٹ پر لادا کرتے تھے انھوں نے سمجھا آپ ہودج کے اندر تشریف فرما ہیں۔ اس لیے اسے اونٹ پر لاد دیا۔ حضرت عائشہ (رض) ابھی نوعمر تھیں، بدن موٹا اور بوجھل نہ تھا۔ نیز چونکہ کئی آدمیوں نے مل کر ہودج اٹھایا تھا اس لیے بھی ہلکے پن پر تعجب نہ ہوا۔ اگر صرف ایک یا دو آدمی اٹھاتے تو انھیں ضرور محسوس ہو جاتا۔

بہر حال حضرت عائشہ (رض) ہار ڈھونڈ کر قیام گاہ پہنچیں تو پورا لشکر جا چکا تھا اور میدان بالکل خالی پڑا تھا۔ نہ کوئی پکارنے والا تھا نہ

جواب دینے والا۔ وہ اس خیال سے وہیں بیٹھ گئیں کہ لوگ انھیں نہ پائیں گے تو پلٹ کر وہیں تلاش کرنے آئیں گے لیکن اللہ اپنے امر پر غالب ہے وہ جو تدبیر چاہتا ہے کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ (رض) کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گئیں۔ پھر صفوان بن معطل (رض) کی یہ آواز سن کر بیدار ہوئیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیوی۔۔؟ وہ پچھلی رات کو چلا آرہا تھا۔ صبح کو اس جگہ پہنچا جہاں آپ (رض) موجود تھیں۔ انھوں نے جب حضرت عائشہ (رض) کو دیکھا تو پہچان لیا، کیونکہ وہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے انھیں دیکھ چکے تھے۔ انھوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھی اور اپنی سواری بٹھا کر حضرت عائشہ (رض) کے قریب کر دی۔ حضرت عائشہ (رض) اس پر سوار ہو گئیں۔ حضرت صفوان نے اِنَّا لِلّٰہِ کے سوا زبان سے ایک لفظ نہ نکالا۔ چپ چاپ سواری کی نکیل تھامی اور پیدل چلتے ہوئے لشکر میں آگئے۔ یہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا اور لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا۔ انھیں اس کیفیت کے ساتھ آتا دیکھ کر مختلف لوگوں نے اپنے اپنے انداز پر تبصرہ کیا اور اللہ کے دشمن خبیث عبداللہ بن ابی کو بھڑاس نکالنے کا ایک اور موقع مل گیا۔ چنانچہ اس کے پہلو میں نفاق اور حسد کی جو چنگاری سلگ رہی تھی اس نے اس کے کرب پنہاں کو عیاں اور نمایاں کر دیا یعنی بدکاری کی تہمت تراش کر واقعات کے تانے بانے بنتا تہمت کے خاکے میں رنگ بھرنا اور اسے پھیلانا بڑھانا اور ادھیڑنا اور بننا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھی بھی اسی بات کو بنیاد بنا کر اس کا تقرب حاصل کرنے لگے اور جب مدینہ آئے تو ان تہمت تراشوں نے خوب جم کر پراپیگنڈا کیا۔ ادھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاموش تھے، کچھ بول نہیں رہے تھے لیکن جب لمبے عرصے تک وحی نہ آئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عائشہ (رض) سے علیحدگی کے متعلق اپنے خاص صحابہ (رض) سے مشورہ کیا۔ حضرت علی (رض) نے صراحت کیے بغیر اشاروں اشاروں میں مشورہ دیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے خواتین کی کوئی کمی نہیں، حضرت اسامہ (رض) وغیرہ نے مشورہ دیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انھیں اپنی زوجیت میں برقرار رکھیں اور دشمنوں کی بات پر کان نہ دھریں۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے منبر پر کھڑے ہو کر عبداللہ بن ابی کی ایذا رسانیوں سے نجات دلانے کی طرف توجہ دلائی۔ اس پر حضرت اسید بن حضیر (رض) نے اس کے قتل کی اجازت چاہی لیکن حضرت سعد (رض) بن عبادہ پر جو عبداللہ بن ابی کے قبیلہ خزرج کے سردار تھے، قبائلی حمیت غالب آگئی اور دونوں حضرات میں ترش کلامی ہوگئی جس کے نتیجے میں دونوں قبیلے بھڑک اٹھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خاصی مشکل سے انھیں خاموش کیا، پھر خود بھی خاموش ہو گئے۔

ادھر حضرت عائشہ (رض) کا حال یہ تھا کہ وہ غزوے سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئیں اور ایک مہینے تک مسلسل بیمار رہیں۔ انھیں اس تہمت کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ البتہ انھیں یہ بات کھٹکتی رہتی تھی کہ بیماری کی حالت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے جو لطف وعنایت ہوا کرتی تھی اب وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ بیماری ختم ہوئی تو وہ ایک رات ام مسطح کے ہمراہ

قضائے حاجت کے لیے میدان میں گئیں۔ اتفاق سے ام مسطح اپنی چادر میں پھنس کر پھسل گئیں اور اس پر انھوں نے اپنے بیٹے کو بددعا دی۔ حضرت عائشہ (رض) نے اس حرکت پر انھیں ٹوکا تو انھوں نے حضرت عائشہ (رض) کو یہ بتلانے کے لیے کہ میرا بیٹا بھی پروپیگنڈے کے جرم میں شریک ہے تہمت کا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت عائشہ (رض) نے واپس آ کر اس خبر کا ٹھیک ٹھیک پتا لگانے کی غرض سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے والدین کے پاس جانے کی اجازت چاہی، اجازت پا کر والدین کے پاس تشریف لے گئیں اور صورتحال کا یقینی طور پر علم ہوگیا تو بے اختیار رونے لگیں اور پھر دو راتیں اور ایک دن روتے روتے گزر گیا۔ اس دوران نہ نیند کا سرمہ لگایا نہ آنسو کی جھڑی رکی۔ وہ محسوس کرتی تھیں کہ روتے روتے کلیجہ شق ہو جائے گا۔ اسی حالت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے۔ کلمہ شہادت پر مشتمل خطبہ پڑھا اور امابعد کہہ کر فرمایا "اے عائشہ (رض) مجھے تمہارے متعلق ایسی اور ایسی بات کا پتا لگا ہے۔ اگر تم اس سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری برأت ظاہر فرما دے گا اور اگر خدانخواستہ تم سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگو اور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔"

اس وقت حضرت عائشہ (رض) کے آنسو ایک دم تھم گئے اور اب انھیں آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہو رہا تھا۔ انھوں نے اپنے والدین سے کہا کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جواب دیں۔ لیکن ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دیں۔ اس کے بعد حضرت عائشہ (رض) نے خود ہی کہا "واللہ میں جانتی ہوں کہ یہ بات سنتے سنتے آپ لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی ہے اور آپ لوگوں نے اسے بالکل سچ سمجھ لیا ہے۔ اس لیے اب اگر میں یہ کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو آپ لوگ میری بات سچ نہ سمجھیں گے اور اگر میں کسی بات کا اعتراف کر لوں ۔۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں ۔۔ تو آپ لوگ صحیح مان لیں گے۔ ایسی صورت میں واللہ میرے لیے اور آپ لوگوں کے لیے وہی مثل ہے جسے حضرت یوسف (علیہ السلام) کے والد نے کہا تھا کہ:

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ط وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ ۔ ۱۲ : ۱۸

اس کے بعد حضرت عائشہ (رض) دوسری طرف جا کر لیٹ گئیں اور اسی وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر وحی کا نزول شروع ہوگیا۔ پھر جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نزول وحی کی شدت وکیفیت ختم ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسکرا رہے تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ اے عائشہ (رض) اللہ تعالیٰ نے تمہیں بری کر دیا۔ اور یہ مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں،

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ

مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ (11) لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُبِينٌ (12) لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ (13) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (14) إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ (15) وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ (16) يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (17) وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (18) إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (19) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (20)

ترجمہ: بیشک جولوگ بڑا بہتان لائے ہیں وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔تم اس بہتان کو اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ان میں سے ہر شخص کیلئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور ان میں سے وہ شخص جس نے اس بہتان کا سب سے بڑا حصہ اٹھایا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ بہتان سنا تو مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اپنے لوگوں پر نیک گمان کرتے اور کہتے : یہ کھلا بہتان ہے۔اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب وہ گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔اور اگر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو جس معاملے میں تم پڑ گئے تھے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب وہ گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔اور اگر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو جس معاملے میں تم پڑ گئے تھے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔جب تم ایسی بات ایک دوسرے سے سن کر اپنی زبانوں پر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے معمولی سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا تھا۔اور کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اُسے سنا تھا تو تم کہہ دیتے کہ ہمارے لئے جائز نہیں کہ یہ بات کہیں۔(اے اللہ!) تو پاک ہے،یہ بڑا بہتان ہے۔اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ دوبارہ کبھی اس طرح کی بات کی طرف نہ لوٹنا اگر تم ایمان والے ہو۔اور اللہ تمہارے لیے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے اور اللہ علم والا،حکمت والا ہے۔بیشک جولوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ نہایت مہربان، رحم فرمانے والا ہے (تو اس عذاب کا مزہ چکھتے)۔(النور ۲۰ :۔۱۱)

اس پر (خوشی سے) ان کی ماں بولیں (عائشہ!) حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب اٹھو (شکریہ ادا کرو)۔انھوں نے اپنے

دامن کی برأت اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت پر اعتماد و وثوق کے سبب قدرے ناز کے انداز میں کہا "واللہ میں تو ان کی طرف نہ اٹھوں گی اور صرف اللہ کی حمد کروں گی۔"

(صحیح البخاری رقم الحدیث ٤٧٥٠: ،٢٦٦١، صحیح مسلم رقم الحدیث ٢٧٧٠: ،رقم الحدیث المسلسل ٢٨٨٧:،)

سورۃ النور کے مقاصد و مضامین:

النور ٣ :۔ ١ میں زنا کی حد کا بیان اور مسلمان مردوں پر کسی زانیہ یا مشرکہ سے نکاح کو حرام فرمادیا اور مسلمان عورتوں پر کسی زانی یا مشرک مرد سے نکاح کو حرام فرمادیا، مگر بعد میں مسلمان مرد کے لیے زانیہ سے نکاح کی حرمت منسوخ فرمادی۔ منسوخ ہونے کی یہ دلیل یہ آیت ہے:

۔۔۔(النساء ٣ :) اور جو عورتیں تمہیں اچھی لگیں ان سے نکاح کرلو۔

لیکن مشرک عورتوں اور مشرک مردوں کا مسلمان مردوں اور عورتوں سے نکاح ابداً حرام ہے، صرف اہل کتاب کی عورتیں اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ پس مسلمان مرد اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرسکتے ہیں اور مسلمان عورتوں کا اہل کتاب مردوں سے نکاح بہر حال جائز نہیں ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ مسلمان مردوں کا اہل کتاب عورتوں سے دارالاسلام میں نکاح کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور دارالکفر میں یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے۔

النور ٥ :۔ ٤ میں مسلمان پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے (قذف) کی سزا اسی (٨٠) کوڑے مقرر فرمائی اور یہ فرمایا کہ جو شخص اپنی تہمت پر چار گواہ نہ پیش کرسکے وہ حد قذف کا مستحق ہوگا۔

النور ١٠ :۔ ٦ میں یہ ضابطہ بیان فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے ثبوت میں چار گواہ نہ پیش کرسکے اور اس کی بیوی اس تہمت کا انکار کرے تو فریقین ایک دوسرے پر لعان کریں گے۔ شوہر چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں بار کہے اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، اور عورت چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند یقیناً جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار کہے کہ اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب نازل ہو۔

النور ٢٦ :۔ ١١ میں حضرت عائشہ (رض) پر جو منافقین نے تہمت لگائی تھی اس کی طرف اشارہ فرمایا اور ان چیزوں کا سدباب کیا جو معاشرہ کے بگاڑ کا باعث ہوسکتے ہیں، اور جن منافقین نے یہ تہمت لگائی تھی ان کا پردہ فاش کیا اور جو مسلمان اس لپیٹ میں آگئے تھے ان پر بھی عتاب فرمایا کیونکہ انھوں نے اپنی تقصیر سے منافقین کو تقویت پہنچائی اور ان کو تنبیہ فرمائی کہ وہ آئندہ ہوشیار رہیں اور منافقین کے کہنے میں نہ آئیں، منافقین مسلمانوں کی عزت اور ناموس کو برباد کرنے کے درپے ہیں اس لیے مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ منافق مسلمانوں کی ساکھ مجروح کرنے کے لیے جو تہمت لگائیں تو وہ اس ناپاک اور بے حیائی کی بات کو آگے

پھیلانا شروع کریں، مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے اور بغیر ثبوت کے کسی الزام اور تہمت کو درخور اعتناء اور قابل توجہ نہیں سمجھنا چاہیے۔

النور ۳۱ :۔ ۲۷ میں فرمایا مسلمانوں کے لیے ایک دوسرے کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونا جائز نہیں ہے اور داخل ہونے کے بعد گھر والوں کو سلام کریں، اور جب ان کو واپس جانے کے لیے کہا جائے تو واپس چلے جائیں۔ ہاں اگر کسی گھر میں لوگوں کو رہائش نہ ہو اور وہاں مسلمانوں کی کوئی چیز ہو تو پھر اس گھر میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، مسلمان مردوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، اور مسلمان عورتوں کو بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور مسلمان عورتوں کو بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا وہ اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور جسم کے جس حصہ کا پردہ ممکن نہ ہو جیسے ہاتھ اور پیر ان کے سوا باقی جسم کو ڈھانپ کر رکھیں، اور اپنے گریبانوں کو دوپٹوں سے چھپائے رکھیں اور اپنے خاوند اور محارم، اپنے نوکروں اور کم عمر نا سمجھ بچوں کے سوا اپنے بناؤ سنگھار کو کسی پر ظاہر نہ کریں اور زمین پر بھی زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں تا کہ ان کی پوشیدہ زینت ظاہر نہ ہو۔

النور ۴۰ :۔ ۳۲ میں حکم دیا کہ جن مردوں اور عورتوں کا نکاح نہیں ہوا ہے ان کا نکاح کر دیا جائے اور جن کے پاس نکاح کرنے کے وسائل نہ ہوں وہ اپنی پاکیزگی کو برقرار رکھیں حتیٰ کہ اللہ اپنے فضل سے ان کے لیے نکاح کے وسائل کو مہیا کر دے۔ جن گھروں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام لبند کرنے اور اس کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے وہاں صبح وشام اس کا ذکر کیا جائے، ان مسلمانوں کی تعریف اور تحسین فرمائی جو اپنے کاروبار اور تجارت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اور کافروں کے برے اعمال کی مذمت فرمائی۔

النور ۴۶ :۔ ۴۱ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید پر دلائل بیان فرمائے۔

النور ۵۴ :۔ ۴۷ میں منافقین کو متنبہ فرمایا کہ ان کہ یہ دوغلی پالیس کسی کام نہیں آسکے گی، وہ اپنے مفاد کی خاطر تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان کو ظاہر کرتے ہیں اور ظاہری اطاعت بھی کرتے ہیں اور جس حکم کی تعمیل میں ان کو اپنا نقصان نظر آئے تو اس پر عمل نہیں کرتے اگر ان کو دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں کامیابی مطلوب ہے تو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کریں ورنہ وہ نفاق اور گمراہی کی وادی میں بھٹکنا چاہتے ہیں اس میں بھٹکتے رہیں اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پروا نہیں ہے، یہ لوگ بہت پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم آپ کو حکم ہوتے ہی جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں گے۔ آپ کہیے کہ زیادہ قسمیں نہ کھاؤ، ہم کو تمہاری اطاعت کی حقیقت معلوم ہے، آپ کہیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، رسول کے ذمہ تو صرف احکام کا پہنچانا ہے اور اس کی جواب دہی تم سے ہوگی۔

النور ٥٧ :۔ ٥٥ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کو یہ بشارت دی کہ زمین کی خلافت تمہارے لیے ہے، تمہارے لیے ہے تمہارے مخالفین تمہارے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے تم نماز قائم کرتے رہو، زکوۃ ادا کرتے رہو اور اخلاص کے ساتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت پر ڈٹے رہ، عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے خوف اور پریشانی کی حالت کو امن اور سکون سے بدل دے گا۔

النور ٦١ :۔ ٥٨ میں پردے کے احکام کی وضاحت فرمائی کہ تمہارے نوکروں اور نابالغ بچوں کے لیے بھی گھروں میں داخل ہونے کے لیے تین اوقات میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے، نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب تم نے اپنے فالتو کپڑے اتارے ہوتے ہوتے ہیں، اور عشاء کی نماز کے بعد۔ اور بچے جب بالغ ہو جائیں تو وہ بھی بڑے لوگوں کی طرح اجازت لے کر گھروں میں داخل ہوں، اور وہ بوڑھی عورتیں جنہیں اب نکاح کی خواہش نہ رہی ہو وہ بھی اگر فالتو کپڑے اتار کر گھروں میں رہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تاہم ان کے لیے بھی احتیاط سے رہنا زیادہ افضل ہے۔ نیز یہ اجازت دی کہ معذور لوگ اور دیگر مسلمان اپنے ماں باپ، رشتہ داروں اور دوستوں کے گھروں سے کچھ کھالیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

النور ٦٤ :۔ ٦٢ میں اطاعت رسول کی ایک بار پھر تاکید فرمائی اور بتایا کہ مخلص مسلمان ضرورت کے مواقع پر ہمیشہ اپنے رسول کے ساتھ رہتے ہیں اور آپ کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے سو ایسے مسلمان جب آپ سے کہیں جانے کی اجازت طلب کریں تو آپ انھیں اجازت دے دیں، اور آخری آیت میں مسلمانوں سے فرمایا کہ تم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو، اور جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انھیں اس سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی ناگہانی مصیبت نہ ٹوٹ پڑے یا ان پر کوئی دردناک عذاب آجائے۔

مختصر خلاصہ :

سورۃ نور کے دو حصے ہیں پہلا حصہ ابتداء سورت سے لے کر رکوع 7 کے آخر "ولبئس المصیر" تک ہے اور خلاصہ مضامین یہ ہے۔ تمہید، ترغیب الی القرآن اصلاح معاشرہ کے لیے چار احکام، تہمت لگانے والوں پر زجریں، پھر اصلاح معاشرہ کے لیے چھ قوانین دعوی توحید جس کی عداوت سے منافقین نے تہمت لگائی۔ دعوی توحید پر ایک نقلی دلیل اور تین عقلی دلیلیں دوسرا حصہ رکوع 8 کی ابتداء "یا ایہا الذین امنوا لیستاذنکم" سے لے کر سورت کے آخر تک ہے۔

خلاصہ مضامین یہ ہے :۔ اصلاح معاشرہ کے لیے تین قوانین، مخلصین ومنافقین کے اعمال کا تقابل، آداب رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور دعوی توحید کا دوسری بار ذکر جس کی وجہ سے منافقین نے تہمت لگائی۔

سورة الفرقان (25)

سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الفرقان ہے اور اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس سورت کی ابتدا میں الفرقان کا ذکر ہے:

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (الفرقان ۱ :) وہ برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر بہ تدریج الفرقان (قرآن مجید) کو نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں والوں کے لیے (عذاب سے) ڈرانے والے ہوں۔

نزول:

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ پوری سورت مکی ہے۔ حضرت ابن عباس اور قتادہ (رض) نے فرمایا کہ اس میں تین آیتیں مدنی ہیں۔ "وللذین لایدعون مع اللہ الھا اخر" سے "وکان اللہ غفورا رحیما" تک۔ باقی سورۃ مکی ہے۔ اور حضرت ضحاک نے کہا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور اس میں کچھ آیات مکی ہیں۔ "والذین لایدعون مع اللہ الھا اخر" (قرطبی)

ماقبل سے ربط:

نامی ربط:

سورۃ نور میں فرمایا "اللہ نور السموت والارض" یعنی مسئلہ توحید ہی زمین وآسمان کا نور ہے اسی سے سارے عالم میں اجالا اور اسی سے سارا جہان قائم ہے۔ اور سورۃ فرقان میں فرمایا "تبرك الذی نزل الفرقان الخ" یعنی یہی نور توحید حق و باطل کے درمیان فرقان ہے یا اسی نور کی توضیح کے لیے اللہ نے فرقان نازل فرمایا۔

معنوی ربط:

سورۃ کہف سے لے کر یہ مضمون بیان کیا جارہا ہے کہ "لم یتخذ ولدا" یعنی سارے جہان کا خالق، سارے عالم کا مدبر اور تمام امور میں متصرف ومختار اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا کوئی کوئی نائب نہیں اور نہ اس نے اپنا کوئی اختیار کسی کے حوالے کر رکھا ہے لہٰذا وہی سب کا کارساز اور حاجت روا ہے، مصائب ومشکلات میں صرف اسی کو پکارو اور صرف اسی کے نام کی نذریں منتیں دو۔ اب سورۃ فرقان سے سورۃ سبا تک بطور ثمرہ ونتیجہ یہ بیان ہوگا کہ جب کارساز اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کا کوئی نائب نہیں تو برکات دہندہ اور ہر خیر وبرکت کا سرچشمہ بھی وہی ہے لہٰذا اسی کو برکات دہندہ سمجھ کر پکارو اور اسی سے برکات طلب کرو۔

سورۃ کے مقاصد ومضامین:

اس سورۃ میں مکی سورتوں کی طرح اسلامی دعوت کے تمام ادوار یعنی دعوت، ہجرت اور جہاد اور تمام بنیادی موضوعات یعنی توحید، رسالت اور معاد زیر بحث آتے ہیں۔ البتہ اسلوب، انداز اور مواد مختلف ہے۔ اس سورۃ کا بنیادی مضمون مخالفین کے شبہات اور

اعتراضات ہیں جو قرآن اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیخلاف اٹھائے گئے۔ اس سورہ میں انھیں نقل کر کے ان کا جواب دیا گیا۔ اور ساتھ ہی اعتراض وانکار کے اصل محرکات سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے۔

سورہ کی پہلی آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالی کی ذات نہایت مبارک ہستی ہے۔ اس کے فیضان کی وسعت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اس کی رحمت اور برکت بے پایاں ہے۔ یوں تو اس کی ہر نعمت قدر وقیمت میں بے مثال ہے لیکن اس کی وہ نعمت جو اس کے فیضان کا سب سے بڑا ثمر ہے وہ قرآن کریم ہے۔ چنانچہ اس کو نازل فرما کر اس بے پایاں برکت والی ہستی نے انسانوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ پھر قرآن کریم پر منکرین جو کچھ اعتراض کرتے تھے اور جس طرح اس کو افترا اور سازش قرار دے رہے تھے اور قرآن کریم سے لوگوں کو برگشتہ اور بدگمان کرنے کے لیے کوشاں تھے اس کا ذکر فرمایا ہے۔

اس کے بعد کی آیات میں مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا اور اس مخالفت کے پس پردہ محرکات کی طرف بھی اشارہ فرمایا گیا۔ اور دعوت حق سے منہ موڑنے والوں کے برے نتائج بھی صاف صاف بیان فرمائے گئے ہیں۔

اس کے بعد کی آیات میں ان قوموں کی تاریخ اجمال کے ساتھ بیان کی گئی ہے جن پر اللہ تعالی کا عذاب نازل ہوا اور اس کے ضمن میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ کرام کو صبر واستقامت کی تلقین ہے اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کو یہ کہہ کر تسلی دی گئی ہے کہ جو لوگ اس کتاب کی تکذیب کر رہے ہیں وہ چوپایوں سے بھی گئے گزرے ہیں، انھیں صرف اپنی خواہشات کے اتباع کے سوا کوئی بات راس نہیں آتی۔ اس لیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مسلمانوں کا کام صرف یہ ہے کہ ان پر حجت تمام کردیں۔ وہ لوگ اس انجام سے دوچار ہو کے رہیں گے جو ان کے لیے مقدر ہے۔

اس کے بعد قرآن کریم کی دعوت کے اساسی مسائل، یعنی توحید اور معاد کے اثبات میں آفاق کے بعض دلائل بیان فرمائے گئے۔ اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تلقین کی گئی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مخالفین کے مطالبہ معجزات کی پروانہ کریں اور پھر وہ باتیں واضح کی گئی ہیں جو اتمام حجت کے نقطہ نظر سے ضروری ہیں۔

آخری رکوع میں سورۃ المومنون کی طرح اہل ایمان کی اخلاقی خوبیوں کا نقشہ کھینچ کر عوام الناس کے سامنے رکھ دیا گیا ہے کہ اس سیرت و کردار کے ہیں وہ لوگ جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعلیم سے تیار ہوئے اور آئندہ بھی ایسے ہی مزید لوگ تیار ہوتے رہیں گے۔ اور دوسری طرف وہ معاشرہ اور وہ سوسائٹی ہے جو جزیرہ عرب میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان کے نمونہ اخلاق سے عرب کا ہر فرد آگاہ ہے۔ غیر ملفوظ انداز میں یہ سوال ان کے سامنے رکھ دیا گیا ہے کہ تم خود فیصلہ کرو کہ انسانیت کس میں دکھائی دیتی ہے اور انسانوں کی بھلائی کے لیے کس طرح کے افراد درکار ہیں اور وہ کونسا نمونہ اخلاق ہے جس کی بنیاد پر ایک صالح سوسائٹی تیار ہوسکتی ہے۔ اور آج بھی یہی سوال آج کی دنیا کے سامنے بھی موجود ہے۔ اہل عرب اپنے سارے بگاڑ کے باوجود ۲۳ سالہ کشمکش

میں اس سوال کے صحیح جواب تک پہنچ گئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک حقیر اقلیت کے سوا ساری قوم اسلام کی آغوش میں آگئی اور پھر انھیں کی کوششوں سے اہل دنیا کو وہ عظیم نعمت میسر آئی جس کا نام اسلام ہے۔لیکن اے کاش! آج یہ دنیا بھی اس پیغام کو سمجھے اور اس پر غور کرے۔

اس سورۃ کی آخری آیت میں متمردین قریش کو اور آج کی دنیا کو بھی یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ تمہاری طرف ہم نے جو اپنا آخری رسول بھیجا ہے اور قرآن کریم جیسی کتاب اتاری ہے اور تمہیں اس حد تک اہمیت دی گئی ہے کہ تم اس تعلیم و دعوت کا ہدف بنائے گئے ہو تو اس کا یہ مطلب نہ سمجھ لینا کہ تمہارے بغیر اللہ تعالیٰ کا کوئی کام رکا ہوا ہے اور اگر تم راہ راست پر نہ آئے تو کائنات کا نظام بگڑ جائے گا، بلکہ مقصود اس سلسلے میں تمہاری صلاح وفلاح ہے۔اب اگر تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر کرنے سے انکار کرتے ہو تو یاد رکھو کہ وہ چیز تمہیں لازماً پیش آ کے رہے گی جو اس ناقدری کا لازمی نتیجہ ہے۔ چنانچہ قریش تو اس کی قدر کر کے ناقدری کے نتیجے سے بچ گئے۔لیکن آج یہ سوال ہمارے اور اس دنیا کے سامنے ہے۔

مختصر خلاصہ :

دعوی سورت کا تین بار ذکر، دعوی سورت پر تیرہ عقلی اور سات نقلی دلیلوں کا ذکر۔دعوی مذکورہ کے بارے میں سات شکووں اور شبہوں کے جوابات زجر وتخویف، تسلیہ، نیک بندوں کے اوصاف، دوسری مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی عقائد یعنی اثبات توحید، اثبات رسالت حشر ونشر قیامت وآخرت، جزاوسزا، شرک کی برائی اور مشرکین کی مذمت کے مضامین ہیں اور مضمون کی مناسبت سے بعض گزشتہ پیغمبروں اور ان کی اقوام کے واقعات بیان کئے گئے ہیں اور توجہ دلائی گئی ہے کہ جن قوموں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا وہ دنیا میں ناکام اور آخرت میں عذاب کے مستحق ہوئے۔قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی پر کفار ومشرکین مکہ کے اعتراضات وشبہات میں سے ایک ایک کو نقل کر کے ان کے جواب دیئے گئے ہیں، ساتھ ہی دعوت حق سے اعراض کے برے نتائج بھی صاف صاف بتلائے گئے ہیں پھر دنیا میں اللہ کی معرفت کی نشانیاں بتلائی گئیں، جن سے توحید کی تعلیم دی گئی۔آخر میں اہل ایمان کے بلند اخلاق وکردار اور ان کے اعمال کا ذکر فرمایا تاکہ ان کو دیکھ کر مشرکین اپنے برے اعمال سے تائب ہو جائیں اور اپنے اعمال کا مومنین کے اعمال سے موازنہ کریں تاکہ ہدایت وضلالت اور سعادت و-شقاوت کا فرق ان کی نظروں اور نگاہوں کے سامنے آجائے۔۔

سورة الشعرآء (26)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الشعراء ہے اور اس لفظ کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (الشعراء ٢٢٤ :) اور شعراء کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو گم راہ ہوں۔

اس سورت میں مکہ کے ان کفار کا رد فرمایا ہے جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو شاعر کہتے تھے، الشعراء کا لفظ قرآن مجید میں صرف ایک بار آیا ہے اور اس کا اسی سورت میں ذکر ہے۔

اس سورت کا نام طسم بھی ہے، لیکن زیادہ مشہور الشعراء ہے۔ احادیث اور آثار میں ان دونوں ناموں کا ذکر ہے:

وَأخرج النّحاس عَن ابْن عَبَّاس قَالَ سُورَة الشُّعَرَاء نزلت بِمَكَّة سوى خمس آيَات من آخرهَا نزلت بِالْمَدِينَةِ {وَالشعرَاء يتبعهُم الْغَاوُونَ} إِلَى آخرهَا

حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا: سورۃ (طسم) الشعراء مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

النحاس نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا کہ سورۃ الشعراء مکہ میں نازل ہوئی ہے سوائے آخری پانچ آیتوں کے ان ہی میں سے والشعراء یتبعھم الغاون بھی ہے یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدر المنثور ج ٦ ص 261)

قرآن مجید کے نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٤٧ ہے، یہ سورت، سورۃ نمل سے پہلے اور سورۃ واقعہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

ماقبل سے ربط:

سورۃ الفرقان اور سورۃ الشعراء دونوں سورتوں کی ابتداء قرآن مجید کی تعظیم سے ہوئی ہے، سورۃ الفرقان کی ابتداء میں ہے:

(الفرقان ١ :) وہ بہت برکت والا ہے جس نے الفرقان (قرآن مجید) کو اپنے عبد (مکرم) پر نازل کیا۔

اور سورۃ الشعراء کی ابتداء میں ہے:

(الشعراء ٢ ۔ ١ :) طا سین میم۔ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

اور سورۃ الفرقان کی انتہاء کافروں کی مذمت اور مومنوں کی مدح پر ہوئی ہے اور اسی طرح سورۃ الشعراء میں بھی ہے، سورۃ الفرقان کی آخری آیات میں مومنوں کے متعلق فرمایا:

(الفرقان ٧٥ :) یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزاء میں جنت کی بلند عمارات دی جائیں گی۔

اور کافروں کے متعلق فرمایا:

(الفرقان ٧٧ :) آپ کہیے اگر تم میرے رب کی عبادت نہ کرو تو اس کو تمہاری کوئی پروا نہیں ہے، پھر بیشک تم نے اس کو جھٹلایا تو اس کا عذاب تم پر ہمیشہ لازم رہے گا۔

اور سورۃ الشعراء میں کافروں کی مذمت اور مومنوں کی مدح کے متعلق فرمایا:

(الشعراء ۲۲۷ :۔۲۲٤) اور شعراء کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو گم راہ ہیں۔کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شعراء ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے۔سوا ان (شعرائ) کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کیا، اور ظلم سہنے کے بعد بدلہ لیا، اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹتے ہیں۔

سورۃ الفرقان میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت ہارون (علیہ السلام) کا اجماعی طور پر ذکر کیا گیا تھا اور اس سورت میں ان کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، اس کے علاوہ سورۃ الفرقان میں حضرت نوح، عاد، ثمود اور اصحاب الرس کا بھی اجمالی طور پر ذکر کیا گیا تھا اور اس سورت میں ان کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، ان کے علاوہ بعض دیگر انبیاء (علیہم السلام) اور ان کی امتوں کا بھی اس سورت میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

سورۃ الشعرآء کی فضیلت:

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» :اعْمَلُوا بِالْقُرْآنِ، وَأَحِلُّوا حَلَالَهُ، وَحَرِّمُوا حَرَامَهُ، وَاقْتَدُوا بِهِ، وَلَا تَكْفُرُوا بِشَيْءٍ مِنْهُ وَمَا تَشَابَهَ عَلَيْكُمْ مِنْهُ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْ بَعْدِي كَيْمَا يُخْبِرُوكُمْ، وَآمِنُوا بِالتَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالزَّبُورِ، وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ وَلْيَسَعْكُمُ الْقُرْآنُ وَمَا فِيهِ مِنَ الْبَيَانِ، فَإِنَّهُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ، وَمَا حِلٌّ مُصَدَّقٌ إِلَّا وَلِكُلِّ آيَةٍ نُورٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنِّي أُعْطِيتُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ مِنَ الذِّكْرِ الْأَوَّلِ، وَأُعْطِيتُ طَهَ، وَطَوَاسِينَ، وَالْحَوَامِيمَ، مِنْ أَلْوَاحِ مُوسَى، وَأُعْطِيتُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ« . »هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ«

حضرت معقل بن یسار (رض) نے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :قرآن پر عمل کرو، اس کے حلال کو حلال قرار دو اور اس کے حرام کو حرام قرار دو، اس کی اقتداء کرو اور اس کی کسی چیز کا انکار نہ کرو، اور اس کی آیات متشابہات کو اللہ کی طرف لوٹادو اور میرے بعد جو علماء راسخین ہیں ان کی طرف، اور تورات اور انجیل اور زبور پر ایمان لاؤ اور ان مصاحف پر جو نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیئے گئے اور قرآن اور اس کی سورتیں تم پر وسعت کریں گی کیونکہ یہ شفاعت کرنے والا ہے اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔سنو! اس کی ہر آیت قیامت کے دن نور ہوی، اور مجھے ذکر اول سے سورۃ البقرہ دی گئی ہے اور مجھے طہٰ اور طواسین (وہ سورتیں جن کے شروع میں طسم ہے) اور الحوامیم (وہ سورتیں جن کے شروع میں حم ہے) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی الواح سے دی گئیں اور فاتحہ الکتاب مجھے عرش کے نیچے دی گئی۔(المستدرک جدید رقم ۲۰۸۷ :)

إِنَّ اللهَ تعالى أعطاني السبعَ مكانَ التوراةِ، وأعطاني الراآتِ إلى الطواسينِ مكانَ الإنجيلِ، وأعطاني ما بينَ الطواسينَ إلى الحواميمِ مكانَ الزَّبورِ، وفضَّلَني بالحواميمِ والمفصَّلِ، ما قَرَأَهُنَّ نَبِيٌّ قبلي

حضرت انس بن مالک (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے توراۃ کے بدلہ میں السبع الطوال (شروع کی سات لمبی سورتیں) عطا فرمائیں اور انجیل کی جگہ مئین (جن سورتوں میں سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہوں) عطا فرمائیں اور الزبور کی جگہ الطواسین عطا فرمائیں اور الحوکامیم اور لوطواسین کی وجہ سے مجھ کو فضیلت دی مجھ سے پہلے ان کو کسی نبی نہیں پڑھا۔

(کنزالعمال رقم الحدیث ۲۰۸۱ :)

سورۃ الشعرآء کے مقاصد اور مضامین:

(۱) اس سورت میں قرآن مجید کی تعظیم اور تکریم بیان کی گئی ہے، اس کی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ چیلنج کیا گیا اور یہ بتایا گیا ہے اس کی نظیر کوئی نہیں لاسکتا، اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کفار مکہ کو جو قرآن مجید کی دعوت دیتے تھے اور وہ اس سے اعراض کرتے تھے اور جواب میں دل آزار باتیں کہتے تھے۔ ان پر آپ کو تسلی دی گئی ہے۔

(۲) کفار مکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرمائشی معجزات طلب کرتے تھے تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرمایا آپ ان کی ہٹ دھرمی اور فضول اعتراضات سے ملول اور پریشان نہ ہوں، آپ سے پہلے جو رسول بھیجے گئے ان کے زمانہ میں بھی مشرکین ان پر ایسے ہی اعتراضات کرتے تھے۔

(۳) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کی سرگزشت آیت 10:- 68 میں بیان کی گئی ہے۔ 69- 104 تک حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعوت پیش کرنے کا ذکر ہے، اس کے ضمن میں مشرکین کے انجام کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ 105- 122 میں حضرت نوح (علیہ السلام) کی دعوت اور ان کی قوم کی طرف سے جو جواب دیا گیا اس کا اور ان کے انجام کا ذکر ہے، 123- 140 میں حضرت ہود (علیہ السلام) نے اپنی قوم عاد کی جو دعوت دی تھی اور ان کی قوم نے جو متکبرانہ جواب دیا تھا اور اس کے نتیجہ میں جو ان پر عذاب نازل ہوا اس کا ذکر فرمایا ہے، 141- 159 میں حضرت صالح (علیہ السلام) کی دعوت اور ان کی قوم ثمود کا جواب اور ان کے انجام کا ذکر ہے، 160- 175 میں حضرت لوط (علیہ السلام) کی دعوت اور ان کی قوم کے جواب اور اس کے انجام کا ذکر ہے۔ 176- 191 میں حضرت شعیب (علیہ السلام) کی دعوت اور ان کی قوم مدین کے جواب اور ان کے انجام کا ذکر ہے اور 192- 227 تک ان مقاصد کا ذکر فرمایا جن کے لیے بہ طور تمہید انبیاء سابقین کا ذکر

فرمایا ہے۔
(٤) یہ فرمایا ہے کہ تم پچھلی قوموں کی طرح نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کسی نشانی اور معجزہ کو طلب کر رہے ہو کیا تمہارے لیے اس قرآن کی صورت میں جو نشانی اور معجزہ ہے وہ کافی نہیں ہے۔
(٥) یہ بتایا ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی وحی ہے اور کفار کا اس کو جنات اور کاہنوں کا کلام قرار دینا یا اس کو محض شعر و شاعری قرار دینا باطل ہے۔ تبیان

مختصر خلاصہ:

سورۃ الشعراء میں متبعین نور اور معاندین نور الٰہی کے ساتھ سلوک الٰہی بصفت عزیز و رحیم ہو کا یعنی ہمیشہ متبعین کے ساتھ صفت رحیم کا سلوک رہا اور معاندین کے ساتھ صفت عزیز کا سلوک کیا گیا۔ حاصل یہ ہے کہ اس سورت میں عزیز اور رحیم کے مظاہر کا بیان ہے کل زوج کریم جیسے نظام مادی میں ہے، اسی طرح نظام روحانی میں بھی ہے، عزیز للمعاندین رحیم للمتقین ہر قصہ کے آخر میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ اور حدیث میں آتا ہے کہ امثال عبرت کے لئے ہوتی ہیں یہاں گیارہ رکوع ہیں اور ہر رکوع کے آخر عزیز اور رحیم آتا ہے۔

سورت میں سات اقوام کا ترتیب ذکری بلحاظ شدت جرم:

ذکر اقوام علی حسب الاجرام یعنی جن قوموں کا جرم سخت تھا ان کا ذکر اولا ہے اور جن کا جرم نسبتا صغیر ہے، ان کا ذکر موخر ہے، ساری سورت میں سات قوموں کا ذکر ہے، سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر ہے، اس لئے کہ یہ سب سے بڑا مجرم تھا کیونکہ وہ خود اپنی الوہیت کا مدعی تھا، جیسے کہ آیت انا ربکم الاعلی سے مفہوم ہے اور اس کے بعد قوم ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے، یہ دوسرے درجہ کے مجرم ہیں کیونکہ یہ اجرام علویہ کو خدا مانتے تھے، یعنی ستارہ پرست تھے، یہ جرم نسبتا چھوٹا ہے، اس قوم کے جرم سے یعنی قوم نوح علیہ السلام جو اجرام سفلیہ
(بعض بندگان خدا کی پوجا کرتے تھے) کو خدا مانتی ہے، اس لئے اس کا ذکر تیسرے درجہ میں ہوا ہے، یہ تینوں گروہ توحید کے منکر تھے۔

ان کے بعد حضرت ہود علیہ السلام و حضرت صالح علیہ السلام کی امت کا ذکر ہے، یہ دونوں توحید کے قائل اور نبوت کے منکر تھے، اس واسطے ان کا ذکر منکرین توحید سے موخر کیا گیا ہے، ہود علیہ السلام کی امت کا جرم قوی ہے، اس واسطے اس کا ذکر قوم صالح علیہ السلام سے مقدم ہے کیونکہ امت صالح علیہ السلام کھیتی باڑی وغیرہ کے کاموں میں مشغول ہونے کے باعث اتباع نبی سے معرض تھی، ان کو اس قدر سمجھانا کافی ہے کہ تم فانی اشیاء میں مشغول ہو کر ابدی نعمتوں سے محروم رہ جاؤ گے، ذرا ایک دن اس کو پانی نہ دو تو

دوسرے دن پژمردہ ہوگی اور حضرت ہود علیہ السلام کی قوم مکان پختہ اور بلند تیار کرتی تھی، اب اگر ان کو یہ کہا جاوے کہ مکانوں کی محبت ترک کر دو کیونکہ یہ فنا ہونے والے ہیں تو وہ کھٹکتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا نے جو مکان بنائے جب وہ فنا نہیں ہوئے تو یہ بھی فنا نہیں ہوں گے، ان کو سمجھانا مشکل ہے اور جرم قوی ہے۔

اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کی امت کا ذکر ہے، اس کا جرم ہتک عزت ہے، یہ بڑا جرم ہے نقصان مالی سے، اس واسطے اس کا ذکر مقدم ہے، اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کی امت کا بیان ہے، ان کا جرم اکل مال غیر ہے، یہ ہتک عزت کے مقابلہ میں ذرا خفیف جرم ہے، اس واسطے ان کا ذکر موخر ہے۔

گیارہویں رکوع سے إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ تک بیان کیا گیا ہے کہ یہ قرآن مقدس منزل من اللہ ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم برحق مبعوث من اللہ ہیں، اگر سعادت دارین حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان کے متبع بنو اگر ان سے اعراض کرو گے تو امم سابقہ کی طرح ہلاک و برباد ہو جاؤ گے، فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ اس کے بعد وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (الشعراء ۲۱۴) سے طریقہ تبلیغ کا بیان مبلغ کو لازم ہے کہ پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرے اس کے بعد اپنے اقرباء کو تبلیغ کرے پھر عوام الناس کو۔

لاھوری

سورة النمل (27)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام سورت النمل ہے کیونکہ اس سورت کی درج ذیل آیت میں النمل کا ذکر ہے۔

حتی اذآ اتوا علی واد النمل لا قالت نملة یایها النمل ادخلوا مسکنکم ج لا یحطمنکم سلیمن و جنوده لا وهم لا یشعرون۔ (النمل ۸۱ :) حتی کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں آئے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالے اور ان کو اس کا شعور بھی نہ ہو۔

علامہ ابن عطیہ، علامہ قرطبی اور علامہ سیوطی وغیرہ ہم نے کہا ہے کہ یہ سورت مکی ہے، نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر اڑتالیس (۴۸) ہے۔ یہ سورۃ الشعراء کے بعد اور سورۃ القصص سے پہلے نازل ہوئی ہے اہل مدینہ اور اہل مکہ کے نزدیک اس کی پچانویں (۹۵) آیتیں ہیں، اور اہل شام، بصرہ اور کوفہ کے نزدیک اس کو چورانوے (۹۴) آیات ہیں، ہمارے مصاحف میں اس کی ترانوے (۹۳) آیات لکھی ہوئی ہیں۔ آیات کا یہ اختلاف ان کے شمار کے اعتبار سے ہے۔

ما قبل سے ربط :

ربط نامی:

سورۂ نمل کو ماقبل کے ساتھ نامی ربط یہ ہے۔ سورۂ فرقان میں فرمایا یہ دعوی توحید حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے پھر سورۂ شعراء میں فرمایا یہ شاعری نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اب سورۂ نمل میں بیان ہوگا کہ اس بارے میں نمل (چیونٹی) کا بیان بھی سن لو۔" یا ایھا النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمن و جنودہ وھم لا یشعرون" اے چیونٹیو! اپنی بلوں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان اور ان کے لشکری تمہیں لا علمی سے روند نہ ڈالیں۔ کیونکہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) اور ان کے اصحاب جو اولیاء اللہ تھے عالم الغیب نہ تھے۔" وھم لا یشعرون" کی قید سے معلوم ہوا کہ چیونٹی کا بھی عیہ عقیدہ تھا کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) اور ان کے اصحاب عالم الغیب نہیں۔

ربط معنوی:

سورۂ نمل کا ماقبل سے معنوی ربط حسب ذیل ہے۔ سورۃ الفرقان میں دعوی" تبارک" پر زیادہ تر عقلی دلائل ذکر کیے گئے اور سورۃ الشعراء میں زیادہ تر نقلی دلائل مذکور ہوئے اب سورۂ نمل میں چار واقعات کے ضمن میں دعوی مذکورہ کی دو علتیں بیان کی جائیں گی یعنی عالم الغیب ہونا اور کارساز اور متصرف ومختار ہونا۔ چونکہ عالم الغیب اور کارساز اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں اس لیے برکات دہندہ بھی وہی ہے۔

سورت النمل کے مضامین اور مقاصد:

(۱) اس سورۃ کی ابتداء سورۃ البقرہ کی طرح ہے اس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید ہدایت کی کتاب ہے اور یہ مومنین کے لیے رحمت ہے جو نماز قائم کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کو آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔

(۲) حضرت موسیٰ کی سرگزشت کا ابتدائی حصہ بیان فرمایا ہے کہ ان کو نو واضح معجزات کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا لیکن وہ ان پر ایمان نہیں لایا۔

(۳) حضرت داؤد اور حضرت سلیمان (علیہما السلام) کے واقعات بیان فرمائے ہیں ان کو نعمتیں عطا فرمائیں اور ان کے شکر گزار ہونے کا امتحان لیا۔

(٤) حضرت صالح (علیہ السلام) کے قصہ میں بتایا کہ جن لوگوں نے ان کی نافرمانی کی وہ بالآخر عذاب کا شکار ہوئے اور انھوں نے جو اپنے لیے بلند، مضبوط اور مستحکم مکان بنائے تھے ان کے کھنڈرات آج بھی تبوک کی راہ گزاروں میں موجود ہیں۔

(۵) قوم لوط کے واقعات کی طرف اشارہ ہے، حضرت لوط (علیہ السلام) نے ان کی بداخلاقیوں اور بدفعلیوں کی اصلاح کی بہت

کوشش کی لیکن انھوں نے کوئی اثر قبول نہیں کیا اور ان پر بھی عبرتناک عذاب آگیا۔

(۶) اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کی توحید پر دلائل بیان فرمائے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں اور بحر و بر کو پیدا کیا' اور انسان کو یہ الہام کیا کہ وہ زمین کے خزانوں سے فائدہ اٹھائے اور اس کو جنگلوں اور سمندروں کے راستوں میں ہدایت دی اور اس کو بہت کثیر روزی دی' اور بتایا کہ قیامت اچانک آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم وسعت اور دن اور رات کے بار بار آنے سے بھی اپنی توحید پر استدلال فرمایا۔

(۷) سورۃ کے اخیر میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرمایا' اور بتایا کہ قرب قیامت میں زمین سے ایک جانور نکلے گا (دآبتہ الارض) اور جب صور پھونک دیا جائے گا تو چند نفوس کے سوا تمام آسمانوں اور زمینوں والے گھبرائیں گے اور پہاڑ بادلوں کی طرف اڑ رہے ہوں گے' نیز سورۃ کے اخیر میں یہ بتایا ہے کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں بعض نیکو کار ہیں اور بعض بدکار ہیں' اور ہر شخص کو اپنے اعمال کے اعتبار سے اچھی یا بری جزا ملے گی' اور مشرکین پر لازم ہے کہ وہ صرف اللہ عزوجل کی عبادت کریں اور بتوں کی عبادت کو ترک کردیں' اور قرآن مجید نے جس دستورِ حیات کی ہدایت دی ہے اس پر عمل کریں' اور جس نے ان احکام پر عمل کیا اس کا اپنا فائدہ ہے اور جس نے گمراہی کو اختیار کیا تو اس میں صرف اس کا اپنا نقصان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں جو امور بیان کیے گئے ان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کی تصدیق کرے اور اپنی زندگی گزارنے کے لیے قرآن کریم کو چراغ ہدایت مان لے۔

مختصر خلاصہ :

" تلك ايت القرآن " تا " وبشرى للمومنين - تمہید مع ترغیب۔ " الذين يقيمون الصلوة الخ " بشارت۔ " ان الذين لا يومنون " تا - هم الاخسرون " تخویف اخروی۔ " وانك لتلقى القرآن الخ " ترغیب الی القرآن مع تسلی۔ " اذ قال موسى لاهله - تا - فانظر كيف كان عاقبة المفسدين " ۔ یہ پہلا واقعہ ہے اور اس کے ضمن میں دعوی " تبارک " کی پہلی علت کا بیان مقصود ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) کے اس واقعہ کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غیب داں نہ تھے۔ " ولقد اتينا داؤد و سليمن علما " (رکوع 2) تا " واسلمت مع سليمن لله رب العلمين " ۔ یہ دوسرا واقعہ ہے اور اس کے ضمن میں بھی پہلی علت ہی کا ذکر ہے۔ ہدہد کے غائب ہونے کی وجہ، ملکہ سبا اور اس کی قوم کے حالات کا حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو علم نہ تھا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ غیب داں نہ تھے، عالم الغیب صرف اللہ ہی ہے اس لیے برکات دہندہ بھی وہی ہے۔

" ولقد ارسلنا الى ثمود اخاهم صلحا - تا - وانجينا الذين امنوا وكانوا يتقون " (رکوع 4) یہ تیسرا واقعہ

ہے جس کے ضمن میں دعوے کی دوسری علت بیان کی گئی ہے۔ حضرت صالح (علیہ السلام) اور ایمان والوں کو اللہ نے بچالیا اور مشرکین کو ہلاک کر دیا۔ ایمان والوں کو بچانا اور مشرکین کو ہلاک کرنا اللہ کا کام ہے اور یہ اسی کے تصرف و اختیار میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ برکات دہندہ بھی وہی ہے اور کوئی نہیں۔ "ولوطا اذقال لقومہ" تا "فساء مطر المنذرین" یہ چوتھا واقعہ ہے اور اس کے ضمن میں بھی دوسری علت مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط (علیہ السلام) اور مومنین کو بچالیا اور مجرمین کو ہلاک کر دیا۔ "قل الحمد للہ الخ" (رکوع 5) یہ لف ونشر غیر مرتب کے طور پر تیسرے اور چوتھے واقعہ پر متفرع ہے یعنی ان دونوں قصوں سے معلوم ہوا کہ صفات کارسازی کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ کافروں کو ہلاک کرنا اور اپنے فرمان بردار بندوں کو عذاب سے بچا کر سلامتی عطا فرمانا اسی کا کام ہے لہٰذا برکات دہندہ بھی وہی ہے اور حاجات میں صرف اسی کو پکارنا چاہیے۔

اس کے بعد اس علت پر پانچ عقلی دلیلیں پیش کی گئی ہیں علیٰ سبیل الاعتراف من الخصم۔ پہلی عقلی دلیل "امن خلق السموت والارض الخ"، دوسری عقلی دلیل "امن جعل الارض قرارا الخ"۔ تیسری عقلی دلیل "امن یجیب المضطر اذا دعاہ الخ"، یہ مقصودی دلیل ہے۔ جب یہ تمام تصرفات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور حاجت روا بھی وہی ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ برکات دہندہ بھی وہی ہے لہٰذا مصائب وحاجات میں صرف اسی کو پکارنا چاہیے۔ چوتھی عقلی دلیل "امن یھدیکم الخ"۔ پانچویں عقلی دلیل "امن یبدؤا الخلق الخ" "قل ھاتوا برھانکم الخ" یہ مذکورہ پانچوں دلیلوں سے متعلق ہے یعنی ہم نے تو اپنے دعوے پر دلائل واضحہ بیان کر دیئے ہیں لیکن اگر اب بھی تم نہیں مانتے ہو تو کوئی دلیل ہے تو پیش کرو۔

"قل لا یعلم من فی السموات الخ" یہ لف ونشر غیر مرتب کے طور پر پہلے دونوں قصوں پر متفرع ہے یعنی زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ "وقال الذین کفروا الخ" (رکوع 6) شکوہ ہے۔ دوبارہ جی اٹھنے کی بات ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی کہی گئی۔ بھلا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر دوبارہ جی اٹھنا کیسا یہ تو محض افسانہ ہے۔ "قل سیروا فی الارض الخ" منکرین کے لیے تخویف دنیوی ہے۔ "ولا تحزن علیھم الخ" تسلی برائے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ "ویقولون متی ھذا الوعد الخ" یہ دوسرا شکوی ہے۔ "قل عسی ان یکون الخ" یہ جواب شکوی ہے۔ اب آخر میں ہر علت پر ایک ایک عقلی دلیل ذکر کی گئی ہے۔

"وان ربك لیعلم ما تکن الخ" یہ پہلی عقلی دلیل ہے اور پہلی علت سے متعلق ہے۔ یعنی سب کچھ جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ "ان ھذا القرآن الخ" جملہ معترضہ برائے بیان صداقت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ "فتوکل علی اللہ الخ" یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تسلی ہے۔ "واذا وقع القول الخ" تخویف دنیوی۔ "ویوم نحشر من کل امۃ الخ" (رکوع 7) یہ تخویف اخروی ہے۔ "الم یروا انا جعلنا الیل الخ" یہ دوسری عقلی دلیل ہے اور دوسری علت

سے متعلق ہے۔ یعنی متصرف ومختار اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا برکات دہندہ بھی وہی ہے۔ "ویوم ینفخ فی الصور الخ" یہ تخویف اخروی ہے۔ "من جاء بالحسنۃ الخ" بشارت اخروی ہے۔ "ومن جاء بالسیئۃ الخ" تخویف اخروی۔

"انما امرت ان اعبد الخ" آخر میں دعویٰ مذکورہ پر دلیل وحی بطور ثمرہ۔ "انما انا من المنذرین" یہ پہلے دونوں قصوں پر متفرع ہے یعنی مجھے معلوم نہیں کہ عذاب کب آئے گا میں تو صرف ڈرانے والا ہوں۔ "قل الحمد للہ سیریکم الخ" یہ پچھلے دونوں قصوں پر متفرع ہے یعنی تمام صفات کارسازی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔

ابتداء میں تمہید مع ترغیب۔ تین بار تسلی کا ذکر۔ ایک بار ابتداء میں دو بار آخر میں۔ انبیاء (علیہم السلام) کے چار قصے۔ پہلے دو قصوں کے ضمن میں پہلی علت بیان کی گئی ہے اور پچھلے دو قصوں میں دوسری علت کا ذکر ہے، اس کے بعد لف ونشر غیر مرتب کے طور پر پچھلے دو قصوں کا ثمرہ ذکر کیا گیا ہے، پھر دوسری علت پر پانچ عقلی دلیلیں ذکر کی گئی ہیں ہر دلیل کے بعد "ءالہ مع اللہ" فرما کر بندوں سے سوال کیا گیا ہے کہ اس دلیل میں غور کر کے بتاؤ کیا اللہ کے سوا کوئی اور الہ ہو سکتا ہے؟ اور اس کے بعد پہلے دو قصوں کا ثمرہ مذکور ہے۔ اس کے بعد لف ونشر مرتب کے طور پر دونوں علتوں پر ایک ایک عقلی دلیل پیش کی گئی ہے۔ آخر میں بطور ثمرہ دونوں پر ایک دلیل وحی ذکر کی گئی ہے اور اختتام پر لف ونشر مرتب کے طور پر اول پہلے دونوں قصوں کا پھر پچھلے دونوں قصوں کا ثمرہ ذکر کیا گیا ہے۔

سورۃ القصص (28)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام القصص ہے اور یہ نام اس سورت کی اس آیت سے مقتبس ہے :فلما جاء وقص علیه القصص لا قال لا تخف نجوت من القوم الظلمین۔ (القصص ۲۵ :) پس جب موسیٰ ان کے پاس پہنچے اور ان کو تمام قصہ سنایا تو انھوں نے کہا کچھ خوف نہ کریں، آپ ظالم لوگوں سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔

اس سورت کا نام القصص اس لیے بھی رکھا گیا ہے کہ اس سورت میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا عجیب وغریب قصہ بیان کیا ہے، ان کی ولادت سے لے کر ان کے رسول بنانے تک کے قصص اور واقعات نہایت تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں جو تینتالیس (۴۳) آیتوں پر محیط ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں پر کس طرح لطف وکرم فرماتا ہے اور کفار اور منکرین کو کس طرح ذلیل اور رسوا کرتا ہے۔ نیز اس سورت میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم کے ایک شخص قارون کا بھی قصہ بیان کیا گیا ہے جو مال ودولت کی کثرت کی وجہ سے متکبر اور سرکش ہو گیا تھا اور بالآخر اس کا برا انجام ہوا۔

ماقبل سے ربط :

ربط نامی:

سورۃ القصص کو ما قبل کے ساتھ نامی ربط یہ ہے کہ سورۃ النمل تک مسئلہ توحید اور دعوی عقلی ونقلی دلائل سے واضح کیا جاچکا ہے یہاں تک کہ نمل یعنی چیونٹی کی بات سے بھی معلوم ہوگیا کہ اللہ کے سوا کوئی غیب داں نہیں۔ لہٰذا برکات دہندہ بھی وہی ہے اس مسئلہ کی وجہ سے آپ پر تکلیفیں بھی آئیں گی قصص موسیٰ (علیہ السلام) کو دیکھئے توحید کی خاطر ان پر کس قدر تکلیفیں آئیں۔ لیکن آخر غلبہ انہی کو حاصل ہوا۔

معنوی ربط:

القصص کا النمل کے ساتھ معنوی ربط یہ ہے کہ الفرقان، الشعراء اور النمل میں عقل ونقل اور وحی کے دلائل سے واضح اور ثابت کر دیا گیا کہ برکات دہندہ عالم الغیب، لائق عبادت و پکار اور متصرف ومختار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ اسی مسئلہ توحید کی وجہ سے مشرکین حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ستاتے اور ایذائیں دیتے تھے۔ اب القصص میں موسیٰ (علیہ السلام) کی دعوت وتبلیغ اور کافروں کی ایذارسانی پر ان کے صبر واستقلال کا ذکر کیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ اے رسول! مسئلہ توحید بیان کیے جاؤ۔ دعوت وتبلیغ پر مصائب آئیں گے انھیں برداشت کرنا اور ثابت قدم رہنا۔ آپ میرے سچے رسول ہیں آخر غلبہ آپ ہی کو حاصل ہوگا اور آپ کے دشمن مغلوب ہوں گے۔ جس طرح موسیٰ (علیہ السلام) نے دعوت توحید پر مسلسل مصائب اٹھائے، کافروں نے ان کی دعوت کو نہ مانا اور انھیں بہت ستایا آخر ہم نے ان کو اور ان کے متبعین کو سربلند اور غالب کیا اور ان کے دشمنوں کو ان کے سامنے ہلاک کیا۔

سورۃ القصص کے مقاصد ومضامین:

☆ سورۃ الشعراء سورۃ النمل اور سورۃ القصص تینوں اس بات میں مشترک ہیں کہ ان میں عقائد کے اصول بیان کے گئے ہیں توحید، رسالت اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر دلائل پیش کیے گئے ہیں اور ان کو انبیا (علیہم السلام) کے واقعات کے ضمن میں بیان فرمایا ہے۔

☆ سورۃ القصص کی ابتدائی ۴۳ آیتوں میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی ولادت سے لے کر تورات عطا کیے جانے تک کے تمام واقعات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

☆ القصص ۴۴۔: ۵۷ میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی زندگی کے واقعات کی وحی فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت اور رسالت کے برحق ہونے پر استدلال فرمایا ہے، کیونکہ قریش کو معلوم تھا کہ آپ امی ہیں اور آپ نے تورات کو نہیں پڑھا اور نہ آپ کا یہودیوں سے میل جول رہا ہے پھر آپ کی حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی حیات کے یہ مفصل واقعات کس ذریعہ سے معلوم ہوگئے سو اس کے علاوہ اسر کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے

آپ پر وحی نازل فرمائی ہے اور آپ پر وحی کا نازل ہونا قرآن مجید کے حق ہونے اور آپ کے دعویٰ نبوت میں صادق ہونے کی واضح دلیل ہے' آپ کو نبوت سے سرفراز فرما کر جس طرح آپ پر فضل فرمایا ہے' آپ کی قوم قریش پر بھی فضل فرمایا ہے کہ ان کے کفر اور شرک پر عذاب نازل فرمانے سے پہلے ان کو راہ راست اور ہدایت کا موقع عطا فرمایا' اور کفار اور مشرکین کے شبہات کا ازالہ فرمایا ہے۔

☆ القصص ۷۶ ۔ ۸۴ : میں قارون کا ذکر فرمایا ہے جس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ مال و دولت اس کو اپنے ذاتی قابلیت کی وجہ سے ملا ہے۔ اللہ کا اس پر کوئی احسان نہیں ہے اس لیے وہ اپنے مال سے زکوٰۃ اور صدقات نکالنے سے منع کرتا تھا۔

☆ القصص ۸۵ ۔ ۸۸ : میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ تلقین فرمائی کہ آپ کفار اور مشرکین کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں' اپنے موقف پر قائم رہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہیں' اللہ تعالیٰ آپ کی ہر مشکل مہم میں معاونت فرمائے گا۔

☆ اس سورت کو طٰسٓمٓ سے شروع فرما کر اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ یہ کلام بھی ان ہی حروف سے مرکب ہے۔ جن حروف سے تم اپنا کلام مرکب کرتے ہو' اگر تمہارے دعویٰ کے مطابق یہ انسان کا بنایا ہوا کلام ہے اور اللہ کا کلام نہیں ہے تو تم بھی ایسا کلام بنا کر لے آؤ' ورنہ اس حقیقت کا اعتراف کرلو یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے اپنے معظم اور مکرم بندہ پر نازل فرمایا ہے۔

☆ سورۃ الاعراف' سورۃ طٰہٰ اور دیگر سورتوں میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی زندگی کے جن واقعات کو اختصار سے بیان فرمایا تھا' اس سورت میں ان کی تفصیل کردی ہے اور اس سے مقصود وعظ اور نصیحت ہے' اور فرعون اور اس کی قوم پر ان کے تکبر اور بنی اسرائیل پر ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے جو عذاب آیا تھا اس سے عبرت اور سبق مہیا کرنا ہے۔

☆ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دعویٰ نبوت فرمانا کوئی نئی بات نہیں ہے' بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے سنت رہی ہے کہ وہ ہر زمانہ میں ہر قوم کی طرف ایک رسول کو بھیجتا رہا ہے تاکہ لوگوں کو گمراہی اور بے راہ روی سے نکال کر ہدایت اور راہ راست پر لایا جائے اسی سنت کے مطابق قریش کی طرف بھی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

☆ کفارِ مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ آپ نے بھی حضرت موسیٰ کی طرح لاٹھی کو اژدھا بنانے اور ید بیضاء کے معجزات یوں نہیں پیش کیے۔

☆ فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ کے متواتر معجزات دیکھنے کے باوجود ان کی تکذیب کی تو ان کو سمندر میں غرق کردیا گیا اس سے قریش مکہ کو ڈرایا ہے کہ اگر انھوں نے بھی ہمارے رسول کی تکذیب کی روش کو نہ چھوڑا تو ان پر بھی اسی طرح کے عذاب کا خطرہ ہے۔

☆بنی اسرائیل قبطیوں کے مقابلہ میں ایک کمزور قوم تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قوم فرعون کے مقابلہ میں کامیاب اور غالب کر دیا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ اسی طرح ابتداء میں جن کمزور مسلمانوں نے ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کی ہے' عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو صنادید قریش پر کامیابی اور غلبہ عطا فرمائے گا۔

☆حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا ذکر مکی سورتوں میں سننے کے بعد مسلمان یہ چاہتے تھے کہ ان کے سامنے تفصیل کے ساتھ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ بیان کیا جائے۔

مختصر خلاصہ :

یہ سورت حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی قبل نبوت زندگی کے حالا، نبوت کے بعد دعوت توحید، قوم کے رد و انکار اور ایذا رسانی، آخر موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے متبعین کے غلبہ اور فرعون اور اس کی قوم کی مغلوبیت وہلاکت کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد شکوے، تخویفیں اور بشارتیں مذکور ہیں اور موسیٰ (علیہ السلام) کے پیش کردہ دعویٰ توحید پر پانچ عقلی دلیلیں جن میں سے تیسری اور چوتھی علی سبیل الاعتراف من الخصم ہیں اور پہلی دو کے بعد ان کا ثمرہ بھی بیان کیا گیا ہے اور ایک دلیل نقلی علماء اہل کتاب سے ذکر کی گئی ہے۔

تلك ایت الکتب المبین، یہ تمہید مع ترغیب ہے۔ نتلوا علیك۔ تا۔ ما کانوا یحذرون، یہ سارے قصے کا اجمال ہے۔ اس کے بعد واوحینا الی موسیٰ۔ تا۔ ویوم القیمة هم من المقبوحین (رکوع 4) میں قصے کی تفصیلات کا ذکر ہے۔ اس قصے میں چھ امور مذکور ہے۔ امر اول :ان فرعون علا فی الارض الخ، فرعون بڑا سرکش تھا وہ محکوم قوم پر ظلم و ستم کرتا تھا۔ امر دوم :انا رادوہ الیك الخ، موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کو ہم نے الہام کے ذریعہ سے بتایا کہ غم نہ کر ہم موسیٰ کو تمہارے پاس واپس لائیں گے۔ امر سوم :وجاعلوہ من المرسلین، تمہیں تو اس کا علم نہیں ہم موسیٰ کو مرتبہ رسالت بھی عطا کریں گے۔ امر چہارم :قال رب بما انعمت علی فلن اکون ظهیرا للمجرمین، موسیٰ (علیہ السلام) نے اللہ سے عہد کیا کہ تو نے مجھ پر مہربانی فرمائی کہ میری خطا معاف کر دی میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ مجرموں کی اعانت نہیں کروں گا۔ امر پنجم : وقال موسیٰ ربی اعلم بمن جاء بالهدی الخ (رکوع 4)۔ قوم کے رد و انکار کے جواب میں موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا۔ ہدایت پر کون ہے اور بہتر انجام کس کا ہوگا یہ سب کچھ میری پروردگار کو معلوم ہے۔ امر ششم :وهو الله لا اله الا هو الخ (رکوع 7)۔ اللہ کے سوا دعاء اور پکار کے لائق کوئی نہیں۔ یہ امور موسیٰ (علیہ السلام) کے حالات سے متعلق ہیں۔ سورت کے آخر میں ایسے ہی چھ امور مذکور ہوں گے جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حالات سے متعلق ہیں۔ ولقد اتینا موسیٰ الخ، پہلی قوموں نے مسئلہ توحید کو نہ مانا تو انہیں ہلاک کر دیا گیا پھر موسیٰ (علیہ السلام) نے دعوت توحید پیش کی اور فرعون اور اس کی قوم

نے انکار کیا تو انھیں بھی ہلاک کر دیا گیا اب آپ کو قرآن دے کر بھیجا ہے آپ کے منکرین بھی ہلاک ہوں گے اور آخر غلبہ آپ کا ہوگا۔

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ ذکر کرنے کے بعد بطور جملہ معترضہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صداقت کا ذکر کیا گیا۔ وما کنت بجانب الغربی۔ تا۔ لعلهم یتذ کرون (رکوع 5)۔ یہ جملہ واقعات جو سینکڑوں برس آپ سے پہلے پیش آچکے ہیں ان میں آپ موجود نہ تھے۔ لیکن ہم نے اپنی مہربانی سے آپ کو رسالت کا منصب عطا کیا اور بذریعہ وحی یہ تمام واقعات آپ کو بتا دیئے۔ ولولا ان تصیبهم مصیبة الخ، یہ تخویف دنیوی ہے۔ فلما جاءهم الحق یہ شکوی ہے یعنی ہماری طرف بھی ویسی ہی کتاب نازل کی جاتی جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کو دی گئی۔ اولم یکفروا الخ یہ جواب شکوی ہے۔ ان کا یہ مطالبہ محض ضد پر مبنی ہے کیونکہ اس سے پہلے وہ موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب کا بھی انکار کر چکے ہیں۔ ولقد وصلنا لهم القول الخ (رکوع 6) یہ ترغیب الی القرآن ہے۔ الذین اتینهم الکتب الخ، یہ پچھلی کتابوں کے عالموں سے دلیل نقلی ہے۔ انصاف پسند علماء اہل قرآن پر ایمان لا چکے ہیں یہ اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ اولئك یوتون اجرهم الخ، مومنین اہل کتاب کے لیے بشارت اخروی ہے۔ انك لا تهدی من احببت الخ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تسلی ہے۔ وقالوا ان نتبع الهدی الخ یہ دوسرا شکوی ہے۔ اگر ہم آپ کی بات مان لیں تو دوسرے مشرکین ہمیں یہاں سے نکال دیں گے۔ اولم نمکن لهم الخ یہ جواب شکوی ہے۔ یعنی ہم نے ان کو حرم میں پناہ دے رکھی ہے جس کا احترام سب کے دلوں میں ہے اس لیے اگر وہ ہدایت کو قبول کر لیں تو کوئی انھیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ و کم اهلکنا من قریة بطرت الخ، یہ تخویف دنیوی ہے۔ ویوم ینادیهم فیقول الخ (رکوع 7) تخویف اخروی ہے۔ فاما من تاب و امن الخ بشارت اخروی ہے۔ اس کے بعد اس دعوی توحید پر پانچ عقلی دلیلیں ذکر کی گئی ہیں جن میں سے علی سبیل الاعتراف من الخصم ہیں۔ پہلی عقلی دلیل، وربك یخلق ما یشاء و یختار الخ، سارے جہاں کا خالق اور متصرف ومختار اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا برکات دہندہ اور پکار کے لائق بھی وہی ہے۔ دوسری عقلی دلیل، وربك یعلم ما تکن صدورهم وما یعلنون، عالم الغیب بھی وہی ہے لہٰذا وہی حاجت روا اور مجیب الدعا ہے۔ وهو الله لا اله الا هو الخ یہ مذکورہ دونوں دلیلوں کا ثمرہ ہے۔ جب متصرف ومختار اور عالم الغیب وہی ہے تو غائبانہ حاجات میں پکارنے لائق اور برکات دہندہ بھی وہی ہے۔ تیسری عقلی دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم۔ قل ارایتم ان جعل الله الخ چوتھی عقلی دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم۔ قل ارایتم ان جعل الله علیکم النهار، یہ سارا نظام شمسی اللہ کے اختیار میں ہے۔ دن رات کی آمد ورفت اسی نظام کا حصہ ہے۔ جس کے قبضے میں یہ سب کچھ ہے وہی پکار کے لائق ہے۔ پانچویں عقلی دلیل یہ اصل میں تیسری اور چوتھی دلیلوں کا بالاجمال اعادہ ہے۔ و من رحمته جعل لکم

الیل والنہار الخ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دن رات کو پیدا فرمایا رات تمہارے آرام کے لیے ہے اور دن کاروبار کے لیے۔ اس خدائے رحیم و مہربان کا شکر ادا کرو اور عبادت اور پکار میں کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ ویوم ینادیھم فیقول این الخ، یہ تخویف اخروی ہے۔ ان قارون کان من قوم موسیٰ الخ یہ تخویف دنیوی ہے قارون کا حال دیکھو کتنا بڑا دولت مند اور کس قدر وسیع وسائل کا مالک تھا لیکن انکار توحید پر اللہ کے عذاب سے اسے کوئی چیز نہ بچا سکی۔ تلك الدار الاخرۃ الخ (رکوع 9)، یہاں سے ان چھ امور کا ذکر شروع ہوتا ہے جو مذکور الصدر چھ امور پر متفرع ہے۔ فرعون متکبر و سرکش تھا جسے دنیا ہی میں ہلاک کر دیا گیا اور یہاں فرمایا جو لوگ زمین پر سرکشی اور فساد نہیں کرتے بلکہ اللہ کی فرمان برداری کرتے ہیں آخرت میں نیک انجام صرف انہی کا ہوگا۔ ان الذی فرض علیك القرآن الخ، یہ امر دوم پر متفرع ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ان کی والدہ کے پاس واپس بھیجا اسی طرح وہ آخرت میں عظیم الشان ٹھکانے کی طرف یا بعد ہجرت مکہ کی طرف آپ کو واپس لوٹائے گا۔ قل ربی اعلم من جاء بالھدی الخ، یہ امر پنجم پر متفرع ہے جس طرح موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا تھا کہ اللہ ہی جانتا ہے ہدایت پر کون ہے اور نیک انجام کس کا ہوگا اسی طرح حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی یہی جواب دینے کا حکم دیا گیا۔ وما کنت ترجوا ان یلقی الخ، یہ امر سوم پر متفرع ہے۔ جس طرح موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ ان کا بیٹا بڑا ہو کر پیغمبر ہوگا اسی طرح حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ آپ پر اللہ کی وحی نازل ہوگی۔ فلا تکونن ظھیرا للکفرین، یہ امر چہارم پر امر متفرع ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے عہد کیا تھا کہ میں مجرموں سے تعاون نہیں کروں گا یہاں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی اس سے منع کیا گیا۔ ولا تدع مع اللہ الخ، یہ امر ششم پر متفرع ہے اور سورت کا ثمرہ ہے۔ اس سورت میں مذکورہ عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت ہو گیا کہ متصرف و کارساز، عالم الغیب اور برکات دہندہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں لہٰذا حاجات و مصائب میں غائبانہ صرف اسی کو پکارو۔

سورۃ عنکبوت (29)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام العنکبوت ہے، کیونکہ اس سورت کی درج ذیل آیت میں العنکبوت کا ذکر ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے، جو ایک گھر بنا لیتی ہے، اور بیشک تمام گھروں میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہے، کاش کہ وہ جان لیتے۔ (العنکبوت ۴۱)

قرآن مجید میں العنکبوت کا لفظ صرف اسی سورت کی اسی آیت میں ہے لہٰذا اس سورت کا نام العنکبوت رکھنے کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں کو اپنا کارساز اور مددگار بنا رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔

سورۃ العنکبوت کے متعلق احادیث:

حدثنا إسماعيل بن عمرو قال :حدثنا يوسف بن عطية قال :حدثنا هارون بن كثير قال: حدثنا زيد بن أسلم، عن أبيه، عن أبي أمامة، عن أبي بن كعب، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم» :من قرأ سورة العنكبوت كان له من الأجر عشر حسنات بعدد كلّ المؤمنين والمنافقين«

امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المتوفی ۴۲۷ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں : حضرت ابی بن کعب (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے سورۃ العنکبوت کو پڑھا اس کو ہر مومن اور منافق کے عدد کے برابر دس نیکیاں ملیں گی۔ (الکشف والبیان ج ۷ ص ۲۶۹)

أخرج ابْن الضريس والنحاس وَابْن مرْدَوَيْه وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :نزلت سُورَة العنكبوت بِمَكَّةوَأخرج الدَّارَقُطْنِيّ فِي السّنَن عَن عَائِشَة رَضِي الله عَنهُ أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم كَانَ يُصَلِّي فِي كسوف الشَّمْس وَالْقَمَر أَربع رَكْعَات وَأَرْبع سَجدَات يقْرَأ فِي الرَّكْعَة الاولى بالعنكبوت أَو الرّوم وَفِي الثَّانِيَة بيس

امام ابن الضریس، امام النحاس، امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ العنکبوت مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ امام الدارقطنی نے السنن میں حضرت عائشہ (رض) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سورج اور چاند گہن لگنے کی نماز چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ پڑھی پہلی رکعت میں سورۃ العنکبوت یا سورۃ الروم پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۃ یٰسین پڑھی۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۳۹۸)

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سورج گرہن لگنے کی نماز دو رکعت ہے جس میں چار رکوع ہیں اور ہر رکعت میں دو رکوع ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سورج گرہن کی نماز دو رکعت ہے اور ہر رکعت میں عام معمول کے مطابق ایک رکوع ہے، ائمہ ثلاثہ کی دلیل مذکور الصدر حدیث ہے اور امام ابوحنیفہ دلیل مذکور ذیل حدیث ہے :

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ :انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَلَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ، ثُمَّ رَكَعَ، فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ، ثُمَّ رَفَعَ، فَلَمْ

يَكَدْ يَسْجُدُ، ثُمَّ سَجَدَ، فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ، ثُمَّ رَفَعَ، فَلَمْ يَكَدْ يَسْجُدُ، ثُمَّ سَجَدَ، فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ، ثُمَّ رَفَعَ وَفَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ نَفَخَ فِي آخِرِ سُجُودِهِ، فَقَالَ» :أُفْ أُفْ«، ثُمَّ قَالَ: »رَبِّ، أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا فِيهِمْ؟ أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ؟« فَفَرَغَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ صَلَاتِهِ، وَقَدْ أَمْحَصَتِ الشَّمْسُ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت عبداللہ بن عمرو (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد مبارک میں سورج گرہن لگا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قیام کیا (اتنا لمبا کیا کہ) لگتا تھا آپ رکوع نہیں کریں گے پھر آپ نے اتنا لمبا رکوع کیا کہ لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی۔

(سنن ابوداؤد رقم ۱۱۹٤ :)

ماقبل سے ربط :

ربط نامی:

سورۃ عنکبوت کو ماقبل یعنی سورۃ القصص کے ساتھ نامی ربط یہ ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) کے القصص (قصے) سے معلوم ہوگیا کہ انھوں نے مسئلہ توحید (اللہ کے سوا کوئی کارساز اور برکات دہندہ نہیں لہٰذا حاجات میں اس کے سوا کسی کو غائبانہ مت پکارو) کی خاطر کس قدر تکلیفیں اٹھائیں اور اب فرمایا غیر اللہ کو برکات دہندہ اور کارساز سمجھنا بالکل اسی طرح بے سود ہے جس طرح عنکبوت (مکڑی) کا جالا۔ جس طرح مکڑی کا گھر سردی گرمی اور طوفان باد و باراں سے اسے نہیں بچا سکتا اسی طرح غیر اللہ کی پناہ مصائب و بلیات میں کام نہیں آسکتی۔

معنوی ربط:

یہ ہے کہ سورۃ الفرقان میں یہ دعویٰ پیش کیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی برکات دہندہ نہیں۔ الفرقان میں اس دعوے پر عقلی دلائل اور اس کے بعد الشعراء میں نقلی دلائل ذکر کیے گئے۔ پھر نمل میں اس کے علل بیان کیے گئے اور القصص میں بتایا گیا کہ اے پیغمبر مسئلہ توحید کی وجہ سے آپ پر مصائب آئیں گے دیکھو اس دعوے کی وجہ سے موسیٰ (علیہ السلام) پر کس قدر مصیبتیں آئیں اب عنکبوت میں بتایا جائے گا کہ اے ایمان والو! اس دعوے کو مان لینے کے بعد تم پر بھی آزمائشیں آئیں گی اس لیے ثابت قدم رہنا۔

سورۃ العنکبوت کا زمانہ نزول:

یہ سورت مکہ کے متوسط دور میں نازل ہوئی ہے جب مکہ میں مسلمانوں کو مشرکین اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنا رہے تھے نوجوانوں کو ان

کے والدین زدوکوب کرتے تھے اور غلاموں پر ان کے آقا مشق ستم کرتے تھے اس وجہ سے قدرتی طور پر ان نومسلموں کے دلوں میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہوتے تھے اور شبہات سر اٹھاتے تھے کہ جب ہم برحق دین پر ہیں تو ہم پر یہ مصائب کیوں آرہے ہیں! اللہ تعالی نے بتایا کہ اسلام کی خاطر تمہیں قربانیاں دینی ہوں گی اور ابھی تو تم پر اتنا ظلم وستم نہیں ہوا جتنا ظلم وستم پچھلی امتوں پر ہوا ہے اور جتنے مصائب انھوں نے راہ حق میں برداشت کیے ہیں۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۹ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۰ ہے یہ سورت سورۃ الروم کے بعد اور سورۃ المطففین سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ مکہ میں سورۃ العنکبوت کے بعد المطففین کے سوا اور کوئی سورت نازل نہیں ہوئی اور یہ سورت ان آخری سورتوں میں سے ہے جو مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔

سورۃ العنکبوت کے مقاصد ومضامین:

☆ اس سورت کی ابتدائی آیات میں یہ بتایا ہے کہ حق اور سچائی کے راستہ میں مشکلات لازماً آتی ہیں ان سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

☆ ماں باپ کی اطاعت کی حدود متعین کی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ اللہ کی معصیت میں ان کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

☆ انبیاء سابقین حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت صالح اور حضرت ھود کی امتوں اور ان کے حالات کا اجمالاً ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے بھی دین حق کی راہ میں مشکلات اور مصائب کا سامنا کیا۔

☆ جو کفار دوسروں کے سہاروں پر اسلام کی مخالفت کر رہے ہیں ان کی سازشیں تار عنکبوت سے بھی زیادہ ضعیف ہیں۔

☆ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت پر اہل کتاب اور مشرکین کے اعتراضات کے جوابات۔

☆ جو مسلمان کفار کے ہاتھوں مظالم کا شکار ہو رہے تھے ان کو ہجرت کرنے کی ہدایت اور ان کے لیے آخرت کے اجر وثواب کی بشارت۔

☆ توحید پر دلائل اور مشرکین کی مذمت۔

مختصر خلاصہ:

سورۃ عنکبوت کے دو خصوصی دعوے ہیں اور ایک عام دعوی جو سارے قرآن کا مرکزی دعوی ہے۔ دو خصوصی دعوے یہ ہیں (1) مسئلہ توحید کی وجہ سے ایمان والوں پر مصائب آئیں گے۔ (2) مسئلہ توحید کا انکار کرنے والے ہماری گرفت سے بچ نہیں سکیں گے۔ اس کے بعد سات واقعات مذکور ہیں جن میں سے پہلے تین پہلے دعوے پر اور پچھلے چار دوسرے دعوے پر لف ونشر مرتب کے طور پر مرتب ہیں۔ عمومی دعوی، دعوی توحید ہے جو سورت کے درمیان میں مذکور ہے اس کے بعد اس پر چار دلائل عقلیہ جن

میں سے دو علی سبیل الاعتراف من الخصم ہیں ایک دلیل وحی اور ایک دلیل نقلی مذکور ہے۔

پہلا دعوی۔

ایمان والوں پر آزمائشیں آئیں گی۔ احسب الناس ان یترکوا۔ تا۔ ولیعلمن الکذبین۔ اس پر تین واقعات مرتب ہیں۔ پہلا واقعہ حضرت نوح (علیہ السلام) کا ہے۔ ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ (رکوع 2)۔ تا۔ وجعلنٰھا ایة للعلمین۔ نوح (علیہ السلام) نے ساڑھے نو سو سال مسئلہ توحید کی خاطر مشرکوں کے ہاتھوں گوناگوں تکلیفیں اٹھائیں۔ ایمان والو! اسی طرح تم پر آزمائشیں آئیں گی۔ دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا ہے۔ وابراھیم اذ قال لقومہ (رکوع 2) ۔تا۔ وانہ فی الاخرة لمن الصلحین۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے مسئلہ توحید کی خاطر اپنی قوم کے ہاتھوں کیسی کیسی اذیتیں اٹھائیں یہاں تک کہ انھیں آگ میں ڈالا گیا۔ تیسرا قصہ حضرت لوط (علیہ السلام) کا ہے۔ ولوطا اذ قال۔ تا۔ ایة بینة لقوم یعقلون (رکوع 4)۔ لوط (علیہ السلام) اپنی سرکش قوم کے ہاتھوں مصائب وتکالیف میں مبتلا ہوئے۔ قوم کے طعنے سنے اور قوم نے ان کے معزز مہمانوں کی بےعزتی کا ارادہ کر کے انھیں اذیت پہنچائی۔ ایمان والو! ان انبیاء کرام (علیہم السلام) کی طرح تم پر بھی مسئلہ توحید کی وجہ سے تکلیفیں آئیں گی اس لیے ان پر صبر کرنا ہوگا۔ یہ تینوں قصے اگرچہ بالذات اور براہ راست پہلے دعوے سے متعلق ہیں لیکن بالواسطہ دوسری دعوی بھی ان سے ثابت ہو رہا ہے یعنی یہ منکرین توحید اور معاندقومیں ہماری گرفت سے بچ نہ سکیں۔ جب ہمارا عذاب آپہنچا تو انھیں ہلاک کر دیا گیا۔ من کان یرجوا لقاء اللہ الخ (رکوع 1) یہ پہلے دعوے سے متعلق ہے۔ اللہ کے دین کی خاطر جو مصائب مقدر ہیں وہ ضرور آئیں گے ان سے گھبرانا نہیں۔ ومن جاھد فانما یجاھد الخ، توحید اور دین حق کی خاطر جو لوگ تکلیفیں اٹھاتے ہیں اس میں ان کا اپنا ہی فائدہ ہے کسی پر احسان نہیں۔ ان الذین امنوا الخ بشارت اخروی۔ ووصینا الانسان مسئلہ توحید کی وجہ سے تمہیں مصائب کا سامنا کرنا ہوگا یہ نہایت عظیم الشان دعوی ہے اسی لیے ہم نے انسان کو وصیت کی کہ وہ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرے لیکن اگر مشرک والدین تمہیں شرک پر مجبور کریں تو اس معاملے میں ان کی اطاعت بھی جائز نہ ہوگی۔ والذین امنوا الخ، بشارت اخروی۔ ومن الناس من یقول امنا الخ، بیان حال منافقین، یعنی بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو تھوڑی سی تکلیف ہی سے ایمان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وقال الذین کفروا الخ، شکوی مع تخویف اخروی۔

دوسری دعوی۔

مشرکین ہماری گرفت سے بچ نہیں سکیں گے۔ ام حسب الذین یعملون السیئات ان یسبقونا الخ۔ اس دعوے پر چار قصے متفرع ہیں۔ پہلا قصہ قوم شعیب (علیہ السلام) کا ہے۔ والی مدین اخاھم شعیبا۔ تا۔ فاصبحوا فی

دارھم جثمین۔ (رکوع 4)۔ دوسرا اور تیسرا قصہ عاد وثمود وقوم ہود وصالح (علیہما السلام) کا ہے۔ وعادا وثمود۔ تا۔ وکانوا مستبصرین۔ چوتھا قصہ قوم موسیٰ (علیہ السلام) کا ہے۔ وقارون و فرعون و ھامان۔ تا ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔ ان قوموں نے انتہائی سرکشی کی اور ضد وعناد کی وجہ سے مسئلہ توحید کا انکار کیا۔ وہ فسق وفجور اور انکار وعصیان میں اس قدر آگے بڑھ گئے گویا ان کا خیال تھا کہ وہ خدا کے ہاتھ نہیں آسکیں گے اور اس کی گرفت سے بچ جائیں گے، لیکن ہم نے سب کو مقررہ وقت پر پکڑ لیا اور دردناک عذاب سے ہلاک کر دیا اور ان میں سے کوئی بھی ہمارے عذاب سے بچ نہ سکا۔ فاستکبروا فی الارض وما کانوا سبقین۔

مرکزی دعویٰ۔

اللہ کے سوا کوئی برکات دہندہ اور کارساز نہیں۔ مثل الذین اتخذوا من دونہ اولیاء۔ تا۔ وما یعقلھا الا العلمون۔ اس کے بعد اس دعوے پر چار عقلی دلیلیں، ایک دلیل وحی اور ایک نقلی دلیل مذکور ہے۔ وخلق اللہ السموت والارض بالحق۔ یہ پہلی عقلی دلیل ہے۔ زمین وآسمان کو اظہار حق کی خاطر اسی نے پیدا کیا ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی قدرت کاملہ، اس کی وحدانیت اور کارسازی کی دلیل ہے۔ اتل ما اوحی الیك الخ (رکوع 5)۔ یہ دلیل وحی ہے۔ جو کتاب آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجی جا رہی ہے آپ اس کی روشنی میں مسئلہ توحید بیان کرتے رہیں۔ واقم الصلوۃ، یہ امر مصلح ہے۔ مشرکین کی ایذاء رفع کرنے کے لیے آپ نماز قائم کریں۔ ولا تجادلوا اھل الکتب، یہ طریق تبلیغ ہے۔ یعنی نرمی کے ساتھ تبلیغ کرتے رہو۔ فالذین اتینھم الکتب، دلیل نقلی از مومنین اہل کتاب۔ یعنی اہل کتاب کے انصاف پسند لوگ بھی مسئلہ توحید کو مان چکے ہیں یہ بھی اس کی سچائی کی دلیل ہے۔ وما کنت تتلوا الخ، یہ جملہ معترضہ ہے برائے بیان صداقت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ یعنی لکھنا پڑھنا نہ جاننے کے باوجود آپ یہ علوم ومعارف بیان کر رہے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ پر اللہ کی جانب سے وحی آتی ہے اور جو دعویٰ توحید آپ پیش کر رہے ہیں اس میں آپ سچے ہیں۔ وقالوا لولا انزل علیہ الخ۔ یہ شکویٰ ہے مشرکین کہتے ہیں یہ پیغمبر ہمیں منہ مانگے معجزے کیوں نہیں دکھاتا؟ قل انما الایت عند اللہ الخ۔ جواب شکوہ ہے۔ معجزات اللہ کے اختیار میں ہیں میرے اختیار میں نہیں ہیں۔ اولم یکفھم انا انزلنا علیك، یہ بھی جواب شکویٰ سے متعلق ہے۔ کیا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سچائی معلوم کرنے کے لیے انھیں یہ معجزہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے جو ہر لحاظ سے معجزہ ہے اور جس کی مثال پیش کرنے سے وہ عاجز ہو چکے ہیں۔ ویستعجلونك بالعذاب الخ زجر مع تخویف دنیوی واخروی۔ یستعجلونك بالعذاب الخ اعادہ زجر مع تخویف دنیوی واخروی۔ یعبادی الذین امنوا الخ یہ ابتداء سورت یعنی ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ میں جس

چیز کی طرف اشارہ تھا یہاں اس کی صراحت ہے۔ یعنی اگر عبادت کر سکو۔ والذین امنوا وعملوا الصلحت بشارت اخروی۔ وکاین من دابۃ الخ (رکوع 6) یہ جواب سوال مقدر ہے یعنی اگر وطن سے ہجرت کر جائیں گے تو رزق کہاں سے آئے گا۔ فرمایا یہ بے زبان چوپائے کب اپنی روزی اپنے ساتھ اٹھائے پھرتے ہیں۔ جس طرح وہ چوپایوں کو روزی دیتا ہے تمہیں بھی دے گا اس کی فکر نہ کرو۔ ولئن سالتھم من خلق السموات الخ، یہ دعوی توحید پر دوسری عقلی دلیل ہے علی سبیل الاعتراف من الخصم۔ جب مشرکین کو تسلیم ہے کہ زمین وآسمان کا خالق اور نظام کائنات میں متصرف ومختار اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر ان کی کیوں عقل ماری گئی ہے کہ وہ اللہ کے سوا اوروں کو برکات دہندہ اور کارساز سمجھ کر غائبانہ پکارتے ہیں۔ اللہ یبسط الرزق لمن یشاء الخ، یہ تیسری عقلی دلیل ہے۔ رزق کی فراخی اور تنگی اللہ کے اختیار میں ہے اور سب کچھ جاننے والا بھی وہی ہے لہٰذا کارساز اور مستحق دعاء و پکار بھی وہی ہے۔ ولئن سالتھم من نزل الخ یہ چوتھی عقلی دلیل ہے علی سبیل الاعتراف من الخصم۔ مشرکین یہ بھی مانتے ہیں کہ آسمان سے بارش برسانا اور زمین میں سرسبز و شاداب کھیت اگانا بھی اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ قل الحمد للہ الخ جب یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ تمام صفات کارسازی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں، اس کے سوا کوئی کارساز اور دعاء و پکار کے لائق نہیں۔ فاذا رکبوا فی الفلک الخ (رکوع 7) زجر بر مشرکین۔ جب ان کی کشتیاں خطرات میں گھر جاتی ہیں تو وہ سب کو چھوڑ چھاڑ خالص اللہ کو پکارتے ہیں، جب اللہ ان کی کشتیوں کو صحیح سلامت کنارے لگا دیتا ہے تو پھر شرک کرنے لگتے ہیں۔ اولم یروا ان اجعلنا الخ دلائل میں بھی غور و فکر کرو اور ہمارے احسانات کو بھی دیکھو اور ان کا شکر بجالاؤ۔ ہم نے تمہیں اپنے حرم کے جواب میں بسا دیا ہے اور امن واطمینان کی زندگی عطا کی ہے۔ ومن اظلم ممن افتری الخ زجر مع تخویف اخروی۔ والذین جاھدوا فینا الخ یہ بھی ابتدائے سورت سے متعلق ہے مسئلہ توحید کی وجہ سے کفار کی طرف سے مصائب آئیں گے جو لوگ مردانہ وار ان کا مقابلہ کریں گے اور توحید کی خاطر وطن سے بے وطن ہونے پر آمادہ ہو جائیں ہم انھیں راہ توحید پر ثابت قدم رکھیں گے اور انھیں سیدھی راہ پر قائم رہنے کی توفیق عطا کریں گے۔

سورۃ روم (30)

سورۃ کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الروم ہے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کے عہد میں اس سورت کا یہی نام تھا اور یہ نام اس سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے: الم (1) غُلِبَتِ الرُّومُ (2) فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ (3)؛ الف لام میم رومی مغلوب ہو چکے ہیں قریب کی سرزمین میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے (الروم ۳ :۔ ۱)

اس سورت کا نام روم اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت کے شروع میں یہ خبر دی گئی ہے کہ رومی مجوسیوں سے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سالوں میں مجوسیوں پر غالب آجائیں گے اور یہ قرآن مجید کے عظیم معجزات میں سے ہے کہ اس نے رومیوں کی فتح کی پہلے سے پیش گوئی کر دی تھی جب کہ ظاہر حالات کے اعتبار سے رومیوں کا مجوسیوں پر غالب آنا بہت مشکل اور مستبعد تھا اور پھر وہی ہوا جس کی قرآن مجید نے پیش گوئی تھی اور یہ اسلام کی صداقت پر بہت قوی دلیل ہوگئی۔

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اور جس طرح بالعموم مکی سورتوں کا موضوع عقائد اسلام کا بیان ہوتا ہے اس سورت کا موضوع بھی توحید رسالت حیات بعد الموت قیامت اور جزاء اور سزا پر دلائل قائم کرنا ہے۔

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۰ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸٤ ہے یہ سورت الانشقاق کے بعد اور العنکبوت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ مشہور روایت کے مطابق رومیوں کے مغلوب ہونے کے بعد ساتویں سال میں ہی رومی ایرانیوں پر غالب آگئے تھے اسی سال ۲ھ میں مسلمانوں نے جنگ بدر میں مشرکین مکہ کے خلاف فتح حاصل کی تھی اور بعض روایات کے مطابق صلح حدیبیہ کے دن ٦ھ میں رومیوں کے مغلوب ہونے کے بعد نویں سال میں رومیوں نے ایرانیوں کے خلاف فتح حاصل کی تھی۔

(الجامع الاحکام القرآن جز ۱٤ ص ٥-٤)

سورۃ الروم کے متعلق احادیث:

أخرج ابْن الضريس والنحاس وَابْن مرْدَوَيْه وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل من طرق عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :نزلت سُورَة الرّوم بِمَكَّة،وَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن الزبير مثله؛وَأخرج عبد الرَّزَّاق وَأحمد بِسَنَد حسن عَن رجل من الصَّحَابَة،أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم صلى بهم الصُّبْح فَقَرَأَ فِيهَا سُورَة الرّوم،وَأخرج الْبَزَّار عَن الاغر الْمُزنِيّ رَضِي الله عَنهُ،أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَرَأَ فِي صَلَاة الصُّبْح بِسُورَة الرّوم،وَأخرج عبد الرَّزَّاق عَن معمر بن عبد الْملك بن عُمَيْر،أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَرَأَ فِي الْفجْر يَوْم الْجُمُعَة بِسُورَة الرّوم،وَأخرج ابْن أبي شيبَة فِي المُصَنّف وَأحمد وَابْن قَانِع من طَرِيق عبد الْملك بن عُمَيْر عَن أبي روح رَضِي الله عَنهُ قَالَ :صلى رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم الصُّبْح فَقَرَأَ سُورَة الرّوم فتردد فِيهَا فَلَمَّا انْصَرف قَالَ انما يلبس علينا صَلَاتنَا قوم يحْضرُون الصَّلَاة بِغَيْر طهُور من شهد الصَّلَاة فليحسن الطّهُور

امام ابن الضریس امام النحاس امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا کہ سورۃ

روم مکہ میں نازل ہوئی ہے۔امام بزار نے اغر مزنی (رض) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صبح کی نماز میں سورت روم پڑھی۔امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اورامام احمد اورابن القانع نے ابوروح (رض) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صبح کی نماز پڑھی اوراس میں آپ نے سورت روم پڑھی اوراس کے پڑھنے میں آپ کو کچھ تردد ہوا نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا جولوگ اچھی طرح وضو کیے بغیر نماز پڑھنے آتے ہیں ان کی وجہ سے ہمیں نماز میں اشتباہ ہوجاتا ہے جوشخص نماز پڑھنے آئے تو وہ اچھی طرح وضو کر کے آئے۔(الدرالمنثورج ٦ص ٤٢١)

ماقبل سے ربط :

ربط نامی:

سورۃ روم کو سورۃ عنکبوت کے ساتھ نامی ربط یہ ہے۔عنکبوت کی مثال سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز اور برکات دہندہ نہیں لہٰذا اس کے سوا کوئی پکارے جانے کے لائق نہیں اللہ کے سوا تمہارے جو معبود ہیں ان کی پناہ عنکبوت کے گھر کی طرح کمزور اور بے فائدہ ہے۔اے ایمان والو! اگر تم اس عقیدہ توحید پر قائم رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دشمنوں پر اسی طرح غلبہ عطا فرمائے گا جس طرح وہ رومیوں کو ایرانیوں پر غلبہ دے گا۔

ربط معنوی:

دونوں سورتوں کے درمیان معنوی ربط یہ ہے۔سورۃ عنکبوت میں فرمایا۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔یعنی صرف زبان سے امنا کہ لینے سے کام نہیں چلے گا بلکہ توحید کی خاطر بڑی بڑی تکلیفیں اور آزمائشیں بھی آئیں گی۔ان کو صبر واستقلال سے برداشت کرنا ہوگا۔سورۃ روم میں فرمایا ویومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ الخ،یعنی جس دن رومیوں کو ایرانیوں پر فتح ہوگی اسی دن مسلمانوں کو بھی مشرکین مکہ پر غلبہ نصیب ہوگا اور مسلمان نصرت الٰہی سے خوش وخرم ہوں گے چونکہ اس سورت کا مقصود یہی ہے کہ توحید کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مومنوں کو غلبہ دے گا اس لیے اس وعدے کو سورت میں تین بار ذکر کیا گیا اور یہاں دوم درمیان میں۔وکان حقا علینا نصر المؤمنین (رکوع 5)۔سوم آخر میں۔ان وعد اللہ حق (رکوع 6)۔

سورۃ الروم کے مقاصد ومضامین:

(١) سورت الروم کو غیب کی خبر اور قرآن مجید کی پیش گوئی سے شروع کیا گیا ہے کہ رومی ایرانیوں سے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے یہ پیش گوئی پوری ہوگئی اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کے ثبوت پر زبردست دلیل ہے۔

(٢) پھر الروم ۹ :۔۸ میں توحید پر دلائل قائم فرمائے ہیں۔

(٣) اس کے بعد الروم ۱۲۔۱۱ میں قیامت حیات بعد الموت اور حشر ونشر پر دلائل قائم فرمائے ہیں۔

(٤) نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مسلمانوں کو دین اسلام پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

(٥) یہ بتایا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے، جو شخص اسلام پر قائم رہے گا وہ فطرت پر قائم رہے گا اور جو شخص اسلام سے انحراف کرے گا وہ فطرت سے انحراف کرے گا۔

(٦) ان نیک خصال کا بیان فرمایا ہے جن کی اسلام دعوت دیتا ہے اور ان بری خصال کا ذکر فرمایا ہے، جو مشرکین کا خواص ہیں۔

(٧) بعث بعد الموت کا دوبارہ ذکر فرمایا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

مختصر خلاصہ :

مسلمانوں کو مشرکین پر فتح ونصرت چونکہ محض توحید پر قائم رہنے سے حاصل ہوگی اس لیے فرمایا فسبحن الله الخ یعنی تم اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کے شریکوں سے پاک سمجھو اور ہر وقت اس کی تسبیح وتقدیس میں لگے رہو اس مضمون کا دوسرے انداز سے دوبار اس کے بعد بھی ذکر کیا گیا اول فاقم وجھك للدین حنیفا (رکوع 4)۔ دوم فاقم وجھك للدین القیم (رکوع 5)۔ مسئلہ توحید ایک ایسا اہم اور اٹل مسئلہ ہے جو بیشمار دلائل عقلیہ سے ثابت ہے اس لیے تم سختی اور مضبوطی کے ساتھ دین توحید پر قائم رہو۔ درمیان میں عذاب سے بچنے کے لیے امور ثلاثہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو کفار پر غلبہ چونکہ محض توحید کی وجہ سے حاصل ہوگا اس لیے اس سورت میں مسئلہ توحید کو ایک مثال اور تیرہ عقلی دلیلوں کے ساتھ مدلل اور واضح کیا گیا۔

ابتدائے سورت میں مسلمانوں کو مشرکین پر فتح وغلبہ کی خوشخبری دی گئی ویو مئذ یفرح المومنون۔ جس دن رومیوں کو فتح ہوگی اسی دن مسلمانوں کو مشرکین مکہ پر غلبہ حاصل ہوگا۔ یہ غلبہ محض اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت سے ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس میں ہرگز تخلف نہیں ہوگا۔ اس کے بعد یعلمون ظاهرا من الحیوۃ الدنیا سے لے کر بلقاء ربھم لکفرون۔ تک مشرکین پر زجریں ہیں۔ اولم یسیروا فی الارض الخ تخویف دنیوی ہے الله یبدؤا الخلق الخ (رکوع 2) حشر ونشر کے ثبوت پر عقلی دلیل ہے یعنی جو ذات پاک پہلی بار مخلوق کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ بھی مخلوق کو پیدا کرسکتا ہے۔ ویوم تقوم الساعۃ الخ تفصیل انجام مومنین وکفار فاما الذین امنوا الخ بشارت اخروی۔ واما الذین کفروا الخ تخویف اخروی۔

فسبحن الله حین تمسون الخ۔ یہ ابتدائے سورت پر مرتب ہے یعنی اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ اگر تم توحید پر قائم رہو گے تو تمہیں کفار پر غلبہ دوں گا لہٰذا اس کو ہر شریک سے پاک سمجھو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اس کے بعد مسئلہ توحید پر تیرہ عقلی دلیلیں مذکور ہیں۔ آٹھ دلیلوں کے بعد معبود برحق اور معبود باطل کی تمثیل ہے۔ ضرب لکم مثلا من انفسکم الخ اور اس کے بعد ان دلیلوں اور تمثیل پر مرتب مسئلہ توحید پر قائم رہنے کا حکم ہے۔ فاقم وجھك الخ اس کے بعد مزید دو عقلی دلیلوں کا ذکر کرکے بعد

عہد کی وجہ سے اس حکم کا اعادہ کیا گیا ہے۔ فاقم وجھك للدین القیم الخ پھر بقیہ دلائل عقلیہ مذکور ہیں۔ نو دلائل عقلیہ کے بعد عذاب الہٰی سے بچنے کے لیے تین امر مذکور ہیں۔ شرک نہ کرو، احسان کرو اور ظلم نہ کرو۔ فات ذا القربیٰ الخ۔

پہلی عقلی دلیل۔ ومن ایتہ ان خلقکم الخ (رکوع 3)۔ انسانوں کو مٹی سے پیدا کر کے خوبصورت شکل عطا کرنا بھی اس کی قدرت اور وحدانیت کی دلیل ہے۔ دوسری عقلی دلیل ومن ایتہ ان خلق لکم الخ انسانوں کی جنس ہی میں سے ان کے آرام وسکون کی خاطر عورتیں پیدا کرنا۔ تیسری عقلی دلیل۔ ومن ایتہ خلق السموت الخ۔ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا۔ انسانوں کی زبانوں اور ان کے رنگوں کو مختلف ہونا۔ چوتھی عقلی دلیل۔ ومن ایتہ منامکم باللیل رات اس نے تمہارے آرام وسکون کے لیے اور دن تلاش رزق کے لیے بنایا ہے۔ پانچویں عقلی دلیل ومن ایتہ یریکم البرق الخ یہ بجلیوں کی چمک اور آسمان سے باران رحمت اتارنا اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ چھٹی عقلی دلیل ومن ایتہ ان تقوم السماء آسمان اور زمین اسی کی قدرت سے قائم ہیں اور دوبارہ بھی وہی زندہ کرے گا۔ ساتویں عقلی دلیل ولہ من فی السموات الخ، سارا نظام کائنات اسی کے اختیار وتصرف میں ہے۔ آٹھویں عقلی دلیل وھو الذی یبدؤا الخلق الخ ساری کائنات کا ابتداء اسی نے پیدا فرمایا اور قیامت کے دن سب کو دوبارہ بھی وہی پیدا کرے گا۔ ولہ المثل الاعلی الخ یہ ان تمام دلائل کا ماحصل ہے۔ یعنی یہ تمام صفات جو آٹھ دلائل عقلیہ کے طور پر مذکور ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہیں۔ زمین وآسمان میں کوئی بھی ان صفات میں اس کا شریک نہیں۔ لہٰذا ان دلائل بالا سے معلوم ہوا کہ جب یہ تمام تصرفات اور یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں تو پھر اس کے سوا کارساز اور برکات دہندہ بھی کوئی نہیں نہ اس کے سوا کوئی حاجات ومشکلات میں غائبانہ دعاء و پکار کے لائق ہے۔ اس کے بعد ضرب لکم من انفسکم الخ (رکوع 4) سے معبود برحق اور معبود باطل کی مثال ذکر کی گئی ہے مثال کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح تمہارے غلام تمہاری دولت وجائیداد اور تمہارے اختیارات وتصرفات میں تمہارے شریک اور ہمسر نہیں ہو سکتے اسی طرح اللہ کے نیک بندے انبیاء وملائکہ (علیہم السلام) اور اولیاء کرام جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق بلکہ اس کے غلام اور عبید ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تصرفات اور اختیارات میں شریک وہمسر نہیں ہو سکتے۔ بل اتبع الذین ظلموا الخ یعنی مسئلہ توحید میں شک وشبہہ کی گنجائش نہیں، مسئلہ دلائل عقلیہ سے خوب واضح ہو چکا ہے۔ لیکن مشرک لوگ محض نفسانی خواہشوں کے پیچھے چل کر توحید کا انکار کر رہے ہیں۔ فاقم وجھك للدین الخ یہ دلائل مذکورہ پر متفرع ہے یعنی جب یہ مسئلہ توحید ایسے دلائل عقلیہ اور براہین قویہ سے ثابت ہے تو آپ اس دین فطرت یعنی توحید پر قائم رہیں، جس میں آج تک تبدیلی نہ ہوئی اور نہ آئندہ کبھی ہوگی۔

واذا مس الانسان الخ یہ مشرکین پر زجر ہے۔ جب ان ظالموں پر کوئی مصیبت آجاتی ہے تو اپنے خود ساختہ معبودوں سے مایوس ہو کر خالصۃً اللہ کو منسوب کر دیتے ہیں۔ اولم یروا ان اللہ الخ یہ توحید پر نویں عقلی دلیل۔ ہے رزق کی فراخی اور تنگی اللہ

تعالیٰ کے اختیار میں ہے اس لیے کارساز اور برکات دہندہ بھی وہی ہے۔ فات ذا القربی حقہ الخ۔ دفع عذاب کے لیے امور ثلاثہ کا ذکر یعنی شرک نہ کرو اس کا ذکر دلائل کے ضمن میں گذر چکا۔ احسان کرو اور ظلم نہ کرو یہ دونوں امور ان آیتوں میں مذکور ہیں۔ اللہ الذی خلقکم الخ توحید پر دسویں عقلی دلیل۔ جب خالق و رازق بھی وہی ہے اور موت وحیات بھی اسی کے اختیار میں ہے اور تمہارے مزعومہ معبودوں میں سے کوئی بھی ان صفات میں سے کسی ایک صفت کا مالک بھی نہیں تو پھر ان میں سے کوئی بھی صفات کارسازی میں اللہ کا شریک نہیں۔ ظھر الفساد فی البر الخ (رکوع 5) تخویف دنیوی ہے یہ خشکی اور تری میں جو شر و فساد اور افراتفری بپا ہے اور لوگ گوناگوں مصائب وآفات میں مبتلا ہیں یہ سب شرک کی وجہ سے ہے۔ قل سیروا فی الارض الخ تخویف دنیو۔ فاقم وجھك للدین القیم الخ۔ یہ توحید پر قائم رہنے کے حکم کا اعادہ ہے بوجہ بعد عہد، من قبل ان یاتی الخ تخویف اخروی ہے۔ ومن عمل صالحا الخ بشارت اخروی۔ ومن ایتہ ان یرسل الخ یہ گیارہویں عقلی دلیل ہے۔ جب یہ ٹھنڈی اور خشک ہوائیں اللہ ہی اپنی رحمت سے بھیجتا ہے ان ہواؤں کے ذریعہ سے ہماری کشتیاں بھی دریاؤں اور ندیوں میں سفر کرتی ہیں تو معلوم ہوا کہ وہی کارساز اور حاجت روا ہے اور کوئی نہیں۔ ولقد ارسلنا من قبلك الخ تخویف دنیوی برائے مشرکین و بشارت اخروی برائے مومنین۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ دشمنان انبیاء (علیہم السلام) کو دنیا میں ہلاک کیا اور ایمان والوں کی مدد کی۔ وکان حقا علینا نصر المومنین یہ ابتدائے سورت میں مذکور وعدہ نصرت یعنی لا یخلف اللہ وعدہ کا اعادہ ہے۔ اللہ الذی یرسل الریح الخ یہ بارہویں عقلی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہواؤں کے ذریعہ سے بادلوں کو ادھر سے ادھر لے جاتا ہے اور جہاں چاہتا ہے بارش برساتا ہے اور مردہ زمین کو از سر نو زندہ کر کے زرخیز بنا دیتا ہے۔ جو ان تمام تصرفات کا مالک ہے وہی کارساز اور برکات دہندہ ہے۔ ان ذلك لمحی الموتی الخ یہ جملہ معترضہ ہے برائے اثبات حشر جب وہ خشک اور مردہ زمین کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے تو مردوں کو بھی دوبارہ زندہ کرلے گا۔ وھو علی کل شیء قدیر تعلیل برائے ماقبل۔ ولئن ارسلنا ریحا الخ زجر برائے مشرکین یہ ایسے معاند ہیں کہ عذاب دیکھ کر بھی نہیں مانیں گے۔ فانك لا تسمع الموتی یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تسلی ہے۔ یعنی اگر ایسے واضح دلائل کے باوجود بھی وہ نہیں مانتے تو آپ ان کو چھوڑ دیں ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ چکی ہے اور ان کا حال مردوں کا سا ہے جو کچھ نہیں سن سکتے۔ مہر جباریت کی وجہ سے ان کے دل مردہ اور بے حس ہو چکے ہیں اب ان پر آپ کے وعظ و تبلیغ کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اللہ الذی خلقکم من ضعف الخ (رکوع 6) یہ تیرہویں عقلی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کا خالق ہے اور انسانوں کو عمر کے مختلف مراحل سے گذار کر بڑھاپے تک پہنچانا اسی کے اختیار میں ہے لہٰذا کارساز اور برکات دہندہ بھی وہی ہے۔ ویوم تقوم الساعۃ الخ، یہ تخویف اخروی ہے۔ ولقد ضربنا للناس الخ یہ شکوی ہے یعنی ہم نے ہر ضروری بات کو اور خصوصاً مسئلہ توحید کو قرآن مجید میں

ہر انداز سے بیان کر کے سمجھا دیا ہے مگر اس کے باوجود معاندین اسے باطل کہتے ہیں۔ کذلک یطبع اللہ الخ کاف بمعنی لام تعلیلیہ ہے یعنی تکذیب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ معاندین کے دلوں پر مہر جباریت لگا دیتا ہے۔ ومن ایتہ ان خلقلکم الخ (رکوع 3)۔ یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تسلی اور وعدہ نصرت کا دوسری بار اعادہ ہے۔

سورة لقمان (31)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام لقمان ہے کیونکہ اس سورت کی ایک آیت میں لقمان کا ذکر ہے اور اس سورت میں لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں اور اس کا قصہ بیان کیا گیا ہے، جس آیت میں لقمان کا ذکر ہے وہ یہ ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ (12)

اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو اور جو شخص شکر ادا کرتا ہے تو وہ صرف اپنے نفس کے فائدہ کے لیے شکر ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو بیشک اللہ بے نیاز حمد کیا ہوا ہے۔ (لقمان ۱۲ :)

اس سورت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ مشرکین قریش نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ ان کو لقمان اور اس کے بیٹے کے متعلق بتائیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کر دی۔

سورہ لقمان کا زمانہ نزول:

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

وَأخرج النّحاس فِي تَارِيخه عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :سُورَة لُقْمَان نزلت بِمَكَّة سوى ثَلَاث آيَات مِنْهَا نزلت بِالْمَدِينَةِ {وَلَو أنما فِي الأَرْض من شَجَرَة أَقْلَام} لُقْمَان الْآيَة 27إِلَى تَمام الْآيَات الثَّلَاث،وَأخرج النَّسَائِيّ وَابْن ماجة عَن الْبَراء رَضِي الله عَنهُ قَالَ :كُنَّا نصلي خلف النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم الظّهْر ونسمع مِنْهُ الْآيَة بعد الْآيَة من سُورَة لُقْمَان والذاريات

النحاس نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورہ لقمان مکہ میں نازل ہوئی ہے ماسوا تین آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ (لقمان ۲۹ :۔ ۲۸۔ ۲۷)۔

امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورہ لقمان مکہ میں نازل ہوئی

ہے۔

حضرت البراء (رض) بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور لقمان اور الذاریات سے سورت کے بعد دوسری سورت سنتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۸۳۰ : سنن النسائی رقم الحدیث ۹۷۱ :)(الدرالمنثور ج ٦ ص ٤٤٣)

جن تین آیتوں کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ مدینہ میں نازل ہوئی ہیں ان کے مدینہ میں نازل ہونے کی روایات ضعیف ہیں سورۃ العنکبوت اور سورۃ لقمان دونوں کے نزول کا زمانہ تقریباً ایک ہے جب نئے اسلام لانے والے نوجوانوں کو ان کے والدین اسلام کو چھوڑنے پر مجبور کرتے تھے اس موقع پر ایسی آیات نازل ہوئیں کہ ماں باپ کی خدمت اور اطاعت ضروری ہے لیکن شرک اور اللہ تعالیٰ کے دیر احکام کی نافرمانی کرنے میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

ترتیب مصحف کے اعتبار سے سورۃ لقمان کا نمبر ۳۱ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۵۷ ہے یہ سورت سورۃ الصّٰفّٰت کے بعد اور سورۃ سباء سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

ماقبل سے ربط؛

ربط اول؛

گزشتہ سورت کے اخیر میں یعنی ولقد ضربنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل میں قرآن کے اعجاز اور حقانیت کی طرف اشارہ تھا اب اس سورت کے شروع میں پھر قرآن کی حقانیت کو بیان کرتے ہیں کہ یہ کتاب کتاب رحمت ہے اور کتاب ہدایت اور کتاب حکمت ہے اس کو قبول کرنا اور اس پر ایمان لانا باعث سعادت ہے اور اس کتاب حکمت کو چھوڑ کر لھو الحدیث یعنی گانے بجانے اور ناولوں اور قصے اور کہانیاں کی طرف مائل ہونا شقاوت کی علامت ہے اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے سفہا اور اشقیا کا حال بیان کیا کہ جو لوگ قرآن کو چھوڑ کر گانے بجانے کی طرف مائل ہیں اور دین کی باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں یہ لوگ بدنصیب اور محروم ہیں اور پھر اس کے مقابلہ میں عقلا اور سعدا کا حال بیان کیا جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

ربط دوم؛

حق جل شانہ نے اس سورت میں لقمان حکیم کی حکیمانہ اور عاقلانہ نصائح کا ذکر فرمایا جو توحید کی دعوت اور شرک کی مذمت پر اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی ترغیب پر اور اخلاق ذمیمہ اور افعال قبیحہ سے ترہیب پر مشتمل ہیں جن سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ توحید اور مکارم اخلاق تمام حکما اور عقلا کے نزدیک مستحسن ہیں اور یہ تمام امور فطری ہیں عقل سلیم اور فطرت سلیمہ ان کو قبول کرتی ہے اور شرک عقلاً قبیح ہے اور خلاف فطرت ہے اور گزشتہ سورت میں فاقم وجھک للدین میں جس دین قیم پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا تھا

وہ یہی دین توحید ہے جس کی لقمان حکیم (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو وصیت کی لوگوں کو چاہیے کہ ان نصیحتوں کو حرز جان بنائیں۔

ربط سوم:

نیز گزشتہ سورت میں مبدا اور معاد کا ذکر تھا اس سورت میں مبدا اور معاد کا اور دلائل قدرت کا ذکر ہے۔

ربط چہارم:

نیز گزشتہ سورت کے اول میں ان لوگوں کی مذمت تھی کہ جو اللہ کے وعدہ پر بھروسہ نہیں کرتے بلکہ اسباب ظاہری پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس سورت کے شروع میں ان لوگوں کی مدح ہے جو آخرت پر اور اللہ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں۔

ربط پنجم:

گزشتہ سورت کے اخیر میں قیامت کا ذکر تھا اور اس سورت کے اخیر میں یہ بتلایا کہ قیامت کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اس سورت کی شروع آیات میں اللہ تعالیٰ نے سعدا اور اشقیا کے مراتب اور مقامات کا فرق بیان کیا اور چونکہ یہ سورت مکی ہے اس لیے کہ نزول آیات کے وقت دونوں فریق موجود تھے لہٰذا سعدا کا مصداق اولین مہاجرین اولین ہوں گے اور وہی اس سے مراد ہوں گے (ازالۃ الخفا)

سورۃ لقمان کے مقاصد ومضامین:

اس سورت کو سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دائمی معجزہ سے شروع کیا گیا ہے اور وہ قرآن مجید ہے ج واللہ تعالیٰ کی ہدایت کا دستور ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے متعلق لوگوں کے مختلف گروہ ہو گئے' مومنین نے قرآن مجید کی تصدیق کی اور وہ جنت کے مستحق قرار پائے اور کفار نے قرآن مجید کے ساتھ استہزاء کیا اور اس کا انکار کیا اور اپنی جہالت اور تکبر سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا اور دائمی دردناک عذاب کے مستحق ہو گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور قدرت پر دلائل قائم کیے اور اس کے بعد لقمان حکیم کا قصہ بیان فرمایا کہ اس نے اپنے بیٹے کو کیا نصیحتیں کی تھیں اور اس سے مقصود لوگوں کو ہدایت دینا تھی کہ وہ شرک کو چھوڑ دیں' ماں باپ کے ساتھ نیکی کریں اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے بچیں' اور نماز قائم کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں' تواضع اور انکسار کو اختیار کریں اور تکبر نہ کریں' زمین پر نرمی اور آہستگی سے چلیں اور اپنی آوازیں پست رکھیں۔

اس کے بعد ان مشرکین کی مذمت کی جو شرک پر اصرار کرتے تھے اور توحید کے دلائل کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کو واحد نہیں مانتے تھے' اور اپنے آباؤ اجداد کی تقلید پر جمے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ کی غیر متناہی نعمتوں کی ناشکری کرتے تھے' اور ان کو یہ خبر دی کہ نجات کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سر اطاعت کو جھکا دیا جائے اور نیک اعمال انجام دیئے جائیں' اور

مشرکین کے عقائد کا تضاد بیان فرمایا کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا صرف اللہ بزرگ و برتر ہے اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے اور سب اس کے مملوک اور غلام ہیں اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے' اور تمام انسانوں کو پیدا کرنا اس کے لیے صرف ایک انسان کو پیدا کرنے کے مانند ہے' وہی قادر مطلق ہے اور کوئی چیز اس کو عاجز کرنے والی نہیں ہے' اور ان مشرکین کا حال یہ ہے کہ سختی اور مصیبت میں وہ اسی کے آگے گڑگڑاتے ہیں اور سختی دور ہونے کے بعد اس کو یکسر بھول جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور توحید پر مزید دلائل قائم کیے کہ وہ رات اور دن کو ایک دوسرے کے بعد وارد کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے اور سمندروں میں کشتیوں کو رواں دواں رکھا ہے' اور اس سورت کو تقویٰ کے حکم پر ختم کیا ہے اور قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے' اور یہ بتایا ہے کہ غیوب خمسہ کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور اس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے اور وہ ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

مختصر خلاصہ:

اس سورت میں اولاً اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ قرآن کریم کی باتیں حکمت کے موافق ہیں یعنی اس کی ہر بات میں یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ ہر کام کا نتیجہ بہتر و درست ہو خواہ اس کی خاطر بظاہر ذاتی فائدہ ترک کرنا پڑے، اسی بنا پر قرآن کریم کی باتوں سے اصل فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جن کی طبیعت نیک کاموں کی طرف مائل ہوتی ہے اور جو انجام پر نظر رکھتے ہیں جن کا یہ یقین ہے کہ یہ دنیا عارضی قیام کی جگہ ہے، انسان کی عمر محدود ہے اور اس دنیا کے بعد لازمی نتیجہ آخرت ہے پھر وہ باتیں بتلائی گئیں جن کا انجام اچھا نہیں ہے اور آخرت میں ان کی وجہ سے بڑے مصائب و آفات میں مبتلا ہونا لازمی ہے، ان میں اکثر چیزیں وہی ہیں جن میں فقط دنیا کی کھیل و تفریح مقصود ہوتی ہے اور جن میں آج دنیا کے اکثر لوگ مبتلا ہیں مثلاً فضول قصے کہانیاں ناول من گھڑت خیالی افسانے، ناچ رنگ گانا بجانا، تھیٹر سینما عالیشان مکانات ان سب کا انجام آخرت میں اچھا نہ ہوگا، اس کے بعد وہ باتیں بتلائی گئیں جن کا انجام ہر جگہ اچھا ہوگا مثلاً خدا کی پہچان توحید کا اعتقاد شرک سے نفرت، بری عادتوں اور بری باتوں سے اجتناب، اس سورت میں حضرت لقمان کی نصیحتیں بیان فرما کر اشارہ کیا گیا کہ دنیا کے عقلمند ان باتوں کی اچھائی پر متفق ہیں۔ جنہیں قرآن میں اچھا کہا گیا ہے اور ان باتوں کو برا جانتے ہیں جنہیں قرآن میں برا کہا گیا ہے پھر کہا گیا کہ انسان آنکھیں کھول کر دیکھے تو اللہ کی قدرت کی نشانیاں تمام عالم میں ظاہر ہیں جن سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، آخر میں قیامت کی باز پرس سے ڈرایا گیا ہے کہ قیامت کا وقت اللہ ہی جانتے ہیں۔

سورة السجده (32)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کا نام السجدۃ ہے کیونکہ اس سورت کی ایک آیت میں اس بات پر مومنین کی تعریف اور تحسین کی گئی ہے کہ وہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور قرآن مجید کی آیات سن کر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں:

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ (15)

ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جن کو جب بھی ان آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ (السجدہ ۱۵ :)

سورۃ السجدہ کے فضائل میں احادیث:

أخرج ابْن الضريس وَابْن مرْدَوَيْه وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :نزلت (الم) السَّجْدَة بِمَكَّة؛وَأخرج النّحاس عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :نزلت سُورَة السَّجْدَة بِمَكَّة سوى ثَلَاث آيَات {أَفَمَن كَانَ مُؤمنا} إِلَى تَمام الْآيَات الثَّلَاث

امام ابن الضریس، امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ (الم) السجدۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام النحاس نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے سورۃ السجدۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے سوا افمن كان مومنا (۲۰-۱۸) تین آیتوں کے۔ (الدرالمنثور ج ٦ ص ٤٧٠)

عَن أبي هُرَيْرَة رَضِي الله عَنهُ قَالَ :كَانَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يقْرَأ فِي الْفجْر يَوْم الْجُمُعَة {الم تَنْزِيل} السَّجْدَة و {هَل أَتَى على الإنسان}

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جمعہ کے دن صبح کی نماز میں (الم تنزیل) السجدۃ اور ھل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۸۹۱ :)

عَنْ جَابِرٍ »أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ لَا يَنَامُ حَتَّى يَقْرَأَ الم تَنْزِيلُ، وَتَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ«

حضرت جابر (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) الم تنزیل السجدۃ اور تبارک الذی بیدہ الملک پڑھنے سے پہلے نہیں سوتے تھے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۸۹۲ :)

عَن خَالِد بن معدان رَضِي الله عَنهُ قَالَ :اقرأوا المنجية وَهِي {الم تَنْزِيل} فانه بَلغنِي أَن

رجلا كَانَ يقرأوها وَمَا هوى شَيْئا غَيرهَا وَكَانَ كثير الْخَطَايَا فنشرت جناحها عَلَيْهِ وَقَالَت: رب اغْفِر لَهُ فانه كَانَ يكثر قراءتي فشفعها الرب فِيهِ وَقَالَ اكتبوا لَهُ بِكُل خَطِيئَة حَسَنَة وَارْفَعُوا لَهُ دَرَجَة

خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ المنجیہ (نجات دینے والی سورت) کی تلاوت کیا کرو اور وہ الم تنزیل ہے کیونکہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک شخص اس سورت کی تلاوت کرتا تھا اور اس کے علاوہ اور کسی سورت کی تلاوت نہیں کرتا تھا اور وہ گناہ بہت کرتا تھا اس سورت نے اس شخص کے اوپر اپنے پر پھیلا دیئے اور کہا اے میرے رب! اس کی مغفرت فرما دے یہ میری قرأت بہت کرتا تھا تو رب نے اس سورت کی شفاعت اس شخص کے متعلق قبول کر لی اور فرمایا اس کے ہر گناہ کے بدلہ میں ایک نیکی لکھ دو اور اس کا ایک درجہ بلند کر دو۔

(سنن الدارمی رقم الحدیث ۳۴۰۹:)

عَن خَالِد بن معدان رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ قَالَ :ان {الم تَنْزِيل} تجَادل عَن صَاحبهَا فِي الْقَبْر تَقول :اللَّهُمَّ ان كنت من كتابك فشفعني فِيهِ وان لم أكن من كتابك فامحني مِنْهُ وانها تكون كالطير تجْعَل جناحها عَلَيْهِ فتشفع لَهُ فتمنعه من عَذَاب الْقَبْر وَفِي {تبَارك} مثله فَكَانَ خَالِد رَضِي الله عَنهُ لَا يبيت حَتَّى يقْرَأ بهما

خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ الم تنزیل اپنے پڑھنے والے کی قبر میں وکالت کرے گی اور کہے گی اے اللہ! اگر میں تیری کتاب سے ہوں تو اس شخص کے متعلق میری شفاعت قبول فرما اور اگر میں تیری کتاب سے نہیں ہوں تو مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے اور یہ سورت ایک پرندہ کی مانند ہو گی اور اپنے پر اس شخص پر پھیلا دے گی اس کی شفاعت قبول کر لی جائے گی اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جائے گا اور تبارک الذی کے متعلق بھی ایسی ہی روایت ہے اور خالد بن معدان ان دونوں سورتوں کو پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔

(سنن الدارمی رقم الحدیث:)

ماقبل سے ربط :

ربط نامی؛

سورۃ السجدہ کو ماقبل سے نامی ربط یہ ہے کہ سورۃ لقمان میں حضرت لقمان کی نصیحت کا ذکر کیا گیا ہے۔ یبنی لا تشریک باللہ ان الشرک لظلم عظیم (رکوع 2)۔ لقمان نے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ شرک نہ کرنا اللہ کے سوا کسی کو برکات دہندہ سمجھ کر نہ پکارنا۔ کیونکہ شرک

بہت بڑی بے انصافی ہے۔اور سورۃ سجدہ میں فرمایا انما یومن بایتنا الذین اذا ذکروا بھا خروا سجدا الخ (رکوع 2)۔اللہ کی توحید پر ایمان رکھنے والوں اور اللہ ہی کو برکات دہندہ سمجھنے والوں کو جب قرآن سنایا جاتا ہے تو وہ عاجزی کے ساتھ سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

ربط معنوی:

سورۃ سجدہ کا ماقبل کے ساتھ معنوی ربط یہ ہے۔سورۃ الفرقان سے لے کر سورۃ لقمان تک یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی برکات دہندہ نہیں لہٰذا اس کے سوا کسی کو حاجات میں مافوق الاسباب مت پکارو۔اب مشرکین کی طرف سے یہ عذر ہو سکتا تھا کہ ہم اپنے خود ساختہ معبودوں کو اس لیے نہیں پکارتے کہ وہ برکات دہندہ ہیں بلکہ ہم ان کو خدا کے یہاں شفیع غالب سمجھ کر پکارتے ہیں کہ ان کے ذریعے سے ہمیں برکات حاصل ہوں۔اس لیے سورۃ سجدہ میں ترقی کر کے فرمایا جس طرح اللہ کے سوا کوئی برکات دہندہ نہیں اسی طرح اللہ کے یہاں شفیع غالب بھی کوئی نہیں۔لہٰذا جس طرح غیر خدا کو برکات دہندہ سمجھ کر پکارنا جائز نہیں۔اسی طرح غیر اللہ کو خدا کے یہاں شفیع غالب سمجھ کر پکارنا بھی جائز ہے۔

سورۃ السجدۃ کے مقاصد ومضامین:

(۱) اس سورت کی ابتداء اس سے کی گئی ہے کہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے نزل کیا گیا ہے اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت برحق ہے۔

(۲) اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اس کی تخلیق اور اس کی ربوبیت پر تفصیل سے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

(۳) مجرموں اور کافروں اور اطاعت گزار مومنوں کی دنیا اور آخرت کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔

(٤) یہ بتایا ہے کہ نافرمانوں اور اطاعت گزاروں کا انجام مساوی نہیں ہو سکتا۔

(٥) سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی رسالت میں مشابہت بیان کی گئی ہے اور اس سے آپ کی رسالت پر متنبہ کیا گیا ہے۔

(٦) پچھلی امتوں کے منکروں پر جو عذاب نازل کیا گیا تھا اس سے اس زمانہ کے منکروں کو ڈرایا گیا ہے۔

(۷) اس سورت کے اول اور آخر میں توحید رسالت اور حشر ونشر کے عقائد پر بحث کی گئی ہے۔

مختصر خلاصہ :

اس سورۃ کا مرکزی مضمون شفاعت قہری کی نفی ہے جس پر دو عقلی دلیلیں اور ایک نقلی دلیل مذکور ہے ابتداء میں تنزیل الکتب الخ تمہید مع ترغیب ہے۔ یہ قرآن بلاشبہ رب العالمین نے نازل فرمایا ہے اس لیے اس کا دعویٰ حق ہے اسے مانو۔ ام یقولون افتراہ شکوی ہے بل ھو الحق الخ یہ جواب شکوی ہے یہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساختہ نہیں بلکہ اللہ کی

طرف سے نازل ہوا ہے۔ اللہ الذی خلق السموات الخ۔ یہ نفی شفاعت قہری پر عقلی دلیل ہے۔ یعنی زمین وآسمان کا خالق بھی اللہ ہے مالکم من دونہ من ولی ولا شفیع الخ۔ یہ مقصودی جملہ ہے اور ماقبل پر مرتب ہے یعنی جب تمام اختیارات کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو اس کے سوا نہ کوئی خود برکات دہندہ اور کارساز ہے اور نہ کوئی اس کے یہاں شفیع غالب ہے۔ یدبر الامر من السماء الی الارض الخ سارے جہان کی تدبیر کار بھی اسی کے ہاتھ ہے ذلک عالم الغیب الخ وہی عالم الغیب ہے۔ الذی احسن کل شیء۔ تا۔ قلیلا ما تشکرون ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے سننے، دیکھنے اور سوچنے کی توفیق عطا فرمائی۔ وقالوا ءاذا ضللنا الخ یہ شکوی ہے۔ مشرکین نہ صرف توحید کا انکار کرتے تھے بلکہ وہ حشر ونشر کو بھی نہیں مانتے تھے اور کہتے جب ہم مر کر مٹی مل کر گم ہو جائیں گے تو پھر کس طرح دوبارہ زندہ ہوں گے؟ قل یتوفکم ملک الموت الخ یہ جواب شکوی ہے۔ جس طرح موت اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ ملک الموت کے ذریعے تمہاری جانیں قبض کرتا ہے اسی طرح وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ ولو تری اذ المجرمون الخ (رکوع 2)۔ یہ منکرین توحید اور بعث ونشور کے لیے تخویف اخروی ہے۔ انما یومن بایتنا الخ۔ یہ توحید کے ماننے والوں اور ہر حال میں اللہ کو پکارنے والوں کے لیے بشارت اخروی ہے۔ افمن کان مومنا الخ اعادہ بشارت وتخویف بطور لف ونشر غیر مرتب۔ اما الذین امنوا الخ تفصیل بشارت، واما الذین فسقوا الخ تفصیل تخویف، ومن اظلم الخ زجر مع تخویف۔ ولقد اتینا موسیٰ الخ، (رکوع 3)۔ یہ دعوی سورت (نفی شفاعت قہری) پر نقلی دلیل ہے از تورات وموسیٰ (علیہ السلام) علماء بنی اسرائیل۔ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو تورات دی اس میں بھی یہی دعوی تھا۔ کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں۔ بنی اسرائیل کے علماء حق بھی اسی مسئلہ کی دعوت دیتے رہے۔ اولم یھد لھم الخ، یہ تخویف دنیوی ہے ان سے پہلے ہم نے بڑی زبردست اقوام کو اسی جرم کی پاداش میں ہلاک کیا کہ انھوں نے دعوت توحید کو رد کیا۔ مشرکین مکہ کو اسی سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اولم یروا انا الخ، یہ دعوی سورت پر دوسری عقلی دلیل ہے اور اس سے حشر ونشر بھی ثابت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ آسمان سے مینہ برسا کر بنجر اور ناکارہ زمین کو زرخیز بنا دیتا ہے وہی برکات دہندہ اور کارساز ہے اور جس طرح وہ مردہ زمین کو حیات نو عطا فرما کر سرسبز وشاداب بنا دیتا ہے اسی طرح وہ مردوں کو بھی دوبارہ زندگی عطا کرنے پر قادر ہے۔ ویقولون متی الخ، یہ شکوی ہے۔ مشرکین از راہ عناد کہتے اچھا تو

وہ قیامت کا دن کب آئے گا جس میں ہر چیز کا فیصلہ ہوگا۔ قل یوم الفتح الخ۔ یہ جواب شکوی ہے۔ یہ سوال بے فائدہ ہے کہ قیامت کب آئے گی اصل چیز یہ ہے کہ قیامت کے دن کے لیے تیاری کرو۔ یعنی دنیا کی زندگی میں توحید کو مان کر اعمال صالحہ بجالاؤ ورنہ قیام کے دن کا ایمان کسی کام نہ آئے گا۔

سورة احزاب (33)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الاحزاب ہے احادیث' کتب تفسیر اور آثار میں غزوہ خندق کو الاحزاب سے تعبیر کیا گیا ہے' حزب کا معنی جماعت ہے اور الاحزاب حزب کی جمع ہے' مشرکین مکہ' یہودی اور منافقین کی تمام جماعتیں متحد اور متفق ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئی تھیں اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مسلمانوں نے مدینہ کے اطراف میں خندق کھود کر مدینہ کا دفاع کیا تھا اس وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ خندق بھی کہا جاتا ہے' اس سورت میں چونکہ غزوۃ الاحزاب کے متعلق آیات نازل ہوئی ہیں اس وجہ سے اس سورت کا نام الاحزاب ہے' قرآن مجید کی حسب ذیل آیت میں الاحزاب کا ذکر ہے:

یحسبون الاحزاب لم یذھبوا ، وان یات الاحزاب یودوا لو انھم بادون فی الاعراب یسالون عن انبآ نکم،ولوکانوا فیکم ما قتلوا الاقلیل (الاحزاب :۲۰)

منافقین یہ گمان کر رہے ہیں کہ کفار کی حملہ آور جماعتیں ابھی (واپس) نہیں گئیں' اور اگر وہ حملہ آور جماعتیں (دوبارہ) آجائیں تو وہ (منافقین) یہ خواہش کریں گے کہ کاش وہ صحرا میں بادیہ نشینوں کے ساتھ ہوتے اور (لوگوں سے) تمہاری خبریں دریافت کرتے رہتے' اور اگر وہ تم میں موجود ہوتے (تب بھی) بہت کم قتال کرتے۔ (الاحزاب۲۰ :)

اس آیت میں منافقین کی بزدلی اور کم ہمتی بیان فرمائی ہے کہ ان کا حال یہ ہے کہ اگرچہ حملہ آور جماعتیں واپس جاچکی ہیں لیکن منافقین یہ گمان کر رہے ہیں کہ حملہ آور فوجیں ابھی تک ان کے سروں پر موجود ہیں' اور اگر وہ حملہ آور دوبارہ آجائیں تب بھی ان منافقوں کی خواہش یہ ہوگی کہ وہ کسی جنگل میں ہوں' میدان کارزار میں نہ ہوں اور لوگوں سے معلوم کرتے رہیں کہ انجام کار تم اس غزوہ میں کامیاب رہے ہو یا نام!

سورۃ الاحزاب کا زمانہ نزول:

سورۃ الاحزاب بالاتفاق مدنی ہے' البتہ حسب ذیل آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے:

وماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم۔ (الاحزاب :۳٦)

جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں تو اس کام کے متعلق کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (الاحزاب۳٦ :)

یہ آیت حضرت زید بن حارثہ کے حضرت زینب بنت جحش (رض) سے نکاح کے متعلق نازل ہوئی ہے یہ نکاح مکہ مکرمہ میں ہوا تھا

اُس لیے یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور سورۃ الاحزاب کی باقی آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں۔
سورۃ الاحزاب کی ۷۳ آیتیں ہیں یہ سورت الانفال کے بعد اور المائدہ سے پہلے نازل ہوئی ہے، یہ سورت ۵ ہجری میں نازل ہوئی جب کنانہ اور غطفان وغیرہ کے دس ہزار افراد نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کرلیا تھا اور ان کی پشت پر بنو قریظہ موجود تھے۔

ماقبل سے ربط :

ربط نامی:

سورۃ احزاب کو سورۃ سجدہ کے ساتھ نامی ربط یہ ہے کہ سورۃ سجدہ میں فرمایا مالکم من دونہ من ولی ولا شفیع یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی کارساز نہیں اس کے سوا کسی کو مت پکارو اور نہ خدا کے یہاں کوئی شفیع غالب ہے تم اس عقیدے پر قائم رہو اور اس کی تبلیغ کرو۔ اگرچہ عرب کے تمام قبائل (احزاب) مل کر تمہارے مقابلے میں آجائیں۔

معنوی ربط:

یہ ہے کہ سورۃ سجدہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی شفیع غالب نہیں لہٰذا کسی کو شفیع غالب سمجھ کر حاجات میں غائبانہ مت پکارو۔ اب سورۃ احزاب میں مذکور ہوگا کہ اس معاملے میں مشرکین کی بات نہ ماننا کیونکہ اب وہ خود بخود نرم ہو کر صلح کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے معبودان باطلہ کو کم ازکم عنداللہ شفیع غالب مان لیا جائے اس لیے سورۃ احزاب میں حکم دیا گیا کہ مشرکین کی اس پیشکش کو ٹھکرا دینا اور اس معاملے میں نرمی اختیار کرکے کسی کو بھی شفیع غالب تسلیم نہ کرنا اور صاف کہ دینا کہ جو معبود عنداللہ شفیع نہیں ہیں وہ تمہارے بنانے سے شفیع نہیں بن سکتے۔

سورۃ الاحزاب کے مقاصد ومضامین:

(۱) اس سورت کی اکثر آیتیں منافقین کے رد میں نازل ہوئی ہیں جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایذاء پہنچانے کے درپے رہتے تھے۔

(۲) کفار یہ سمجھتے تھے کہ جس کو منہ بولا بیٹا بنایا جائے وہ حقیقی بیٹا ہو جاتا ہے، اور جب حضرت زید بن حارثہ (رض) کے طلاق دینے کے بعد رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت زینب بن جحش (رض) سے نکاح کرلیا تو انھوں نے یہ طعنہ دیا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا پس ان کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

(۳) اس میں غزوہ احزاب اور غزوہ بنو قریظہ کے متعلق آیات ہیں۔

(٤) اس میں آداب معاشرت، مثلاً خواتین کے حجاب، نکاح کے بعد ولیمہ اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعظیم کے متعلق ہدایات ہیں۔

(۵) اس میں متعدد احکام شرعیہ کا ذکر ہے : اللہ سے تقویٰ' کفار اور منافقین کی اطاعت نہ کرنا' اتباع وحی کا واجب ہونا' ظہار کا حکم' ہجرت اور دوستی کے حلف کی وجہ سے ایک دوسرے کا وارث نہ ہونا' رحم اور رشتہ داری کو وارث بنانے کی میراث قرار دینا' ازواج مطہرات کا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کی مائیں ہونا' مومنین کی جانوں پر ان سے زیادہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا متصرف ہونا' نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خاتم النبیین ہونا' نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صلوٰۃ پڑھنا' نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اپنی ازواج مطہرات کو طلاق کا اختیار دینا' نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج کا دگنا اجر ہونا' اور بالفرض اگر وہ گناہ کریں تو دگنے عذاب کا استحقاق' اللہ عزوجل اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ایذاء رسانی کا حرام ہونا۔

(۶) غزوۃ الاحزاب اور غزوہ بنو قریظہ کے ضمن میں یہودیوں کی عہد شکنی کا ذکر' منافقوں کی سازشوں کو منکشف کرنا' غزوہ خندق میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو نصیحت عطا فرمائی ہیں اس کی یاد دلانا' مسلمانوں کے دشمنوں کی سازشوں کو آندھی بھیج کر اور فرشتے نازل کر کے ناکام کرنا۔

بنو نضیر کو جلاوطن کرنا اور غزوۃ الاحزاب کا سبب:

امام عبد الملک بن ہشام الحافری المتوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

ربیع الاول ۴ ہجری میں بنو نضیر کو جلاوطن کرنے کا واقعہ پیش آیا' اس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی نضیر فلسطین کے باشندے تھے۔ 132ء میں رومیوں کی سخت روی کی وجہ سے یہودیوں کے چند قبائل جن میں بنی نضیر اور بنو قریظہ شامل تھے فلسطین کو چھوڑ کر یثرب میں آکر آباد ہو گئے۔ بنی نضیر مدینہ میں قباء کے قریب مشرقی جانب آکر آباد ہو گئے تھے۔ اس وقت مدینہ میں عرب قبائل میں سے بنی اوس اور بنی خزرج ممتاز قبائل تھے یہ دونوں یہودی قبائل بنی نضیر کے خزرج اور بنو قریظہ اوس کے حلیف بن گئے۔ اور بنی اوس اور بنی خزرج کی باہمی لڑائیوں میں اول الذکر کا ساتھ دیتے رہے۔ جب نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ہر دو عرب قبائل اور مہاجرین کو ملا کر ایک برادری بنائی اور مسلم معاشرہ اور یہودیوں کے درمیان واضح شرائط پر ایک معاہدہ طے کیا۔ لیکن یہودی قبائل اور خاص کر بنی نضیر ہمیشہ منافقانہ رویہ اختیار کیے رہے۔ یہاں تک کہ 4ھ میں انھوں نے رسول کریم ﷺ کے قتل کی سازش کی جس کا بروقت آپ کو علم ہو گیا۔ جس پر آپ نے ربیع الاول 4ھ میں انھیں الٹی میٹم دے دیا۔ کہ پندرہ دن کے اندر اندر یہاں سے نکل جائیں۔ لیکن جب انھوں نے لڑائی کی ٹھان لی تو مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا جس پر وہ ملک شام اور خیبر کی طرف نکل گئے۔ بنی نضیر کو یہ گھمنڈ تھا کہ یہودی اور عرب قبائل کی مدد سے وہ مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ لیکن خدائی طاقت کے سامنے بہت جلد ان کو ہار مان کر اپنی بستی کو چھوڑ کر چلے جانا پڑا۔ یہودیوں کا ایک قبیلہ جو مدینہ منورہ کے نواح میں آباد تھا۔ یہ لوگ بار بار مسلمانوں سے عہد باندھتے اور پھر توڑ دیتے ایک موقع پر انھوں نے حضور ﷺ کے قتل

کی سازش بھی کی لیکن بروقت مطلع ہوجانے پر آپ صاف بچ گئے۔ بنونضیر کی وعدہ خلافیوں اور سازشوں سے تنگ آ کر آپ نے ان کے قلعے کا محاصرہ کرلیا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ بالآخر 4ھ میں بنونضیر نے صلح کے لیے التجا کی۔ قرار پایا کہ وہ مدینہ خالی کر دیں۔ اور جو مال اسباب اٹھا کر لے جاسکتے ہوں لے جائیں۔ بنونضیر یہاں سے اٹھ کر خیبر میں جا بسے۔ انہی لوگوں نے قریش کو ایک بار پھر مدینے پر حملہ کرنے کے لیے اکسایا۔ جس میں قریش کے علاوہ دوسرے قبیلے بھی شریک ہوئے۔۔

(السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۲۱۲۔۲۱۰)

غزوۃ الاحزاب کا مختصر ذکر:

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ نے لکھا ہے غزوۃ الاحزاب شوال ۵ ہجری میں رونما ہوا۔

بنونضیر کے جو افراد جلاوطن ہو کر خیبر جارہے تھے انھوں نے مکہ میں جا کر قریش کو مسلمانوں کیخلاف لڑنے پر برانگختہ کیا' اور ان کے علاوہ دیگر عرب کے قبائل میں سے غطفان' بنوسلیم' بنومرہ' اشجع اور بنواسد وغیرہ کو بھی اپنے ساتھ متفق کرلیا' بنوقریظہ پہلے ان کے ساتھ نہیں تھے مگر حیی بن اخطب نے ان کو بھی اپنے ساتھ ملالیا' غرض قریش' یہود اور دیگر قبائل عرب بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے' کفار کی تیاری کی خبریں سن کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا' حضرت سلمان فارسی (رض) نے مشورہ دیا کہ کھلے میدان میں لڑنا مصلحت کیخلاف ہے' مدینہ کے گرد خندق کھود کے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے' آپ نے اس رائے کو پسند فرمالیا' خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی اپنے اصحاب کے ساتھ شریک تھے' کفار نے ایک ماہ تک محاصرہ برقرار رکھا' وہ خندق کھودنے میں خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی اپنے اصحاب کے ساتھ شریک تھے' کفار نے ایک ماہ تک محاصرہ برقرار رکھا' وہ خندق کو عبور نہیں کرسکتے تھے اس لیے دور سے پتھر اور تیر برساتے تھے' ایک دن قریش کے چند سوار جن میں عمرو بن عبدود بھی تھا خندق کو عبور کر کے آگئے' عمرو نے مقابلہ کے لیے للکارا' حضرت علی (رض) آگے بڑھے اور تلوار سے اس کا سر قلم کردیا' اس کا یہ حشر دیکھ کر اس کے باقی ساتھ بھاگ گئے' بالآخر بنوقریظہ اور قریش میں پھوٹ پڑگئی اور سردی کے موسم کے باوجود ایسی زبردست آندھی آئی جس سے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں اور گھوڑے رسیاں تڑا کر بھاگ گئے' چولھوں پر رکھی ہوئی دیگچیاں بار بار الٹ جاتی تھیں' محاصرہ طویل ہونے کی وجہ سے مشرکین کا سامان رسد بھی ختم ہوچکا تھا اس لیے کفار قریش اور دیگر قبائل محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہوگئے تھے اور بنوقریظہ اپنے قلعوں میں چلے گئے تھے۔

غزوہ احزاب میں شدت قتال کے وقت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مسلمانوں کی بعض نمازیں بھی قضا ہوگئیں تھیں' چھ مسلمان شہید ہوگئے تھے اور ان میں قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ بھی تھے' تیر لگنے سے ان کے بازو کی ایک رگ کٹ گئی تھی' مسجد نبوی میں حضرت رفیدہ انصاریہ کا خیمہ تھا جو زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے علاج کے

لیے حضرت سعد بن معاذ (رض) کو اس خیمہ میں بھیج دیا تھا' مگر وہ اس زخم سے جانبر نہ ہوسکے اور ایک ماہ بعد ان کی وفات ہوگئی'
اس غزوہ میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعدد معجزات ظاہر ہوئے۔
(السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۲۵٦ ۔ ۲۳٦ ملخصاً)

غزوہ بنو قریظہ کا مختصر ذکر:

اسی سال (۵ ہجری) میں غزوہ خندق کے فوراً بعد غزوہ بنو قریظہ برپا ہوا' جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غزوہ خندق سے واپس تشریف لائے تو نماز ظہر کے بعد بنو قریظہ سے جنگ کرنے کا حکم آیا' بنو قریظہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرکے کفار کے ساتھ جنگ میں شریک ہوگئے تھے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تین ہزار صحابہ کے ساتھ ان کے خلاف جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور ان کو پچیس دن محاصرہ میں رکھا' آخرکار انھوں نے یہ منظور کرلیا کہ حضرت سعد بن معاذ (رض) کو ان کے معاملہ میں حاکم بنادیا جائے۔
حضرت سعد (رض) نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کردیئے جائیں اور عورتیں اور بچے گرفتار کرلیے جائیں' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔
سو ایسا ہی کیا گیا مردوں کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی۔
(السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۲٦۰ ۔ ۲۵۷ھ)

مختصر خلاصہ :

اس سورۃ میں مشرکین کی تین خرابیوں کو دور کرنا مقصود ہے جن میں سے ایک اصول میں تھی اور دو فروع میں اصولی خرابی یہ تھی کہ وہ اپنے معبودوں کو عنداللہ شفیع غالب سمجھتے تھے فروعی خرابیاں یہ تھیں۔ اول، وہ اپنی بیوی سے ظہار کے بعد اسے بالکل ماں کی طرح سمجھتے اور کفارہ کے بعد بھی اسے اپنی بیوی نہ بناتے۔ دوم اپنے متبنی یعنی منہ بولے بیٹے کی بیوی کو حقیقی بیٹے کی بیوی کا درجہ دیتے اور متبنی کی وفات یا تطلیق کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کو حرام سمجھتے تھے، اصل مقصود تو عقیدہ شرکیہ یعنی شفاعت قہری کا ابطال ہے باقی دو جاہلانہ رسموں کا ذکر بطور نظیر ہے۔ حاصل یہ ہے کہ تمہارے زعم اور خیال سے تمہارے معبود شفیع غالب نہیں بن جاتے جس طرح ظہار سے بیوی حقیقی ماں نہیں بن جاتی اور کسی کو بیٹا بنالینے سے وہ حقیقت میں بیٹا نہیں بن جاتا۔ شروع میں یا ایھا النبی التقی اللہ الخ میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مشرکین کی پیشکش ٹھکرانے اور وحی ربانی کے اتباع کا حکم دیا گیا۔ وما جعل ازواجکم الخ میں نظیر اول مذکور ہے اور وما جعل ادعیاء کم ابناء کم میں دوسری نظیر کا ذکر ہے اس کے بعد تمام سورۃ میں دوسری نظیر سے متعلق تفصیلات مذکور ہیں اللہ تعالیٰ کو خود حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اپنے عمل

سے اس رسم کو توڑنا منظور تھا اس لیے اس کے اسباب مہیا فرمادیئے۔ پہلے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قریبی رشتہ دار حضرت زینب کا نکاح آپ کے متبنی زید بن حارثہ کے ساتھ کرایا۔ خاوند بیوی کی بن نہ آئی۔ حضرت زید نے طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حضرت زینب کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی نکاح کر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے خود آپ کے عمل سے اس جاہلانہ رسم کا خاتمہ کر دیا۔ یہ رسم چونکہ لوگوں کے دلوں راسخ ہو چکی تھی اس لیے اس کے خلاف حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عمل مشرکین اور منافقین کے لیے آپ کے خلاف پروپیگنڈے کا باعث بن سکتا تھا۔ ممکن تھا کہ اس مخالفانہ پروپیگنڈے سے بتقاضائے بشریت بعض مسلمان اور خود آپ کی ازواج مطہرات بھی متاثر ہو جائیں اس بات کا بھی امکان تھا کہ خود حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دل میں بھی کوئی خیال آجائے اس لیے اللہ تعالیٰ نے دوسری رسم ختم کرنے کے بعد اس سورۃ میں انیس احکام نازل فرمادیئے۔ آٹھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے، نو مومنین کے لیے اور دو ازواج مطہرات کے لیے۔ مقصد یہ ہے کہ اے ایمان والو! اس رسم کو توڑنے کی وجہ سے مشرکین اور منافقین میرے پیغمبر کی مخالفت اور آپ کی عزت پر حملے کریں گے۔ تم ان کی مخالفت سے مت دبنا۔ ہر حال میں پیغمبر (علیہ السلام) کا ساتھ دینا اور ان کی عزت وناموس کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھنا۔ اے ازواج پیغمبر! اس معاملے میں تم بھی نرمی اختیار نہ کرنا۔ اور ایسی بات زبان پر نہ لانا جس سے پیغمبر (علیہ السلام) کی عزت پر حرف آئے اور اے پیغمبر اس معاملے میں مشرکین سے نرمی کا معاہدہ ہرگز نہ کرنا اور ہمارے عہدو پیماں کے مطابق شرک اور رسوم جاہلیہ کے خلاف پوری قوت کے ساتھ آواز بلند کرنا۔ ساتھ ساتھ فتنہ پھیلانے والے مشرکین اور منافقین کے لیے تخویفیں اور زجریں بھی مذکور ہیں۔ النبی اولی بالمومنین الخ، یہ مومنین کے لیے پہلا حکم۔ اے ایمان والو! میرے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جاہلیت کی رسم کو توڑا ہے، مشرکین اور منافقین آپ کی مخالفت کریں گے تم میرے پیغمبر کا ہر حال میں ساتھ دینا اور آپ کی عزت وآبرو کے لیے اپنی جانیں بھی قربان کر دینا اور آپ کی ازواج مطہرات کو اپنی مائیں سمجھنا۔ دیکھو ان کی عزت وحرمت پر حرف نہ آنے پائے۔ واذ اخذنا من النبیین الخ، یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلا خطاب ہے۔ مشرکین اور منافقین ان برائیوں کو ختم کرنے کی وجہ سے ضرور آپ کی مخالفت کریں گے لیکن آپ اس معاملے میں نرمی سے ہرگز کام نہ لیں اور حسب عہد ومیثاق میرے احکام کی تبلیغ کریں۔ یا ایھا الذین امنوا الخ، (رکوع 2) یہ مومنوں کے لیے دوسرا حکم ہے۔ اے ایمان والو! دشمنوں کی مخالفت سے خائف نہ ہونا اور ہمت نہ ہارنا اور میرے پیغمبر کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑنا میں تمہارا ناصر اور مددگار ہوں جیسا کہ تمہاری بے سروسامانی کے باوجود کوئی موقعوں پر میں نے تمہاری مدد کی۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے غزوہ احزاب (غزوہ خندق) کا واقعہ بطور مثال ذکر فرمایا کہ دیکھو ناسازگاری اسباب اور منافقین کے مخالفانہ پروپیگنڈے کے باوجود میں نے تمہاری مدد کی اس واقعہ کی تفصیلات اذا جاء

تکم جنود (رکوع 2) سے وکان اللہ علی کل شیء قدیرا (رکوع 3) میں مذکور ہیں۔ یا ایھا النبی قل لازواجك الخ (رکوع 4) یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دوسرا خطاب ہے کہ آپ اپنی بیویوں کو صاف لفظوں میں آگاہ فرمادیں کہ اگر تم دنیا کی دولت یا زینت چاہتی ہو تو میں تمہیں اپنے حبالہ نکاح سے آزاد کرنے کو تیار ہوں لیکن اگر تم اللہ کو اس کے رسول کو اور آخرت کو چاہتی ہو اور رسم جاہلیت کو توڑنے میں پیغمبر (علیہ السلام) کا ساتھ دینا چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی بہت عمدہ جزا عطا فرمائے گا۔ یا نساء النبی الخ یہ ازواج مطہرات سے پہلا خطاب ہے۔ اے پیغمبر! اگر تم میں سے کسی نے منافقین کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر پیغمبر (علیہ السلام) کے خلاف کوئی بات کہہ دی تو میں اسے دوگنا سزا دوں گا۔ اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گی۔ اور اس رسم جاہلیت کو توڑنے میں میرے پیغمبر کی حمایت کرے گی۔ اسے دوہرا اجر دوں گا۔ یانساء النبی لستن الخ یہ ازواج مطہرات سے دوسرا خطاب ہے اے زواج پیغمبر اگر تم تقوی اختیار کرو تو تم دوسری عام عورتوں جیسی نہیں ہو۔ اس لیے تم اس معاملے میں نرم بات نہ کرنا کہ پیغمبر (علیہ السلام) اپنی مرضی والے ہیں جو چاہیں کریں۔ اگر یہ بات منافقوں تک پہنچ گئی تو وہ خوش ہوں گے کہ اس بارے میں پیغمبر کے اپنے گھر میں بھی اختلاف موجود ہے بلکہ صاف صاف کہو۔ پیغمبر (علیہ السلام) نے اپنے متبنی کی مطلقہ کے ساتھ اللہ کے حکم سے نکاح کیا ہے۔ اپنے گھروں میں رہو اور رسوم جاہلیت سے اپنا دامن بچاؤ۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری عزت وناموس کو ہر بدنما داغ سے پاک صاف رکھنا چاہتا ہے۔

ان المسلمین والمسلمات الخ (رکوع 5) یہ مومنوں کے لیے تیسرا حکم ہے ہر مومن مرد اور عورت جو پورے اخلاص کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے اور جو اللہ ورسول کا نافرمان ہوگا وہ صریح گمراہ ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔

واذ تقول الخ۔ یہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے تیسرا خطاب ہے آپ کی خواہش تھی کہ زید حضرت زینب کو اپنے نکاح میں باقی رکھے اور اسے طلاق نہ دے کیونکہ اب صورت حال یہ تھی اگر زید طلاق دے دیتے ہیں تو اب حضرت زینب کی دلجوئی صرف اسی طرح ممکن تھی کہ آپ خود اس سے نکاح کرلیں لیکن آپ ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے کہ منافقین اعتراض کریں گے کہ اپنے متبنی کی مطلقہ سے نکاح کرلیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ خود آپ کے عمل سے اس رسم کو توڑا جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس خطاب میں آپ کو تنبیہ فرمائی اور آپ کو حکم دیا کہ زید کی طلاق کے بعد زینب آپ کی بیوی ہے۔

ماکان علی النبی الخ یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے چوتھا خطاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ فرمادیا ہے۔ پیغمبر (علیہ السلام) اس بارے میں اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کریں۔ کیونکہ میرے پیغمبروں کی شان یہی ہے کہ وہ صرف اللہ

سے سے ڈریں۔ اور دین میں لوگوں کی ملامت کا خیال نہ کریں۔
ما کان محمد الخ، یہ مومنوں کے لیے چوتھا حکم ہے۔ اے ایمان والو! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ لہٰذا آپ زید کے بھی باپ نہیں اس لیے زید کی مطلقہ سے آپ کے نکاح کر لینے میں کوئی برائی اور قباحت نہیں۔ اس بارے میں تم اپنے دلوں کو صاف رکھنا۔ اور منافقین و مشرکین کی باتوں میں سے متاثر ہو کر پیغمبر (علیہ السلام) کے بارے میں کسی قسم کی بدگمانی نہ کرنا۔ یا ایھا الذین امنوا الخ (رکوع 6)۔ یہ مومنوں کے لیے پانچواں حکم ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی حمد وثناء اور تسبیح و تقدیس میں مصروف رہو اگر بتقاضائے بشریت تمہارے دلوں میں پیغمبر (علیہ السلام) کے بارے میں کوئی بدگمانی پیدا ہونے کا کوئی اندیشہ یا وسوسہ ظاہر ہو تو اللہ کی یاد سے اسے دفع کر لو۔
یا ایھا النبی انا ارسلنک الخ یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پانچواں خطاب ہے۔ میرے پیغمبر! میں نے تجھے حق بیان کرنے کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اس لیے آپ صاف صاف اعلان فرما دیں کہ متبنی کی مطلقہ سے نکاح حلال ہے اور لوگوں کی مخالفت کی پروا نہ کریں۔ ولا تطع الکفرین الخ یہ سورت کے ابتدائی مضمون کا اعادہ ہے۔ اس لیے ہم نے زید کے طلاق دینے کے فوراً بعد زینب کے ساتھ پیغمبر (علیہ السلام) کا نکاح کر دیا کیونکہ وہ غیر مدخول بہا تھیں۔
یا ایھا النبی انا احللنا الخ۔ یہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے چھٹا خطاب ہے۔ حسب ذیل عورتوں کے ساتھ آپ کے لیے نکاح کرنا حلال ہے ان کے سوا اور عورتیں آپ کے لیے حلال نہیں۔ یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا الخ (رکوع 7) ساتواں حکم برائے مومنین۔ ایمان والوں کو پیغمبر (علیہ السلام) کے گھر کے بارے میں کچھ آداب سکھائے گئے تاکہ منافقین اور کفار کے لیے غلط پروپیگنڈے کی گنجائش باقی نہ رہے۔
ان اللہ وملئکتہ الخ آٹھواں حکم برائے مومنین۔ اے ایمان والو! میرے پیغمبر (علیہ السلام) نے مشرکین و منافقین کی شدید مخالفت کے باوجود جاہلیت کی رسم کو توڑ دیا اور مسئلہ حق کو واضح کر دیا ہے۔ اس لیے تم آپ پر صلوۃ وسلام بھیجو۔ اور اللہ سے آپ کے لیے رحمت کی دعا مانگو۔ ان الذین یوذون اللہ الخ یہ مشرکین و منافقین کے لیے تخویف اخروی ہے۔
یا ایھا النبی قل لازواجك الخ (رکوع 8)۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ساتواں خطاب۔ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیویوں، آپ کی صاحبزادیوں اور تمام مومن عورتوں کو حکم دیا گیا کہ جب وہ کسی کام کے لیے گھروں سے نکلیں تو پردہ کر کے نکلیں تاکہ ان کی عزت و ناموس محفوظ رہے اور بدقماش لوگوں کو اتہام کا موقع نہ مل سکے۔ لئن لم ینتہ المنفقون الخ۔ یہ منافقین پر زجر اور تخویف دنیوی ہے۔ اگر منافق اور بدقماش لوگ اس کے باوجود اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو انہیں قتل کرنے کے احکام صادر کر دیئے جائیں گے۔ یسئلك الناس الخ یہ تخویف اخروی ہے۔ قیامت کے دن ان کفار و مشرکین کا حال

بہت برا ہوگا اور وہ اللہ کے عذاب سے کسی صورت بچ نہیں سکیں گے۔ یا ایھا الذین امنوا لا تکونوا الخ (رکوع 9) یہ مومنین کے لیے نواں حکم ہے۔ ایمان والوں کو حکم دیا گیا کہ وہ پیغمبر (علیہ السلام) کے بارے میں کسی قسم کی بدگمانی نہ کریں۔ اور نہ کوئی خلاف شان بات آپ کی طرف منسوب کر کے آپ کو ایذاء پہنچائیں۔ بلکہ اللہ سے ڈریں اور سچائی کو اپنا شعار بنائیں۔ انا عرضنا الامانۃ الخ منافقین ومشرکین کے لیے زجر وتخویف اور ایمان والوں کے لیے بشارت اخروی۔

سورۃ سبا (34)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام سبا ہے اور اس کا ذکر اس سورت کی اس آیت میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ (15)(سبا :١٥)

قوم سبا کے لیے ان کی بستیوں میں (اللہ کی قدرت کی) نشانی تھی، ان کی دائیں اور بائیں جانب دو باغ تھے، (اللہ نے ان کو حکم دیا کہ) اپنے رب کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، یہ عمدہ شہر ہے اور بہت بخشنے والا رب ہے۔

سبا یمن کے ایک علاقہ کا نام ہے، جو صنعاء اور حضرموت کے درمیان ہے، اس کا مرکزی شہر مآرب ہے، اس علاقہ کا نام سبا رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس علاقے میں سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی ایک شاخ آباد تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اس شہر میں کثرت سے باغات پیدا کیے تھے اور سبزہ اور ہریالی عطا کی تھی لیکن جب اس شہر کے لوگوں نے ان نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں چھین لیں اور اس شہر کے رہنے والوں کو ہلاک کر دیا۔

زمانہ نزول:

یہ سورت مکہ کے ابتدائی یا متوسط دور میں نازل ہوئی ہے جب مشرکین مکہ اسلام اور مسلمانوں پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٣٤ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٥٨، یہ سورت زمر سے پہلے اور لقمان کے بعد نازل ہوئی ہے۔

ماقبل سے ربط:

ربط تامی:

سورۃ احزاب میں بیان کیا گیا تھا کہ تم توحید پر قائم رہو۔ اگرچہ احزاب (مشرکین کے جھے) تمہارے مقابلہ میں آجائیں فتح اور کامیابی تمہاری ہی ہوگی۔ جیسا کہ غزوہ احزاب میں مشرکین کے مقابلہ میں تمہیں فتح دی اب سورۃ سبا میں فرمایا۔ مشرکین اگر مسئلہ

توحید کو مان لیں تو ان کے لیے بہتر ہے۔ ورنہ انھیں انکار وعناد پر وہی سزا دی جائے گی جو قوم سبا کو دی گئی۔

ربط معنوی:

سورۃ سبا کو سورۃ احزاب کے ساتھ معنوی ربط یہ ہے کہ سورۃ احزاب میں ذکر کیا گیا ہے کہ اپنی بیوی کو ماں کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی۔ اور منہ بولے بیٹے کو بیٹا کہہ دینے سے وہ بیٹا نہیں وہ بیٹا نہیں جاتا۔ اور کسی کو شفیع غالب کہہ دینے سے وہ فی الواقع شفیع غالب نہیں جاتا۔ اب سورۃ سبا میں انبیاء، ملائکہ اور جنات کے بارے میں مشرکین شبہات کا جواب دیا جائے گا کہ وہ شفیع غالب نہیں ہیں۔

سورۃ سبا کے مقاصد ومضامین:

(۱) سورۃ سبا مکی سورت ہے اور دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی توحید، رسالت، قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر زور دیا گیا ہے۔

(۲) حضرت داؤد حضرت سلیمان (علیہما السلام) اور اہل سبا کو جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کا بیان کیا گیا ہے اور اس کی توحید پر دلائل پیش کیے گئے ہیں اور مشرکین کی شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔

(٤) سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کا عموم بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ ہر زمانہ میں دستور رہا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نعمتیں دی تھیں وہ اپنے اپنے زمانہ کے نبیوں اور رسولوں کے مخالف رہے ہیں۔

(٥) یہ بتایا گیا ہے کہ مشرکین قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے کا انکار کرتے ہیں اور اس کو سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کذب اور افتراء کہتے ہیں، حالانکہ آپ کاذب اور مفتری نہیں ہیں آپ تو آخرت کے ہولناک عذاب سے ڈرانے والے ہیں، اور آپ جو اپنے رب کا پیغام سنا رہے ہیں اور اس کے دین کی دعوت دے رہے ہیں اس پر کوئی اجر نہیں طلب فرما رہے۔

(٦) اور اس سورت کو اس پیغام پر ختم کیا گیا ہے کہ ان مشرکوں کی فلاح اس میں ہے کہ وہ قیامت کے آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت اور قرآن مجید کی وحی الٰہی ہونے پر ایمان لے آئیں اور نیک اعمال کریں۔

سورۃ سبا کے اس تعارف اور تمہید کے بعد اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے سورۃ سبا کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہے ہیں۔

مختصر خلاصہ:

سورۃ سبا سے قرآن مجید کا چوتھا حصہ شروع ہوتا ہے۔ اس حصے کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی شفیع غالب نہیں جو

اپنی مرضی کے مطابق اللہ تعالیٰ سے کام کرالے۔اس لیے حاجات ومشکلات میں اور مصائب وبلیات میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو۔اور صرف اسی کی عبادت کرو۔اور اس کی پکار اور عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔اس سے معلوم ہوا کہ اس حصے کے مرکزی مضمون دو ہیں۔(1) نفی شفاعت قہری اور (2) نفی عبادت غیر اللہ۔ چنانچہ سورۃ سبا میں نفی شفاعت قہری کا بیان ہے۔اور سورۃ فاطر میں بطور نتیجہ وثمرہ بیان کیا گیا کہ جب اللہ کے یہاں کوئی شفیع غالب نہیں تو پھر غیر اللہ (انبیاء کرام وملائکہ) کی عبادت کیوں کرتے ہو۔اور انھیں حاجات میں مافوق الاسباب کیوں پکارتے ہو؟ اس کے بعد یٰسین، صافات اور ص میں مضمون اول (نفی شفاعت قہری) بطریق ترقی بیان کیا گیا۔ چنانچہ سورۃ یٰسین میں ذکر کیا گیا کہ ہم نے معاندین اور منکرین توحید کو پکڑا مگر ان کے مزعومہ سفارشیوں میں سے کوئی بھی انھیں ہماری گرفت سے نہ چھڑا سکا۔اور سورۃ صافات میں فرمایا چھڑانا تو درکنار جن خاصان خدا یعنی انبیاء (علیہم السلام) کے بارے میں مشرکین کا گمان ہے کہ وہ عنداللہ شفیع غالب ہیں وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے سامنے مصائب و بلیات میں انتہائی عاجزی اور زاری کا اظہار کررہے ہیں۔اور اس کے بعد سورۃ ص میں فرمایا وہ نہ صرف اللہ کے سامنے اپنے عجز کا اعتراف کررہے ہیں بلکہ بطور ابتلا بعض جسمانی مصائب وتکالیف میں خود گرفتار ہیں۔اس طرح یہ تینوں سورتیں، سورۃ سبا پر مرتب ومبنی ہیں۔ نیز سورۃ زمر میں بھی یہ مضمون مذکور ہے کہ اللہ کے سامنے کوئی شفیع غالب نہیں۔اس طرح سورۃ زمر بھی سبا پر مبنی ہے۔اسی طرح سورۃ فاطر میں عبادت اور پکار کا مسئلہ بیان کیا گیا اور پھر سورۃ زمر اور حوامیم میں ہر قسم کے دلائل سے اس کی توضیح کی گئی۔اور سبہات کا جواب دیا گیا۔اس طرح سورۃ زمر اور حوامیم سبعہ سورۃ فاطر پر مرتب اور اس کی تفصیل ہیں۔ چونکہ سورۃ سبا، یٰسین، صافات اور ص کا دیباچہ اور مبدا ہے۔اور اسی طرح سورۃ فاطر، زمر اور حوامیم کا مبدا اور دیباچہ ہے۔اس لیے ان دونوں سورتوں کو الحمد للہ سے شروع کیا گیا ہے۔حوامیم کے بعد تا آخر قرآن زیادہ تر تخویفات اخرویہ اور قیامت کا بیان ہے۔اس لیے مناسب یہ ہے کہ حوامیم کے بعد تا آخر مستقل پانچواں حصہ قرار دیا جائے۔سورۃ سبا میں مرکزی مضمون شفاعت قہری ہے۔جسے چھ دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔جن میں سے ایک دلیل نقلی اور ایک دلیل وحی ہے۔اور چار عقلی دلیلیں ہیں۔جن میں سے ایک علی سبیل الاعتراف من الخصم ہے۔اور اصل مضمون کے بارے میں چار شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ پہلا شبہ حضرت داؤد (علیہ السلام) کے بارے میں۔ دوسرا حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے بارے میں۔اور تیسرا جنات کے بارے میں اور چوتھا ملائکہ کے بارے میں ہے۔آٹھ طریقہائے تبلیغ، تین درمیان میں اور پانچ آخر میں مذکور ہیں۔ موقع بموقع تخویفات اور زجریں وغیرہ بھی ہیں۔

سورۃ فاطر (35)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام سورۃ فاطر اور سورۃ ملائکہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی پہلی آیت میں فاطر اور ملائکہ کے الفاظ ہیں اور

صرف اس سورت کی پہلی آیت میں فاطر اور ملائکہ کے الفاظ ہیں اور اس آیت میں ملائکہ کی صفات کا بھی ذکر ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓىِٕكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام آسانوں اور زمینوں کو ابتداء پیدا کرنے والا (اور) فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے جو دو، دو اور تین، تین اور چار چار پروں والے ہیں، وہ اپنی تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ فرما دیتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (فاطر ۱ :)

احادیث میں اس سورت کا نام فاطر بھی ہے اور ملائکہ بھی ہے،

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

أخرج ابْن الضريس وَالْبُخَارِيّ وَابْن مرْدَوَيْه وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :أنزلت سُورَة فاطر بِمَكَّةَوَأخرج عبد الرَّزَّاق وَابْن الْمُنْذر عَن قَتَادَة رَضِي الله عَنهُ قَالَ :سُورَة الْمَلَائِكَة مَكِّيَّةوَأخرج ابْن سعد عَن ابْن أبي ملكية قَالَ :كنت أقوم بِسُورَة الْمَلَائِكَة فِي رَكْعَة

امام ابن الضریس، امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس (رض) روایت کیا ہے کہ سورۃ فاطر مکہ میں نازل کی گئی ہے۔

امام عبدالرزاق اور امام ابن المنذر نے حضرت قتادہ (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الملائکہ مکی ہے۔

امام محمد بن سعد نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ میں ایک رکعت میں سورۃ الملائکہ پڑھ لیتا تھا۔

(الدر المنثور ج ۷ ص ۵)

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۳ ہے، یہ سورت فرقان کے بعد اور مریم سے پہلے نازل ہوئی ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۳۵ ہے۔

ماقبل سے ربط :

ربط نامی:

سورۃ فاطر کو سورۃ سبا کے ساتھ نامی ربط یہ ہے کہ سورۃ سبا میں نفی شفاعت قہری کا مسئلہ ذکر کیا گیا اور شبہات کا جواب دیا گیا اور بتایا گیا

کہ قوم سبا کو انکار وا کفران کی دنیا ہی میں سزا دی گئی۔اب سورۃ فاطر میں دلائل مذکور ہوں گے۔ الحمد لله فاطر السموات الخ تمام صفات کارسازی اللہ کے ساتھ خاص ہیں جو زمین وآسمان کا فاطر (خالق) ہے جس کے نہ ماننے سے عذاب دیا گیا۔

معنوی ربط:

یہ ہے کہ سورۃ سبا میں نفی شفاعت قہری کا مضمون ذکر کیا گیا اور انبیاء علیہم السلا، ملائکہ کرام اور جنات کے بارے میں شبہات کا جواب دیا گیا کہ وہ ہرگز شفیع غالب نہیں ہو سکتے۔اب سورۃ فاطر میں مذکور ہوگا کہ (جب اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی شفیع غالب نہیں تو) ہر قسم کی عبادت اللہ ہی کے لیے بجالو۔اور حاجات میں مافوق الاسباب صرف اسی ہی کو پکارو۔

سورۃ فاطر کے مقاصد ومضامین:

اس سورت کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد سے کی گئی ہے اور اس کی ابتداء میں ہی ملائکہ کا مخلوق ہونا بتایا گیا ہے،سورۃ سبا میں جنات کی الوہیت کا بطلان بتایا گیا تھا اور اس سورت میں ملائکہ کی الوہیت کا بطلان بتایا گیا ہے۔

سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر آپ کی قوم کے سردار آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو آپ اس پر افسوس اور رنج نہ کریں، آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے گئے ہیں ان سب کی ان کی قوموں نے تکذیب کی تھی پھر جو ان کا انجام ہوا یہ بھی اس انجام کے خطرے میں ہیں۔حشر اور نشر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور مشرکین جن خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتے تھے ان کی مذمت کی گئی ہے،اور مختلف اطوار سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل پیش کیے گئے ہیں،نیک کاموں کی جزاء اور برے کاموں کی سزا بیان کی گئی ہے اور تقریباً وہی مضامین بیان کیے گئے ہیں جو عموماً مکی سورتوں میں بیان کیے جاتے ہیں۔

مختصر خلاصہ :

اس سورت میں نفی شرک اعتقادی (شرک فی التصرف) کا مضمون ذکر کیا گیا ہے کہ ساری کائنات کا مالک اور خالق اور سارے عالم میں متصرف ومختار اور عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔اس لیے حاجات ومشکلات میں صرف اسی ہی کو پکارو۔اس دعوے پر بارہ دلائل ذکر کیے گئے گیارہ عقلی اور ایک دلیل وحی۔دلائل کے ساتھ ساتھ تین جگہ دلائل کا ثمرہ بھی ذکر کیا گیا ہے ایک جگہ اجمالاً اور دو جگہ تفصیلاً اور ساتھ ہی موقع بموقع تخویفیں،بشارتیں اور زجریں بھی مذکور ہیں۔

سورۃ یسین (36)

سورت کا نام،وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام یٰسین ہے،یہ لفظ دو حرفوں سے مرکب ہے جو اس سورت کی پہلی آیت میں مذکور ہے اور ان دو حرفوں کے اول میں مذکور ہونے کی وجہ سے یہ سورت باقی سورتوں سے ممتاز اور ممیز ہے ان دو حرفوں سے مرکب یہ لفظ اس سورت کا علم (نام) ہو گیا۔

اس سورت کو قلب قرآن ،قرآن مجید کا دل بھی کہا جاتا ہے،اس سلسلہ میں ایک حدیث ہے جس کا ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

یٰسین کے فضائل میں احادیث اور آثار:

عَن أنس قَالَ :قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِن لكل شَيْء قلبا وقلب الْقلب (يس) وَمن قَرَأَ (يس) كتب الله لَهُ بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَة الْقُرْآن عشر مَرَّات

حضرت انس (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : ہر چیز کا ایک قلب ہوتا ہے اور قرآن کا قلب یٰسین ہے اور جس نے یٰسین کو پڑھا اللہ تعالیٰ اس کو یٰسین کے پڑھنے کی وجہ سے دس بار قرآن پڑھنے کا اجر عطا فرمائے گا۔(سنن الترمذی رقم الحدیث 2887: سنن الدارمی رقم الحدیث 3417)

عَن أبي هُرَيْرَة عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :من قَرَأَ (يس) فِي لَيْلَة ابْتِغَاء وَجه الله غفر الله لَهُ تِلْكَ اللَّيْلَة

حضرت ابو ہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی رات میں یٰسین کو اللہ عزوجل کی رضا کے لیے پڑھا،اس کی اس رات میں مغفرت کر دی جائے گی۔(سنن الدارمی رقم الحدیث3418:)

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے دن کے ابتدائی حصہ میں یٰسین کو پڑھا اس کی حاجات پوری کر دی جائیں گی۔(سنن الدارمی رقم الحدیث3419:)

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا جس نے صبح کے وقت یٰسین کو پڑھا اس کے لیے شام تک آسانی کر دی جائے گی اور جس نے رات کی ابتداء میں یٰسیٓ کو پڑھا اس کے لیے اس رات میں صبح تک آسانی کر دی جائے گی۔(سنن دارمی رقم الحدیث3420:)

عَن معقل بن يسَار أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ :يس قلب الْقُرْآن لَا يقْرَأها عبد يُرِيد الله وَالدَّار الْآخِرَة إِلَّا غفر لَهُ مَا تقدم من ذَنبه فاقرأوها على مَوْتَاكُم؛

حضرت معقل بن یسار (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یٰسین قرآن کا قلب ہے، جو شخص بھی اللہ کی رضا اور آخرت کے لیے اس کو پڑھے گا اللہ کے پچھلے گناہوں کی مغفرت فرمادے گا،تم یٰسین کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو۔(السنن الکبریٰ رقم الحدیث10914:،)

امام طبرانی نے حضرت انس (رض) سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص ہر رات یٰسین پڑھنے پر دوام کرے وہ مرجائے گا تو شہادت کی موت مرے گا۔

امام بزار نے حضرت ابن (رض) سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ میری امت میں سے ہر شخص کے دل میں یٰسین ہو۔

امام ابن مردویہ اور امام دیلمی نے حضرت ابوالدرداء (رض) سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس میت کے پاس بھی یٰسین کو پڑھا جائے گا اللہ اس پر آسانی فرمادے گا۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابوقلابہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے یٰسین کو پڑھا اس کو بخش دیا جائے گا اور جس شخص کو کھانے کی کمی کا خوف ہو وہ سورۃ یٰسین پڑھے تو وہ کھانا اسے کافی ہوجائے گا اور جس نے میت کے پاس یٰسین کو پڑھا اس پر آسانی ہوجائے گی اور جس عورت کے ہاں مشکل سے ولادت ہو رہی ہو اس کے پاس یٰسین کو پڑھا جائے تو اس کے ہاں ولادت آسانی سے ہوجائے گی، اور جس نے یٰسین کو پڑھا تو گویا اس نے گیارہ مرتبہ قرآن میں پڑھا اور ہر چیز کا قلب ہوتا ہے اور قرآن کا قلب یٰسین ہے۔

امام حاکم اور بیہقی نے ابوجعفر محمد بن علی سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کے دل میں سختی ہو وہ ایک پیالہ میں زعفران سے یٰسین والقرآن الحکیم لکھ کر اس کو پی لی۔

امام ابن النجار نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوبکر صدیق (رض) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی ہر جمعہ زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس یٰسین پڑھی تو اللہ اس کے ہر حرف کے بدلہ میں ان کی مغفرت فرمادے گا۔ (الدرالمنثور ملتقطاً ج ۷ ص 35- 37)

یٰسین کے قلب قرآن ہونے کا مطلب:

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270 ھ لکھتے ہیں:

امام احمد، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام طبرانی وغیرھم نے روایت کیا ہے کہ حضرت معقل بن یسار (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یٰسین قرآن کا قلب ہے اور اس کو یٰسین کے اسماء سے شمار کیا ہے اور حجۃ الاسلام امام غزالی نے اس کے قلب قرآن ہونے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ ایمان کا مدار حشر ونشر کو ماننے اور اس کے اعتراف کرنے پر ہے، اور سورۃ یٰسین میں حشر ونشر کو بہت عمدہ طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اور اس وجہ سے یٰسین کو قلب کے مشابہ قرار دیا ہے کیونکہ انسان کے بدن کا استحکام اور قوام قلب کے ذریعہ ہوتا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جس شخص کا حشر پر ایمان صحیح ہوگا وہ دوزخ سے ڈرے گا اور جنت میں رغبت کرے گا اور پھر وہ گناہوں کو ترک کردے گا اور گناہ ایمان کی بیماری ہیں جن سے ایمان کمزور ہوتا ہے اور وہ عبادات میں رغبت کرے گا اور وہ ایمان کی صحت کی علامت ہے، پس حشر ونشر کا اعتقاد

قلب کے مشابہ ہے کیونکہ قلب کی صحت سے پورے بدن کی صحت ہوتی ہے اور قلب کے فساد سے پورا بدن فاسد ہوتا ہے اور حشر و نشر کا اعتقاد یٰسین سے حاصل ہوتا ہے پس یٰسین کو قلب قرآن قرار دینا صحیح ہے۔

یٰسین کو قلب کے مشابہ قرار دینے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ قلب حقائق امور اور خفیہ باتوں کے انکشاف کا محل ہے اسی طرح حشر کے دن بھی امور غیبیہ منکشف ہو جائیں گے اور یٰسین میں حشر کے قیام پر بہت دلائل دیئے گئے ہیں اور ایک اور مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ قلب جسم کی اصل ہے اور باقی اعضاء اس کے مقدمات اور متممات ہیں اسی طرح یٰسین میں رسولوں کی بعثت اور کتابوں کے نازل کرنے کے اہم مباحث بیان کر دیئے گئے ہیں جو کہ اصل ہیں اور قرآن مجید کی باقی سورتوں میں اس کے مقدمات اور متممات بیان کئے گئے ہیں اور جو شخص قریب المرگ ہو اس کے سامنے یٰسین کی تلاوت کی بھی یہی وجہ ہے کہ مرنے کے بعد اس کو میدان محشر میں جانے کا مرحلہ پیش ہوگا تو وہ حشر کی کیفیت کو یاد کرے تاکہ زندگی کے آخری مرحلہ میں کلمہ پڑھ کر ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو اور اس سورت میں جو اسلام کے اصول بیان کئے گئے ہیں ان کو ذہن میں تازہ کرے تاکہ زندگی کے آخری وقت میں اس کے عقائد صحیح ہوں۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص 311- 312)

ماقبل سے ربط:

گزشتہ سورت میں زیادہ تر توحید اور رسالت کا مضمون تھا اور اخیر سورت میں متکبرین اور منکرین نبوت کی تہدید تھی اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم اب اس سورت کو اثبات رسالت اور متکبرین کی تہدید سے شروع فرماتے ہیں اور حسب سابق آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان متکبرین کے انکار اور استکبار سے رنجیدہ اور ملول نہ ہوں۔ اور پھر ان متکبرین اور مستہزئین کی تہدید اور عبرت اور نصیحت کے لیے اصحاب قریہ کا قصہ ذکر فرمایا پھر اخیر سورت تک اثبات توحید اور اثبات حشر و نشر کا مضمون چلا گیا جس پر دل اور روح کی زندگی کا دار و مدار ہے۔

(ربط دیگر) گزشتہ سورت میں کفار کا یہ قول نقل فرمایا۔ واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاء ھم نذیر لیکونن اھدی من احدی الامم اب اس سورت میں قسم کے ساتھ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت و رسالت کو بیان کیا اور لتنذر قوما ما انذر اباوھم سے یہ بتلایا کہ کفار جس انذار کے انتظار میں تھے تو ان کے حسب انتظار ان کے انذار کے لیے یہ نبی آگیا ہے اب چاہیے کہ حسب وعدہ اس منذر برحق پر ایمان لائیں اور اس کی تصدیق کریں اور منذر برحق کی تکذیب سے انذار اور تخویف کے لیے اصحاب قریہ کا قصہ ذکر فرمایا تاکہ اس کو منذر برحق سمجھ کر آخرت کا راستہ معلوم کریں۔

سورۃ یٰسین کے مقاصد و مضامین:

جس طرح اکثر مکی سورتوں میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اس کی قدرت اور اس کی عظمت پر دلائل ہوتے ہیں اور قرآن مجید کی حقانیت پر براہین کا ذکر ہوتا ہے اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت اور رسالت کی صداقت پر آیات ہوتی ہیں اسی طرح یٰسین میں بھی ان امور پر دلائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رب العلمین کی رف سے برحق رسول بھیجے گئے ہیں اور پھر آپ کی رسالت کے متعلق دو گروہ ہو گئے، ایک معاند گروہ ہے جس کے ایمان لانے کی کوئی توقع نہیں ہے، دوسرا وہ گروہ ہے جس سے خیر اور ہدایت کے حصول کی توقع ہے اور دونوں گروہوں کے اعمال محفوظ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم ازلی قدیم میں دونوں کے آثار موجود ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کے لوگوں کی مثال دی ہے جو یکے بعد دیگرے رسولوں کی تکذیب کرتے رہے تھے اور جو ان کو نصیحت کرنے آیا اس کی انھوں نے تکذیب کی اور اس کو قتل کر دیا، سو وہ نصیحت کرنے الا جنت میں داخل ہو گیا اور اس کے قاتل دوزخ میں داخل ہو گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور حشر ونشر کے برحق ہونے اور مرنے کے بعد انسانوں کو زندہ کرنے پر مردہ زمین کو زندہ کرنے سے استدلال فرمایا اور دن کے بعد رات کے لانے اور سورج، چاند اور دیگر سیاروں کو مسخر کرنے اور سمندر میں کشتیوں کو رواں کرنے سے استدلال فرمایا۔

جن کافروں نے ان حقائق کا انکار کیا ان کو دنیا میں آسمانی عذاب اور آخرت میں دوزخ کے عذاب سے ڈرایا اور یہ بتایا کہ رہے مومنین تو وہ جنت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوں گے اور ان پر ان کے رب کی طرف سے امن اور سلامتی نازل ہو گی۔

مشرکین مکہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو شاعر کہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا اور بتایا کہ آپ کافروں کو قرآن مجید کے ذریعہ آخرت کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں یہ بتانے والے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور مشرکین کی بت پرستی کا رد فرمایا کہ جن کی یہ پرستش کرتے ہیں وہ بالکل عاجز ہیں اور آخرت میں ان کے کسی کام نہیں آسکیں گے۔

سورت کے آخر میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے منکرین پر پھر رد فرمایا کہ وہ اس پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ابتداء پیدا فرمایا اور بہ تدریج ان کی نشو ونما فرمائی ہے سو جو ان کو ابتداء پیدا کر سکتا ہے ہرے بھرے درخت کو سوکھا بنا کر پھر سرسبز بنا دیتا ہے وہ ان کو دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتا۔

یٰسین مکی سورت ہے، مکہ کے متوسط دور میں نازل ہوئی، ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 41 ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۳۶ ہے۔

مختصر خلاصہ :

یس۔ تا فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم۔ تمہید مع ترغیب۔ قرآن حکیم ایسی عظیم الشان کتاب آپ کی صداقت پر شاہد ہے لیکن اکثر لوگ بوجہ مہر جباریت ایمان نہیں لائیں گے۔ انا نحن نحی الموتی الخ تخویف اخروی ہے۔ واضرب لھم۔ تا۔ فاذاھم خامدون (رکوع 2)۔ اصحاب القریہ کا قصہ کس قدر عبرت آموز ہے انھوں نے ہمارے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ایک مومن ناصح کو شہید کر ڈالا۔ ہم نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا لیکن ان کے سفارشی ان کو ہماری گرفت سے نہ چھڑا سکے۔ اس قصے کے ضمن میں دعوی سورت بھی آگیا۔ ءاتخذ من دونه الھة ان یردن الرحمن بضر لا تغن عنی شفاعتھم شیئا ولا ینقذون، یعنی اللہ کے سامنے کوئی شفیع غالب نہیں جو کسی کو اس کی گرفت سے بچا سکے۔ یحسرۃ علی العباد الخ: یہ شکوہ ہے۔ الم یروا۔ تا۔ محضرون یہ پہلی عقلی دلیل ہے۔ ہم نے کتنی ہی سرکش اور مشرک قوموں کو ہلاک کیا اور ان کے شفعاء نے ان کو ہلاکت سے نہ بچایا۔ وایة لھم الارض۔ تا۔ ومما لا یعلمون (رکوع 3)، یہ دوسری عقلی دلیل ہے۔ مردہ زمین کو زندہ کر کے اس سے غلہ پیدا کرنا کھجور اور انگور اور پھلوں کے باغات پیدا کرنا۔ زمین سے پانی کے چشمے جاری کرنا۔ یہ ہمارا کام ہے ان کے شفعاء اس میں شریک نہیں ہیں۔ تمہارے مزعومہ شفعاء اور معبود (فرشتے، جن، انبیاء علیہم السلام) ان کاموں میں سے ایک کام بھی نہیں کر سکتے۔ پھر وہ شفیع اور معبود کیسے بن سکتے ہیں۔ وایة لھم الیل۔ تا۔ وکل فی فلك یسبحون، یہ تیسری عقلی دلیل ہے یہ سارا نظام شمسی اللہ تعالی کے تصرف سے چل رہا ہے۔ اس کائنات کے نظم ونسق میں آج تک سر مو فرق نہیں آیا۔ اگر کوئی شفیع غالب ہے تو اس نظام میں ادنی سے ادنی تبدیلی کر کے دکھا دے۔ وایة لھم انا حملنا۔ تا۔ ومتاعا الی حین، یہ چوتھی عقلی دلیل ہے۔ ہم ان کو کشتیوں اور بحری جہازوں میں صحیح سلامت پار اتارتے ہیں۔ اور جب چاہیں غرق کر دیں لیکن ان کے مزعومہ سفارشی اور کارساز انھیں غرق ہونے سے نہ بچا سکیں۔ واذا قیل لھم اتقوا۔ تا۔ فی ضلل مبین، شکوہ ہے۔ ویقولون متی ھذا الوعد۔ تا ما کنتم تعملون (رکوع 4)، یہ تخویف اخروی ہے۔ ان اصحب الجنة۔ تا۔ سلم قولا من رب رحیم، یہ بشارت اخروی ہے۔ وامتازوا الیوم۔ تا۔ بما کانوا یکسبون، یہ بھی تخویف اخروی ہے۔ ولو نشاء لطمسنا۔ تا۔ افلا یعقلون، یہ تخویف دنیوی ہے۔ وما علمنه الشعر۔ تا۔ و یحق القول علی الکفرین (رکوع 5) یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صداقت کی دلیل ہے۔ مشرکین کہتے ہیں یہ (پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شاعر ہے اور یہ قرآن شعر ہے، فرمایا قرآن شعر نہیں اور نہ ہم نے پیغمبر (علیہ السلام) کو شاعری کی استعداد ہی عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ شاعری آپ کی شان کے لائق ہی نہیں۔ اولم یروا۔ تا۔ افلا یشکرون۔ یہ پانچویں عقلی دلیل ہے یہ انواع و اقسام کے چوپائے جن میں سے کچھ تو سواری اور بار برداری کے کام آتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کا وہ گوشت کھاتے اور دودھ

پیتے ہیں۔ یہ سب ہم ہی نے پیدا کیے ہیں ان کے مزعومہ معبودوں کا ان کی تخلیق میں کوئی حصہ نہیں۔ اس لیے وہ معبود اور شفیع نہیں ہوسکتے۔ واتخذوا من دون اللہ الخ، جن کو ان مشرکین نے اپنا کارساز بنا رکھا ہے تاکہ بوقت حاجت ان کے کام آئیں وہ سب مل کر بھی ان کی مدد نہیں کرسکتے۔ فلا یحزنك قولهم الخ، یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تسلی اور مشرکین کے لیے تخویف اخروی ہے۔ اولم یر الانسان۔ تا۔ وھی رمیم، یہ شکوی ہے۔ انسان کس قدر احسان فراموش ہے۔ ہم نے اس کو ایک ناچیز قطرہ آب سے پیدا کیا لیکن بڑا ہو کر وہ ہماری توحید اور قدرت میں جھگڑنے لگا اور کہنے لگا بھلا ان بوسیدہ ہڈیوں کو بھی کوئی زندہ کرسکتا ہے اس موقع پر اس نے اپنی پیدائش بھلا دی۔ قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ۔ تا۔ کن فیکون، یہ جواب شکوی اور قیامت کا ثبوت ہے۔ جس ذات پاک نے پہلی بار ہر چیز کو نیست سے ہست کرلیا۔ مردہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ جس کی قدرت کا ایک ادنی کرشمہ یہ ہے کہ وہ سرسبز درخت سے آگ پیدا کرسکتا ہے پھر جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا وہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ حالانکہ اس کے لیے کوئی کام دشوار اور مشکل نہیں کسی کام کے پایہ تکمیل کو پہنچنے کے لیے صرف اس کا ارادہ ہی کافی ہے۔ فسبحن الذی بیدہ الخ، یہ سورت کا لب لباب ہے۔ ساری کائنات کا مکمل نظم ونسق صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے اللہ کے یہاں کوئی شفیع غالب نہیں، اور قیامت ضرور آئے گی جس میں سب اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے۔

سورۃ الصافات (37)

سورۃ کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا مشہور اور متفق علیہ نام الصّٰفّٰت ہے' کتب احادیث' کتب تفاسیر میں اس کا یہی نام ہے' اس سورت کے نام کے متعلق نبی کریم ﷺ سے کوئی بات ثابت نہیں' اس سورت کا نام الصّٰفّٰف رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت کی پہلی آیت میں ہے:

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا۔ (الصّٰفّٰت :1) صف باندھے ہوئے ان فرشتوں کی جماعتوں کی قسم! جو صف باندھتی ہیں۔

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے' تعداد نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۵٦ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ٣٧ ہے۔ یہ سورۃ الانعام کے بعد اور سورۃ لقمان سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ جمہور کے نزدیک اس میں ایک سو بیاسی آیات ہیں اور بصریوں کے نزدیک اس میں ایک سو اکیاسی آیات ہیں۔

سورۃ الصّٰفّٰت کے متعلق احادیث:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ» :كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم يَأْمُرُ بِالتَّخْفِيفِ، وَيَؤُمُّنَا

بِالصّٰفّٰتِ «

حضرت عبداللہ بن عمر (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں تخفیف کے ساتھ امامت کرنے کا حکم دیتے تھے اور جب ہم کو نماز پڑھاتے تھے تو سورۃ الصّٰفّٰت کی قرات کرتے تھے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث : ۸۲۶)

سورۃ الصّٰفّٰت میں پانچ رکوع ہیں اور یہ ربع پارہ سے کچھ زائد ہے ' اب اگر یہ اشکال ہو کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں نماز پڑھانے میں کم قرات کرنے کا حکم دیتے تھے اور خود زیادہ قرات کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کہاں نمازوں میں ہمارا قرآن پڑھنا اور کہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا قرآن پڑھنا ' جب ہم نماز میں زیادہ قرات کرتے ہیں تو لوگ اکتا جاتے ہیں مقتدیوں میں سے کوئی بیمار ہوتا ہے ' کوئی بوڑھا اور ضعیف ہوتا ہے ' کسی نے کہیں کام جانا ہوتا ہے ' سو لوگ اس کے منتظر ہوتے ہیں کہ کسی طرح امام قرات ختم کرے تو ہم کو آرام حاصل ہو یا ہم اپنے کام پر جاسکیں ' اور جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز میں قرآن مجید پڑھتے تو سننے والوں کو اس طرح کیف اور سرور حاصل ہوتا تھا کہ ان پر وجد طاری ہوجاتا تھا اور ان کا دل یہ چاہتا تھا کہ کاش ساری عمر آپ یونہی قرآن مجید پڑھتے رہیں اور ہم سنتے رہیں ' اور اگر ہمیں قیامت تک کی بھی عمر ملے تو وہ یونہی آپ کی اقتداء میں قرآن مجید سنتے ہوئے بسر ہوجائے ' اور نماز میں جب ' بیمار ' کمزور اور کسی کام پر جانے والے ہوتے تھے تو جب وہ آپ سے قرآن سنتے تھے تو بیماروں کو اپنی بیماری بھول جاتی تھی ' ضعیفوں کو ضعف بھول جاتا تھا اور کام پر جانے والوں کو کام بھول جاتا تھا۔ بلکہ یوں کہا جائے تو بعید نہ ہوگا کہ جب آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ان کی بیماری جاتی رہتی تھی ضعیفوں کا ضعف جاتا رہتا تھا اور جو کسی کام کے لیے جانے والے ہوتے تھے ان کا کام بن جاتا تھا۔

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی المتوفی ۴۳۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :قدم أهل حَضرمَوْت على رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بَنو وَلِيعَةً حَمْزَة ومحرش ومشرح وأبصعة وأختهم العمردة وَفِيهِمْ الْأَشْعَث بن قيس وَهُوَ أصغرهم فَقَالُوا :أبيت اللَّعْن،فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :لست ملكا أنا مُحَمَّد بن عبد الله قَالُوا :نسميك بِاسْمِك قَالَ :لَكِن الله سماني وَأَنا أَبُو الْقَاسِم قَالُوا :يَا أَبَا الْقَاسِم انا قد خبأنا لَك خبيئا فَمَا هُوَ ذَا كَانُوا خبؤا لرَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم جَرَادَة فِي حمية سمن فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :سُبْحَانَ الله؛إِنَّمَا يفعل هَذَا بالكاهن وَإِن الكاهن وَالْكَهَانَة والتكهن فِي النَّار فَقَالُوا :يَا رَسُول الله كَيفَ نعلم أَنَّك رَسُول الله فَأخذ رَسُول الله

صلى الله عَلَيْهِ وَسلم كفا من حَصى فَقَالَ :هَذَا يشْهد أَنِّي رَسُول الله،فسبح الْحَصَى فِي يَده قَالُوا :نشْهد أَنَّك رَسُول الله،قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :أَن الله بَعَثَنِي بِالْحَقِّ وَأنزل عَليّ كتابا لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِل من بَين يَدَيْهِ وَلَا من خَلفه تَنْزِيل من حَكِيم حميد أثقل فِي الْمِيزَان من الْجَبَل الْعَظِيم وَفِي اللَّيْلَة الظلماء مثل نور الشهَاب،،قَالُوا :فأسمعنا مِنْهُ فتلا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم {وَالصَّافَّات صفا} حَتَّى بلغ {وَرب الْمَشَارِق}ثمَّ سكن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَسكن روعه فَمَا يَتَحَرَّك مِنْهُ شَيْء ودموعه تجْرِي على لحيته فَقَالُوا :أنا نرَاك تبْكي أفمن مَخَافَة من أرسلك تبْكي قَالَ :إِن خشيتي مِنْهُ أبكتني بَعَثَنِي على صِرَاط مُسْتَقِيم فِي مثل حد السَّيْف إِن زغت عَنهُ هَلَكت

ثمَّ تَلا (وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَينَا إِلَيْك) (الإسْرَاء 86) إِلَى آخر الْآيَة

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ حضرموت کے سرداروں کا وفد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا' ان میں بنو ولیعہ حمزہ' محرش' مشرح' ابضعہ اور ان کی بہن العمردۃ بھی شامل تھی اور ان میں الاشعث بن قیس بھی تھا اور ان میں سب سے کم عمر تھا' انھوں نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں بادشاہ نہیں ہوں' میں تو صرف محمد بن عبداللہ ہوں! انھوں نے کہا ہم آپ کو آپ کے نام کے ساتھ نہیں پکاریں گے' آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لیکن میرا نام اللہ نے رکھا ہے' اور میں ابوالقاسم ہوں' انھوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہم نے آپ کو آزمانے کے لیے ایک عبارت چھپائی ہے' بتایئے وہ عبارت کیا ہے؟ اور انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھنے کے لیے یہ عبارت چھپائی تھی جَرَادَۃٌ فِی حمیۃ سمن :- تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : یہ کام تو کاہن لوگ کرتے ہیں اور وہ دوزخ میں ہوں گے' انھوں نے کہا پھر ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ آپ رسول اللہ ہیں؟ تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی مٹھی میں کنکریاں ا' ٹھائیں اور فرمایا یہ کنکریاں گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں! تب آپ کے ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی' تو اُنھوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس کے سامنے سے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے سے اور وہ میزان میں بہت بڑے پہاڑ سے بھی بھاری ہے' اور اندھیری رات میں ستاروں کے نور کی مانند ہے' انھوں نے کہا آپ ہمیں اس کتاب سے کچھ سنایئے' تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا سے لے کر وَرَبُّ الْمَشَارِقِ تک تلاوت فرمائی پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پرُسکون ہوگئے اور آپ کی ڈاڑھی مبارک پر آنسو بہہ رہے تھے' انھوں نے کہا ہم آپ (صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو روتا ہوا دیکھ رہے ہیں کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس ذات سے خوف زدہ ہیں جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رسول بنا کر بھیجا ہے ؟ آپ نے فرمایا میں اسی سے خوف زدہ ہوں' اس نے مجھے اس صراط مستقیم پر بھیجا ہے جو تلوار کی دھار کی طرح ہے اگر میں اس سے سر مو بھٹک جاؤں تو ہلاک ہو جاؤں گا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

{ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا (86) } [الإسراء: 86]

اور اگر بالفرض ہم چاہیں تو ہم ضرور اس تمام وحی کو سلب کر لیں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے' پھر ہمارے مقابلہ میں آپ کو کوئی حمایتی نہ مل سکے ماسوا آپ کے رب کی رحمت کے' بیشک آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔ (در منثور)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ' امام ابن داؤد کی فضائل القرآن اور امام ابن النجار کی تاریخ کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں

عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم من قَرَأَ يس وَالصَّافَّات يَوْم الْجُمُعَة ثمَّ سَأَلَ الله أعطَاهُ سؤله

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کے دن یٰسٓ اور الصّٰفّٰت کو پڑھا پھر اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ اس کا وہ سوال پورا کرے گا۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۶۹)

ماقبل سے ربط :

سورۃ یٰسین کے بعد الصافات بھی سورۃ سبا پر مرتب ہے اور اس سورت میں سورۃ یٰسین کی نسبت بطور ترقی شفاعت قہری کی نفی کی گئی ہے۔ سورۃ یٰسین میں فرمایا ہم نے ان مشرکین کو پکڑا لیکن ان کے مزعومہ شفعاء ان کو ہماری گرفت سے نہ چھڑا سکے اور الصافات میں مذکور ہوگا چھڑا تو درکنار وہ (ملائکہ، جن اور انبیاء (علیہم السلام) جن کو مشرکین عند اللہ شفیع غالب سمجھتے تھے)۔ تو خدا کے سامنے نہایت ہی عاجز ہیں اور اپنی عاجزی اور بے بسی کا برملا اعتراف کر رہے ہیں اس لیے وہ شفیع غالب نہیں ہو سکتے۔ نامی ربط یہ ہے کہ سورۃ سبا میں تھا کہ جو لوگ ان معبودوں کو شفیع غالب سمجھتے ہیں وہ قوم سبا کے عبرتناک انجام سے سبق سیکھیں اور الصافات میں فرمایا خود فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صف بستہ کھڑے ہو کر کہہ رہے ہیں کہ تم سب کا معبود ایک ہے۔

سورۃ الصّٰفّٰت کے مقاصد ومضامین:

اس سورت کے شروع میں یہ بتایا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بندے ہیں وہ اس کی حمد اور اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں' جنات اور شیاطین فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں پر جاتے ہیں تاکہ وہ کاہنوں کو غیب کی باتوں پر مطلع کریں اور فرشتے ان پر آگ کے گولے برساتے ہیں جو شہاب ثاقب کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

جو کفار قیامت کا انکار کرتے تھے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کو بعید سمجھتے تھے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے ان کی مذمت کی ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلی دی ہے کہ وہ دن جلد آنے والا ہے جب ان کافر سرداروں سے ان کے پیروکار برات کا اظہار کریں گے' اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ان اصحاب کو اچھی جزا دی جائے گی جو اس کڑے وقت میں آپ کا ساتھ دے رہے تھے۔

پچھلی امتوں کے احوال کا ذکر جنہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا' اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے صرف وہ لوگ محفوظ رہے جنہوں نے اپنے رسولوں کی پیروی کی تھی۔

بعض انبیاء سابقین کے احوال بیان کیے گئے ہیں' جن میں حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت الیاس' حضرت لوط اور حضرت یونس (علیہم السلام) ہیں' تاہم حضرت ابرہیم (علیہ السلام) کا ذکر زیادہ تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے' جس میں ان کی بت شکنی اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی قربانی کا ذکر زیادہ نمایاں ہے' اسی طرح حضرت یونس (علیہ السلام) کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی بھی تفصیل کی گئی ہے۔

مختصر خلاصہ :

والصفت صفا۔ تا۔ ورب المشارق۔ فرشتوں کا حال تو یہ ہے کہ وہ خدا کے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں خدام ہیں اور اعلان کر رہے ہیں کہ اے زمین والو! تم سب کا الٰہ ایک ہے بھلا وہ کس طرح معبود اور شفیع غالب بن سکتے ہیں اللہ تعالیٰ جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے وہی سب کا کارساز ہے۔ انا زینا السماء۔ تا۔ فاتبعه شهاب ثاقب۔ جنات کا حال یہ ہے کہ وہ چوری چھپے ملا اعلیٰ کی باتیں سننے کے لیے جاتے ہیں تو آگ کے شعلے ان کا پیچھا کر کے اسکو واپس کر دیتے ہیں اور ان کیلئے عذاب لازم ہے بھلا وہ کس طرح شفیع بن سکتے ہیں۔ فاستفتهم اهم اشد۔ تا۔ او اباءنا الاولون۔ یہ شکوی ہے بضمن تخویف اخروی۔ قل نعم۔ تا۔ انا كذلك نفعل بالمجرمين (رکوع 2)۔ یہ محض تخویف اخروی ہے۔ انهم كانوا اذا قيل لهم وصدق المرسلين، یہ شکوی ہے مع جواب شکوی۔ انكم لذائقوا العذاب۔ تا۔ الا عباد الله المخلصين، تخویف اخروی اولئك لهم رزق معلوم۔ تا۔ لمثل هذا فليعمل العملون، بشارت اخروی۔ اذلك خير۔ تا۔ الا عباد الله المخلصين تخویف اخروی۔ ولقد نادانا نوح۔ تا۔ ثم اغرقنا الاخرين

(رکوع 3) یہ نفی شفاعت قہری کیلئے پہلا قصہ ہے۔ نوح (علیہ السلام) توبصد عجز ونیاز ہمیں پکار رہے ہیں اور ہم ہی نے ان کو اور ان کے ماننے والوں کو غرق سے بچایا اور ان کے دشمنوں کو ہم ہی نے غرق کیا۔ پھر وہ کس طرح معبود اور شفیع غالب بن سکتے ہیں۔

وان من شیعتہ لابراھیم۔ تا۔ وظالم لنفسہ مبین (رکوع 3)، یہ دوسرا قصہ ہے ابراہیم (علیہ السلام) کو بھی ہم ہی نے آگ سے بچایا، وہ اللہ کے فرمان بردار تھے کہ اللہ کے حکم سے اپنے پیارے فرزند کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے پر تیار ہوگئے۔ اس لیے وہ بھی کارساز اور شفیع غالب نہیں ہو سکتے۔

ولقد مننا علی موسیٰ وھارون۔ تا۔ انھما من عبادنا المومنین (رکوع 4) یہ تیسرا اور چوتھا قصہ ہے۔ موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) کو ہم ہی نے محض اپنے فضل واحسان سے سختیوں سے بچایا وہ تو خود محتاج وعاجز تھے، اس لیے کارساز اور شفیع غالب نہ تھے۔

وان الیاس لمن المرسلین۔ تا۔ انہ من عبادنا المومنین۔ یہ پانچواں واقعہ ہے۔ الیاس (علیہ السلام) کو قوم کے ہاتھوں قتل اور رسوائی سے ہم ہی نے بچایا۔ وان لوطا لمن المرسلین۔ تا۔ وباللیل افلا تعقلون یہ چھٹا قصہ ہے۔ لوط (علیہ السلام) کو اور ان کے ماننے والوں کو ہم ہی نے بچایا اور ان کے دشمنوں کو ہم ہی نے ہلاک کیا۔ الیاس اور لوط (علیہما السلام) ہماری مدد کے محتاج تھے اس لیے شفیع غالب نہ تھے۔ وان یونس لمن المرسلین۔ تا۔ فمتعنھم الی حین (رکوع 5)، یہ ساتواں قصہ ہے یونس (علیہ السلام) نے مچھلی کے پیٹ میں ہمیں پکارا اور پھر ہم ہی نے ان کو مچھلی کے پیٹ سے صحیح سلامت باہر نکالا، لہٰذا وہ بھی کارساز اور شفیع غالب نہیں تھے۔

فاستفتھم الربك البنات الخ، یہ پہلے فاستفتھم کا اعادہ ہے برائے تنویر وتوضیح۔ ام خلقنا الملئکۃ اناثا۔ تا۔ الا من ھو صال الجحیم میں فرشتوں اور جنوں کے ذکر کا لف ونشر مرتب کے طور پر پہلی بار اعادہ ہے اور وما منا الا لہ مقام معلوم۔ تا۔ وانا لنحن المسبحون میں فرشتوں کے ذکر کا دوسری بار یہ انبیاء (علیہم السلام) کے ذکر کا اعادہ ہے اور ان کے لیے بشارت دنیوی ہے۔ فتول عنھم حتی حین۔ تا۔ وابصر فسوف یبصرون، یہ تخویف دنیوی ہے۔

سبحن ربك رب العزۃ عما یصفون الخ، یہ سورت کا خلاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی شریک یا اس کی بارگاہ میں کوئی شفیع غالب ہو۔ انبیاء (علیہم السلام) کو سلامتی ہی عطا فرماتا ہے۔ اور وہ پروردگار عالم ہی تمام صفات کارسازی کا مالک ہے۔

سورۃ صٓ (38)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

تمام مروجہ مصاحف، احادیث، آثار اور کتب تفسیر میں اس سورت کا نام "ص" معروف اور مشہور ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کا پہلا کلمہ ص ہے، اور جس طرح قرآن مجید کی کئی سورتوں کا نام ان کے شروع میں مذکور حرف تہجی پر رکھا گیا ہے جیسے طٰہٰ، یٰس اور ق، اور اسی طرح اس سورت کے اول میں جو "ص" مذکور ہے اس پر اس سورت کا نام رکھا گیا ہے۔

حافظ جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے: اس پر اجماع ہے کہ "ص" مکی سورت ہے، البتہ الجعبری کا قول ہے کہ یہ مدنی سورت ہے مگر یہ قول شاذ ہے۔ (الاتقان ج۱ ص ۶۵)

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۸ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے بھی اس سورت کا نمبر ۳۸ ہی ہے، یہ سورت الاعراف سے پہلے اور "اقتربت الساعۃ" کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اہل کوفہ کے نزدیک اس کی ۸۸ آیتیں ہیں اور ہمارے مصاحف میں یہی تعداد معروف ہے اور اہل حجاز، شام اور بصرہ کے نزدیک اس کی ۸۶ آیتیں ہیں اور ایوب بن المتوکل بصری کے نزدیک اس کی ۸۵ آیتیں ہیں۔

ص کا زمانہ نزول:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

نْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :مَرِضَ أَبُو طَالِبٍ فَجَاءَتْهُ قُرَيْشٌ، وَجَاءَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَ أَبِي طَالِبٍ مَجْلِسُ رَجُلٍ، فَقَامَ أَبُو جَهْلٍ كَيْ يَمْنَعَهُ وَشَكَوْهُ إِلَى أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ :يَا ابْنَ أَخِي، مَا تُرِيدُ مِنْ قَوْمِكَ، قَالَ :" إِنِّي أُرِيدُ مِنْهُمْ كَلِمَةً وَاحِدَةً تَدِينُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَتُؤَدِّي إِلَيْهِمُ الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ "، قَالَ :كَلِمَةً وَاحِدَةً؟ قَالَ :" كَلِمَةً وَاحِدَةً؟ " قَالَ :" يَا عَمِّ، قُولُوا :لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ "، فَقَالُوا :إِلَهًا وَاحِدًا :مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الآخِرَةِ إِنْ هَذَا إِلا اخْتِلاقٌ سورة ص آية 7، قَالَ :فَنَزَلَ فِيهِمُ الْقُرْآنُ :ص وَالْقُرْءَانِ ذِي الذِّكْرِ {1} بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ {2} إِلَى قَوْلِهِ مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الآخِرَةِ إِنْ هَذَا إِلا اخْتِلاقٌ سورة ص آية 1- .7 قَالَ أَبُو عِيسَى :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ،

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابوطالب بیمار پڑے، تو قریش ان کے پاس آئے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آئے، ابوطالب کے پاس صرف ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی، ابوجہل اٹھا کہ وہ آپ کو وہاں بیٹھنے سے روک دے، اور ان سب نے ابوطالب سے آپ کی شکایت کی، ابوطالب نے آپ سے کہا: بھتیجے! تم اپنی قوم سے کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: "میں ان سے صرف ایک ایسا کلمہ تسلیم کرانا چاہتا ہوں جسے یہ قبول کرلیں تو اس کلمہ کے ذریعہ پورا عرب مطیع وفرماں بردار ہو

جائے گا اور عجم کے لوگ انہیں جزیہ ادا کریں گے، انہوں نے کہا: ایک ہی کلمہ؟ آپ نے فرمایا: "ہاں، ایک ہی کلمہ"، آپ نے فرمایا: "چچا جان! آپ لوگ »لا إله إلا الله« کہہ دیجیے، انہوں نے کہا: ایک معبود کو تسلیم کرلیں؟ یہ بات تو ہم نے اگلے لوگوں میں نہیں سنی ہے، یہ تو صرف بناوٹی اور (تمہاری) گھڑی ہوئی بات ہے، (ہم یہ بات تسلیم نہیں کر سکتے) ابن عباس کہتے ہیں: اسی پر ان ہی لوگوں سے متعلق سورۃ "ص" کی آیات »ص والقرآن ذي الذكر بل الذين كفروا في عزة وشقاق) إلى قوله (ما سمعنا بهذا في الملة الآخرة إن هذا إلا اختلاق« "ص، اس نصیحت والے قرآن کی قسم، بلکہ کفار غرور ومخالفت میں پڑے ہوئے ہیں، ہم نے ان سے پہلے بھی بہت سی امتوں کو تباہ کر ڈالا، انہوں نے ہر چند چیخ و پکار کی لیکن وہ چھٹکارے کا نہ تھا اور کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ انہیں میں سے ایک انہیں ڈرانے والا آگیا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے، کیا اس نے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا، واقعی یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے، ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے کہ چلو جی اور اپنے معبودوں پر جمے رہو یقیناً اس بات میں تو کوئی غرض ہے، ہم نے تو یہ بات پچھلے دین میں بھی نہیں سنی، کچھ نہیں یہ تو صرف گھڑنت ہے" (ص ۱ :-۷)، تک نازل ہوئیں۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۲۳۲)

ماقبل سے ربط:

سورۃ صافات میں بتایا گیا کہ جن کو مشرکین کارساز اور خدا کے یہاں شفیع غالب سمجھتے ہیں وہ تو خود عاجز ہیں اور اپنے عجز کا خدا کے سامنے اظہار کر رہے ہیں اور حاجات میں خدا کو پکار رہے ہیں، بھلا وہ خود کس طرح کارساز اور شفیع غالب ہو سکتے ہیں۔ اب سورۃ ص میں بطور ترقی مذکور ہوگا کہ مشرکین جن بندگان خدا کو شفیع غالب سمجھتے ہیں وہ اپنی عاجزی اور بیچارگی ظاہر کرنے کے علاوہ خود بعض جسمانی تکلیفوں اور آزمائشوں میں مبتلا ہیں، اس لیے وہ کسی طرح بھی کارساز اور شفیع غالب نہیں ہو سکتے۔

سورۃ ص کے مقاصد ومضامین:

(۱) اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ کفار مکہ صرف تکبر کی وجہ سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کر رہے ہیں، ان کو صرف یہ بات ناگوار گزری ہے کہ ان ہی میں سے اور ان کی ہی نوع سے ایک شخص کو منصب رسالت پر سرفراز کر دیا گیا اور جن بتوں کی وہ اور ان کے آباؤ اجداد ایک بڑے عرصہ سے عبادت کر رہے تھے اس نے اس سب بتوں کی خدائی کو باطل قرار دے دیا، سو وہ آپ کو ساحر اور کذاب کہتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ منصب رسالت ہو یا کوئی اور بڑی نعمت ہو اس نعمت کے مستحق وہ ہیں اور وہ اس خبط میں مبتلا تھے کہ اگر اللہ نے اپنی کوئی کتاب نازل فرمائی ہوتی تو ان جیسے کسی امیر و کبیر اور سردار پر اپنی کتاب نازل کرتا نہ کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر، جن کی کوئی ظاہری شان و شوکت، ٹھاٹھ باٹھ اور طمطراق نہ تھا۔

(۲) گزشتہ بعض سرکش اور متکبر امتوں کا ذکر فرمایا، جنہوں نے آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ اس طرح تکبر کیا اور بالآخر وہ امتیں ملیامیٹ ہوگئیں۔

(۳) اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ یہ دنیا محض عبث اور فضول نہیں ہے، اس دنیا میں انسان نیک یا بد جو بھی کام کرتا ہے اس کو آخرت میں اس کی سزا یا جزاء ملتی ہے اور اسی لیے قیامت کا آنا ضروری ہے۔

(٤) حضرت داؤد (علیہ السلام) کی اجتہادی خطا کا ذکر فرمایا اور اس پر ان کی توبہ اور استغفار کا ذکر فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرما کر جو ان کو معاف فرمایا اس کا ذکر فرمایا تا کہ لوگ گناہ کرنے کے بعد اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اور اس سے استغفار کرتے رہیں۔

(٥) حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی سلطنت کی وسعت اور ان کی دولت اور حشمت کا ذکر فرمایا اور ان نعمتوں پر ان کی شکر گزاری کو بیان فرمایا تا کہ لوگ حضرت سلیمان السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔

(٦) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلی فراہم کی کہ اگر مشرکین مکہ آپ کی مخالفت کر رہے ہیں تو آپ فکر اور غم نہ کریں کہ ہمیشہ اولوالعزم انبیاء کی مخالفت کی جاتی رہی ہے اور وہ اس پر صبر کرتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کفار کو ہمیشہ نا کام اور نامراد کیا اور اپنے نبیوں کو دارین میں سرخ روئی عطا فرمائی۔

(۷) آخر میں یہ بتایا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور جو لوگ آپ کے پیغام توحید کی تکذیب کر رہے ہیں اور تکبر کی بناء پر آپ پر ایمان نہیں لا رہے ہیں وہ ابلیس کی پیروی کر رہے ہیں اور ان کا وہی انجام ہوگا جو ابلیس اور اس کے پیروکاروں کے لیے مقدر ہو چکا ہے۔

مختصر خلاصہ :

ص والقرآن۔ تا۔ فی عزۃ و شقاق، تمہید مع ترغیب۔ یہ قرآن سراپا نصیحت ہے اسے مانو۔ عناد و استکبار کی وجہ سے اس سے اعراض نہ کرو۔ کم اھلکنا الخ : تخویف دنیوی۔ ان سے پہلے منکرین کو ہم نے عذاب سے ہلاک کر دیا۔ وعجبوا ان جاءھم الخ، یہ شکوی ہے۔ مشرکین کو تعجب ہے کہ ایک بشر کو نبی بنایا گیا، اس لیے وہ نبی نہیں بلکہ جادوگر ہے۔ اور مسئلہ توحید کا ایک نیا ڈھونگ رچائے ہوئے۔ ام عندھم خزائن ربك الخ، یہ زجر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام خزانوں کا مالک اور زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ اسے معلوم ہے کون نبوت کا مستحق ہے۔ کذبت قبلھم الخ، یہ تخویف دنیوی ہے۔ ان سے پہلے بڑی بڑی طاقتور قومیں انکار حق کے جرم میں تہس نہس کر دی گئیں۔ یہ مشرکین بھی اسی طرح کے انجام کے منتظر ہیں۔ وقالوا ربنا عجل لنا الخ: (رکوع 2)۔ یہ شکوی ہے۔ یہ معاندین کس قدر بے باک ہیں کہ آخرت کا عذاب دنیا ہی میں مانگتے ہیں۔ اصبر علی ما

یقولون۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تسلی ہے۔ واذ کر عبدنا داؤد الخ: یہ پہلی نقلی دلیل ہے۔ حضرت داؤد (علیہ السلام) کیسے عظیم المرتبت پیغمبر تھے۔ دینی اور دنیوی نعمتوں سے مالا مال تھے۔ مگر اس کے باوجود ایک لغزش پر ان کو بھی تنبیہ کی گئی۔ جس پر انھوں نے انتہائی عاجزی اور زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ اس لیے وہ کارساز اور شفیع غالب ہرگز نہیں ہوسکتے۔ وما خلقنا السماء الخ (رکوع 3)، یہ توحید پر عقلی دلیل ہے۔ زمین و آسمان اور یہ ساری کائنات یونہی بیکار نہیں پیدا کی گئی۔ بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے۔ فویل للذین کفروا من النار، تخویف اخروی۔ ام نجعل الذین امنوا الخ، یہ زجر ہے۔ کتب انزلنہ الیک الخ: یہ دلیل وحی ہے۔ یہ سراپا برکت کتاب (قرآن) جس میں مسئلہ توحید اور دوسرے احکام کھول کر بیان کیے گئے ہیں ہم نے اس لیے نازل کی ہے تاکہ سمجھنے والے اس میں غور کرسکیں اور اسے سمجھیں۔ ووھبنا لداود سلیمن۔ تا۔ لزلفی و حسن ماب (رکوع 3) دوسری نقلی دلیل ہے۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) بڑے مرتبے کے پیغمبر اور بادشاہ تھے۔ وہ بھی ایک ابتلاء میں گرفتار ہوگئے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ و زاری کی تو اس ابتلاء سے نجات پائی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کارساز اور شفیع غالب نہ تھے۔ واذ کر عبدنا ایوب الخ (رکوع 4)، تیسری نقلی دلیل، حضرت ایوب (علیہ السلام) سخت جسمانی تکلیف میں مبتلا ہوئے۔ آخر اپنے مولائے مہربان کی بارگاہ میں گڑ گڑا کر دعا کی تو اس نے محض اپنی رحمت سے انھیں شفائے کامل عطا فرمائی۔ جو خود ایسی تکلیفوں میں مبتلا ہوں اور مصائب سے اپنی حفاظت نہ کرسکیں۔ بھلا وہ کس طرح شفیع غالب اور کارساز ہوسکتے ہیں۔ واذ کر عبادنا ابراھیم الخ، یہ چوتھی نقلی دلیل ہے۔ حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) ہمارے مخلص اور برگزیدہ بندے تھے اور ہمیشہ آخرت کی تیاری میں مصروف رہتے تھے اس لیے وہ نہ کارساز ہوسکتے ہیں، نہ شفیع غالب۔ واذ کر اسماعیل الخ، یہ پانچویں نقلی دلیل ہے۔ حضرت اسمعیل، الیسع اور ذوالکفل (علیہم السلام) سب نیکوکار اور ہمارے فرمان بردار بندے تھے، وہ کارساز اور شفیع غالب نہ تھے۔ وان للمتقین لحسن ماب۔ تا۔ ماله من نفاد بشارت اخروی ہے۔ وان لطغین لشر ماب۔ تا۔ ان ذلك لحق تخاصم اهل النار۔ یہ تخویف اخروی ہے۔ قل انما انا منذر۔ تا۔ انتم عنه معرضون (رکوع 5)، دلائل عقلیہ ونقلیہ کے بعد دعوائے سورت کا ذکر ہے۔ جلیل القدر انبیاء (علیہم السلام) کا تو یہ حال ہے کہ بطور امتحان و ابتلاء خود مصائب و بلیات میں ماخوذ ہیں اور بارگاہ الٰہی میں عاجزی کر رہے ہیں اس لیے خدائے واحد و قہار اور مولائے عزیز و غفار کے سوا کوئی کارساز اور متصرف و مختار نہیں۔ اور انبیاء (علیہم السلام) میں سے کوئی بھی اس کی بارگاہ میں شفیع غالب نہیں۔ ما کان لی من علم۔ تا۔ انما انا نذیر مبین، یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ مشرکین کہتے تھے اگر تم سچے پیغمبر ہو تو ہمیں آئندہ حوادث کی قبل از وقوع اطلاع دو۔ نیز بتاؤ جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو وہ کب آئے گا۔ فرمایا جواب دو کہ مجھے کچھ علم نہیں کہ ملاء اعلیٰ

میں آئندہ حوادث کے بارے میں کیا طے ہو رہا ہے۔ مجھے تو جو چیز بتائی جاتی ہے وہ وحی کے ذریعے سے بتائی جاتی ہے۔ اور وحی کا تعلق بھی اکثر انہی امور سے ہوتا ہے جن کی دین وشریعت میں ضرورت ہو۔ اذ قال ربك للملئكة۔ تا۔ فسجد الملئكة كلهم اجمعون۔ ان آیتوں میں فرشتوں کا حال مذکور ہے کہ وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے عاجز اور فرمان بردار بندے ہیں اور اس کے سامنے دم نہیں مار سکتے۔ اس لیے وہ بھی کسی طرح شفیع غالب نہیں ہو سکتے۔ الا ابليس استكبر وكان من الكفرين۔ تا۔ وممن تبعك منهم اجمعين۔ جنات کا یہ حال ہے کہ ان کے جد اعلیٰ کو حکم خداوندی سے بغاوت کی بنا پر ملعون و مردود کر دیا گیا اور اس کو اور اس کی ذریت کو جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔ اس لیے ایسی ملعون ومطرود جماعت بھی عنداللہ شفیع غالب نہیں ہو سکتی۔ قل ما اسئلكم۔ تا۔ آخر سورۃ، میں اس ناصحانہ تبلیغ اور ان واضح بیانات کا تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ تکلف سے اپنے دل سے باتیں بناتا ہوں۔ بلکہ اللہ کی وحی تم کو سناتا ہوں۔ اب تم نہیں مانتے قیامت کے دن غیر اللہ کو کارساز اور شفیع غالب سمجھنے کا انجام بد خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

سورة زمر (39)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الزمر ہے، زُمَر کا لفظ زُمَر سے بنا ہے، اس کا لفظی معنیٰ آوازی ہے، اس سے مراد جماعت اور گروہ ہے، الزمر کا معنیٰ ہے : کئی جماعتیں اور کئی گروہ، الزمر ۷۳ :۔ ۷۱ میں زمر کا لفظ آیا ہے اور قرآن مجید کی صرف اسی سورت میں زمر کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام الزمر ہے۔ حسب ذیل آیتوں میں زمر کا لفظ آیا ہے۔

وسيق الذين كفروا الى جهنم زمرا۔ (الزمر ۷۱ :) اور کافروں کے گروہوں کو جہنم کی طرف ہنکایا جائے گا۔

وسيق الذين اتقوا ربهم الى الجنة زمرا۔ (الزمر ۷۳ :) اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کو جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا۔

الزمر کا زمانہ نزول:

أخرج ابْن الضريس وَابْن مرْدَوَيْه وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :أنزلت سُورَة الزمر بِمَكَّةوَأخرج النّحاس فِي تَارِيخه عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :نزلت بِمَكَّة سُورَة الزمر سوى ثَلَاث آيَات نزلت بِالْمَدِينَةِ فِي وَحشِي قَاتل حَمْزَة (قل يَا عبَادي الَّذين أسرفُوا على أنفسهم) إِلَى ثَلَاث آيَات

جمہور کے نزدیک یہ پوری سورت مکی ہے اور حضرت ابن عباس (رض) سے روایت ہے کہ "قل یا عبادی الذین اسرفوا

علی انفسھم لا تقنطوا من رحمة الله-الایات الزمر ٥٥ :-٥٣ یہ تین آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں،
وارض الله واسعة-(الزمر ١٠ :)اس موقع پر نازل ہوئی جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، یہ مدینہ کی طرف
ہجرت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٥٩ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس
سورت کا نمبر ٣٩ ہے، یہ سورۃ مومن سے پہلے اور سورۃ سبا کے بعد نازل ہوئی ہے۔

ماقبل سے ربط :

ربط نامی:

سورۃ زمر کا سورۃ ص کے ساتھ نامی ربط یہ ہے کہ سورۃ ص میں واضح کیا گیا کہ جن کو تم شفعاء سمجھتے ہو وہ تو خود بطور امتحان وابتلاء بعض جسمانی تکالیف میں ماخوذ ہیں اس لیے اللہ کی بارگاہ میں کوئی شفیع غالب نہیں۔اب سورۃ زمر میں بیان کیا جائے گا کہ اہل توحید اور اہل شرک (غیر اللہ کو شفیع غالب ماننے والے وغیرہ) مختلف گروہوں (زمر) میں بٹ جائیں گے۔اہل توحید جنت میں اور اہل شرک جہنم میں جائیں گے۔

ربط معنوی:

سورۃ زمر کو ماقبل کے ساتھ معنوی ربط یہ ہے کہ سورۃ سبا میں نفی شفاعت قہری کا مضمون مذکور تھا اور سورۃ فاطر میں بطور تفریع مذکور تھا کہ کارساز اور عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔حاجات میں مافوق الاسباب صرف اسی کو پکارو۔اس کے بعد سورۃ یسین، صافات اور ص سورۃ سبا پر مرتب ہیں۔کیونکہ ان تینوں سورتوں میں علی سبیل الترقی نفی شفاعت قہری کا ذکر ہے۔اور سورۃ زمر سورۃ فاطر پر مرتب ہے۔اور اس کا کچھ حصہ سورۃ سبا پر بھی مرتب ہے۔یعنی والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدھم الا لیقربونا الی الله زلفی (رکوع 1) اور-اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ (رکوع 5) جب اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب اور کارساز نہیں اور نہ اس کی بارگاہ میں کوئی شفیع غالب ہے تو ہر قسم کی عبادت صرف اسی کی بجالاؤ اور حاجات میں صرف اسی کو پکارو۔

الزمر کے مقاصد ومضامین:

اس سورت کا موضوع اللہ تعالیٰ کی توحید ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل بیان کیے گئے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی وحی اور قرآن مجید کا وحی الٰہی ہونا بیان کیا گیا ہے۔اس سورت کی ابتداء میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا گیا ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کریں اور یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے

منزہ ہے اور مشرکین کے ان شبہات کا ازالہ فرمایا ہے جن کی بنیاد پر وہ بتوں کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں شفاعت کرنے والا قرار دیتے تھے اور ان کو وسیلہ بنا کر ان کی عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر اس سے استدلال کیا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کے آنے کا سلسلہ قائم کیا، سورج اور چاند کو مسخر کیا، انسان کو بہ تدریج مرحلہ وار پیدا کیا، مشرکین کو اس پر ملامت کی کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور جب ان سے وہ مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر خدا کو بھول جاتے ہیں۔ آخرت میں مومنوں اور کافروں کا حال بیان کیا کہ مومن جنت میں ہوں گے اور بہت آسودگی میں ہوں گے اور کفار دوزخ میں ہوں گے اور عذاب کی تکلیف سے بلبلا رہے ہوں گے اور وہ تمنا کریں گے کہ کاش! وہ فدیہ دے کر اپنے آپ کو اس عذاب سے چھڑا لیتے۔ قرآن کریم کی عظمت اور جلالت بیان فرمائی ہے کہ جب مؤمنوں پر قرآن مجید کی آیات تلاوت کیجاتی ہیں تو خوف خدا سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے پگھل جاتا ہے، اس کے برعکس جب کفار کے سامنے توحید کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں تو ان پر انقباض طاری ہو جاتا ہے۔ جو مسلمان ایمان لانے کی پاداش میں کفار کے ظلم اور جور کا ہدف بنے ہوئے تھے ان کو تسلی دی ہے کہ آخرت میں فوز و فلاح ان ہی کو حاصل ہوگی، وہ ہراساں نہ ہوں، اگر یہ زمین ان پر تنگ کر دی گئی ہے تو کیا غم ہے، اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ آخر میں بتایا کہ جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے، پھر حساب وکتاب ہوگا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزاء ملے گی۔

مختصر خلاصہ:۔

"تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ الخ" تمہید مع ترغیب۔ یہ بہت بڑے غالب اور حکیم کا حکمنامہ ہے اسے مانو۔ اس سورت کو مضمون کے اعتبار سے چھ سلسلہائے مضامین میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (1) سلسلہ مضمون ذکر دعوی۔ (2) سلسلہ دلائل عقلیہ۔ (3) سلسلہ دلائل وحی۔ (4) سلسلہ بیان ثمرات (5) سلسلہ ذکر زجرات اور (6) سلسلہ تقابل بین المومنین والمشرکین۔

1۔ سلسلہ مضمون ذکر دعوی:۔

دعویٰ سورت کو تین بار ذکر کیا گیا ہے۔ اول۔ "فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ" یہ دعوی سورۃ سابقہ پر متفرع ہے۔ جب اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب اور کارساز نہیں اور کوئی اس کی بارگاہ میں شفیع قاہر نہیں تو صرف اسی کی عبادت کرو۔ "اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ" یہ تنبیہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ "هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ"۔ یہ دعوی پر تفریع ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے اور سب پر غالب ہے۔ ذکر دعوی دوسری بار۔ "قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ" (رکوع 2)۔ میں تو صرف اللہ ہی کی عبادت کروں گا واضح دلائل کے باوجود تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

2 ۔ سلسلہ دلائل عقلیہ علی سبیل الترقی :۔

پہلی عقلی دلیل : "خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ - تا - اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ" (رکوع 1)۔ زمین وآسمان کو اللہ نے پیدا فرمایا۔ یہ دن رات کی آمدورفت اور سورج اور چاند کا میعاد معین تک چلنا یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس کائنات میں غور وفکر کرو۔ یہ سب اللہ کی وحدانیت اور اس کی قدرت کے دلائل ہیں۔ دوسری عقلی دلیل : "خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ - تا - فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ" (رکوع 1)۔ یہ دلیل اول سے بطور ترقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف نظام شمسی کو پیدا فرمایا بلکہ خود تمہیں بھی اسی نے پیدا فرمایا۔ رحم مادر میں مختلف حالات سے گذار کر تمہاری پیدائش کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ تیسری عقلی دلیل : "اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ" تا "لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ" (رکوع 2)۔ یہ دوسری دلیل سے بطور ترقی ہے۔ اللہ نے تمہیں پیدا کرکے ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ تمہاری زندگی کی تمام ضروریات خصوصاً خوراک بھی مہیا فرمادی۔ اس لیے صرف اسی کی عبادت بجالاؤ۔ "ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا" (رکوع 3) تمثیل برائے مومن ومشرک۔ چوتھی عقلی دلیل : "وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ" تا "لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (رکوع 4)، یہ دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم ہے جب تم مانتے ہو کہ زمین وآسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو لا محالہ اس کے سوا کوئی معبود اور پکار کے لائق بھی نہیں ہوگا۔ پانچویں عقلی دلیل : "اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ - تا - یَتَفَكَّرُوْنَ" (رکوع 5)، پہلی اور دوسری دلیل میں ابتدائی حالات کا ذکر تھا۔ اب اس دلیل میں انسان کی انتہائی حالت کا ذکر ہے حاصل یہ کہ انسان کی ابتداء و انتہاء اللہ تعالیٰ کے تصرف واختیار میں ہے اس لیے وہی معبود برحق ہے۔ چھٹی عقلی دلیل : "اَوَلَمْ یَعْلَمُوْا - تا - یُّؤْمِنُوْنَ" (رکوع 5)۔ انسان کے ابتدائی اور انتہائی حالات کے بعد اس دلیل میں اس کے درمیانی حالات کا ذکر کیا گیا ہے کہ زندگی میں انسان کو روزی دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور جو خالق ورازق ہو وہی معبود ہو سکتا ہے۔ ساتویں عقلی دلیل : "اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ" تا "لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (رکوع 6)، ہر چیز کا خالق بھی وہی ہے اور ہر چیز کا محافظ ونگران بھی وہی ہے۔ لہٰذا سب کا معبود بھی وہی ہے۔

3 ۔ سلسلہ دلائل وحی :

پہلی دلیل وحی :۔ "اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ الخ" (رکوع 1)۔ ہم نے آپ پر ایک عظیم الشان کتاب نازل فرمائی۔ جس کا سب سے اہم اور اولین پیغام یہ ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو۔ یہ مسئلہ کسی کا خود ساختہ نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ دوسری دلیل وحی :۔ "قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ - تا - اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ" (رکوع 2)، مجھے وحی کے ذریعے سے حکم دیا گیا ہے کہ میں خالصۃً خدائے واحد کی عبادت کروں اس سے معلوم ہوا کہ تخصیص عبادت کا مسئلہ میرا من گھڑت نہیں، بلکہ من عند اللہ ہے۔ تیسری دلیل وحی : "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ - تا - فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ" (رکوع 3)، یہ عمدہ اور پر تاثیر کتاب اللہ نے

نازل فرمائی ہے۔ایمان والے اس کی آیتیں سن کر کانپ اٹھتے ہیں۔یہ کتاب میں نے اپنے پاس سے نہیں بنائی۔چوتھی دلیل وحی :-اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالۡحَقِّ "(رکوع 4)،ہم نے آپ پر پیغام حق کے ساتھ یہ عمدہ اور پرتاثیر کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ اس کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں۔آپ تو ہماری پیغام سناتے ہیں اپنی طرف سے کوئی دعوی نہیں کرتے۔ پانچویں دلیل وحی علی سبیل الترقی :"وَاتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ "(رکوع 6)،یہ ترقی من الادنی الی الاعلی ہے۔پہلے فرمایا اعلان کرو کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا جو کہتا ہوں اللہ کی وحی سے کہتا ہوں۔پھر فرمایا یہ کیسی عمدہ اور پرتاثیر کتاب ہے(دلیل وحی سوم)،یہاں فرمایا اس احسن واعلی کتاب کی دل وجان سے پیروی کرو۔چھٹی دلیل وحی :"وَلَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ "تا"وَكُنۡ مِّنَ الشّٰكِرِیۡنَ -(رکوع 7)،اللہ کی جانب سے میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ شرک سے تمام اعمال صالحہ ضائع ہوجاتے ہیں جس طرح توحید کی طرف اللہ کے حکم سے دعوت دیتا ہوں۔اسی طرح شرک کا رد بھی اسی کے حکم ہی سے کرتا ہوں۔اس دلیل وحی کے ضمن میں دلیل نقلی بھی آگئی "وَاِلَى الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ "انبیاء سابقین (علیہم السلام) پر بھی یہ وحی نازل کی گئی کہ شرک سے تمام اعمال برباد ہوجاتے ہیں۔

:4 سلسلہ بیان ثمرات دلائل :

پہلا چھوٹا ثمرہ-لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ"(رکوع 1) یہ پہلی عقلی دلیلوں کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ان دونوں دلیلوں سے واضح ہوگیا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔دوسرا چھوٹا ثمرہ-اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ-(رکوع 3)،تیسری عقلی دلیل اور تمثیل مومن و کافر کے بعد دلیل اور تمثیل کا ثمرہ بیان کیا گیا ہے کہ ان سے معلوم ہوگیا کہ تمام صفات کارسازی اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔پہلا بڑا ثمرہ" قُلۡ اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَدۡعُوۡنَ -تا- یَتَوَكَّلُ الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ-(رکوع 4)،گزشتہ دلائل سے واضح اور روشن ہوگیا کہ ساری کائنات میں متصرف ومختار صرف اللہ تعالی ہی ہے۔لہذا اللہ کے سوا مشرکین جن کو پکارتے ہیں وہ تکلیف کو دور کرنے اور نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے۔دوسرا بڑا ثمرہ" قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ-تا- یَخۡتَلِفُوۡنَ-(رکوع 5)،یہ لوگ ایسے روشن اور واضح دلائل سے بھی نہیں مانتے اور انکار وجحود پر مصر ہیں۔اس لیے آپ اللہ سے عرض کریں کہ اے اللہ! ہمارے اور ان کے درمیان آخری فیصلہ قیامت کے دن تو ہی فرمائے گا۔

:5 سلسلہ بیان زجرات:۔

زجر اول :-وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِیَآءَ -تا- مَنۡ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ (رکوع 1)،مشرکین جو خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتے ہیں۔ان کا دعوی ہے کہ وہ ان معبودوں کو بالاستقلال مستحق عبادت نہیں سمجھتے۔بلکہ ان کی عبادت و تعظیم کو قرب خداوندی کا ذریعہ و وسیلہ اور ان کو عنداللہ شفیع سمجھتے ہیں۔فرمایا دنیا میں دلائل سے انھوں نے تسلیم نہیں کیا۔آخرت میں ان کو جہنم

میں ڈال کر اس اختلاف کا قطعی فیصلہ کروں گا۔ زجر دوم :-وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ- تا -عَنْ سَبِيْلِه (رکوع 1)۔ جب مشرک آدمی پر مصیبت آتی ہے تو وہ خود ساختہ شفعاء سے مایوس ہو کر معبود حق کو پکارتا ہے۔ لیکن اللہ اس کو اپنی مہربانی سے مصیبتوں سے نجات عطا فرما دیتا ہے تو وہ خدا کو بھول جاتا ہے۔ اور خدا کے انعامات کو معبودان باطل کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ زجر سوم: -اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ- تا -اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ- (رکوع 5)، یہ زجر اول کی تشریح ہے۔ مشرکین اپنے معبودان خود ساختہ کو عند اللہ شفیع غالب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ سراپا عاجز ہیں اور کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے۔ زجر چہارم -فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ- تا -وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ- (رکوع 5)، یہ زجر بطور شکوی ہے۔ مشرک انسان جب معبودان باطلہ سے مایوس ہو کر اپنی مصیبت میں اللہ کو پکارتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر مہربانی فرما کر اس کو مصیبت سے نجات عطا فرماتا ہے تو وہ اس کامیابی کو اپنے علم وفہم کا کمال قرار دیتا ہے اور کہتا ہے میں نے فلاں حیلہ کیا۔ اور فلاں بزرگ کو سفارشی بنایا جس کی وجہ سے مصیبت ٹل گئی۔

6: سلسلہ تقابل بین المؤمن والکافر :

اول :" اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ- تا -اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (رکوع 1)، دلیل کے بعد مومن وکافر کی صفات میں تقابل کا ذکر کیا گیا۔ ایک وہ (مؤمن) ہے جو راتوں کو اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہوتا اور عبادت کرتا ہے اور آخرت کے عذاب سے ڈرتا اور رحمت خداوندی کی امید رکھتا ہے۔ اس کے مقابلے میں کافر ہے جو ان صفات سے عاری ہے۔ دوم " اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ- تا -ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ "(رکوع 3)، ایک وہ مومن ہے جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے اور اس کا سینہ نور اسلام سے منور ہو چکا ہے۔ اور ایک وہ کافر ہے جس کا دل پتھر کی مانند سخت ہے۔ اور اس میں قبول اسلام کی صلاحیت ہی موجود نہیں۔ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ سوم :-اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ- بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ- (رکوع 3)۔ ایک وہ کافر ہے جس کے دونوں ہاتھ قیامت کے دن اس کی گردن کے ساتھ جکڑے ہوں گے اور جہنم کی آگ سے وہ اپنے چہرے کی اوٹ سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ اور اس کے مقابلے میں مومن ہے جو عذاب جہنم سے مامون ومحفوظ رہے گا، کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟۔ ابتدائے سورت میں دو دلیلوں کے بعد ثمرہ بیان کیا گیا اور سورت کے آخر میں تمام دلائل کے بعد بھی ثمرہ بیان کیا گیا۔" سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ " (رکوع 7)، تاکہ معلوم ہو جائے کہ تمام دلائل دعویٰ کو صراحت سے ثابت کر رہے۔ اس سورت میں" وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ " (رکوع 2)، ہجرت کی ترغیب کی طرف اشارہ ہے۔ سورت میں جا بجا تخویف وتبشیر کا بھی ذکر ہے۔

سورة المؤمن(40)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ؛

اس سورت کے دو مشہور نام ہیں :المومن اور الغافر، برصغیر کے مطبوعہ قرآن مجید کے نسخوں میں اس کا نام المؤمن ہے اور عرب ممالک کے مطبوعہ نسخوں میں اور عربی تفاسیر میں اس کا نام الغافر ہے۔ المومن کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی آیت میں ہے:

وقال رجل مومن من ال فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله۔ (المومن 28 :) آل فرعون میں سے وہ مرد مومن کہنے لگا جو اپنے ایمان کو مخفی رکھتا تھا کہ کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور سورت کا نام الغافر رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں ایک آیت یہ ہے :غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول۔ (المومن 3:)

گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ کو قبول فرمانے والا، سخت عذاب والا، قدرت والا۔

حوامیم؛

المؤمن کے بعد چھ سورتیں ہیں، سب کی ابتداء حٰمٓ (حامیم) سے ہوئی ہے، سو سات سورتوں کی ابتداء حٰمٓ سے ہوئی ہے۔ وہ سورتیں یہ ہیں :(١) المؤمن (٢) حٰمٓ السجدہ (٣) الشوریٰ (٤) الزخرف (٥) الدخان (٦) الجاثیہ (٧) الاحقاف

المومن اور دیگر الحوامیم کے متعلق احادیث؛

أخرج ابْن الضريس والنحاس وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ: أنزلت الحواميم السَّبع بِمَكَّة وَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن أنس بن مَالك رَضِي الله عَنهُ :سَمِعت رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَقُول :إِن الله أَعْطَانِي السَّبع مَكَان التَّوْرَاة وَأَعْطَانِي الراآت إِلَى الطواسين مَكَان الْإِنْجِيل وَأَعْطَانِي مَا بَين الطواسين إِلَى الحواميم مَكَان الزبُور وفضلني بالحواميم والمفصل مَا قرأهن نَبِي قبلي

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :سات الحوامیم مکہ میں نازل ہوئی۔ امام ابن مردویہ نے حضرت انس (رض) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :اللہ تعالیٰ نے تورات کے بدلہ میں مجھے سات چیزیں عطا فرمائیں اور انجیل کے بدلہ میں ١١٤١ الراآت سے الطواسین تک عطا فرمائیں اور زبور کے بدلہ میں الطواسین سے الحوامیم تک عطا فرمائیں اور مجھے الحوامیم اور المفصل سے فضیلت دی اور مجھ سے پہلے ان کو کسی نبی نے نہیں پڑھا۔

(الدر المنثور ج ٧ ص ٢٣٢،)

امام ابو عبید نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا کہ ہر چیز کا ایک مغز ہوتا ہے اور قرآن کریم کا مغز الحوامیم ہیں۔
(فضائل القرآن ص ۲۰٤، الاتقان ج ۲ ص ۳۰۸)

حضرت ابن مسعود (رض) نے فرمایا : الحوامیم قرآن کا دیباچہ ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ٦ ص ۱۰۳، کراچی، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۳۰۲۸۳ : بیروت،)

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ جو شخص صبح اٹھ کر آیۃ الکرسی پڑھے اور "حٰم تنزی الکتاب من اللہ العزیز العلیم " سے دو آیتیں پڑھے، اس دن صبح وشام اس کی حفاظت کی جائے گی اور اگر اس نے شاک کو ان آیتوں کو پڑھا تو شام سے صبح تک اس کی حفاظت کی جائے گی۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ٤۸۳، رقم الحدیث ۲٤۷۳ :، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱٤۱۰ ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :" مَنْ قَرَأَ حم الْمُؤْمِنَ إِلَى {إِلَيْهِ الْمَصِيرُ} [غافر3 :] وَآيَةَ الْكُرْسِيِّ حِينَ يُصْبِحُ حُفِظَ بِهِمَا حَتَّى يُمْسِيَ، وَمَنْ قَرَأَهُمَا حِينَ يُمْسِي حُفِظَ بِهِمَا حَتَّى يُصْبِحَ "

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جس شخص نے صبح اٹھ کر آیۃ الکرسی اور حٰم سے لیکر" الیہ المصیر " (المؤمن 1 :-3) تک پڑھا اس کی صبح سے شام تک حفاظت کی جائے گی اور جس نے ان کو شام میں پڑھا اس کی صبح تک حفاظت کی جائے گی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث)

ما قبل سے ربط :

ربط نامی؛

سورۂ مومن کا سورۂ زمر کے ساتھ نامی ربط یہ ہے کہ سورۂ زمر میں دو زمروں (گروہوں) کا ذکر کیا گیا ہے فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر ایک جنتی گروہ اور دوسرا دوزخی اور سورۂ مومن میں، مومن آل فرعون کی زبان سے وہ مسئلہ ذکر کیا گیا ہے یعنی مسئلہ توحید جسے ماننے والا گروہ جنتی ہے اور نہ ماننے والا دوزخی۔

معنوی ربط؛

یہ ہے کہ سورۂ زمر کا مرکزی دعوی ہے" فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین " (رکوع 1)۔ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو اور سورۂ مومن، حٰم السجدہ اور شورہ میں جزو اعلی اور مغز عبادت یعنی دعاء اور پکار کا مسئلہ مفصل ومدلل بیان کیا گیا ہے۔ نیز سورۂ زمر نفی شفاعت قہری کا بیان بھی ہے" ام اتخذوا من دون اللہ شفعاء (رکوع 5) جسے مومن، سجدہ اور شوری

کے بعد زخرف میں بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ المومن کے مقاصد ومضامین:

سورۃ المومن اور باقی الحوامیم کی مکی سورتیں ہیں اور ان میں دیگر مکی سورتوں کی طرح عقیدہ توحید پر زور دیا گیا ہے اور توحید کے منکروں کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ جو کفار فرشتوں کی شفاعت کی امید پر بت پرستی پر جمے ہوئے تھے، ان کا رد فرمایا ہے۔ قیامت کے دن مشرکوں کا کیا حال ہوگا، وہ اپنے جرائم کا اعتراف کریں گے اور مشرکوں کی شفاعت کوئی نہیں کر سکے گا گزشتہ اقوال کا تذکرہ جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی، پھر ان پر آسمانی عذاب آکر رہا۔ اس میں قریش کو تنبیہ کی ہے کہ اگر تم نے بھی یہی روش برقرار رکھی تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کو یہ بتایا ہے کہ اسلام کی دعوت کے سلسلہ میں آپ کو جو مشکلات پیش آرہی ہیں ان کو صبر واستقلال کے ساتھ برداشت کریں، آپ اپنے موقف پر قائم رہیں، بالآخر کامیابی اور سرفرازی آپ کو ہی حاصل ہوگی، اسی کے ضمن میں خاندان فرعون کے ایک مرد مومن کا ذکر فرمایا، جب فرعون نے حضرت موسیٰ کو قتل کرنا چاہا تو اس نے تمام خطرات سے بے نیاز ہو کر واشگاف الفاظ میں کہا : کیا تم اس لیے ایک شخص کو قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، اس میں ان لوگوں کو سرزنش ہے جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو برحق جاننے کے باوجود آپ کا کھل کر اس لیے ساتھ نہیں دے رہے تھے کہ ان کو قریش کی طاقت سے خطرہ تھا، ایسے لوگوں کو آل فرعون کے اس مومن کی جرأت سے سبق حاصل کرنا چاہیے، قریش کا یہ جتھ فرعون سے زیادہ طاقتور نہ تھا، آخر میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات وصفات پر دلائل پیش کیے گئے ہیں اور کافروں کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

سورۃ المؤمن کا ترتیب مصحف کے اعتبار سے نمبر ۴۰ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۶۰ ہے۔

مختصر خلاصہ :

سورت کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ از ابتدائے سورت تا "الحمد للہ رب العالمین" (رکوع 7) اور دوسرا حصہ از" قل انی نھیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ (رکوع 7)۔ تا آخر سورت۔ پہلا حصہ :۔ چار عنوانوں پر مشتمل تمہید، اس کے بعد ترغیب، دعوائے سورت کا تین بار ذکر، اثبات دعوی کیلئے ایک دلیل وحی، ایک دلیل نقلی اور دو عقلی دلیلیں۔ ہر عقلی دلیل کے بعد ایک ایک ثمرہ، تخویف دنیوی کا مفصل نمونہ اور دو بار تسلی برائے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ دوسرا حصہ : پہلے حصے کے مضامین کا اعادہ۔

سورة حم السجدة (41)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

برصغیر اور دیگر مشرقی ممالک میں اس سورت کا نام حٰمٓ السجدۃ مشہور ہے حٰمٓ کی وجہ یہ ہے کہ المومن سے الاحقاف تک سات سورتوں

کی ابتداء حٰمٓ سے ہوئی ہے اور السجدۃ اس لیے کہ اس سورت میں ایک سجدہ قرآن ہے اور مغربی ممالک اور تونس میں اس سورت کا نام فصلت ہے کیونکہ اس سورت کی تیسری آیت میں ہے:

کتب فصلت ایتہ۔(حٰمٓ السجدۃ3:) یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات کی تفصیل کی گئی ہے۔

تاکہ یہ سورت ان دوسری سورتوں سے ممیز اور ممتاز رہے جن کی ابتداء حٰمٓ سے کی گئی ہے۔

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمر ۴۱ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۱ ہے، یہ سورت المومن کے بعد اور الزخرف سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

حٰمٓ السجدۃ کا زمانہ نزول؛

یہ سورت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت کے بعد ابتدائی دور تبلیغ میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۰ھ امام حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۰ھ، امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر عبداللہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قریش اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے کہ کسی بڑے جادوگر، کاہن اور شاعر کو ڈھونڈ کرلاؤ، وہ اس شخص کے پاس جائے جس نے ہماری جماعت میں تفرقہ ڈال دیا ہے اور ہمارے دین کی مذمت کی ہے، وہ ان سے بحث کرے اور دیکھے کہ وہ ان کو کیا جواب دیتے ہیں، انھوں نے کہا: ہمیں تو عتبہ بن ربیعہ کے سوا کوئی شخص نظر نہیں آتا، پھر عتبہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گیا اور کہا: اے محمد! تم افضل ہو یا عبداللہ! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاموش رہے، پھر اس نے کہا: تم افضل ہو یا عبدالمطلب! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پھر خاموش رہے، اس نے کہا: اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ لوگ تم سے افضل ہیں تو ان لوگوں نے تو ان بتوں کی عبادت کی ہے جن کی تم مذمت کرتے ہو اور اگر تمہارا یہ زعم ہے کہ تم ان سے افضل ہو تو تم اپنی دلیل بیان کرو حتیٰ کہ ہم اس کو سنیں اور اللہ کی قسم! ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اپنی قوم کے لیے تم سے زیادہ بے برکت ہو، تم نے ہماری جماعت کو منتشر کر دیا اور ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور تم نے ہمارے دین کی مذمت کی اور ہم کو تمام عرب میں رسوا کر دیا، حتیٰ کہ پورے عرب میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ قریش میں ایک جادوگر ہے اور قریش میں ایک کاہن ہے، اگر تمہیں کسی عورت سے شادی کرنے کی خواہش ہو تو تم ہمیں بتاؤ کہ تم قریش کی کسی عورت سے شادی کرنا چاہتے ہو، ہم تمہاری اس عورت سے شادی کر دیں گے اور اگر تمہیں مال و دولت کی خواہش ہو تو ہمیں بتاؤ، ہم تمہیں اتنا مال دیں گے کہ تم قریش کے سب سے زیادہ مالدار شخص بن جاؤ گے، آپ نے عتبہ سے پوچھا: کیا تمہاری تقریر ختم ہو گئی؟ اس نے کہا:

ہاں! تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حٰم السجدۃ کی آیتوں کو پڑھنا شروع کیا اور اس کی ابتدائی تیرہ آیتوں کی تلاوت کی ،

بسم الله الرحمن الرحيم

حم (1) تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (2) كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (3) بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (4) وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ (5) قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ (6) الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ (7) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (8) قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَنْدَادًا ذَلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ (9) وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ (10) ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ (11) فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَى فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (12) فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ (13)

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے حٰم یہ الرحمٰن الرحیم کی طرف سے نازل کیا ہوا کلام ہے یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتوں کی تفصیل کی گئی ہے، علم والوں کے لیے عربی قرآن ہے ثواب کی خوش خبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا، پس ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا سو وہ نہیں سنیں گے اور انھوں نے کہا جس دین کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں، ہمارے دلوں میں اس پر پردے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے آپ کے درمیان حجاب ہے، سو آپ اپنا کام کیجئے، ہم اپنا کام کرنے والے ہیں آپ کہیے میں محض تمہاری مثل بشر ہوں، میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ بیشک تمہارا معبود واحد معبود ہے، تم اسی کی طرف مستقیم رہو اور اس سے استغفار کرو اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو ختم نہیں ہوگا آپ کہیے : کیا واقعی تم اس ذات کا انکار کر رہے ہو جس نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور تم اس کے شرکاء قرار دے رہے ہو، حالانکہ وہی تمام جہانوں کا رب ہے اور اس نے زمین میں بھاری پہاڑوں کو نصب کر دیا اور اس میں برکت رکھی اور اس نے چار دنوں میں اس کے رہنے والوں کے لیے غذائیں پیدا کیں جو تمام طلب گاروں کے لیے مساوی ہیں پھر اس

نے آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ اس وقت دھواں تھا، پھر اس (آسمان) سے اور زمین سے فرمایا: تم خوشی یا ناخوشی سے حاضر ہو، ان دونوں نے کہا: ہم خوشی سے حاضر ہیں پس اس نے دو دنوں میں پورے سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اسی سے متعلق حکم بھیجا اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین فرما دیا اور اسے محفوظ فرما دیا، یہ بہت غالب، بے حد علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے پھر بھی اگر وہ اعراض کریں تو آپ کہئے کہ میں نے تمہیں ایسے ہولناک کڑک والے عذاب سے ڈرایا ہے جیسا ہولناک کڑک والا عذاب عاد اور ثمود پر آیا تھا (حٰم ٓ السجدۃ 1-13)

عتبہ نے ان آیات کو سن کر کہا: بس کریں، بس کریں، کیا آپ کے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، پھر عتبہ قریش کے پاس واپس گیا، انھوں نے پوچھا: تم کیا جواب لائے ہو، عتبہ نے کہا: میں نے ان سے ہر وہ بات کہی جو تم خود ان سے اس موضوع پر کہہ سکتے تھے، انھوں نے پوچھا: پھر انھوں نے تم کو کیا جواب دیا؟ اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آسمان اور زمین کو قائم کیا، میں ان کی کوئی بات نہیں سمجھ سکا سوا اس کے کہ انھوں نے کہا: میں تم کو ایسے ہولناک کڑک والے عذاب سے ڈرا رہا ہوں جیسا ہولناک کڑک والا عذاب عاد اور ثمود پر آیا تھا، انھوں نے کہا: افسوس ہے، ایک شخص تم سے عربی زبان میں بات کرتا رہا اور تم نہیں سمجھ سکے کہ اس نے کیا کہا ہے، اس نے پھر کہا: نہیں، خدا کی قسم! میں اس کے سوا اور کچھ نہیں سمجھ سکا کہ انھوں نے ہولناک کڑک والے عذاب کا ذکر کیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۲۹۷۔۲۹۴ المستدرک رقم الحدیث ۳۹۹۲ :)

ماقبل سے ربط :

اس سورت کا ماقبل سے ربط یہ ہے ماقبل یعنی سورۃ مومن میں یہ دعویٰ مذکور ہوا کہ حاجات و مشکلات میں مافوق الاسباب صرف اللہ ہی کو پکارو۔ اب اس سورت میں ایک شبہ ہے کا جواب دیا جائے گا۔ شبہہ یہ ہے کہ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے، جب وہ غیر اللہ کو پکارتا اور غیر اللہ کی خوشنودی کے لیے اس کی نذر مانتا ہے تو اس مصیبت سے چھوٹ جاتا ہے۔ یا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی ایسے خواب دیکھتا ہے جن سے شرک کی تائید ہوتی ہے مثلاً خوب میں کسی پیر فقیر کو دیکھا جو اسے کہتا ہے تم پر یہ سختی اس لیے آئی ہے کہ تم نے ہماری نذر و نیاز میں قصور کیا ہے وغیرہ۔ اس کا جواب "**وقیضنا لھم قرناء الایۃ**" میں دیا گیا کہ یہ سب قرناء (شیاطین) کی شرارت ہے کہ وہ انسان کو مس شیطانی سے تکلیف پہنچاتے اور پھر اس سے شرک کرا کر اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ یا خوابوں میں مختلف شکلوں میں آ کر انسانوں کو شرک کی تعلیم دیتے ہیں اس لیے حکم دیا "**فاستقیموا الیہ واستغروہ۔ الایۃ**)" کہ اللہ کی توحید پر قائم رہو اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ اسی طرح حم مومن کے بعد ہر حم میں ایک شبہہ کا جواب دیا جائے گا اور ہر سورت اپنے سے پہلی سورت کے مضامین کی موید ہوگی۔

حٰمٓ السجدۃ کے مقاصد ومضامین:

(۱) اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے تقاضے سے قرآن مجید نازل فرمایا ہے، جو نیک کام کرنے ولوں کو ثواب کی بشارت دیتا ہے اور برے کام کرنے والوں کو عذاب سے ڈراتا ہے، چاہیے یہ تھا کہ مشرکین برے کاموں کو ترک کر کے عذاب سے بچ جاتے، وہ اس کے بجائے آپ سے نزول عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں، آپ کہیے کہ میں بشر ہوں خدا نہیں ہوں، عذاب کو نازل کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔

(۲) اس کائنات کو بنانا کوئی کھیل اور تماشا نہیں ہے، یہ اس عظیم الشان خالق کی حکمت کا ساختہ پرداختہ ہے، اس میں کسی دیوی یا دیوتا کا تعاون نہیں ہے، یہ صرف اس خدائے واحد کی تخلیق ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

(۳) کفار مکہ کو سرزنش کی ہے کہ اگر تم ہمارے رسول کی تکذیب سے باز نہ آئے تو تم پر بھی اسی طرح عذاب آئے گا جیسا عذاب تم سے پہلی تکذیب کرنے والی قوموں پر آتا رہا ہے۔

(٤) مشرکین اس امید پر بتوں کی پرستش کر رہے ہیں کہ وہ بت قیامت کے دن اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے یہ ان کا خیال خام ہے، ایسا کچھ نہیں ہوگا۔

(٥) اللہ تعالیٰ دوزخ میں کافروں کو جمع کرے گا، ان کافروں مین سردار بھی ہوں گے اور ان کے پیروکار بھی، وہ اپنے عذاب کا الزام ایک دوسرے پر عائد کریں گے اور ایک دوسرے کو لعنت کریں گے۔

(٦) جو لوگ کفار کی زیادتیوں اور ان کے ظلم کے باوجود توحید پر قائم رہیں گے، قیامت کے دن فرشتے ان کو رحمت کی بشارت دیں گے۔

(٧) کفار کی ریشہ دوانیوں پر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو صبر کی تلقین اور شیطان کی وسوسہ اندازی پر اللہ کی پناہ طلب کرنے کی ہدایت۔

(٨) توحید، قیامت اور حشر ونشر پر دلائل۔

(٩) قرآن مجید کی عظمت کا بیان اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات۔

(١٠) قیامت کا مذاق اڑانے والوں کو عذاب کی وعید۔

مختصر خلاصہ :

"حم تنزیل من الرحمن -تا- بشیرا ونذیرا " (رکوع 1) تمہید، مع ترغیب یہ حکمنامہ (کتاب) بڑے مہربان بادشاہ کا ہے جس کی ہر آیت اور ہر بات نہایت واضح اور مفصل ہے، اس کی زبان نہایت فصیح وبلیغ عربی ہے۔ جو اللہ کی طرف انابت (رجوع)

کرنے والوں کے لیے سراپا ہدایت ہے اور بشارت وتخویف پر مشتمل ہے یہ ایک ایسا عظیم الشان اور اہم حکمنامہ ہے کہ اسے ضرور ماننا چاہیے۔ دعوائے سورت : "قل انما انا بشر - تا - واستغفروہ " (رکوع 1)۔ اس میں صراحۃً دعوائے سورت کا ذکر ہے اور ضمناً دلیل وحی کا۔ تم سب کا معبود اور کارساز ایک ہے اور یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہتا، بلکہ اللہ کی وحی سے کہتا ہوں۔ اس لیے اسی کی طرف سیدھی راہ پر چلو، توحید کو مانو اور اسی سے اب تک جو شرک کیا ہے، اس کی اور دوسرے گناہوں کی معافی مانگو۔ کسی اور سے نہ مانگو" وویل للمشرکین - تا - ھم الکفرون " یہ تخویف اخروی ہے اور جو اس کی طرف سیدھی راہ (راہ توحید) پر نہ چلا وہ مشرک ہے اور مشرکین کے لیے ویل (ہلاکت یا دوزخ کا مخصوص طبقہ) ہے جو اللہ کی توحید اور آخرت کو نہیں مانتے۔ "ان الذین امنوا (تا) - غیر ممنون" یہ بشارت اخروی ہے سیدھی راہ چلنے والوں کے لیے۔ جواب شبہ : اس دعوے کے بارے میں یہ شبہہ کیا جاتا ہے کہ بعض اوقات مصیبت زدہ انسان غیروں کو پکارتا ہے تو وہ مصیبت سے چھوٹ جاتا ہے۔ یا بعض خواب ایسے نظر آئے ہیں جن سے غیر اللہ کو پکارنے کی تائید ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب دیا" وقیضنا لھم قرناء - تا - انھم کانوا خسرین - رکوع 3)۔ یعنی یہ مس شیطانی کا اثر ہے۔ نیز شیاطین خواب دکھا کر شرک کی تلقین کرتے ہیں۔ چار شکوے علی سبیل الترقی : پہلا شکوی" فاعرض اکثرھم - تا - اننا عاملون " (رکوع 1) یہ زجر بھی ہے۔ آپ ان مشرکین کو ایسی عظیم الشان کتاب سناتے ہیں۔ لیکن وہ اس سے اعراض کرتے ہیں اور سنتے بھی نہیں اور کہتے ہیں مسئلہ توحید سے ہمارے دل پردے میں ہیں اور ہمارے کان بہرے ہیں یعنی تمہاری بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ بلکہ ہم تو ایسی باتوں کو سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ جاؤ میاں اپنا کام کرو۔ ہم تو وہی کچھ کریں گے جو پہلے کرتے ہیں۔ دوسرا شکوی" وقال الذین کرو - تا - لعلکم تغلبون " (رکوع 4)۔ یہ شکوی پہلے شکوے سے علی سبیل الترقی ہے۔ یہ معاندین نہ صرف یہ کہ خود قرآن نہیں سنتے بلکہ دوسروں کو بھی سننے سے روکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں جب قرآن پڑھا جائے تو شور پا کر دیا کرو، تاکہ تمہارے شور وشغب میں قرآن پڑھنے والے کی آواز دب کر رہ جائے۔" فلنذیقن الذین کفرو - تا - من الاسلین " (رکوع 4) دوسرے شکوے بعد تخویف اخروی کا ذکر ہے کفار ومشرکین کو ان کی بداعمالیوں کا شدید ترین عذاب دیا جائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔" ان الذین قالوا ربنا اللہ - تا - نزلا من غفور رحیم - (رکوع 4) یہ اللہ کی توحید کو ماننے والوں اور اس پر قائم رہنے والوں کے لیے بشارت اخرویہ ہے ان کو جنت ہر آسائش اور ہر منہ مانگی نعمت ملے گی۔ - ومن احسن قولا - تا - انہ ھو السمیع العلیم - (رکوع 5)۔ یہ دوسرے شکوے سے متعلق ہے اور اس میں ترغیب وترہیب اور طریق تبلیغ کا بیان ہے۔ جب آپ ان کو حکمنامہ خداوندی سنائیں گے، وہ شور مچائیں گے، اور گالیاں دیں گے، اس وقت آپ صبر کریں۔ اور ان کی سختی اور درشتی کا نرمی سے جواب دیں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بھی نرم پڑ جائیں گے اور آپ کی بات سنیں گے۔ لیکن اگر کبھی

بتقاضائے بشریت آپ کو غصہ آجائے تو شیطان کے شر سے خدا کی پناہ مانگیں۔ تیسرا شکوی :" ان الذی کفرو" تا "تنزیل من حکیم حمید" (رکوع 5)۔ یہ تیسرے شکوے کی تمہید ہے۔ مشرکین از راہ عناد آپ پر اعتراضات کریں گے آپ اس سے تنگدل نہ ہوں، حالانکہ یہ ایک ایسی سچی کتاب ہے یکہ اس پر اعتراض کی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ باطل اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔ کیونکہ وہ حکمت والے اور ہر صفت سے متصف بادشاہ کا حکم نامہ ہے۔" ما یقال لك الا ما قد قیل للرسل من قبلك (الایۃ)" تمہید کے بعد یہ اصل شکوی ہے۔ اور ضمناً آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تسلی ہے، مشرکین آپ پر جو اعتراضات کر رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ آپ سے پہلے انبیاء ورسل (علیہم السلام) کے ساتھ ان کے معاصر معشرکین نے بھی یہی رویہ اختیار کیا۔ اس کے بعد تین شبہات یا اعتراضات کا جواب ہے۔ یہ شکوی دوسرے شکوے سے بطور ترقی ہے۔ اول تو وہ سنتے ہی نہیں، خود سننا تو درکنار بلکہ وہ دوسروں کو بھی سننے سے روکتے ہیں۔ اور اگر وہ حسن تبلیغ اور نرمی گفتار سے متاثر ہو کر قرآن سن بھی لیں تو اس کا اثر قبول کرنے کے بجائے الٹے اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ لیکن آپ اس سے غم گین نہ ہوں کیونکہ سابق انبیاء (علیہم السلام) کو بھی اس قسم کے حالات سابقہ پڑ چکا ہے۔ تین شبہات کا جواب : پہلے شب ہے کا جواب :۔" ولو جعلنہ قرانا الخ" مشرکین کا شبہہ یہ تھا کہ قرآن کسی عجمی (غیر عربی) زبان میں کیوں نازل نہیں کیا گیا۔ یہ عربی قرآن تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خود بنا کرنا تا ہے۔ اس کا جواب دیا کہ اگر قرآن کسی عجمی زبان میں اترتا تو یہ لوگ اعتراض کرتے کہ یہ قرآن واضح اور مفصل کیوں نہیں، وہ ہماری تو سمجھ ہی میں نہیں آتا یہ قرآن ماننے والوں کے لیے سراسر ہدایت اور نسخہ شفا ہے۔ لیکن جو اسے سنتے ہی نہیں، اس لیے وہ گمراہی کی تاریکی ہی میں گم رہیں گے۔ دوسرے شب ہے کا جواب" ولقد اتینا موسیٰ الکتب الخ" شبہہ یہ تھا کہ یہ قرآن سارے کا سارا ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں ہوا، معلوم ہوتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے پاس سے تھوڑا تھوڑا بنا کرنا تا ہے۔ نیز اگر یہ سچی کتاب ہوتی تو اس کے بارے میں اختلاف نہ ہوتا بلکہ سب لوگ ہی اس پر ایمان لے آتے۔ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو جو کتاب دی تھی وہ ایک ہی دفعہ میں ساری نازل کی گئی تھی اور وہ تھی بھی سچی کتاب، لیکن پھر بھی اس میں اختلاف کیا گیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ انکار محض عناداً ہے۔ تیسرے شب ہے کا جواب" ولولا کلمۃ سبقت من ربک الخ" شبہہ یہ تھا کہ جب ہم مانتے نہیں، تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ تو اس کا جواب دیا گیا کہ عذاب کی آمد کا ایک وقت مقرر ہے وہ آئے گا ضرور لیکن اپنے وقت پر اس سے پہلے نہیں آسکتا۔ چوتھا شبہہ" لایسئم الانسان" تا "فذودعاء عریض" (رکوع 6)۔ انسان مشرک، معبودان باطلہ سے مانگتا ہوا تھکتا نہیں۔ لیکن جب اسے ان سے کچھ حاصل نہ ہو، تو فوراً ناامید ہو جاتا ہے اور خدا کو پکارنے لگتا ہے۔ اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اس کی تکلیف دور کر دے، تو صاف کہہ دیتا ہے بیشک میں اس انعام کا مستحق تھا، کیونکہ میں نے فلاں معبود یا بزرگ کو پکارا تھا۔

اور یہ قیامت جس کی آمد آمد کا ڈھنڈورہ پیٹا جارہا ہے اول تو آئے گی ہی نہیں اور اگر بالفرض آگئی تو وہاں بھی میرا بھلا ہی ہوگا۔ کیونکہ میرے یہ معبود اور بزرگ وہاں میرے سفارشی ہوں گے۔ مشرک انسان مذبذب اور ڈانواں ڈول رہتا ہے اور ایک حال پر قائم نہیں رہتا۔ جب اللہ تعالیٰ اس پر انعام فرماتا ہے تو وہ فخر وغرور سے اتراتا ہے اور خدا کا شکر نہیں بجالاتا۔ اور اگر اس پر کوئی مصیبت آجائے تو معبودان باطلہ سے مایوس ہو کر خدا کو پکارنے لگتا ہے اس شکوے کے درمیان "فلننبئن الذین کفروا الخ" میں تخویف اخروی مذکور ہے۔ "قل ارءیتم ان کان (الایۃ)" یہ چاروں شکووں سے متعلق ہے، یعنی یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن واقعی اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس سے کفر کرو، نہ خود اسے سنو اور نہ کسی اور کو سننے دو اور اگر کبھی سن ہی لو تو اس سے اثر پذیر ہونے کے بجائے اس پر از راہ عناد اعتراضات ہی کرتے رہو اور معبودان باطلہ کی دعا پکار کو ترک نہ کرو کیا یہ چیز تمہارے حق میں نقصان دہ نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی اور ایسے معاند لوگ سب سے بڑے گمراہ ہیں۔ "سنریہم ایتنا - تا - انہ الحق" (رکوع 6)۔ یہ تخویف دنیوی ہے۔ ہم اپنے متصرف فی الامور ہونے کی نشانیاں اطراف والے لوگوں میں اور خود ان میں دکھائیں گے جس سے انھیں معلوم ہو جائے گا کہ واقعی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

چار عقلی دلیلیں علی سبیل الترقی : اس سورت میں چار عقلی دلیلیں مذکور ہیں۔ پہلی دو دلیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر اور ساری کائنات میں وہی متصرف ومختار ہے اور آخری دو دلیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے۔ جب وہی متصرف ومختار اور عالم الغیب ہے تو اس کے سوا کسی کو مصائب وحاجات میں پکارنا جائز نہیں۔ ہر عقلی دلیل کے بعد تخویف مذکور ہے۔ **پہلی عقلی دلیل** : "قل ائنکم لتکفرو - تا - ذالك تقدیر العزیز العلیم" (رکوع 6)۔ حاصل یہ کہ تم کیسے نادان ہو کہ اس ذات پاک کے ساتھ اوروں کو شریک بناتے ہو۔ جس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا، آسمان کو ستاروں سے زینت بخشی اور زمین کو رزق کے خزانوں سے مالا مال کر دیا لیکن تمہارے خود ساختہ معبود جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ان میں سے کوئی بھی یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔ "فان اعرضوا فقل انذرتکم - تا - بما کانوا یکسبون" (رکوع 3)۔ یہ پہلی عقلی دلیل کے بعد تخویف دنیوی ہے۔ اگر مشرکین مکہ اس حکنامے سے اعراض کریں تو ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو قوم عاد وثمود کا ہوا۔ انھوں نے بھی اس حکم (الا تعبدو الا اللہ) کا انکار کیا تو قوم عاد کو طوفان باد سے اور قوم ثمود کو آسمانی کڑک سے ہلاک کر دیا گیا۔ "ونجینا الذین امنوا (الایۃ)" یہ اس حکم ماننے کو ماننے والوں کے لیے بشارت اخروی ہے۔ "ویوم یحشر اعداء اللہ - تا - فماھم من المعتبین" (رکوع 3)۔ یہ تخویف اخروی ہے دنیوی عذاب کے علاوہ ان منکرین کے لیے آخرت میں بھی سخت عذاب تیار ہے۔ آخرت میں ان کے کان، ان کی آنکھیں، ان کے چہرے بلکہ ان کے تمام اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے، اس طرح ان کا کوئی جرم پوشیدہ نہیں رہے گا، اور انھیں ہر جرم اور

گناہ کی پوری پوری سزا ملے گی۔ دوسری عقلی دلیل، یہ دلیل پہلی دلیل سے ترقی اور ان کی تفصیل ہے۔ اور اس میں قیامت کا اثبات بھی ہے" ومن ایته الیل والنھار - تا - ان کنتم ایاہ تعبدون - (رکوع 5)۔ یہ پہلی دلیل کے ایک حصے (یعنی آسمان سے متعلق) کی تفصیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نشانات قدرت میں سے دن، رات اور سورج و چاند ہے۔ یہ چیزیں اسی کے اختیار وتصرف میں ہیں۔ اور اس کے تابع فرمان ہیں۔ لہٰذا ان کو کارساز سمجھ کر ان کی عبادت و تعظیم بجا نہ لاؤ۔ " ومن ایته انك تر " تا" انه علی کل شیء قدیر " یہ پہلی دلیل کے ارضی (زمین سے متعلق) حصے کی تفصیل ہے۔ یہ بھی اس کی قدرت کے نشانات میں سے ہے کہ بنجر اور خشک زمین کو وہ مینہ برسا کر زندہ کرتا اور اس میں لہلہاتا سبزہ پیدا کر دیتا ہے جو اس مردہ زمین کو زندہ کرسکتا ہے وہ قیامت کے دن مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرلے گا۔ یہی قادر وقیوم تم سب کا معبود اور کارساز ہے اس کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔ " ان الذین یلحدون - تا - انه بما تعملون بصیر " (رکوع 5)۔ یہ دوسری عقلی دلیل کے بعد تخویف اخروی ہے اور ضمناً بشارت اخروی ہے۔ ملحد اور مومن اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ ملحدین کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور مومنین کاملین جہنم سے محفوظ رہیں گے۔ دونوں جماعتوں میں سے وہی جماعت بہتر ہے جو قیامت کے دن جہنم کے عذاب سے مامون رہے گی۔ تیسری عقلی دلیل :" الیه یرد علم الساعة - تا - ولا تضع الا بعلمه " (رکوع 6)۔ اس دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں غیب کی کنجیاں اس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دیں۔ " یوم ینادیھم این شرکاءی - تا - مالھم من محیص - (رکوع 6)۔ یہ تیسری دلیل کے بعد تخویف اخروی ہے قیامت کے دن مشرکین کے خود ساختہ سفارشی ان کے کام نہیں آئیں گے اور انھیں کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ چوتھی عقلی دلیل " اولم یکف بربکم انه علی کل شیء شھید " (رکوع 6) اس دلیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب اور حاضر و ناظر نہیں۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ تیرا پروردگار ہر چیز سے باخبر اور اپنے علم محیط سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہے؟ پھر اس کے سوا اوروں کو کیوں پکارا جائے جو عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ " الا انھم فی مریة (الایة) "۔ یہ چوتھی دلیل کے بعد تخویف دنیوی و اخروی ہے۔ ان منکرین توحید کا قیامت پر بھی ایمان نہیں۔ انھیں خبردار رہنا چاہیے کہ وہ کسی بھی وقت اس کی دسترس سے باہر نہیں ہو سکتے۔ وہ جب چاہے دنیا میں انھیں پکڑے اور قیامت کے دن بھی وہ اس کی دسترس سے باہر نہیں ہوں گے اور وہاں بھی وہ سزا پائیں گے۔

سورة الشوری (42)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الشوریٰ ہے، شوریٰ کا معنی مشورہ ہے، اس سورت کی ایک آیت میں یہ بتایا ہے کہ مسلمان اپنے کام باہمی مشورے

سے کرتے ہیں، وہ آیت یہ ہے:

والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوۃ وامرھم شوری بینھم ومما رزقنھم ینفقون (الشوریٰ 38:)

اور وہ لوگ جو اپنے رب کے احکام کو قبول کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے (ہر) کام کو باہمی مشورے سے کرتے ہیں

اس آیت میں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کا ہر اہم کام باہمی مشورہ سے کرنا چاہیے کیونکہ ہر شخص نہ عقل کل کا مالک ہوتا ہے اور نہ ہر شخص کی ہر رائے صائب اور صحیح ہوتی ہے، ایک گھرانے کے سربراہ کو گھر کے دوسرے بڑوں سے مشورہ کرنا چاہیے، ایک شہر کے سربراہ کو اور اسی طرح ایک ملک کے سربراہ کو دوسرے بڑوں سے مشورہ کرنا چاہیے اور جو کام اور جو مہم درپیش ہو اس کام میں اس کے ماہرین اور ارباب حل وعقد سے مشورہ کرنا چاہیے، جس طرح حضرت عمر (رض) نے اپنے بعد خلیفہ کے تقرر کے لیے ان چھ اصحاب کی کمیٹی مقرر فرمادی تھی جن سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے واصل کے وقت راضی تھے،

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام میں حکومت کی تشکیل اور اجتماعی نظام کی اساس شورائیت پر ہے، خواہ یہ حکومت عام انتخابات کے ذریعہ وجود میں آئی ہو، جیسے حضرت ابوبکر (رض) کو عام مسلمانوں نے منتخب کیا تھا یا سابق خلیفہ نے کسی اہل شخص کو نامزد کردیا ہو جیسے حضرت ابوبکر (رض) نے حضرت علی (رض) کو اپنا خلیفہ نامزد کردیا تھا، یا ارباب حل وعقد نے کسی اہل شخص کو اپنا امیر اور سربراہ مقرر کرلیا ہو، جیسے ان چھ اصحاب نے حضرت عثمان (رض) کو اپنا امیر اور سربراہ حکومت مان لیا تھا، اسلام میں حکومت کے تقرر کی یہی تین مستحسن صورتیں ہیں، تاہم ملوکیت اور بادشاہت کی بھی اسلام میں گنجائش ہے، جیسے حضرت امیر معاویہ (رض) تھے، اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں :

عَنْ سَفِينَةَ، قَالَ ;قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم» ;خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ، أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ«

حضرت سفینہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : خلافت نبوت تیس سال تک رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنا ملک عطا فرمادے گا (اور ملوکیت ہوجائے گی)۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ٤٦٤٧ :۔ ٤٦٤٦)

امام احمد کی روایت میں اس میں یہ اضافہ ہے:

عَنْ سَفِينَةَ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ :" الْخِلَافَةُ ثَلَاثُونَ عَامًا، ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَ ذَلِكَ الْمُلْكُ ".قَالَ سَفِينَةُ :أَمْسِكْ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ سَنَتَيْنِ، وَخِلَافَةَ عُمَرَ عَشْرَ سِنِينَ،

وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً، وَخِلَافَةَ عَلِيٍّ سِتَّ سِنِينَ

حضرت سفینہ نے کہا : حضرت ابوبکر کی خلافت دو سال ہے، حضرت عمر کی خلافت دس سال ہے، حضرت عثمان کی خلافت بارہ سال ہے اور حضرت علی (رض) کی خلافت چھ سال ہے۔اس حدیث کی سند حسن ہے۔(مسند احمد ج ۳۶ ص ۲۴۸، رقم الحدیث ۲۱۹۱۹ :)

اس سورت کے شروع میں حٰم عسق کے الفاظ ہیں، اس وجہ سے اختصاراً اس سورت کو "عسق" بھی کہا جاتا ہے۔

الشوریٰ کا زمانہ نزول:

تفسير القرطبي (16/ 1)

سُورَةُ الشُّورَى مَكِّيَّةٌ فِي قَوْلِ الْحَسَنِ وَعِكْرِمَةَ وَعَطَاءٍ وَجَابِرٍ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَتَادَةُ :إِلَّا أَرْبَعَ آيَاتٍ مِنْهَا أُنْزِلَتْ بِالْمَدِينَةِ:" قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبى "

البحر المحيط في التفسير (9/ 322)

هَذِهِ السُّورَةُ مَكِّيَّةٌ فِي قَوْلِ الْحَسَنُ وَعَطَاءٌ وَعِكْرِمَةُ وَجَابِرٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :مَكِّيَّةٌ إِلَّا أَرْبَعَ آيَاتٍ مِنْ قَوْلِهِ :قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبى إِلَى آخِرِ الْأَرْبَعِ آيَاتٍ، فَإِنَّهَا نَزَلَتْ بِالْمَدِينَةِ. وَقَالَ مُقَاتِلٌ :فِيهَا مَدَنِيٌّ قَوْلُهُ :ذلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبادَهُ إِلَى الصُّدُورِ.

جمہور علماء اور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکی ہے، حضرت ابن عباس (رض) اور قتادہ نے" قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی۔(الشوریٰ ۲۷ :۔ ۲۳) کو مدنی آیات میں شمار کیا ہے

مقاتل نے کہا ہے کہ" ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ " (الشوریٰ ۲۷ :) مدنی ہے، نیز انھوں نے کہا ہے کہ" والذین اذا اصابھم البغی ۔" (الشوریٰ ۴۰ :۔ ۳۹) بھی مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے، الشوریٰ، سورۃ الکہف کے بعد اور سورۃ ابراہیم سے پہلے نازل ہوئی ہے، نزول قرآن کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۲ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۲ ہے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ اس سورت کا نزول بعثت نبوی کے آٹھویں سال میں ہوا ہے، جب اہل مکہ سے بارش روک لی گئی تھی اور بعثت نبوی کے نویں سال تک اس کا نزول جاری رہا، اس وقت نقباء انصار مدینہ سے مکہ حاضر ہو کر لیلۃ العقبہ میں مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ حم السجدہ میں یہ شبہہ دور کیا گیا کہ خواب میں یا بیداری میں بعض دفعہ بزرگوں کی زیارت ہو جاتی ہے تو ان کی گفتگو سے معلوم

ہوتا ہے کہ غیر اللہ کو حاجات میں پکارنا اور ان کی نذریں منتیں ماننا جائز ہے، تو اس کا جواب دیا گیا کہ یہ سب شیاطین کی شرارت ہے وہ خواب میں یا بیداری میں بزرگوں کی شکلوں میں متمثل ہو کر سامنے آتے اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اب سورۃ شوریٰ میں ایک دوسرے شبہے کا جواب دیا جائے گا۔ یعنی مشرکین کہتے ہیں کہ ہمیں کتب سابقہ میں ایسی عبارتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنے کی اجازت ہے، تو اس کا جواب دیا گیا کہ تمام انبیاء (علیہم السلام) پر جو کتابیں نازل کی گئیں ان میں یہی مضمون تھا، لیکن اب اگر ان کتابوں میں اس کے خلاف کوئی چیز ملتی ہے جس سے شرک کی تائید ہوتی ہو، تو وہ خدا کی توحید اور انبیاء (علیہم السلام) کی تعلیمات سے باغی علماء اور گمراہ کن پیشواؤں کی تحریف ہے اور انھوں نے خود ہی ایسے مشرکانہ مضامین لکھ کر ان کتابوں میں شامل کر دیئے ہیں، اس لیے بعد والے لوگ جو ان کی تحریفات کو دیکھ کر گمراہ ہوئے وہ معذور نہیں ہوں گے۔ اس قسم کے تین شبہات کا جواب گزشتہ سورتوں میں گذر چکا ہے۔ اول حضرت سلیمان (علیہ السلام) سے ایسے کلمات ملتے ہیں جن میں غیر اللہ کو پکارنا لکھا ہے تو سورۃ بقرہ رکوع 12 میں اس کا جواب دیا گیا۔ "وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفرو۔ الایۃ" کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی طرف غیر اللہ کو پکارنے اور جادو کرنے کی نسبت غلط ہے یہ شیاطین کی شرارت ہے کہ انھوں نے خود کتابیں تصنیف کر کے ان میں اپنی طرف سے حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے حق میں ایسے کلمات منسوب کر دیئے۔ اسی طرح اولیاء کرام کی طرف بعد کے مفسد لوگوں نے گمراہ کن اور مشرکانہ باتیں منسوب کر دی ہیں جن سے وہ بزرگ بری ہیں۔ دوم، عیسائیوں نے کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) خود ہی ہمیں تعلیم دے گئے ہیں کہ حاجات میں مجھے پکارا کرنا۔ اس کا جواب سورۃ آل عمران (رکوع 8) "ما کان لبشر ان یو تیہ اللہ الکتب۔ الایۃ" میں دیا گیا کہ یہ بھی عیسیٰ (علیہ السلام) پر بہتان ہے، وہ تو اللہ کے پیغمبر تھے اور اللہ کے پیغمبر سے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اللہ کی توحید کے خلاف لوگوں کو تعلیم دے۔ سوم، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں انجیل اور قرآن میں جو کلمات ملتے ہیں مثلاً ابن اللہ (انجیل)، کلمۃ اللہ، روح اللہ (قرآن) ان سے شبہہ ہوتا ہے کہ ان کو اللہ کی بارگاہ میں ایسا قرب حاصل ہے کہ شاید ان کو نظام کائنات میں کچھ اختیارات بھی دیئے گئے ہوں۔ اس کا جواب سورۃ آل عمران (رکوع 1) "ھو الذی انزل علیك الکتاب منہ ایت محکمت ھن ام الکتب واخر متشبھت۔ الایۃ" میں دیا گیا کہ یہ کلمات متشابہات میں سے ہیں اور دین وشریعت کے احکام کی بنیاد محکمات ہیں، نہ کہ متشابہات اور متشابہات کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

الشوریٰ کے مقاصد اور مضامین:

اس سورت کے مقاصد اور مباحث حسب ذیل ہیں:

☆ اس سورت کے شروع میں حٰمٓ عٓسٓقٓ لا کر یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ قرآن بھی ان ہی الفاظ سے مرکب ہے، جن الفاظ سے تم کلام بناتے

ہو، اگر تمہارے دعویٰ کے مطابق یہ قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے اور اللہ کا کلام نہیں ہے تو تم بھی ایسا کلام بنا کر لے آؤ۔

☆ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر وحی نازل فرمائی ہے جیسا کہ اس سے پہلے رسولوں پر وحی نازل فرماتا رہا ہے، تاکہ آپ مکہ اور اس کے گردونواح کے لوگوں کو قیامت سے ڈرائیں۔

☆ بیشک تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کی چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہیں اور اسی کی زیر سلطنت ہیں اور اس کی قدرت کا کوئی مزاحم اور مخالف نہیں ہے اور نہ اس کی حکمت میں کوئی شک ہے اور تمام زمین وآسمان اس کے حکم کے تابع فرمان ہیں، پس وہ جس شخص کو چاہیے اپنا پیغام پہنچانے کے لیے منتخب فرمالیتا ہے، سو جس طرح اس نے اس سے پہلے زمانوں میں رسولوں کو منتخب فرمایا تھا اسی طرح اس نے اس زمانہ کے لوگوں کے لیے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رسالت کے لیے منتخب فرمالیا ہے، اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ہی رسول بھیجے تھے تو اگر اس نے اہل مکہ کے لیے ایک انسان اور بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو ان میں کون سی تعجب کی یا انہونی بات ہے۔

☆ مشرکین جو آپ کی دعوت سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں لا رہے، ان کے پاس سوائے اپنے آباء واجداد کی اندھی تقلید کے اور کوئی دلیل نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر دلائل قائم فرمائے کہ جب تم سطح سمندر پر کشتیوں کے ذریعہ سفر کرتے ہو تو وہی تمہاری کشتیوں کو رواں دواں رکھتا ہے اور تم کو سلامتی کے ساتھ ساحل پر پہنچاتا ہے اور انواع واقسام کی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

☆ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلی دی ہے کہ کفار کی تکذیب سے آپ پریشان نہ ہوں، ان کافروں کی تکذیب کا اللہ تعالیٰ حساب لے گا اور ان کی مخالفت کی ان کو سزا دے گا۔

☆ جو شخص آخرت کے لیے عمل کرے گا اور برے اور بے حیائی کے کاموں سے بچے گا اور انتقام پر قدرت کے باوجود معاف کر دے گا اور اپنے رب کے احکام کو مانے گا اور نماز کو قائم کرے گا اور اہل علم سے خیر کے کاموں میں مشورہ کرے گا اور ظالموں اور سرکشوں کو سزا دے گا اور اگر بدلہ لینے کی نوبت آئی تو اس میں تجاوز نہیں کرے گا سو ایسے ہی لوگ دنیا اور آخرت میں فلاح پانے والے ہیں۔

☆ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے اور اس کے احکام قبول نہیں کرتے وہی دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

مختصر خلاصہ :

ازالہ شبہہ اور اس کے بعد اس سے متعلق دونوں دعووں کے بارے میں آیات۔ پہلا دعویٰ تمام انبیاء (علیہم السلام) کی طرف یہی وحی کی گئی تھی کہ عالم الغیب اور کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لیے صرف اسی کو پکارو۔ دوسرا دعویٰ انبیاء (علیہم السلام)

کی اس متفق علیہ تعلیم کے خلاف جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ باغی اور گمراہ علماء کا کارنامہ ہے۔ یہ تحریفات بعد کے لوگوں کے لیے قابل عذر نہیں ہیں جس طرح گوسالہ سامری کا آواز نکالنا گوسالہ پرستوں کے لیے قابل معذرت نہیں تھا پھر دونوں دعووں کے متعلق آیات ہوں گی اور درمیان میں دفع عذاب کے لیے امور ثلاثہ کا بیان ہوگا آخر سورت میں تینوں دلائل عقلی، نقلی اور وحی۔

سورة زخرف (43)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الزخرف ہے، کیونکہ اس سورت کی ایک آیت میں زخرف کا لفظ آیا ہے اور یہ کل کا نام جز کے نام پر رکھنے کے قبیل سے ہے، درج ذیل آیتوں میں زخرف کا لفظ ہے:

لولا ان يكون الناس امة واحدة لجعلنا لمين يكفر بالرحمن لبيوتهم سقفا من فضة ومعارج عليها يظهرون ولبيوتهم ابوابا وسررا عليها يتكون وزخرفا. (الزخرف 33:-35)

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام لوگ ایک ہی نظریہ کے حامل ہو جائیں گے تو ہم رحمن کا کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں اور ان کے بالا خانوں کی ان سیڑھیوں کو جن سے وہ چڑھتے ہیں چاندی کی بنا دیتے اور ان کے گھروں کے دروازوں اور ان تختوں کو جن پر وہ ٹیک لگاتے ہیں ان کو بھی چاندی کا بنا دیتا (چاندی کے علاوہ) سونے کا بھی بنا دیتے۔

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

زخرف کا معنی ہے: سونا، کسی چیز کے کمال حسن کو بھی زخرف کہتے ہیں اور کسی چیز پر سونے کی ملمع کاری کی جائے تو اس کو مزخرف کہتے ہیں، زمین پر رنگ بہ رنگ کا سبزہ اور پھول کھلے ہوں تو اس کو بھی مزخرف کہتے ہیں۔ (القاموس المحیط ص ۸۱۵)

علامہ ابو السعادت المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

زخرف کا اصل میں معنی ہے: سونا اور کسی چیز کے حسن کا کمال، حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا:

لتزخرفنها کما زخرفت الیھود والنصاری۔

تم ضرور مساجد میں سونے کے نقش ونگار بناؤ گے جیسے یہود و نصاری نے مساجد میں سونے کے نقش ونگار بنائے تھے۔ (صحیح البخاری: باب الصلوۃ ۶۲، سنن ابو داؤد ۱۲ :)

مسجد میں سونے کے بیل بوٹے بنانے اس لیے منع فرمایا ہے پھر نمازیوں کی توجہ اس طرف ہوگی اور اس سے ان کے خضوع اور خشوع میں کمی ہوگی۔ (النہایہ ج ۲ ص ۲۷۱،)

سورت الزخرف مکی ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۶۳ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۴۳ ہے۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ شوریٰ میں ذکر کیا گیا ہے کہ تمام انبیاء (علیہم السلام) کی تعلیم یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہی متصرف وکارساز ہے۔ اس لیے حاجات میں صرف اسی کو پکارو انبیاء (علیہم السلام) کی متفق علیہ تعلیم کے خلاف کتب سابقہ میں جو مواد ملتا ہے، وہ باغی اور گمراہ کن پیشواؤں کی تحریفات ہیں جو انھوں نے محض ضد سے لکھ کر ان میں شامل کر دیں اور اس طرح لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ اب سورۃ زخرف میں مشرکین کے ایک اور شبہ کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم نے مان لیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی متصرف ومختار نہیں اور ہمارے معبود حاجت روا نہیں ہیں کیونکہ سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور ہم اپنے معبودوں کی عبادت اس لیے کرتے اور انھیں اس لیے پکارتے ہیں کہ وہ خدا کی بارگاہ میں ہمارے شفیع (سفارشی) ہیں اور خدا سے ہمارے کام کرا دیتے ہیں۔ سورت کے آخر میں "ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ۔ الایۃ" میں اس کا جواب دیا گیا کہ اللہ کی بارگاہ میں کوئی شفیع غالب نہیں اور قیامت کے دن صرف انہی لوگوں کے حق میں شفاعت قبول ہوگی جنہوں نے دنیا میں توحید کی شہادت دی۔ اس لیے مشرکین کے حق میں کوئی شفاعت نہیں ہوگی۔

سورت کے مقاصد ومضامین :

☆ اس سورت کے اہم مقاصد میں سے مشرکین کو بت پرستی سے روکنا ہے اور ان لوگوں کے حال پر تعجب کا اظہار فرمایا ہے جو یہ اعتراف کرتے تھے کہ ان کا خالق اور مالک اور ان کا اور تمام مخلوقات کا منعم اللہ تعالیٰ ہے، اس کے باوجود وہ بتوں کو اللہ کا شریک قرار دے کر ان کی عبادت کرتے تھے۔

☆ مشرکین کی اس پر مذمت کہ وہ بیٹیوں کو بیٹوں سے کم درجہ کا قرار دیتے تھے، اس کے باوجود وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔

☆ سابقہ امتوں کو ان کے رسولوں کے ساتھ احوال اور اہل مکہ کو سابقہ امتوں کے انجام سے ڈرانا اور ان کو یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ جو ان کو ڈھیل دے رہا ہے اس سے وہ دھوکا نہ کھائیں۔

☆ رسولوں میں سے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا، حضرت ابراہیم (علیہم السلام) کا اس لیے کہ انھوں نے اپنی نسل میں عقیدہ توحید کو باقی رکھا اور ان کو قیامت کے بعد آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور کفار مکہ حضرت ابراہیم کی اولاد ہونے پر فخر کیا کرتے تھے اور حضرت موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کا اس لیے ذکر فرمایا کہ اہل کتاب ان کی طرف منسوب ہونے پر فخر کیا کرتے تھے۔

☆ ان آیات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کے پیدا کرنے، بارش کو نازل فرمانے، مختلف چیزوں کے جوڑے

بنانے اور دریاؤں اور سمندروں میں کشتیوں کو رواں دواں رکھنے سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا:

☆اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کرنے سے ڈرایا اور لوگوں کو آخرت کی دائمی نعمتوں کی طرف رغبت دلائی، اور ان پر اپنے اس احسان کو یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی پر جو قرآن نازل فرمایا ہے وہ جس طرح نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا شرف اور آپ کی فضیلت بیان کی ہے اور قیامت کی ہولناکیاں بیان کی ہیں اور بتایا ہے کہ جس طرح جنت اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے اسی طرح دوزخ اہل کفر کے ساتھ خاص ہے۔

مختصر خلاصہ:

"حم والکتب" تا "لعلی حکیم" تمہید مع ترغیب ہے اور عظمت کتاب کا بیان ہے۔ یہ روشن اور واضح کتاب جس کا نام لوح محفوظ "علی حکیم ہے، اس کو سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ افنضرب عنکم الخ زجر ہے۔ "وکم ارسلنا من نبی" تا "ومضی مثل الاولین" تخویف دنیوی ہے۔ ہم نے گزشتہ امتوں میں پیغمبر بھیجے، انھوں نے ماننے کے بجائے ان کا مذاق اڑایا، تو ہم نے ان سرکشوں کو ہلاک کر دیا جو ان مشرکین قریش سے بھی زیادہ طاقتور اور تومند تھے۔ "ولئن سالتھم" تا "العزیز العلیم" یہ توحید پر پہلی عقلی دلیل ہے علی سبیل الاعتراف۔ اگر ان مشرکین سے پوچھو کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے، تو کہیں گے کہ اللہ نے، جب ہر چیز کا خالق وہی ہے تو کارساز بھی وہی ہے۔ "الذی جعل لکم الارض" تا "ما ترکبون" یہ دلیل عقلی پر تنویرات ہیں۔ زمین و آسمان کا خالق وہی ہے جس نے زمین کو ہموار بنایا اور اس میں راستے بنائے اور آسمان سے مینہ برسا کر مردہ زمین کو زندہ کیا اور ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا اور سواری کے لیے کشتیاں اور چوپائے پیدا کیے یہ سب کچھ اس لیے کیا تا کہ تم کائنات کو دیکھ کر اس میں غور وفکر کر کے سمجھ لو کہ سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں اور تم اس کی طرف رجوع کرو۔ "وجعلوا لہ من عبادہ جزءا" تا "غیر مبین" (رکوع 2) یہ زجر ہے۔ دلیل عقلی اور اس کی تنویر سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے مشرکین کے اس عقیدے کا رد کیا گیا ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور کائنات میں اللہ کی طرف سے نائب متصرف ہیں اور پھر اللہ کی طرف نسبت کی تو بیٹیوں کی، حالانکہ خود بیٹیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ "وجعلوا الملئکۃ الخ" یہ اعادہ زجر ہے اور پہلے "جعلوا" کی تفسیر ہے۔ "وقالوا لوشاء الرحمن الخ" یہ شکوی ہے۔ مشرکین سے جب کوئی جواب نہیں بن پڑتا تو مشیت ایزدی کا سہارا لیتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ حالانکہ یہ دلیل نہیں۔ شریعت دلیل عقلی، دلیل نقلی یا دلیل وحی سے ثابت ہوتی ہے۔ "مالھم بذلک من علم الخ" لیکن ان کے پاس کوئی عقلی دلیل نہیں۔ "ام اتینھم کتابا الخ" اور ان کے پاس کوئی نقلی دلیل بھی نہیں ہے۔ "بل قالوا انا وجدنا" اور دلیل وحی تو ان کے پاس ہو ہی نہیں سکتی۔ ان کے پاس اگر کوئی دلیل ہے تو صرف یہ کہ ہمارے باپ دادا چونکہ اسی دین (شرک) پر تھے، اس لیے ہم بھی انہی کے

نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ "و کذلك ما ارسلنا من قبلك الخ" یہ شکوے سے متعلق ہے، آپ سے پہلے ہم نے جس بستی میں مسئلہ توحید پہنچانے کے لیے اپنا پیغمبر بھیجا، وہاں کے دنیادار اور دولتمند لوگوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی دین پر پایا ہے، اس لیے ہم انہی کے نقش قدم پر چلیں گے۔ "فانتقمنا منھم الخ" یہ تخویف دنیوی ہے۔ ہم نے ان معاندین سے دنیا ہی میں انتقام لے لیا اور ان کا انجام بد کسی سے پوشیدہ نہیں۔ "واذ قال ابراھیم لابیہ الخ" (رکوع 3) ۔ یہ پہلی دلیل نقلی تفصیلی ہے، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے اس دعوے پر کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت، دعا اور پکار کے لائق نہیں۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ میں تمہارے معبودان باطلہ کی عبادت اور پکار سے بیزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعوت ابراہیمی (دعوت توحید) کو ان کی اولاد میں جاری فرما دیا اور اس کی تبلیغ کے لیے پیغمبر مبعوث کیے۔ "بل متعت ھؤلاء الخ" یہ اہل مکہ کی طرف التفات ہے۔ دلائل ہرہ سے اہل مکہ پر مسئلہ توحید واضح ہو چکا ہے، اس لیے اب شک کی تو کوئی گنجائش نہیں، بلکہ ان کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا میں متاع عیش سے مالا مال کر دیا، تو دنیوی عیش اور دولت کے نشے میں مخمور ہو کر انھوں نے انکار کر دیا۔ "وقالوا لولا نزل الخ" یہ شکوی ہے۔ دولت دنیا نے انھیں اس قدر مسحور کیا کہ وہ نبوت کو بھی اپنا حق سمجھنے لگے۔ "اھم یقسمون رحمت ربك" یہ جواب شکوی ہے۔ اگر ہم نے دنیا میں ان کو دولت زیادہ دیدی ہے، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کی رحمت (جس میں نبوت بھی داخل ہے) کی تقسیم بھی ان کے اختیار میں ہے۔ "ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ الخ" یہ "وقالوا لولا نزل الخ" (شکوی) سے متعلق ہے۔ یہ لوگ دولت دنیا پر مغرور ہو کر الٹے سیدھے سوال کرتے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی وقعت ہی نہیں۔ "و من یعش عن ذکر الرحمن - تا - فی العذاب مشترکون" (رکوع 4)۔ زجر مع تخویف اخروی ہے اور مشرکین کے نہ ماننے کی وجہ۔ جو لوگ محض ضد و عناد کی وجہ سے توحید کو نہیں مانتے، ان پر شیاطین مسلط ہو جاتے ہیں جو انھیں سیدھی راہ سے روکتے اور شرک کو مزین کر کے ان کو دکھاتے ہیں اور وہ شرک کو ہدایت سمجھتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن جب انھیں اپنے انجام کا پتہ چلے گا تو ان سے بیزار ہوں گے۔ لیکن اس وقت اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ "افانت تسمع الصم الخ" یہ زجر ہے۔ ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ چکی ہے، آپ ان کو راہ راست پر نہیں لا سکتے۔ "فاما نذھبن بك الخ" یہ تخویف دنیوی ہے۔ یہ لوگ انتقام سے نہیں بچ سکتے، خواہ دنیا سے آپ کے رخصت ہو جانے کے بعد خواہ آپ کی زندگی میں، بہر حال وہ دنیوی عذاب اور رسوائی سے نہیں بچ سکتے۔ "فاستمسك بالذی اوحی الیك الخ" یہ دلیل وحی ہے۔ آپ حق پر اور سیدھی راہ پر ہیں، اس لیے آپ کی طرف جو کچھ وحی کیا گیا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو، آپ اسی پر قائم رہیں۔ "واسئل من ارسلنا الخ" یہ تمام انبیاء (علیہم السلام) سے دلیل نقلی اجمالی ہے۔ اپنے جد امجد

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا حال تو تم نے سن ہی لیا، بھلا یہ بتاؤ کہ ان کے علاوہ جتنے بھی رسول ہم نے دنیا میں بھیجے ہیں کیا ان میں سے کسی کو ہم نے غیر اللہ کی عبادت کرنے اور غیر اللہ کو پکارنے کی اجازت دی تھی؟ "ولقد ارسلنا موسیٰ - تا - ومثلا للاخرین " (رکوع 5)۔ دوسری دلیل نقلی تفصیلی از موسیٰ (علیہ السلام) نیز متعلق بہ شکویٰ "وقالوا لولا انزل ھذا القرآن الخ" وتخویف دنیوی جس طرح مشرکین مکہ آپ پر اعتراض کرتے ہیں، فرعون نے بھی موسیٰ (علیہ السلام) پر اسی قسم کے اعتراضات کیے۔ آخر جب فرعون نے استکبار وعناد اور تحقیر حق وتوہین اہل حق سے اللہ کے غضب کو دعوت دی، تو اللہ تعالیٰ نے اسے ساری قوم کے ساتھ غرق کر کے ان سے انتقام لیا اور پچھلوں کیلئے عبرت ونصیحت کا ایک نمونہ بنا دیا۔ - ولما ضرب ابن مریم الخ" (رکوع 6)۔ جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا ذکر آتا ہے تو مشرکین مکہ تالیاں بجاتے ہیں کہ ان کی بھی تو عبادت کی گئی تھی، اس کا جواب آگے آ رہا ہے کہ انھوں نے تو یہی تعلیم دی تھی کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو اور انھوں نے اپنی عبادت کا کسی کو حکم نہیں دیا تھا بلکہ ان کے رفع کے بعد باغیوں نے ان کی عبات شروع کر دی۔ - ولو نشاء لجعلنا منکم ملائکۃ الخ" یہ ایک شبہہ کا جواب ہے۔ مشرکین نے کہا ہمارے معبود تو فرشتے ہیں نہ کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام)۔ تو فرمایا فرشتہ ہونا معبود ہونے کا موجب نہیں، اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے پیدا کر دیں۔ ولما جاء عیسیٰ بالبینات الایۃ، تیسری دلیل نقلی تفصیلی از حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) دلائل وبینات کے ساتھ آئے، تو انھوں نے یہی اعلان فرمایا کہ میرا اور تم سب کا مالک اور کارساز اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس لیے صرف اسی کی عبادت کرو اور حاجات میں مافوق الاسباب صرف اسی کو پکارو، یہی صراط مستقیم (سیدھی راہ) ہے۔ "فاختلف الاحزاب الخ" یہ سوال مقدر کا جواب ہے کہ جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) صرف اللہ ہی کی عبادت کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں اور انھوں نے اپنی عبادت کرنے کا کسی کو حکم نہیں دیا تھا۔ تو پھر ان کی عبادت کیوں کی گئی۔ تو اس کا جواب دیا گیا کہ بعد میں باغیوں نے توحید میں اختلاف ڈالا اور حضرت مسیح (علیہ السلام) کو معبود بنا لیا۔ "فویل للذین ظلموا الخ" یہ تخویف اخروی ہے۔ - یعباد لا خوف علیکم - تا - منھا تاکلون" (رکوع 7)۔ یہ بشارت اخرویہ ہے۔ ایمان والوں کو قیامت کے دن کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔ جنت میں ان کو ہر نعمت ملے گی وہاں ان کی ہر نعمت ملے گی اور وہاں ان کی ہر خواہش پوری کی جائے گی۔ ان المجرمین - تا - انکم ماکثون" یہ تخویف اخروی ہے۔ مجرمین عذاب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ عذاب ان سے کبھی منقطع نہیں ہوگا اور نہ اس میں تخفیف ہی ہوگی۔ - لقد جئنکم بالحق الخ" یہ اہل مکہ کی طرف التفات ہے۔ - ام ابرموا امرا فانا مبرمون" یہ زجر ہے۔ مشرکین پیغمبر (علیہ السلام) کو ایذا پہنچانے کے منصوبے بنا رہے ہیں اور ہم نے آپ کی حفاظت کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ہم ان کے پوشیدہ پروگراموں سے بے خبر ہیں۔ حالانکہ ان کی ہر بات فرشتوں کے پاس محفوظ ہے۔ "قل ان کان للرحمن ولد الخ" یہ ابتداء سورت - وجعلوا لہ

من عبادہ جزءا - سے متعلق ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی نائب ہوتا، تو میں سب سے پہلے اس بات کو مانتا اور اس کی اطات کرتا لیکن اللہ تعالیٰ جو زمین و آسمان اور عرش عظیم کا مالک ہے، وہ نائب سے پاک اور منزہ ہے۔ - فذرهم يخوضوا الخ" یہ زجر مع تخویف ہے۔ "وهو الذی فی السماء اله - تا - واليه ترجعون" یہ دوسری عقلی دلیل ہے۔ زمین و آسمان میں وہی معبود برحق اور متصرف و کارساز ہے، ساری کائنات اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے اور قیامت کا علم بھی صرف اسی کو ہے۔ جب ساری کائنات میں وہی معبود اور متصرف و مختار ہے تو کوئی اس کا نائب بھی نہیں۔" ولا يملك الذين يدعون۔ الاية" یہ سورت کا مرکزی دعوی ہے اور مشرکین کے ایک شبہ کا جواب ہے کہ ہم نے مانا کہ اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں اور سب کچھ کرنے والا اللہ ہی ہے، لیکن ہم اپنے معبودوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمارے سفارشی ہیں۔ فرمایا مشرکین جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں انھیں ان کے حق میں شفاعت کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ - ولئن سالتهم من خلقهم۔ الاية" یہ تیسرے عقلی دلیل ہے علی سبیل الاعتراف من الخصم۔ مشرکین اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان کا اور ان کے معبودان باطلہ کا خالق اللہ ہے، لیکن وہ پھر نہیں سمجھتے اور اللہ کیلئے ولد اور نائب تجویز کرتے ہیں۔ "وقيله يارب الخ" یہ تخویف ہے۔ یہ لوگ ایسے سرکش اور ضدی ہیں کہ ایمان لانے کا نام نہیں لیتے آپ ان سے اعراض کریں۔ وہ عنقریب ہی دنیا میں اور پھر آخرت میں اپنا انجام دیکھ لیں گے اور حقیقت ان پر واضح ہو جائیگی۔

سورة الدخان (44)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الدخان ہے اور اس کا نام الدخان رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی ایک آیت میں الدخان کا لفظ ہے، وہ آیت یہ ہے:

فارتقب يوم تاتى السماء بدخان مبين (الدخان 10:)

سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا الدخان کا لفظ قرآن میں صرف دو جگہ آیا ہے، ایک اس سورت میں اور دوسرا اس آیت میں:

ثم الستوى الى السماء وهى دخان۔ (حٰم السجدة 11:) پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ اس وقت دھواں تھا۔

سورة الدخان مکی ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر چونسٹھ (٦٤) ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر چوالیس (٤٤) ہے، اس سورت کے مضامین کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت آپ کی مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے۔

سورة الدخان کی فضیلت میں احادیث:

عَن أبي هُرَيْرَة قَالَ :قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :من قَرَأَ حم الدُّخان فِي لَيْلَة أصبح يسْتَغْفر لَهُ سَبْعُونَ ألف ملك

○ عَن أبي هُرَيْرَة قَالَ :قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :من قَرَأَ حم الدُّخان فِي لَيْلَة جُمُعَة أصبح مغفورا لَهُ

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جس شخص نے صبح اٹھ کر حٰم الدخان کی تلاوت کی، اس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۸۲۸ :،)

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جس شخص نے جمعہ کی شب حٰم الدخان کی تلاوت کی اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۸۸۹ :)

عَن عبد الله بن عِيسَى قَالَ :أخْبرت أنه من قَرَأَ {حم} الدُّخان لَيْلَة الْجُمُعَة إِيمَانًا وَتَصْدِيقًا بهَا أصبح مغفورا لَهُ

عبداللہ بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ جس شخص نے ایمان اور تصدیق کے ساتھ جمعہ کی شب حٰم الدخان پڑھی وہ صبح کو بخشا ہوا اٹھے گا، ابورافع کی روایت میں ہے : اس کی بڑی آنکھوں والی حور سے شادی کردی جائے گی۔ (سنن دارمی رقم الحدیث ۳۴۲۲ :۔ ۳۴۲۱،)

عَن ابْن مَسْعُود أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَرَأَ فِي الْمغرب {حم} الَّتِي يذكر فِيهَا الدُّخان

حضرت ابن مسعود (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مغرب کی نماز میں حٰم الدخان کی تلاوت کی۔ (الدرالمنثور ج ۷ ص ۳۴۵)

سورۃ الدخان کے مقاصد اور مضامین:

اس سورت کی ابتداء سورۃ الزخرف کی ابتداء کے مشابہ ہے، کیونکہ دونوں سورتوں کے شروع میں قرآن مجید کی عظمت اور شان بیان کی گئی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رسول ہیں۔

اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل کیا گیا ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام اہم کام تقسیم کیے جاتے ہیں، قرآن مجید کو نازل کرنے کا یہ مقصد ہے کہ جو لوگ غفلت اور لہو ولعب میں زندگی گزار رہے ہیں ان کو جگایا جائے کہ وہ

روز حساب کی تیاری کرلیں۔ جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صداقت کے لیے یہ شرط عائد کرتے تھے کہ ان کے عذاب دکھادیا جائے، ان کو یہ بتایا ہے کہ عذاب دیکھنے کے بعد جو ایمان لایا جائے وہ ایمان بالغیب نہیں ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ کفار مکہ کی عبرت کے لیے فرعون اور اس کی قوم کی مثال دی ہے، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا لیکن وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے، انجام کار ان سب کو غرق کردیا گیا اور بنی اسرائیل ان کی غلامی سے نجات پاکر دنیا کی ایک عظیم قوم بن گئے۔

قریش کے کفر اور ان کی ہٹ دھرمی کا سبب یہ تھا کہ وہ آخرت پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے آخرت کا تفصیل سے بیان فرمایا، اس دن کافروں کو ان کے کفر پر عذاب دیا جائے گا اور مومنوں کو ان کے ایمان اور ان کے اعمال صالحہ کی بہترین جزا دی جائے گی۔

آخر میں پھر قرآن مجید کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ کفار مکہ اس سے نصیحت حاصل کرسکیں۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ زخرف میں مشرکین کے اس شبہ کو دور کیا گیا ہے کہ ان کے معبودان باطلہ خدا کے نائب اور اس کی بارگاہ میں شفیع غالب ہیں وہاں دلائل عقل ونقل اور وحی سے ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا خالق ومالک اور وہی ساری کائنات میں متصرف وکارساز ہے اور اس کا کوئی نائب نہیں اور نہ اس کی بارگاہ میں کوئی شفیع غالب ہے۔ اب سورۃ دخان میں مشرکین کے ایک اور شبہ کا جواب دیا گیا ہے۔ یعنی ہم نے مان لیا کہ ہمارے معبود خدا کے نائب اور شفیع غالب نہیں ہیں، لیکن وہ ہماری دعائیں پکاریں سنتے اور ہمارے حالات کو جانتے ہیں اس لیے اگر وہ ہماری پکاریں سن کر اللہ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کر ڈالیں، خواہ وہ قبول کرے یا نہ کرے، تو اس میں کیا حرج ہے؟ تو اس کا جواب دیا گیا "انه هو السميع العليم" (رکوع 1)۔ کہ سب کچھ جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے اور کوئی نہیں۔

مختصر خلاصہ:

"حم والكتب المبين - تا - رحمة من ربك" تمہید مع ترغیب۔ یہ ایک عظیم الشان حکمنامہ ہے جسے ہم نے برکت والی رات میں دعوی ہے اور مشرکین کے ایک شبہ کا جواب ہے۔ "فارتقب - تا - انا منتقمون" تخویف دنیوی ہے۔ مشرکین مکہ پر عنقریب قحط سالی کی صورت میں عذاب الٰہی آنے والا ہے، اس وقت خدا کو پکاریں گے کہ یہ عذاب دور کردے تو ہم ایمان لے آئیں گے، لیکن جب ہم عذاب دور کردیں گے تو وہ پھر سرکشی کریں گے آخر میدان بدر میں ہم ان کو ہمیشہ کے لیے

ختم کر دیں گے۔ ولقد فتنا قبلھم تا وما کانوا منظرین۔ تخویف دنیوی کا نمونہ۔ فرعون اور اس کی قوم کا انجام دیکھ لو انھیں تکذیب، غرور واستکبار اور سرکشی کی کیا سزا ملی۔ جب ہمارا عذاب آیا تو کوئی چیز کام نہ آئی۔ دولت وسلطنت نہ لاؤ لشکر۔ ولقد نجینا بنی اسرائیل تا مبین (رکوع 2)۔ بشارت دنیویہ کا نمونہ۔ بنی اسرائیل کو صبر واستقلال کا پھل ملا فرعون کے عذاب سے نجات ملی اور اپنے زمانے کے لوگوں پر اللہ نے ان کو فضیلت عطاء فرمائی۔" ان ھؤلاء لیقولون" تا" ان کنتم صدقین" التفات بسوئے اہل مکہ، یہ شکوی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ توحید کا انکار کرتے ہیں، بلکہ قیامت اور دوبارہ جی اٹھنے کو بھی نہیں مانتے۔ "اھم خیر ام قوم تبع۔ الایۃ" تخویف دنیوی کا دوسرا نمونہ۔ مشرکین مکہ قوم تبع سے زیادہ طاقتور اور دولتمند نہیں ہیں۔ جب انھیں شرک اور استکبار کے جرم میں ہلاک کر دیا، تو یہ بیچارے کس باغ کی مولی ہیں۔ "وما خلقنا السموت" تا" لایعلمون" یہ توحید پر دلیل عقلی ہے۔ زمین وآسمان اور اس سارے جہان کو ہم نے یونہی بیکار پیدا نہیں کیا، بلکہ ہر چیز کو اظہار حق کیلئے پیدا کیا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ ہماری وحدانیت اور قدرت کاملہ کی دلیل ہے۔" ان یوم الفصل۔ الآیتین" تخویف و بشارت اخرویہ ہے۔" ان شجرت الزقوم" تا" ان ھذا ما کنتم بہ تمترون (رکوع 3)۔ یہ تخویف اخروی ہے۔ کفار کو جہنم میں کھانے کو زقوم اور پینے کو کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا۔" ان المتقین فی مقام امین" تا" ذلک ھو الفوز العظیم" یہ بشارت اخرویہ ہے۔ متقی لوگ جنت میں ہوں گے جو ایک پر امن مقام ہوگا۔ پہننے کے لیے اعلی درجہ کا لباس ہوگا۔ حوران بہشتی رفاقت میں ہوں گی، ہر میوہ میسر ہوگا اور یہ تمام نعمتیں دائمی اور غیر فانی ہوں گی۔" فانما یسرنٰہ۔ الایۃ" یہ تمام سورت سے متعلق ہے۔" فارتقب انھم مرتقبون" یہ تخویف دنیوی۔" فارتقب یوم تاتی السماء الخ" کے ساتھ متعلق ہے۔

سورۃ جاثیہ (45)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

جثا۔ یجثوا کا معنی ہے: دوزانو اور گھٹنوں کے بل بیٹھنا، جاثیۃ اسم فاعل کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے: دوزانو یا گھٹنوں کے بل بیٹھنے والی۔ اس سورت کا نام الجاثیۃ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت کی ایک آیت میں یہ لفظ ہے، وہ آیت یہ ہے:

وتری کل امۃ جاثیۃ کل امۃ تدعی الی کتبھا الیوم تجزون ماکنتم تعملون (الجاثیہ 28 :)

اور آپ دیکھیں گے کہ ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی، ہر گروہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا، آج تمہیں اپنے کیے ہوئے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا

یعنی قیامت کے دن، اس دن کے خوف کی شدت سے ہر امت گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی ہوگی اور اس انتظار میں ہوگی کہ اللہ تعالی

حساب لینا شروع کر دے اور جو نیک لوگ ہیں وہ جنت میں چلے جائیں اور جو کفار اور بدکار ہیں وہ دوزخ میں چلے جائیں۔
یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر پینسٹھ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر پینتالیس ہے اور یہ سورت الدخان کے بعد اور الاحقاف سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ دخان میں اس شبہہ کا جواب دیا گیا کہ ہم ان معبودان باطلہ کو اس لیے پکارتے ہیں کہ وہ ہماری پکار سن کر خدا کی بارگاہ میں سفارش کریں گے۔ وہ سفارش قبول کرے یا نہ کرے یہ اس کی مرضی تو اس کا جواب دیا گیا کہ ہر بات کو سننے اور جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ اب سورۃ جاثیہ میں ایک اور شبہ ہے کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم نے مان لیا کہ ہمارے معبود شفیع غالب بھی نہیں اور ہماری پکاریں بھی نہیں سنتے، لیکن ہم ان کو اس لیے پکارتے ہیں کہ ہمارے آباء واجداد ان کو پکارا کرتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ ان کو ہماری پکار سنا دے اور وہ اللہ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کر دیں تو بہتر ورنہ زیادہ سے زیادہ ہمارا پکارنا لغو ہو جائے گا تو اس کا جواب دیا گیا کہ دلائل عقل ونقل سے ثابت ہو چکا ہے کہ سب کچھ سننے اور جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں، اس لیے صرف اسی کو پکارو اور غیر اللہ کو مت پکارو نیز ہم نے دین کی راہ واضح اور روشن کر دی ہے اس پر چلو اور گمراہ لوگوں کی خواہشات نفسانیہ کا اتباع کرتے ہوئے غیر اللہ کو نہ پکارو۔ "ثم جعلنٰک علی شریعة من الامر فاتبعها۔ الاٰیة"

نیز، الدخان اس مضمون پر ختم ہوئی ہے کہ قرآن مجید کو اہل مکہ کی زبان میں نازل کیا گیا ہے تاکہ ان پر اس کا پڑھنا آسان ہو جائے اور اس سورت کی ابتداء بھی قرآن مجید کے تعارف سے کی گئی ہے:

تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم (الجاثیہ 2:)

اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی جانب سے ہے جو بہت غالب، بے حد حکمت والا ہے
اسی طرح سورۃ الدخان میں بھی اس کائنات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال کیا گیا تھا اور مشرکین کے عقائد فاسدہ کا رد کیا گیا تھا اور اس سورت میں بھی ان ہی مضامین کو بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ الجاثیہ کے مقاصد ومضامین:

جس طرح مکی سورتوں کا موضوع ہوتا ہے، اسی طرح اس سورت کا بھی موضوع ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کی دعوت اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کی تصدیق کرنا اور یہ تسلیم کرنا کہ قرآن مجید اللہ سبحانہٗ کا کلام ہے اور اس کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس کا اعتراف کرنا کہ قیامت آنے والی ہے اور سب مردوں کو زندہ کیا جائے گا اور میدان حشر میں جمع

کیا جائے گا، پھر ان کا حساب لیا جائے گا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔
آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے اور حیوانوں اور مویشیوں کی تخلیق اور دن کے بعد رات لانے، بارش کو نازل کرنے اور ہواؤں کو فضا میں جاری کرنے سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے واحد ہونے پر استدلال فرمایا ہے اور ان لوگوں کو دوزخ کے عذاب سے ڈرایا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتے ہیں اور ان پر ایمان لانے سے تکبر کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔
جاہلیت مشرکین کے مقابلے میں اسلام کی ملت بیضاء اور شریعت معتدلہ ہے، جس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے لے کر آئے اور ایمان والوں کو حکم دیا کہ وہ صرف اس شریعت کی اتباع کریں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے احکام پر عمل کریں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس جو دستور حیات بھیجا ہے اس پر عمل کریں، جس میں فطرت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے قوانین ہیں اور حکیمانہ نظام ہے اور وہ قرآن مجید ہے جو سراپا نور اور ہدایت ہے اور مومنین کے لیے شفا ہے اور جو شخص عمداً اندھا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی آیات نہ دیکھے اور نہ ان پر غور وفکر کرے اور اپنے اوپر ہدایت کے تمام منافذ اور ذرائع کو بند کر دے اور اپنے کانوں اور دل پر ڈاٹ لگا لے اور زبان سے کلمہ حق نہ کہے وہ دنیا اور آخرت میں اپنے نقصان کا خود ذمہ دار ہے۔
اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا رد کیا ہے، جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے منکر تھے اور حشر ونشر اور حساب کتاب کا شدت سے انکار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عظیم الشان قدرت کا مالک ہے، آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے اس نے جب ابتداء ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے تو اس کے لیے دوبارہ ان سب چیزوں کو پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔
اس سورت کے اختتام میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ قیامت کے دن اللہ سبحانہٗ سب لوگوں کو جمع فرمائے گا اور حق اور عدل کے ساتھ دنیا میں ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو بہترین جزاء عطا فرمائے گا اور کفر اور شرک کرنے والوں اور برے کام کرنے والوں کو ان کے اعمال کی سزا دے گا، اس دن مومنین اور صالحین جنت میں جائیں گے اور اللہ سبحانہٗ اور اس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کفر اور انکار کرنے والے دوزخ میں جائیں گے اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے، اسی کے لیے عظمت ہے اور اسی کا غلبہ ہے اور وہ بے حد حکمت والا ہے۔

مختصر خلاصہ:

"حم، تنزیل الکتاب۔ الآیۃ" تمہید مع ترغیب، یہ حکمنامہ غالب اور حکمت والے بادشاہ کا ہے اسے مانو۔ "ان فی السموات والارض" تا "فبای حدیث بعد اللہ وایتہ یؤمنون"۔ یہ توحید پر پہلی عقلی دلیل ہے علی سبیل الترقی والتدریج۔ صرف زمین وآسمان ہی میں ایمان والوں کے لیے خوشخبری اللہ کی وحدانیت کے کافی دلائل موجود ہیں۔ پھر انسانوں اور دیگر تمام

جانوروں کی پیدائش میں رات دن کی آمدورفت میں آسمان اور زمین سے روزی کا سامان بہم پہنچانے میں اور مختلف قسم کی ہوائیں چلانے میں عقل وبصیرت والوں کے لیے اس کی قدرت ووحدانیت کے بیشمار نشانات موجود ہیں۔ اگر مشرکین ان آیات ونشانات کو دیکھ کر بھی اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہیں لائیں گے تو پھر اس سے واضح تر تو کوئی دلیل نہیں۔ "ویل لکل افاك - تا - نبشرہ بعذاب الیم " یہ زجر ہے مع تخویف اخروی۔ اس جھوٹے اور مجرم کے لیے ہلاکت ہے جو اللہ کی آیات بینات سنتا ہے اور غرور واستکبار سے اس طرح ان سے اعراض کرتا ہے گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں، ایسے مجرم کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔" واذا علم من ایاتنا - تا - لهم عذاب من رجز الیم "۔ یہ زجر ثانی ہے مع تخویف اخروی۔ یہ لوگ ایسے معاند ہیں کہ جب کوئی آیت سن پاتے ہیں تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے نہایت ذلت آمیز عذاب تیار ہے اللہ کے عذاب سے نہ انھیں دنیا کی دولت بچا سکے گی اور نہ ان کے معبودان باطلہ ہی نجات دلا سکیں گے۔ ایسے لوگوں کے لیے نہایت ہی ذلت آمیز عذاب تیار ہے۔" اللہ الذی سخر لکم - تا - لقوم یتفکرون " (رکوع 2)۔ یہ توحید پر دوسری عقلی دلیل ہے بطور ترقی۔ نہ صرف زمین میں بہنے والے دریا اور اس مندر اس نے اپنے حکم سے تمہارے کام میں لگا رکھے ہیں، بلکہ اس کے علاوہ زمین وآسمان کی ہر چیز کو اس نے اپنے حکم سے تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے۔ غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں اللہ کی وحدانیت وقدرت کے کافی دلائل موجود ہیں۔" قل للذین امنوا - تا - ثم الی ربکم ترجعون " یہ تخویف دنیوی ہے۔ جو لوگ اللہ کے عذاب پر ایمان نہیں رکھتے اور بیباک ہو کر اللہ کے حکمنامے کا انکار کرتے ہیں ان پر دنیا ہی میں اللہ کا عذاب آئے گا۔" ولقد اتینا بنی اسرائیل - تا - یختلفون " یہ دلیل نقلی ہے۔ ہم نے توراۃ میں بھی یہی حکم دیا تھا کہ میرے سوا کسی اور کو کارساز نہ بنانا۔ پھر موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد علماء سو نے دیدہ ودانستہ محض ضد کی وجہ سے اس مسئلے میں اختلاف کیا۔" ثم جعلنك علی شریعة - تا - واللہ ولی المتقین " یہ سورت کا مقصودی دعویٰ ہے۔ ہم نے آپ کو واضح اور روشن شریعت عطا کی ہے آپ اس کی پیروی کریں اور ان نادانوں کی خواہشات نفسانیہ کا اتباع نہ کریں جو اندھا دھند اپنے مشرک باپ دادا اور گمراہ پیروں اور رہنماؤں کی پیروی میں خود ساختہ معبودوں کو پکارتے ہیں۔ ان کی اطاعت میں کچھ فائدہ نہیں۔" ام حسب الذین اجترحوا السیئات۔ الایۃ " یہ زجر ہے ان بدکردار اور منکرین کا خیال ہے کہ ہم ان کو مومنین صالحین کے باربر درجہ دیں گے۔ یہ خیال محض باطل ہے۔" وخلق اللہ السموات والارض۔ الایۃ " (رکوع 3)۔ یہ تیسری عقلی دلیل ہے مع تخویف اخروی۔ زمین وآسمان کو اللہ تعالیٰ نے اظہار حق کے لیے پیدا فرمایا ہے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کے موافق جزاء وسزا ملے گی اور کسی پر زیادتی نہیں ہوگی۔ افرایت من اتخذ الهه هواه۔ الایۃ۔ یہ زجر ہے۔ یہ مشرکین اپنی خواہشات کی پیروی میں دلائل عقل ونقل کے بغیر ہی غیر اللہ کو معبود بنا کر پکارتے ہیں اللہ نے ان کے ضد وعناد کی

وجہ سے ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت کردی ہے، اس لیے وہ راہ راست پر نہیں آسکتے۔" وقالوا ماھی الا حیاتنا الدنیا۔ الایۃ" یہ شکوی اولی ہے۔ یہ لوگ نہ صرف توحید باری تعالیٰ کے منکر ہیں بلکہ وہ قیامت کے بھی منکر ہیں اور نہ اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ دنیوی عذاب ان کے گناہوں کی سزا ہے وہ اسے حوادث زمانہ کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔" واذا تتلی علیھم ایاتنا۔ الایۃ" یہ شکوی ثانیہ ہے۔ جب ان کے سامنے بعث ونشور کے دلائل نقل کیے جاتے ہیں۔ تو سوائے اس کے ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا کہ اگر تم سچے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا ہے تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھا دو۔" قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم۔ الایۃ" یہ دونوں شکووں کا جواب ہے۔ جس ذات قادر وقیوم نے تمہیں نیست سے ہست کیا اور جس کے اختیار میں موت ہے اس کو دوبارہ زندہ کرنے کی بھی قدرت ہے اور وہ لامحالہ سب کو دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کرے گا۔ وللہ ملک السموات والارض (رکوع 4)۔ زمین وآسمان کی حکومت اللہ ہی کے لیے مختص ہے اور ساری کائنات میں وہی متصرف ومختار ہے، اس لیے اس کے سوا کوئی معبود، کارساز اور پکارے جانے کے لائق نہیں۔" ویوم تقوم الساعۃ - تا - ما کنتم تعملون - یہ تخویف اخروی ہے۔ قیامت کے دن باطل پرست بہت بڑے خسارے میں رہیں گے۔ ہر شخص کا اعمالنامہ جس میں اس کے تمام اعمال کا مکمل ریکارڈ ہو گا اسی کے مطابق سب کو سزائیں دی جائیں گی۔" فاما الذین امنوا۔ الایۃ" یہ بشارت اخرویہ ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور عذاب سے محفوظ ہوں گے۔ واما الذین کفرو - تا - ولا ھم یستعتبون" یہ تخویف اخروی ہے۔ قیامت کے دن کفار ومشرکین سے کہا جائے گا کہ کیا تمہیں اللہ کی آیتیں نہیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں لیکن تم غرور واستکبار سے ان کو جھٹلاتے تھے اور جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور قیامت ضرور آئے گی تو تم کہتے تھے ہم قیامت کو کیا جانیں، ہم نہیں مانتے۔ قیامت کے دن ان کے تمام اعمال بد کا نتیجہ ظاہر ہو جائے گا اور ان کا خمیازہ بھگتیں گے۔ وقیل الیوم ننسکم الخ۔ قیامت کے دن ان سے یہ بھی کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے آخرت کی پروا نہ کرتے ہوئے اس کے لیے کوئی تیاری نہ کی اسی طرح آج تمہارے ساتھ بھی یہی سلوک ہو گا اور تمہاری ٹھکانا جہنم ہے۔ کیونکہ تم نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا اور دنیوی زندگی پر مغرور ہو گئے۔ آج تمہیں اللہ کے عذاب سے بچانیوالا کوئی نہیں، فللہ الحمد رب السموات۔ الآیتین۔ یہ پانچویں دلیل عقلی ہے اور چوتھی دلیل پر متفرع ہے جب زمین وآسمان کی بادشاہی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے تو تمام صفات کارسازی بھی اسی کے ساتھ مختص ہیں کیونکہ وہ زمین وآسمان اور ساری کائنات کا خالق اور مربی ہے، اس ساری کائنات میں بڑائی اور برتری بھی اسی ہی کی صفت ہے، عظمت وکبریا کا مالک وہی ہے۔

سورۃ الاحقاف (46)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الاحقاف ہے کیونکہ قرآن مجید کی اس سورت کی ایک آیت میں الاحقاف کا ذکر ہے، وہ آیت یہ ہے:

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ (الاحقاف :۲۱)

اور عاد کے بھائی (ثمود) کو یاد کرو جب اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا۔

احادیث میں بھی اس سورت کو الاحقاف سے تعبیر فرمایا ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ :أَقْرَأَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُورَةً مِنَ الثَّلَاثِينَ، مِنْ آلِ حم قَالَ :يَعْنِي الْأَحْقَافَ قَالَ :وَكَانَتِ السُّورَةُ إِذَا كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِينَ آيَةً سُمِّيَتِ الثَّلَاثِينَ، قَالَ :فَرُحْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا رَجُلٌ يَقْرَؤُهَا عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأَنِي، فَقُلْتُ :مَنْ أَقْرَأَكَ؟ فَقَالَ :رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :فَقُلْتُ لِآخَرَ :اقْرَأْهَا، فَقَرَأَهَا عَلَى غَيْرِ قِرَاءَتِي وَقِرَاءَةِ صَاحِبِي، فَانْطَلَقْتُ بِهِمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ هَذَيْنِ يُخَالِفَانِي فِي الْقِرَاءَةِ؟ قَالَ :فَغَضِبَ، وَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ، وَقَالَ» :إِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الِاخْتِلَافُ« - قَالَ :قَالَ زِرٌّ :وَعِنْدَهُ رَجُلٌ - قَالَ :فَقَالَ الرَّجُلُ :إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ كَمَا أُقْرِئَ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الِاخْتِلَافُ قَالَ قال :عَبْدُ اللهِ» :فَلَا أَدْرِي أَشَيْئًا أَسَرَّهُ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ عَلِمَ مَا فِي نَفْسِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟« قَالَ» :وَالرَّجُلُ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ«

حضرت ابن مسعود (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے الحٰمٓ سے ایک سورت پڑھائی اور وہ ثلاثین میں سے الاحقاف ہے (جس سورت کی تیس سے زیادہ آیتیں ہوں اس کو ثلاثین کہتے ہیں)۔ حضرت ابن مسعود (رض) فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں گیا، وہاں ایک شخص اس سورت کو کسی اور طریقہ سے پڑھ رہا تھا، میں نے اس سے پوچھا : تم کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ اس نے کہا : رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے، میں نے ایک اور شخص سے کہا : تم اس سورت کو پڑھو، اس نے ہم دونوں کے علاوہ کسی اور طریقہ سے اس سورت کو پڑھا، میں ان دونوں کو لے کر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچا، اور میں نے کہا : یارسول اللہ! یہ دونوں اس سورت کی قرأت میں میری مخالفت کر رہے ہیں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غضبناک ہوئے اور آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا، آپ نے فرمایا : تم سے پہلی امتیں اس لیے ہلاک ہوگئیں تھیں

کہ وہ اپنی کتاب میں اختلاف کرتی تھیں۔اس وقت آپ کے اس حضرت علی (رض) تھے،انھوں نے فرمایا :رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ ہر شخص اس طرح پڑھے جس طرح اس کو پڑھایا گیا ہے۔

(مسند احمد رقم الحدیث ۳۹۸۱ :

ابتداء میں قرآن مجید کو آسانی کے لیے سات لغات (مختلف لہجوں اور قراءتوں) پر پڑھنے کی اجازت تھی،رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر شخص کو اس کی لغت اور قرأت کے مطابق پڑھاتے تھے،بعد میں حضرت عثمان (رض) نے اپنے دور خلافت میں تمام مصاحف کو صرف ایک لغت قریش پر جمع کر دیا کیونکہ جب اسلام بہت علاقوں میں پھیل گیا اور لوگ مختلف قرأت کے ساتھ قرآن پڑھنے لگے تو ہر ایک اپنی قرأت کو صحیح اور دوسرے کی قرأت کو غلط کہنے لگا اس لیے حضرت عثمان نے محسوس کیا کہ سب کو ایک قرأت پر جمع کر دیا جائے تاکہ امت میں فتنہ نہ ہو۔

الاحقاف کا معنی؛

علامہ ابوالفضل محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

الاحقاف کا واحد "الحقف" ہے،"الحقف" طویل اور بلند ٹیلہ کو کہتے ہیں جو قدرے ٹیڑھا ہو،الاحقاف ۲۱ : میں جو الاحقاف کا ذکر ہے اس سے مراد بلند اور طویل ٹیلے ہیں۔جوہری نے کہا :اس سے مراد قوم عاد کے گھر ہیں،یہ ٹیلے یمن میں ہیں جہاں قوم عاد رہتی تھی۔

(لسان العرب ج ۴ ص ۱۷۰،)

الاحقاف کا محل وقوع؛

قوم عاد کا مرکزی مقام سرزمین احقاف ہے،یہ حضرموت کے شمال میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے مشرق میں عمان ہے اور شمال میں ربع خالی ہے جسے صحرائے اعظم الدہنا بھی کہا جاتا ہے،ہر چند کہ ربع خالی آبادی کے لائق نہیں ہے تاہم اس کے اطراف میں کچھ حصہ آبادی کے لائق ہے،خصوصاً وہ حصہ جو حضرموت سے نجران تک پھیلا ہوا ہے،اگر چہ وہ بھی اس وقت مکمل آباد نہیں ہے اور اس میں ریت کے ٹیلوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔تاہم قدیم زمانہ میں اسی حضرموت اور جران کے درمیانی حصہ میں عاد ارم کا مشہور قبیلہ آباد تھا۔جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں آندھی کا عذاب بھیج کر نیست و نابود کر دیا تھا۔شیخ عبدالوہاب نجار نے "قصص الانبیاء" میں تصریح کی ہے کہ مجھ سے حضرموت کے باشندے احمد بن عمیر یحییٰ نے بیان کیا کہ وہ ایک جماعت کے ساتھ ان ہلاک شدہ قوموں کے قدیم مساکن کے کھوج میں حضرموت کے شمالی میدان میں قیام پذیر رہے،بسیار کوشش کے بعد ٹیلوں کی کھدائی سے سنگ مرمر کے کچھ برتن ملے جن پر کسی نامعلوم زبان میں کوئی تحریر کندہ تھی۔

(لغات القرآن ج ۱ ص ۳۸ ـ ۳۷، ملخصا،دارالاشاعت،کراچی)

سورۃ الاحقاف کا زمانہ نزول:

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے، البتہ ابن عطیہ نے کہا ہے کہ اس کی دو آیتیں ہیں : "أَرَءَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ" (الاحقاف ۱۰ :) اور علامہ سیوطی نے "الاتقان" میں ان دو کے علاوہ ایک اور آیت کا بھی استثناء کیا ہے وہ ہے :- "وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا" (الاحقاف ۱۵ :) البتہ صحیح یہ ہے کہ صرف پہلی دو آیتیں مدنی ہیں۔

سورتوں کے نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٦٥ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٤٦ ہے اور اس سورت کی پینتیس آیتیں ہیں، یہ سورت الذاریات سے پہلے اور الجاعیۃ کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس سورت کا وہی زمانہ نزول ہے جو الجاثیۃ کا زمانہ نزول ہے۔

ما قبل سے ربط :

سورۃ جاثیہ میں یہ شبہہ دور کیا گیا کہ ہمارے معبود بیشک سنتے نہیں، اگر اللہ چاہے اور ہماری پکار ان کو سنوا دے اور وہ ہمارے لیے سفارش کر دیں تو فبہا ورنہ زیادہ سے زیادہ ہماری پکار لغو جائے گی۔ تو اس کا جواب دیا گیا۔ "ثم جعلنٰك علی شریعة (الایۃ) ہم نے آپ کو ایک واضح قانون دے دیا ہے کہ وہ نہیں سنتے آپ اس کا اتباع کریں اور مشرکین کی خواہشات نفسانیہ کا اتباع نہ کریں۔ اب سورۃ احقاف میں اس شبہہ کا جواب دیا گیا ہے کہ مانا ہمارے معبود سنتے نہیں لیکن ان کی پکار میں تاثیر اور برکت ضرور ہیں، کیونکہ جب ہم ان کو پکارتے ہیں اور ان کے نام کے وظیفے پڑھتے ہیں تو ہم مصائب سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور ہمارے کام درست ہو جاتے ہیں۔ سورت کے آخر میں اس کا جواب دیا گیا ان کی پکار میں اگر کوئی تاثیر اور برکت ہوتی، تو ہماری گرفت سے وہ ان کو خلاصی دلا دیتے۔ فلولا نصرهم الذين اتخذوا من دون الله قرباناً الهة۔

سورۃ الاحقاف کے مقاصد و مضامین:

☆ سورۃ الاحقاف کا افتتاح بھی ان ہی آیات سے کیا گیا ہے جن سے سورۃ الجاثیۃ کا افتتاح کیا گیا ہے اور ان آیات میں قرآن مجید کے معجز ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اس پر دلیل ہے کہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔

☆ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے اس پر استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے۔

☆ اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قیامت کے بعد جزاء اور سزا کا نظام قائم کیا جائے گا۔

☆ شرک کو باطل فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کفار جن کی پرستش کرتے ہیں وہ الوہیت کی صفات سے خالی اور عاری ہیں۔

☆ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کو ثابت فرمایا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی شہادت پیش کی ہے اور بنی اسرائیل کے

ایک شخص کی شہادت کا ذکر فرمایا ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن سلام (رض) ہیں۔

☆اس میں قرآن مجید پر ایمان لانے والوں کی تعریف اور تحسین کی ہے اور ان کے بعض عمدہ اوصاف بیان کیے ہیں اور اس کے مقابلہ میں کفار کے اوصاف مذمومہ بیان کیے ہیں اور ان کے حسد کرنے کو بیان کیا ہے۔ جس کی وجہ سے انھوں نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تکذیب کی ہے۔

☆اس میں قرآن مجید کا یہ معجزہ ذکر کیا ہے کہ جنات قرآن مجید کی آیات سن کر قرآن مجید پر ایمان لے آئے۔

☆اس میں والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایت اور یہی صالحین کا وصف ہے۔

☆اور اس میں بتایا ہے کہ جو کفار اپنے زمانہ میں بہت قوی تھے اور وہ مسلسل گمراہی پر اصرار کرتے رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان پر گرفت فرمائی اور ان کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔

☆اس میں حضرت ہود (علیہ السلام) کی قوم کا حال بیان فرمایا ہے جو اپنی قوت اور طاقت پر بہت گھمنڈ کرتی تھی اور بتوں کی عبادت پر اصرار کرتی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک زبردست آندھی بھیج کر ہلاک کر دیا جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر رہی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر کفار قریش کو ڈرانے اور ان کو عبرت دلانے کے لیے فرمایا۔

☆اور اس مضمون پر اس سورت کو ختم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور یہ بتایا کہ کفار کو دوزخ کا عذاب ضرور دیا جائے گا اور ان کو قیامت کے دہشت ناک امور سے ڈرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ عذاب صرف ان ہی لوگوں پر آئے گا جو اللہ کی حدود کو توڑتے ہیں اور اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔ پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چاہیے کہ ان کو اذیت ناک باتوں پر صبر کریں جیسا کہ دیگر اولی العزم رسول ان کی گستاخیوں پر صبر کرتے رہے تھے۔

مختصر خلاصہ:

"تنزیل الکتاب۔ الایۃ" تمہید مع ترغیب۔ یہ حکمنامہ غالب وحکیم بادشاہ کا ہے۔ اسے مانو۔ "ما خلقنا السموات" دلیل توحید عقلی۔ اس ساری کائنات کو ہم نے اظہار حق کے لیے پیدا کیا ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ، اس کی صفات کارسازی اور اس کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ "والذین کفروا الخ" یہ زجر ہے، لیکن اس کے باوجود کفار اعراض کرتے ہیں۔ "قل ارایتم۔ الایۃ" اس میں مشرکین سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ غیر اللہ کی الوہیت اور پکار کے لائق ہونے پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل پیش کریں۔ جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں کیا وہ کسی چیز کے خالق ہیں، یا کسی آسمانی کتاب یا کسی پیغمبر کے ارشاد وعمل سے ان کا دعوی ثابت ہے تو پیش کریں۔ "ومن اضل ممن" تا "بعبادتہم کافرین" یہ مذکورہ مطالبے کا ثمرہ ہے، جب تمہارے

پاس کوئی عقلی اور نقلی دلیل موجود نہیں تو پھر ان کو کیوں پکارتے ہو۔ جو شخص ایسے خود ساختہ معبودوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک بھی کسی کی پکار کا جواب نہ دے سکیں اور پکارنے والوں کی پکار سے بے خبر ہوں، اس سے بڑا گمراہ کون ہو سکتا ہے۔" واذا تتلی علیھم ۔الایۃ" یہ پہلا شکوی ہے۔ جب ان کے سامنے ہماری واضح اور روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کو جادو بتاتے ہیں۔ " ام یقولون افتراہ" یہ دوسرا شکوی ہے کہتے ہیں یہ قرآن عیاذاً باللہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خود ساختہ ہے۔" قل ان افتریتہ ۔الایۃ" یہ دوسرے شکوے کا جواب ہے اور ضمناً دلیل وحی ہے۔ میں اپنے پاس سے نہیں کہہ رہا، بلکہ اللہ کی وحی سے کہہ رہا ہوں اور اگر میں نے اللہ پر افتراء کیا ہے، تو تم مجھے اللہ کی گرفت سے نہیں چھڑا سکتے۔" قل ما کنت بدعا ۔الایۃ" یہ دلیل وحی پر ایک سوال وحی آئے۔" قل ارایتم ان کان ۔الایۃ" یہ زجر ہے اور اس کے ضمن میں پہلی دلیل نقلی تفصیلی کا ذکر ہے۔ اے منکرین! یہ بتاؤ اگر یہ قرآن فی الواقع اللہ کی طرف سے ہو اور علماء اہل کتاب بھی اس کی تصدیق کر چکے ہوں، لیکن پھر بھی تم ایمان نہ لاؤ تو کیا تم سب سے بڑے گمراہ نہیں ہو گے؟" وقال الذین کفروا ۔الایۃ" یہ شکوی ہے۔ مشرکین، ایمان والوں کے بارے میں کہتے ہیں اگر توحید اور قرآن کوئی اچھی چیز ہوتی تو وہ اسے قبول کرنے میں ہم پر سبقت نہ لیجاتے کیونکہ ہم ہمیشہ نیک کاموں میں آگے آگے ہوتے ہیں یہ ان کا زعم باطل تھا۔ حقیقت میں اللہ تعالی نے ان کو قبول حق کی توفیق ہی نہیں دی اس لیے وہ اس کو افترا بتاتے ہیں۔" ومن قبلہ کتاب موسیٰ امام ورحمۃ" یہ پہلی تفصیلی نقلی دلیل ہے از توراۃ۔ اور اس سے پہلے توراۃ میں بھی یہی مضمون بیان کیا جا چکا ہے۔ اس لیے قرآن نے اس کی تصدیق کی ہے کوئی نئی بات پیش نہیں کی۔" ان الذین قالوا ۔ تا ۔ کانوا یعملون " (رکوع 2)۔ یہ بشارت اخرویہ ہے۔ جن لوگوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور پھر تادم واپسیں اس پر قائم رہے انھیں آخرت میں کوئی خوف وغم نہیں ہوگا اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔" ووصینا الانسان بوالدیہ ۔ تا ۔ الذی کانوا یوعدون " اگر کوئی شخص چالیس برس کی عمر میں کفر وشرک سے توبہ کرلے، تو اس کے بھی گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔" والذی قال لوالدیہ ۔ تا ۔ انھم کانوا خاسرین" یہ زجر ہے مع تخویف اخروی۔ لیکن جو لوگ اپنے توحید پرست والدین کی بات نہیں مانتے، شرک اور انکار آخرت پر اڑے رہتے ہیں ان کے لیے آخرت میں دائمی خسارہ ہے۔" ویوم یعرض الذین کفروا ۔الایۃ" یہ بھی تخویف اخروی ہے۔ قیامت کے مشرکین وکفار سے کہا جائے گا تم دنیا میں عیش وعشرت کے مزے اڑا چکے اور تمام لذات سے دنیا میں متمتع ہو چکے ہو۔ اس لیے آج تمہیں کبر وغرور اور عناد واستکبار کی سزا میں رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔" واذکر اخا عاد ۔ تا ۔ ماکانوا بہ یستھزءون " (رکوع 3)۔ یہ دوسری تفصیلی نقلی دلیل ہے از ہود (علیہ السلام) مع تخویف دنیوی۔ قوم عاد کے پاس حضرت ہود (علیہ السلام) آئے، انھیں اللہ کا پیغام پہنچایا، لیکن وہ انکار واستکبار پر قائم رہے تو اللہ نے ان کو عذاب سے ہلاک کر دیا۔ لیکن ان

کے خودساختہ معبودوں نے ان کی کوئی مدد نہ کی۔ "ولقد اھلکنا ماحولکم ۔تا۔ وما کانوا یفترون" (رکوع 4)۔ یہ سورت کا مرکزی مضمون ہے۔ ہم نے مکہ کے گردونواح میں بہت سی بستیوں کو ہلاک کیا مثلاً قوم عاد، قوم ثمود اور اصحاب حجر کی بستیاں، جب ان قوموں پر ہمارا عذاب آیا تو جن معبودوں کو انھوں نے کارساز اور متصرف ومختار سمجھ رکھا تھا ان میں سے کوئی بھی ان کی مدد کو نہ پہنچا اور کسی نے بھی ان کو خدا کے عذاب سے نہ چھڑایا۔ "واذصرفنا الیك ۔تا۔ اولئك فی ضلل مبین "۔ یہ تیسری تفصیلی نقلی دلیل ہے از جنات۔ جنات کو دیکھو کہ وہ بھی کلام الٰہی سن کر نہ صرف خود اس پر ایمان لے آئے بلکہ واپس جا کر اپنی قوم کو بھی دعوت دینے لگے کہ تم بھی اللہ کی اس آخری کتاب پر ایمان لے آؤ۔ "اولم یروا ان الله۔ الایۃ" یہ حیات بعد الممات کے اثبات پر عقلی دلیل ہے۔ جس ذات پاک نے زمین وآسمان ایسی بڑی چیزوں کو پیدا فرمالیا ہے کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں، وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ "ویوم یعرض۔ الایۃ" یہ تخویف اخروی ہے۔ "فاصبر کما صبر اولوا العزم ۔الایۃ" یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کے لیے تسلیہ ہے۔ آپ انبیاء اولی العزم (علیہم السلام) کی طرح صبر وتحمل سے کام لیں اور معاندین کے لیے جلدی عذاب نہ مانگیں۔ ہمارا عذاب ضرور آئے گا جب وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے تو انھیں اپنی زندگی کی ساری خوشیاں اور عشرتیں بھول جائیں گی۔

سورة محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)(47)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام محمد ہے، یہ بیان کرنے کے لیے کہ یہ قرآن سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہوا ہے، علاوہ ازیں اس سورت کی دوسری آیت میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نام مذکور ہے۔ وہ آیت یہ ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ (2)

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کی گئی ہے اور وہی ان کے رب کی طرف سے سراسر حق ہے، اللہ نے ان کے گناہوں کو مٹا دیا اور ان کے حال کی اصلاح کر دی۔

سورۂ محمد کے متعلق احادیث:

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے سورۂ محمد کے متعلق حسب ذیل احادیث ذکر کی ہیں:

عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :أنزلت سُورَة الْقِتَال بِالْمَدِينَةِ وَأخرج النّحاس وَابْن

مزدَوَيْه وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :نزلت سُورَة مُحَمَّد بِالْمَدِينَةِوَأخرج ابْن مزدَوَيْه عَن عبد الله بن الزبير قَالَ :نزلت بِالْمَدِينَةِ سُورَة {الَّذين كفرُوا}وَأخرج ابْن مزدَوَيْه عَن عَليّ قَالَ :سُورَة مُحَمَّد آيَة فِينَا وَآيَة فِي بني أُميَّةوَأخرج الطَّبَرَانِيّ فِي الْأَوْسَط عَن ابْن عمر رَضِي الله عَنْهُمَا أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم كَانَ يقْرَأ بهم فِي الْمغرب {الَّذين كفرُوا وصدوا عَن سَبِيل الله}

النحاس، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا : سورۃ محمد مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت علی (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ محمد کی ایک آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی ہے اور ایک آیت بنو امیہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

امام طبرانی نے "المعجم الاوسط" میں حضرت ابن عمر (رض) سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مغرب کی نماز میں یہ آیت پڑھتے تھے : "۔۔۔" (محمد ١ :)

(الدر المنثور ج ٧ ص ٣٩٥،)

ابن عطیہ اور حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے اور علامہ قرطبی نے ثعلبی، ضحاک اور ابن جبیر سے نقل کیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے، یہ سورت غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت غزوہ احد کے بعد نازل ہوئی ہے، تعداد نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ہے ٩٦ : اور تعداد مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ہے ٤٧ : اور اس کی آیت ٣٨ آیات ہیں۔

ماقبل سے ربط :

گزشتہ سورت کا اختتام مجرمین کی ہلاکت وتباہی کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا تھا اور مقصود اہل مکہ کو تنبیہ تھی کہ وہ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں ساتھ ہی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلی بھی دینا تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کی مدد اور رحمت کا انتظار کریں حق بہر حال غالب ہوگا تو اب اس سورت کی ابتداء کافروں اور منکروں کے اعمال کی بربادی کے بیان سے کی جارہی ہے اور یہ کہ حق اور باطل کا فرق اس دنیوی زندگی میں بھی انسان کے سامنے آکر رہے گا اور آخرت میں بھی باطل پرستوں کی تباہی اور عذاب اور اہل حق کی کامیابی ونجات قطعی اور یقینی ہے۔

ان مضامین کے ساتھ یہ بھی فرمایا جارہا ہے کہ حق اور باطل کا معرکہ اس کا متقاضی ہے کہ اہل حق اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے باطل سے جہاد

کرنے کے واسطے تیار ہوجائیں جہاد کا حکم ایک امتحان ہے جس کے ذریعہ مومنین و مطیعین کا ایثار واخلاص اور قربانی کا جذبہ معلوم ہوگا اور ساتھ ہی باطل پر حق کی فتح وکامیابی بھی تاریخ عالم میں ایک حقیقت بن کر دنیا کی نظروں میں آئے گی،

سورۃ احقاف میں واضح کر دیا گیا کہ مشرکین جن مزعومہ شفعاء کو پکارتے ہیں، وہ کسی چیز کے مالک نہیں نہ متصرف ومختار ہیں، نہ ان کی دعاء پکار ہی سنتے ہیں۔اب سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں فرمایا، مرد بنو اور مسئلہ توحید کی خاطر جہاد کرو۔

سورۃ محمد کے مقاصد ومضامین:

☆اس سورت میں زیادہ تر مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا گیا ہے اور جہاد کا ثواب بیان فرمایا ہے۔

☆اس سورت کا افتتاح اس سے کیا گیا ہے کہ جن کافروں نے (لوگوں) کو اللہ کے راستہ سے روکا اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو برباد کر دیا۔

☆اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد اور قتال میں مدد کرنے کی بشارت دی ہے۔

☆اس سورت میں مجاہدوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے اور مشرکین کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے۔

☆اس سورت میں منافقین کی صفات بیان کی ہیں کہ وہ کفار کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں۔

☆جنت اور اس کی نعمتوں کو اور دوزخ اور اس کے عذاب کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

☆منافقین کو دھمکایا ہے کہ ان کی ریشہ دوانیوں سے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مطلع فرمادے گا اور مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ منافقوں کی سازشوں کا شکار نہ ہوجائیں۔

مختصر خلاصہ :

مسئلہ توحید کا مفصل اور واضح بیان سورۃ احقاف تک ہوچکا ہے اب اگلی سورتوں میں زیادہ تر قیامت کا بیان ہوگا اور مسئلہ توحید چونکہ مقصود اصلی ہے، اس لیے تھوڑا تھوڑا ذکر اس کا بھی آتا رہے گا اور جہاد کا ذکر بھی ہوگا۔اس لیے اگر سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آخر تک کو قرآن مجید کا پانچواں حصہ قرار دے دیا جائے تو یہ بھی درست ہے۔سورۃ محمد، فتح اور حجرات تینوں باہم مرتبط ہیں گویا تینوں میں ایک ہی مضمون مذکور ہے۔اگلی سورتوں میں بھی ایسا ہوگا کہ ایک مضمون متعدد سورتوں میں بیان کیا جائے گا۔سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں قتال کا حکم ہے کہ مرد بنو اور جہاد کرو اور سورۃ فتح میں فتوحات کا وعدہ ہے اور سورۃ حجرات میں نظم ونسق کے قواعد وضوابط اور اصول وآداب ذکر کیے گئے ہیں یعنی اگر جہاد کرو گے تو اللہ تمہیں فتوحات عطا فرمائے گا اور جب فتوحات ہوجائیں تو ان قواعد وضوابط کے مطابق نظم ونسق چلاؤ۔سورۃ محمد کے مضمون کے اعتبار سے دو حصے ہیں۔پہلا حصہ ابتداء سے لے کر "

واللہ یعلم متقلبکم و مثوا کم "(رکوع 2) تک ہے اور دوسرا حصہ "ویقول الذین امنوا" رکوع 3) سے لے کر آخر سورت تک ہے۔ پہلے حصے میں مومنین اور مشرکین کی صفات کا مقابلہ اور دونوں کی جزا مذکور ہے نیز حکم جہاد و ترغیب الی الجہاد کی علتیں اور وہ مقصد یعنی مسئلہ توحید جس کی خاطر جہاد فرض ہے۔ دوسرے حصے میں منافقین پر زجریں ہوں گی جو نہ جہاد میں شریک ہونا چاہتے تھے اور نہ جہاد میں مال ہی خرچ کرنا چاہتے تھے۔ اور آخر میں احوال مشرکین کا بیان۔

سورة فتح (48)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الفتح ہے اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت ماخوذ ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا (1)

(اے رسول مکرم!) بیشک ہم نے آپ کو واضح فتح عطا فرمائی ہے۔

اس سورت کا نام الفتح رکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه» :{إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا} قَالَ :الْحُدَيْبِيَةُ«.قَالَ أَصْحَابُهُ: هَنِيئًا مَرِيئًا، فَمَا لَنَا؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ :{لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ} قَالَ شُعْبَةُ :فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ، فَحَدَّثْتُ بِهَذَا كُلِّهِ عَنْ قَتَادَةَ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ :أَمَّا :{إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ} فَعَنْ أَنَسٍ، وَأَمَّا {هَنِيئًا مَرِيئًا} فَعَنْ عِكْرِمَةَ

حضرت انس (رض) "إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا (1)) کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اس فتح سے مراد حدیبیہ ہے آپ کے اصحاب نے کہا : آپ کو مبارک ہو یا رسول اللہ! پس ہمارے لیے کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَٰلِكَ عِندَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا" (الفتح: ٥) شعبہ نے کہا : میں کوفہ گیا اور میں نے یہ پوری حدیث قتادہ سے روایت کی اور جب میں واپس ہوا تو میں نے قتادہ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا : "" یہ حصہ حضرت انس سے مروی ہے اور "ھنئیا مرئیا" یہ حصہ حضرت عکرمہ سے مروی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ٤١٧٢ :)

اس حدیث کی زیادہ تفصیل "سنن ترمذی" میں ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ :أُنْزِلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم {لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ} [الفتح2 :] مَرْجِعَهُ مِنَ الحُدَيْبِيَةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم» :لَقَدْ نَزَلَتْ عَلَيَّ

آيَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عَلَى الأَرْضِ«، ثُمَّ قَرَأَهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَيْهِمْ، فَقَالُوا :هَنِيئًا مَرِيئًا يَا نَبِيَّ اللهِ، لَقَدْ بَيَّنَ اللهُ لَكَ مَاذَا يُفْعَلُ بِكَ، فَمَاذَا يُفْعَلُ بِنَا، فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ {لِيُدْخِلَ المُؤْمِنِينَ وَالمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ} [الفتح5 :]- حَتَّى بَلَغَ - {فَوْزًا عَظِيمًا} [النساء73 :]. »هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ«

حضرت انس (رض) بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ سے واپس ہوئے تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ آیت نازل ہوئی : "۔۔۔"(الفتح ۲ :(نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : آج مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے تمام روئے زمین سے سب سے زیادہ محبوب ہے، پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مسلمانوں کے سامنے اس آیت کی تلاوت فرمائی، مسلمانوں نے کہا : آپ کو مبارہو یا رسول اللہ! بیشک اللہ عزوجل نے بیان فرمادیا ہے کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا تو ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا، پھر یہ آیت نازل ہوئی :""(الفتح ٥ :)امام ترمذی نے کہا : یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سنن الترمذی رقم الحدیث ٣٢٦٣ :

ما قبل سے ربط:

جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا کہ سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یا سورۃ قتال کا موضوع اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد فی سبیل اللہ تھا اور یہ کہ اہل ایمان کو منافقین کی سازشوں سے نہ پریشان ہونا چاہیے اور نہ ہی اپنے مادی وسائل کی قلت سے ڈرنا چاہیے، اللہ رب العزت ہر چیز پر قادر ہے، قوی کو ضعیف اور ضعیف کو قوی کرسکتا ہے غالب کو مغلوب و مفتوح اور مظلوم و بے سہارا قوم کو فتح ونصرت سے ہم کنار کرسکتا ہے تو اس سورۃ پاک میں مسلمانوں کو فتح مبین کی بشارت سنائی جارہی ہے،

سورۃ الفتح کا مقام نزول:

سورۃ فتح مدنی سورت ہے۔ جس کی انتیس آیات اور چار رکوع ہیں۔

عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عباس (رض) سے اگرچہ یہ نقل کیا گیا کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی لیکن تاریخی روایات واحادیث کثرت سے اس کی تصریح کررہی ہیں کہ جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ذی قعدہ ٦ ہجری میں حدیبیہ کے مقام سے واپس ہوئے تو یہ دوران سفر نازل ہوئی خاص مدینہ میں نزول نہیں ہوا یہی روایت صحیح ہے امام بخاری (رح) نے اپنی تاریخ میں یہی بیان کیا، ابن ابی شیبہ (رح) اور امام احمد بن حنبل (رح) کی یہی رائے ہے ائمہ محدثین کی ایک جماعت مثلا ابوداؤد ونسائی نے حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ جب ذی القعدہ ٦ ہجری میں حدیبیہ سے واپس ہورہے تھے قریش مکہ سے مصالحت ومعاہدہ کرنے کے بعد تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر آثار وحی شروع ہوئے آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے آج کی رات مجھ پر ایک سورت نازل فرمائی ہے جو مجھے دنیا ومافیہا

سے زیادہ محبوب ہے اور وہ سورۃ (آیت)۔ انا فتحنا لك فتحا مبینا۔ ہے امام احمد (رح) بروایت مجمع بن جاریہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی کے وقت یہ سورت مقام کراع الغمیم کے نزدیک نازل ہوئی جس کو آپ نے اپنی ناقہ پر سوار چلتے چلتے صحابہ کو تلاوت کر کے سنایا، طبقات ابن سعد میں مقام نزول ضجنان پہاڑ بتایا ہے جو مکہ مکرمہ کے قریب پہاڑ کا نام ہے بہرکیف ان جملہ نقول اور روایات سے یہی ثابت ہے کہ سورۃ فتح حدیبیہ سے واپسی پر دوران سفر نازل ہوئی ہے مگر چونکہ جمہور مفسرین کے نزدیک سورتوں اور آیتوں کے مکی اور مدنی ہونے کا یہی ضابطہ ٹھہرا ہے کہ قبل از ہجرت جو آیات وسورتیں اتریں وہ مکیہ ہیں اور جو بعد ہجرت کے نازل ہوئیں وہ مدینہ ہیں خواہ ہو کسی جگہ بھی اتری ہوں حتی کہ حجۃ الوداع میں عرفات میں نازل ہونے والی آیت بھی مدنیہ ہوگی۔

صلح حدیبیہ کا تذکرہ:

"سنن ترمذی" کی حدیث سے یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ حدیبیہ سے واپسی کے موقع پر یہ سورت نازل ہوئی تو ہم تھوڑا سا تذکرہ صلح حدیبیہ کا کرنا چاہتے ہیں۔

واقعہ حدیبیہ اور فتح مبین:

عمرہ حدیبیہ اور واقعۃ الحدیبیہ کے نام سے یہ قصہ معروف ہے۔ جس کی تفصیل احادیث میں ہے سورۃ فتح دراصل عمرہ حدیبیہ کے ضمن میں پیش آنے والے واقعہ صلح اور معاہدہ کے اسرار اور حکمتوں پر مشتمل ہے کہ اللہ رب العزت نے اس معاہدہ میں کیا انعامات فرمائے اور اپنی قدرت وحکمت سے اس معاہدہ کو فتح مبین بنایا۔

واقعہ حدیبیہ متعدد واقعات کا مجموعہ ہے جمہور مفسرین کی رائے یہی ہے کہ (آیت)" انا فتحنا لك فتحا مبینا "۔ میں صلح حدیبیہ کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ فتح کا مفہوم کسی بند چیز کو کھول دینا ہے تو صلح حدیبیہ کے ذریعہ اسلام کی ترقی اور فتوحات کے لیے جو دروازے بند تھے وہ کھل گئے اس بناء پر یہ صلح ہی اللہ کے کلام میں فتح مبین کے عنوان سے تعبیر کی گئی حتی کہ بعض صحابہ تو فتح مکہ کی بجائے صلح حدیبیہ ہی کو فتح مبین کا مصداق کہا کرتے تھے جیسے کہ ابن مسعود (رض) سے مروی ہے فرمایا اے لوگو! تم تو فتح، فتح مکہ کو شمار کرتے ہو اور ہم تو صلح حدیبیہ کو ہی فتح سمجھتے ہیں۔ حاشیہ (صحیح بخاری جلد دوئم)

اسی طرح حضرت جابر (رض) اور براء بن عازب (رض) بھی کہا کرتے تھے اور حضرت براء بن عازب (رض) یہ بھی فرماتے تھے ہم تو بیعۃ الرضوان کو فتح سمجھتے ہیں۔

واقعہ حدیبیہ احادیث میں جس طرح ذکر فرمایا گیا اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ٦ ہجری کی ابتداء میں خواب دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صحابہ کرام (رض) کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں امن وامان کے ساتھ داخل ہو رہے

ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عمرہ کیا کچھ نے حلق کیا اور کچھ نے سر کے بال کم کرائے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ خواب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین "۔ سے بیان کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس خواب کو بیان فرماتے ہوئے کوئی مدت متعین نہیں فرمائی تھی کہ کون سے سال کے بارے میں دیکھا ہے کہ عمرہ کر کے واپس ہو رہے ہیں مگر شدت شوق میں یہی خیال کیا کہ اسی سال عمرہ اور حرم مکہ میں داخل ہونا نصیب ہوگا اور آپ نے بھی یہی قصد فرمایا کہ عمرہ کے لیے روانگی ہو جائے تو چودہ سو یا پندرہ سو صحابہ کی جماعت لے کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ذی قعدہ ۶ ہجری میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ہدی (قربانی کا جانور) بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ساتھ لے لیا جو حرم میں ذبح کیا جائے قریش مکہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انھوں نے اہل مکہ کو جمع کیا اور یہ طے کیا کہ کسی طرح بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے حالانکہ خود قریش کے لوگ حرم بیت اللہ کا بہت احترام کرتے تھے اور یہ جائز نہیں سمجھتے تھے کہ کسی کو بھی بیت اللہ کے طواف اور عمرہ سے روکا جائے حتیٰ کہ دشمن کو بھی نہ روکتے تھے مقام حدیبیہ پہنچ کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ناقہ بیٹھنے لگی لوگ اس کو چوکا مارتے اور کوشش کرتے کہ یہ اٹھ کر چلنے لگے مگر وہ اٹھنے کا نام ہی نہ لیتی آپ نے فرمایا "حبسها حابس الفيل"۔ کے اس اونٹنی کو اسی ذات نے روک دیا ہے جو ہاتھیوں کو روکنے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے تکوینی حکم سے یہ ناقہ رکی ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا خدا کی قسم اہل مکہ مجھ سے جس بات کا بھی مطالبہ کریں گے جس میں حرمات اللہ کی تعظیم قائم رہے اور شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ ہو تو میں ضرور اسکو منظور کرلوں گا کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سمجھتی تھے کہ اس مرحلہ پر ضرور اہل مکہ کچھ نہ کچھ باتیں اپنی منوائیں گے اور دباؤ بھی ڈالیں گے الغرض آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وہیں قیام فرمایا سی کو آج کل "شمسیہ" کہتے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اہل مکہ کی طرف قاصد روانہ فرمایا کہ ہم لوگ لڑنے کے ارادہ سے نہیں آئے ہم تو صرف عمرہ کی غرض سے آئے ہیں ہم کو مکہ میں آنے دو ہم عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے قریش مکہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا انتظار کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عثمان غنی (رض) کو یہی پیغام دے کر بھیجا اور ساتھ ہی ان مظلوم اور مغلوب مسلمان عورتوں اور مردوں کو جو کفار مکہ کی قید و بند میں تھے یہ بشارت بھی بھیجی کہ عنقریب اللہ کے فضل سے اسلام کا غلبہ ہوگا اور مکہ میں کامیابی اور غلبہ کے ساتھ اسلام داخل ہوگا۔

حضرت عثمان (رض) کی واپسی میں دیر ہوئی کفار مکہ نے ان کو روک لیا ادھر یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان (رض) قتل کر دیئے گئے اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ خیال ہوا کہ شاید اب لڑائی اور مقابلہ کی نوبت آئے گی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر حضرات صحابہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بیعت کی دعوت دی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دست مبارک پر جہاد کی بیعت کریں۔

قریش مکہ کو جب معلوم ہوا تو حضرت عثمان (رض) کو واپس بھیج دیا اور کچھ رؤساء مکہ کا وفد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس صلح کی غرض سے آیا اور گفتگو کے بعد صلح نامہ تحریر کر کے اس پر طرفین کے دستخطوں کا معاملہ طے پایا شرائط صلح کے بارے میں باہم بحث وتمحیص بھی ہوئی اور بعض شرائط صلح بھی مسلمانوں کو اپنی مغلوبی اور پستی کا احساس ہو کر جوش اور ولولہ بھی آرہا تھا لیکن حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بوحی الٰہی حضرات صحابہ (رض) کو تسلی دی اور فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ان باتوں کو مان لو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فرمانے پر مسلمانوں نے صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے وہ شرائط صلح مان لیں اور صلحنامہ تیار ہو گیا کفار کی طرف سے شرائط صلح میں سے ایک یہ تھی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال غیر مسلح حالت میں آ کر عمرہ کر لیں اور فریقین دس سال تک ایک دوسرے پر کسی قسم کا حملہ اور جنگی اقدام نہ کریں گے اور اس مدت میں اگر کوئی مرد اہل مکہ میں سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس مدینہ چلا جائے خواہ وہ مرد مسلمان ہی ہو تو آپ اس کو واپس کرنے پر مجبور ہوں گے اور اگر کوئی آپ لوگوں میں سے مکہ واپس آجائے گا تو ہم اس کو واپس نہ کریں گے اس آخری شرط پر صحابہ کو کافی تشویش تھی اور فاروق اعظم (رض) بار بار یہ کہتے تھے کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم یہ ذلت اسلام میں کیوں قبول کریں مگر بمصلحت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نہیں اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اس کو بھی مان لو، اور نہایت ہی حکیمانہ کلمہ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی بدنصیب ہمارے میں سے دارالکفر آنا چاہتا ہے تو آنے دو ایسے کی ہمیں کیا ضرورت جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بعید کرنے کا ارادہ کیا ہو یعنی جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں میں جانا چاہتا ہے تو جانے دو ایسے بدبخت کی ہمیں کیا پرواہ ہے اور اگر کوئی مسلمان کفار کی قید وبند میں ہوگا اللہ تعالیٰ خود ہی اس کے واسطے راستہ خلاصی کا پیدا فرمادے گا۔

یہ حکیمانہ بات سن کر صحابہ کے دل مطمئن ہو گئے صلح کا تمام معاملہ طے ہو گیا دستخط ہو گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حدیبیہ ہی میں (کیونکہ وہ حصہ حرم میں داخل تھا) ہدی کا جانور ذبح کیا اور احرام کھول دیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور راستہ ہی میں مقام کراع الغمیم یا ضجنان پر یہ سورت فتح نازل ہوئی اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ۷ ہجری کے اوائل میں خیبر فتح کیا جو مدینہ منورہ کے شمال کی جانب واقع ہے یہود کا بڑا عظیم مرکز تھا خیبر پر حملہ میں صرف وہی چودہ سو یا پندرہ سو صحابہ تھے جو حدیبیہ کی بیعت الرضوان میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دست مبارک پر بیعت کر چکے تھے پھر حسب معاہدہ ۷ ہجری ذی قعدہ عمرۃ القضاء کے لیے تشریف لے گئے اور امن وامان کے ساتھ عمرہ ادا فرمایا عہد نامہ میں دس سال تک باہم لڑائیوں کا سلسلہ بند کر دینے کا معاہدہ تھا لیکن قریش مکہ نے اس شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نقض عہد کیا تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ۸ ہجری میں مکہ مکرمہ کی طرف فوج کشی فرمائی اور رمضان المبارک میں اس کو فتح فرمایا تو حق تعالیٰ شانہ نے حدیبیہ میں جو بشارت فتح نازل فرمائی تھی وہ پوری ہو گئی،

تفصیلات کتب سیرت سے ملاحظہ فرمائیں:

معاہدہ حدیبیہ اسلام کی عزت وسر بلندی اور فتح عظیم:

معاہدوں کی نزاکت بڑی ہی اہم ہوتی ہے، قوموں کے درمیان معاہدوں میں بسا اوقات طبعی جذبات اور قومی عظمت و وقار کا مسئلہ بڑی ہی رکاوٹوں کا باعث ہوتا ہے اور پھر یہ کہ معاہدے صرف کسی موجودہ معاملہ اور وقتی مسئلہ کو حل کرنے کے واسطے نہیں ہوا کرتے بلکہ ایک طویل مستقبل کے مقاصد اور نشیب و فراز اور عواقب ونتائج پر نظر رکھتے ہوئے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ پائیدار عظمت وعزت اور اصل مقصد کی کامیابی کس صورت میں ہے اگر وقتی طور پر کوئی بات ظاہری مغلوبی اور پستی کی ایسی مان لیجائے جس میں آئندہ کی عظمتیں اور غلبہ وکامیابی مضمر ہو تو بصیرت کا تقاضہ یہی ہے کہ وقتی عزت وسر بلندی یا اپنی بات رہی جانے کے مسئلہ کو بالائے طاق رکھ کر حقیقی عزت اور غلبہ کی جانب کو ترجیح دی جائے معاہدہ حدیبیہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی معجزانہ تدبیر، بے پناہ بصیرت وعواقب پر صحیح نظر اور اس کے واسطے بہترین فیصلہ پھر یہ کہ طبعی جذبات پر قابو رکھنا صبر و استقامت جیسے اوصاف واضح طور پر نمایاں ہیں۔

شیخ الاسلام استاذ محترم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (رح) اپنے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں ان ہی کے کلمات میں ملاحظہ فرمائیے

،

"حدیبیہ" کی صلح بظاہر ذلت ومغلوبی کی صلح نظر آتی ہے اور شرائط صلح پڑھ کر بادی النظر میں یہی محسوس ہوتا ہے کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ کفار قریش کے حق میں ہوا چنانچہ حضرت عمر (رض) اور دوسرے صحابہ (رض) بھی صلح کی ظاہری سطح دیکھ کر سخت محزون ومضطرب تھے وہ خیال کرتے تھے کہ اسلام کے چودہ پندرہ سو سرفروش سپاہیوں کے سامنے قریش اور ان کے طرفداروں کی جمعیت کیا چیز ہے کیوں تمام نزاعات کا فیصلہ تلوار سے نہیں کر دیا جاتا مگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آنکھیں ان احوال ونتائج کو دیکھ رہی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل تھے اور اللہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سینہ سخت سے سخت ناخوشگوار واقعات پر تحمل کرنے کے لیے کھول دیا تھا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بے مثال استغناء اور توکل وتحمل کے ساتھ ان کی ہر شرط قبول فرماتے رہے اور اپنے اصحاب کو اللہ ورسولہ اعلم کہہ کر تسلی دیتے رہے یعنی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے تا آنکہ یہ سورت نازل ہوئی اور خداوند قدوس نے اس صلح اور فیصلہ کا نام "فتح مبین" رکھا لوگ اس پر بھی تعجب کرتے تھے کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا یہ فتح ہے فرمایا ہاں یہ بہت بڑی فتح ہے، حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کی بیعت جہاد اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے بعد کفار معاندین کا مرعوب ہو کر صلح کی طرف جھکنا اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا باوجود جنگ اور انتقام پر کافی قدرت رکھنے کے ہر موقعہ پر اغماض اور عفو ودرگزر سے کام لینا اور محض تعظیم بیت اللہ کی خاطر ان کے بیہودہ مطالبات پر قطعا برافروختہ نہ ہونا یہ واقعات ایک

طرف اللہ کی خصوصی مدد ورحمت کے استجلاب کا ذریعہ بنتے تھے اور دوسری جانب دشمنوں کے قلوب پر اسلام کی اخلاقی اور روحانی طاقت اور پیغمبر (علیہ السلام) کی شان پیغمبری کا سکہ بٹھلا رہے تھے گو عہدنامہ لکھتے وقت ظاہر بینوں کو کفار کی جیت نظر آتی تھی لیکن ٹھنڈے دل سے فرصت میں بیٹھ کر غور کرنے والے خوب سمجھتے تھے کہ فی الحقیقت تمام تر فیصلہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حق میں ہورہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا نام فتح مبین رکھ کر متنبہ کردیا کہ یہ صلح اس وقت بھی فتح ہے اور آئندہ کے لیے بھی آپ کے حق میں بیشمار فتوحات ظاہری وباطنی کا دروازہ کھولتی ہے اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاط اور بے تکلف ملنے جلنے کا موقعہ ہاتھ آیا کفار مسلمانوں کی زبان سے اسلام کی باتیں سنتے اور ان مقدس مسلمانوں کے احوال واطوار کو دیکھتے تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک یعنی تقریبا دوسال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے خالد بن الولید (رض) اور عمرو بن العاص (رض) جیسے نامور صحابہ اسی دوران میں اسلام کے حلقہ بگوش بنے یہ جسموں کو نہیں دلوں کو فتح کرلینا اسی صلح حدیبیہ کی اعظم ترین برکت تھی اب جماعت اسلام چاروں طرف اس قدر پھیل گئی اور اتنی بڑھ گئی تھی کہ مکہ معظمہ کو فتح کرکے ہمیشہ کے لیے شرک کی گندگی سے پاک کردینا بالکل سہل ہوگیا حدیبیہ میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہمراہ صرف ڈیڑھ ہزار جانثار تھے لیکن دوبرس کے بعد مکہ معظمہ کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جرار آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہمرکاب تھا۔

سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کے لیے صلح حدیبیہ بطور اساس وبنیاد اور زرین دیباطہ کے تھے اور اس تحمل وتوکل اور تعظیم حرمات اللہ کی بدولت جو صلح کے سلسلے میں ظاہر ہوئی جن علوم ومعارف قدسیہ اور باطنی مقامات ومراتب کا فتح باب ہوا ہوگا اس کا اندازہ تو کون کرسکتا ہے ہاں تھوڑا سا اجمالی اشارہ حق تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے یعنی جس طرح سلاطین دنیا کسی بہت بڑے فاتح جنرل کو خصوصی اعزاز واکرام سے نوازتے ہیں خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا جن میں پہلی چیز غفران الذنوب ہے، (ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب کوتاہیاں جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں) یہ بات اللہ تعالیٰ نے کسی اور بندہ کے لیے نہیں فرمائی مگر حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس قدر عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے تھے اور لوگوں کو دیکھ کر رحم آتا تھا، صحابہ عرض کرتے یارسول اللہ! آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں 249! اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرماچکا، فرماتے۔ افلا اکون عبدا شکورا۔ (تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں) ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسی بشارت اسی بندہ کو سنائیں گے جو سن کر نڈر نہ ہوجائے بلکہ اور زیادہ خدا سے ڈرنے لگے شفاعت کی طویل حدیث میں ہے کہ جب مخلوق جمع ہوکر حضرت مسیح

(علیہ السلام) کے پاس جائے گی تو ہو فرمائیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤ جو خاتم النبیین ہیں اور جن کی اگلی پچھلی سب خطائیں اللہ تعالیٰ معاف فرما چکا ہے۔ (یعنی اس مقام شفاعت میں اگر بالفرض کوئی تقصیر بھی ہو جائے تو وہ بھی عفو عام کے تحت میں پہلے ہی آچکی ہے) بجز ان کے اور کسی کا یہ کام نہیں۔

(کذافی الفوائد العثمانیہ) ملخص از معارف کاندھلوی)

سورۃ الفتح کے مقاصد ومضامین:

☆ سورۃ الفتح میں اس چیز کی بشارت ہے کہ حدیبیہ کی صلح مسلمانوں کے لیے فتح مکہ کی تمہید ہے اور اب وہ وقت قریب ہے جب مسلمانوں کو کفار پر مکمل غلبہ حاصل ہو جائے گا، اور اس مہم سے مسلمانوں کو جنت اور فوز عظیم حاصل ہوگی اور ان منافقوں کے لیے یہ اللہ کے غضب کا سبب بنی جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق یہ بدگمانی کر رہے تھے کہ وہ مسلمانوں کو لے کر موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔

☆ مسلمانوں کو یہ بتایا کہ اللہ کی طرف سے جو عظیم الشان رسول آیا ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کی تعظیم اور توقیر کریں اور تمام مہمات میں اس کے ساتھ تعاون کریں اور جو لوگ اس رسول کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔

☆ جو منافق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ عمرہ کے اس سفر میں نہیں گئے تھے ان کے متعلق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بتایا کہ اب یہ مختلف حیلے بہانے کر کے آپ کے پاس مغفرت کی درخواست لے کر آئیں گے، آپ انھیں بتا دیں کہ ان کا معاملہ اب اللہ کے سپرد ہے اور ان منافقوں کا حال یہ ہے کہ کسی غزوہ کے متعلق اگر انھیں یہ یقین ہو کہ اس میں کوئی لقمہ تر ان کے ہاتھ آنے والا ہے تو ان کی پوری خواہش ہوتی ہے کہ یہ اس غزوہ میں شریک ہوں اور جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ اس غزوہ میں کسی طاقتور دشمن سے مقابلہ ہونے والا ہے تو یہ اس شرکت سے پہلوتہی کرتے ہیں اور جان چراتے ہیں۔

☆ اس سورت میں یہ بھی بتایا ہے کہ اگر اس موقع پر کفار مسلمانوں سے جنگ کرتے تو منہ کی کھاتے۔

☆ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خواب کی تصدیق اور اس کی تعبیر میں تاخیر کی حکمت۔

☆ تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ یقینی ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کی تورات میں تصویر اور حق کے تدریجی غلبہ کی "انجیل" میں تمثیل۔

مختصر خلاصہ :

پہلا حصہ :۔

"انا فتحنا لك" یہ پہلی خوشخبری ہے۔ صلح حدیبیہ کی ظاہر شرائط کو دیکھ کر اسے شکست نہ سمجھو یہ حقیقت میں تمہاری فتح عظیم ہے۔" هو الذی انزل السکینة" یہ دوسری بشارت ہے اللہ نے مومنوں کے دل پر طمانیت نازل فرما کر ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔"لیزدادوا ایمانا الخ" یہ دوسری بشارت کی پہلی علت ہے یعنی تاکہ ان کا ایمان مضبوط ہو جائے۔"لیدخل المومنین الخ" یہ دوسری بشارت کی دوسری علت ہے۔ درمیان میں" ولله جنود السموات الخ" جملہ معترضہ ہے۔ برائے اتمام بشارت یعنی وہ فتح دینا اور سکینہ اتارنا اس کے اختیار میں ہے۔"ویعذب المنفقین الخ" یدخل پر معطوف ہے" ولله جنود السموات الخ" اعادہ، جملہ معترضہ برائے تاکید۔"انا ارسلنك الخ" بیان توحید بطور ترقی از سورۃ محمد بعد بیان دو بشارت۔"ان الذین یبایعونك الخ" ترغیب فی الجہاد۔ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے پورا کرنے والے بڑا اجر وثواب پائیں گے۔"سیقول لك الخ" یہ ان منافقین پر زجر ہے جو واقعہ حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے۔ یہ لوگ آپ کے پاس آ کر لنگڑے بہانے بنائیں گے اور جھوٹ بولیں گے۔ یہ لوگ مصائب وتکالیف سے بچنے کے لیے ساتھ نہیں گئے تو اگر اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے گھروں ہی میں مصیبت ڈال دے تو تمہیں ان سے کون بچائے گا۔"بل ظننتم الخ" یقولون بالسنتہم کی تفسیر ہے۔ تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ رسول اور مومنین زندہ سلامت واپس نہیں آئیں گے۔ مشرکین ان کا تکہ بوٹی کر دیں گے۔" ومن لم یؤمن۔ الایة" تخویف اخروی۔" ولله ملك السموات الخ" جملہ معترضہ۔" سیقول المخلفون۔ الایة" زجر برائے منافقین۔ یہ لوگ سفر مکہ میں آپ کے ساتھ نہیں گئے۔ کیونکہ جان کا خطرہ تھا لیکن جنگ خیبر میں شریک ہونا چاہتے ہیں، کیونکہ مسلمانوں کا پلہ بھاری ہے اور انھیں مال غنیمت سے حصہ مل جانے کی توقع ہے انھیں فرما دیجئے تمہیں ہمارے ساتھ شریک ہونے کی اجازت نہیں۔"قل للمخلفین من الاعراب۔ الایة" تمہیں عنقریب ایک اور موقع دیا جائے گا جس میں تمہاری آزمائش ہوگی اگر اس میں تم نے اخلاص واطاعت کا ثبوت دیا تو تمہیں بہت اچھا بدلہ دیا جائے گا۔"لیس علی الاعمی۔ الایة" یہ لوگ معذور ہیں جہاد میں ریک نہ ہونے کی وجہ سے ان پر کوئی گناہ نہیں۔

دوسرا حصہ :

"لقد رضی الله عن المومنین۔ تا۔ وکان الله بکل شیء علیما (رکوع 3)۔ مضامین حصہ اول میں سے مومنین کے لیے بشارت اخرویہ اور مشرکین پر غلبہ حاصل ہونے کی خوشخبری کا اعادہ۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کا ذکر۔" لقد صدق الله" تا" فتحا قریبا" جواب شبہہ۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خواب میں دیکھا کہ آپ صحابہ کی معیت میں مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہ ہوسکا اور آپ کو صحابہ (رض) سمیت مقام حدیبیہ سے واپس مدینہ جانا پڑا تو جواب دیا گیا کہ خواب سچا ہو کر رہے گا اور آپ مع صحابہ (رض) ضرور مسجد حرام میں داخل ہوں گے اور عمرہ ادا کریں گے۔ اس سال نہ سہی اگلے سال یہ

خواب پورا ہوگا۔کیونکہ خواب میں سال کی کوئی تعیین نہیں کی گئی تھی۔"ھو الذی ارسل رسولہ۔ تا۔ محمد رسول اللہ" جواب شبہہ کے بعد اتباع رسول اور مسئلہ توحید کی ترغیب" والذین معہ۔الایۃ" مدح و بیان اوصاف صحابہ (رض) تاکہ بعد والے ان کا اتباع کریں۔

سورۃ الحجرات (49)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الحجرات ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی درج ذیل آیت میں الحجرات کا ذکر ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ(الحجرات :٤)

(اے رسول مکرم!) بیشک جو لوگ آپ کو حجرات کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۰۸ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۴۹ ہے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کا زمانہ نزول ۹ھ ہے۔

ماقبل سے ربط:

گزشتہ سورت میں فتح مبین کا اعلان اور فتح خیبر کی بشارت تھی، فارس اور روم سے جہاد کا ذکر تھا جو خلفائے راشدین (رض) کے زمانہ میں ہوا ان مضامین کے ساتھ مخلصین اور غیر مخلصین کا فرق اور ان کے کچھ احوال بھی بیان ہوئے اور اہل ایمان میں وہ ہستیاں جن کو حق تعالیٰ شانہ نے امت کے واسطے ایک نمونہ بنایا یعنی حضرات صحابہ (رض) خاص طور سے ان کے اوصاف وفضائل بیان کئے گئے تو اب اس سورت میں بوضاحت خلفائے راشدین (رض) کے ایمان وانقیاد واطاعت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وہ رنگ بیان کیا جارہا ہے جس کے باعث وہ ان کرامتوں اور بشارتوں کے مستحق ہوتے جو گزشتہ سورت میں بیان کی گئیں اور ساتھ ہی ان کے قلوب کی پاکی اور تقوی کے امتحان کا ذکر ہے کہ (آیت) "اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی"۔کہ خداوند عالم نے ان کے دلوں اور قلوب کے باطنی تقوی کا امتحان لے لیا ہے جس میں الحمد للہ ان کی کامیابی کا اعلان ان کلمات نے کردیا جس کے اولین اور عظیم ترین مصداق حضرت ابوبکر صدیق (رض) اور حضرت عمر فاروق (رض) ہیں جیسا کہ مفسرین نے اس کے شان نزول میں بیان کیا اسی کے ساتھ آداب رسول اور حقوق رسالت کا بھی بیان ہے کہ امتی پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کیا کیا حقوق عائد ہیں۔

سورت الحجرات کے مقاصد ومضامین:

☆ اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ادب اور احترام تمام فرائض سے بڑھ کر فرض ہے، بلکہ جزو

ایمان ہے۔

☆نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کیا جائے گا جو عام لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے حتیٰ کہ آپ کے سامنے بلند آواز سے بات نہیں کی جائے گی اور نہ آپ کو حجروں سے باہر ندا کی جائے گی۔

☆بغیر تحقیق کے کوئی خبر قبول نہ کی جائے، نہ کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی کی جائے، نہ کسی مسلمان کی غیبت کی جائے، نہ کسی کا نام بگاڑا جائے، نہ کسی مذاق اڑایا جائے، اسی طرح کے اور معاشرتی آداب بتائے۔

☆اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑ رہے ہوں تو ان میں صلح کرائی جائے اور اگر وہ صلح نہ کریں تو ان میں سے جو گروہ باطل پر ہو اس سے جنگ کی جائے، حتیٰ کہ وہ راہ راست پر آجائے۔

مختصر خلاصہ:

اس سورت کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ابتدائے سورت سے لے کر "ان اللہ علیم خبیر" تک ہے اور دوسرا حصہ "قالت الاعراب" سے لے کر آخر سورت تک ہے۔

پہلا حصہ :

اس میں سات معاشرتی قوانین مذکور ہیں جن میں سے پہلے دو حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آداب سے متعلق ہیں اور باقی پانچ عام معاشرہ سے متعلق ہیں۔ پہلا قانون :- "یا ایھا الذین امنوا لا تقدموا۔ الایۃ" اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور مخالفت نہ کرو۔ دوسرا قانون :- یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا۔ تا۔ واجر عظیم "۔ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں گفتگو کرتے وقت تمہاری آواز آپ کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے اور آپ کی مجلس میں پست آواز میں گفتگو کرو۔ "ان الذین ینادونك۔ تا۔ واللہ غفور رحیم "۔ یہ ان دیہاتیوں پر زجر ہے جنہوں نے آپ کے حجرات مبارکہ سے باہر کھڑے ہو کر آپ کو بلند آواز سے پکارنا شروع کیا۔ تیسرا قانون :- "یا ایھا الذین امنوا ان جاء کم۔ الایۃ" کسی خبر کی بناء پر کوئی اقدام کرنے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کرلو۔ تاکہ بعد میں اپنے اقدام پر پشیمان نہ ہونا پڑے۔" واعلموا ان فیکم رسول اللہ۔ تا۔ واللہ علیم حکیم "۔ یہ قانون اول سے متعلق ہے یعنی تم پر رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت فرض ہے نہ کہ آپ پر تمہاری اطاعت۔ چونکہ تمہارے دلوں میں ایمان کو محبوب کرنا، کفر و فسق اور عصیان سے تمہیں دور رکھنا مقصود ہے اس لیے تم پر پیغمبر (علیہ الصلوۃ والسلام) کی اطاعت فرض کی گئی ہے۔ چوتھا قانون :- "وان طائفتان من المومنین اقتتلوا۔ تا۔ لعلکم ترحمون"۔ اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک فریق صلح پر آمادہ نہ ہو تو اس سے قتال کرو یہاں تک کہ وہ حکم الٰہی کے سامنے

جھک جائے۔ پانچواں قانون :"یا ایھا الذین امنوا لیسخر قوم ۔الایۃ" آپس میں ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑاؤ، نہ ایک دوسرے کے عیبوں کا طعنوں نہ دو اور نہ ایک دوسرے کا نام بگاڑو۔ چھٹا قانون :"یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا۔ تا۔ ان اللہ تعاب رحیم "کسی کے بارے میں بلا وجہ بدگمانی نہ کرو۔ دوسروں کی عیب جوئی نہ کرو اور کسی کی پس پشت بدگوئی (غیبت) نہ کرو۔ ساتواں قانون :"یا ایھا الناس انا خلقنا کم ۔الایۃ" شرف نفس پر فخر نہ کرو، عظمت شان کا مدار نسب نہیں، بلکہ ایمان وتقوی ہے۔

دوسرا حصہ :

"قالت الاعراب امنا۔الایۃ" یہ ان دیہاتیوں پر زجر ہے جنہوں نے اپنے ایمان کا اظہار کر کے پیغمبر (علیہ السلام) پر احسان کرنا چاہا۔ فرمایا ایمان کامل یہ ہے کہ ایمان کے بعد شک پیدا نہ ہو اور اللہ کی راہ مین جان ومال سے جہاد کیا جائے اور پھر یہ تمہارا کونسا احسان ہے۔ احسان تو اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے تمہیں ایمان کی راہ دکھائی اور اسلام قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائی۔
"ان اللہ یعلم غیب السموات۔الایۃ" آخر میں مسئلہ توحید کا بیان ہے علی سبیل الترقی۔ چونکہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس لیے اس کے سوا کوئی معبود اور پکارے جانے کے لائق نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

سورة ق (50)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کی پہلی آیات میں قٓ کا لفظ ہے قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ قاف، قرآن مجید کی قسم۔
اور جس طرح بعض دیگر سورتوں کو حروف الھجاء سے شروع کیا گیا ہے، اس سورت کو بھی حرف الھجاء سے شروع کیا گیا ہے، اس کی نظائر میں صٓ، نٓ، الٓمٓ اور طٰسٓ ہیں۔

سورۃ قٓ کے متعلق احادیث:

عَنْ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ» : صَلَّيْتُ وَصَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَرَأَ {ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ} حَتَّى قَرَأَ

حضرت قطبہ بن مالک (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں "ق والقرآن المجید" پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث 457:)

عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ » أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ :مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي الأَضْحَى وَالْفِطْرِ؟ فَقَالَ :كَانَ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِـ :{ق *

وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ}، وَ {اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ }»

حضرت ابو واقد لیثی (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عید کی نماز میں "ق" اور "اقتربت الساعۃ" پڑھا کرتے تھے۔(صحیح مسلم رقم الحدیث 891:)

عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أُخْتٍ لِعَمْرَةَ قَالَتْ» : أَخَذْتُ - {ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ} - مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهُوَ يَقْرَأُ بِهَا عَلَى الْمِنْبَرِ، فِي كُلِّ جُمُعَةٍ ».

حضرت ام ہشام بنت حارثہ (رض) بیان کرتی ہیں کہ میں نے "ق والقرآن المجید" کو صرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سن کر یاد کیا ہے، آپ ہر جمعہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ سورت پڑھا کرتے تھے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث 872 :)

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 34 اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 50 ہے۔
اس سورت میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کو دلائل سے ثابت کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت پر بھی دلائل ہیں۔

ما قبل سے ربط :

سورۃ محمد، فتح اور حجرات کا ایک حصہ تھا جس میں مسئلہ جہاد کا ذکر تھا۔ اب سورۃ ق، الذاریات اور الطور ایک الگ حصہ ہے جس میں حشر ونشر اور جزاء وسزاء کا ذکر ہوگا۔ دوسرے حصے کا پہلے حصے کے ساتھ ربط یہ ہے کہ پہلے حصے کا مضمون یہ تھا کہ مشرکین سے جہاد کرو، اس لیے کہ وہ شرک کرتے ہیں اور انھوں نے اللہ کے سوا کئی اور الہ بنا رکھے ہیں۔ اب دوسرے حصے میں یہ مذکور ہوگا کہ شرک کرنے کے علاوہ وہ قیامت اور جزاء وسزا کا بھی انکار کرتے ہیں۔ مشرکین توحید کا بھی انکار کرتے تھے اور قیامت کا بھی۔

سورۃ کے مقاصد ومضامین:

پوری سورۃ کا بنیادی مضمون آخرت ہے کیونکہ اہل مکہ کو اس بات پر بڑا اچنبھا تھا کہ مرنے کے بعد انسان کو کیسے زندہ کیا جائے گا اور حساب وکتاب کا معاملہ کیا ہے؟ یہ سب کچھ ان کے لیے محال اور ناممکن تھا۔ ان اوہام کے ازالے کے لیے فرمایا کہ اللہ کو سب معلوم ہے کہ انسان کے اجزاء کہاں کہاں منتشر ہوئے اور اب ان کا وجود کہاں ہے۔ وہ ان سب کو جمع کرنے پر قادر ہے اور ایک اشارے ہی سے ان سب منتشر ذرات کو مجتمع کر دے گا۔

نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے فرشتے تمہاری حرکات وسکنات کو محفوظ کر رہے تھے اور وقت

آنے پر تمہارے اعمال کا سارا ریکارڈ تمہارے پاس موجود ہوگا۔ موجودہ دور میں یہ اشکال از خود دور ہو جاتا ہے کہ عقل انسانی کی ایجاد ویڈیو کیمرے نے انسان کی ساری حرکات وسکنات اور اس کے لحہ بہ لحہ اعمال کی ایسی فلم تیار کرلی ہوتی ہے کہ جب چاہے انسان ایک بٹن دبا کر ساری یادوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے حاضر کر لیتا ہے۔

موت کے بعد کی زندگی کی بابت فرمایا کہ نباتات پر غور وتدبر کیا جائے کہ بارش کے بعد زمین سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے۔ وہ سب نباتات، گھاس اور جڑی بوٹیاں جن کا وجود ظاہری طور پر ختم ہو چکا ہوتا ہے، بارش کے بعد نئے سرے سے زندگی کی بہار دکھانے لگتی ہیں۔ اسی طرح موت کے بعد جب صور اسرافیل پھونکا جائے گا تو سبھی انسان زندہ ہو جائیں گے اور جو پردہ آج مادی کدورت کے باعث عقل پر پڑ گیا ہے، وہ ہٹ جائے گا اور پھر یہ احساس ہوگا کہ دنیا میں ہماری زندگی یوں ہی بیکار یا کھیل تماشے کے طور پر نہ تھی۔

اس سورۃ میں جزا وسزا، جنت ودوزخ اور عذاب وثواب کا تذکرہ کرکے فرمایا کہ اگر تم حق کے ماننے کے بجائے بغض وعناد کا شکار رہے تو کل اسی جہنم کا ایندھن بنائے جاؤ گے جس کا تم آج انکار کر رہے ہو۔

اس سورۃ میں تسبیح اور صبر کا خصوصی حکم ہے جبکہ انبیاء کی تکذیب اور گمراہی کے انجام کا بھی ذکر کیا گیا ہے اقوام سابقہ میں سے اصحاب الایکہ، اصحاب الرس، قوم عاد وثمود، قوم لوط اور فرعون کا ذکر عبرت کے لیے ہے۔

مختصر خلاصہ:

سورۃ ق، الذاریات اور الطور تینوں سورتوں میں ایک ہی مضمون مذکور ہے یعنی ثبوت قیامت، پھر اس مضمون کے تین حصے ہیں۔ اول، حشر ونشر یہ سورۃ ق میں " کذلك الخروج " (رکوع 2) میں مذکور ہے۔ دوم، جزاء، سوم، سزا۔ سورۃ الذاریات میں جزاء و سزاء کا وقوع ثابت کیا گیا ہے۔ " ان الدین لواقع (رکوع 1) اور سورۃ الطور میں سزاء کا ذکر ہے۔ " ان عذاب ربك لواقع " (رکوع 1)۔ " ق، والقرآن المجید " یہ ترغیب مع زجر ہے۔ یہ جلال وعظمت والا قرآن شاہد ہے کہ آپ سچے رسول ہیں اور قیامت ضرور آئیگی اس کے بعد شبہ ہے کی تو کوئی گنجائش نہ تھی، لیکن وہ محض از راہ عناد اعتراض کرتے ہیں کہ رسول بشر ہے اس لیے ہم نہیں مانتے۔ " فقال الکافرون الخ " یہ شکوی ہے۔ کافر کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا بڑی عجیب بات ہے جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر دوبارہ زندگی حاصل کرنا تو بعید از فہم بات ہے۔ " قد علمنا ما تنقص الخ " جواب شکوی ہے۔ مرنے والوں کو ہم خوب جانتے ہیں ان کے ابدان کا ذرہ ذرہ ہمیں معلوم ہے۔ ہم ایک ایک کو دوبارہ زندہ کر لیں گے۔ " بل کذبوا بالحق۔ الایۃ " انھوں نے حشر ونشر کا انکار کیا ہے، جو کہ حق صریح ہے اور انکار کی ان کے پاس کوئی معقول دلیل نہیں۔ " افلم ینظروا الی السماء۔ تا۔ واحیینا بہ بلدۃ میتا " (رکوع 1)۔ یہ حشر نشر پر پہلی اور مفصل عقلی دلیل ہے یہ

منکرین قیامت اس میں غور نہیں کرتے کہ ہم نے آسمانوں کو کسی طرح محفوظ و محکم بنایا، زمین کو پیدا کر کے اس پر پہاڑ رکھ دیئے اور اس میں تر و تازہ پھل پیدا کیے، ہم آسمان سے مینہ برسا کر باغات اور غلے پیدا کرتے ہیں اور بارش سے مردہ زمین کو زندگی اور تازگی عطاء فرماتے ہیں۔ "کذلك الخروج" یہ سورت کا دعویٰ ہے۔ یعنی جس طرح ہم مذکورہ بالا کاموں پر قدرت رکھتے ہیں اسی طرح مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہیں اور جس طرح ہم نے مینہ برسا کر مردہ اور بنجر زمین میں جان ڈالدی اور اس سے طرح طرح کی سبزیاں اور درخت اگائے، اسی طرح ہم مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے زمین سے نکال لیں گے۔ "کذبت قبلھم۔ تا۔ فحق وعید" یہ تخویف دنیوی ہے۔ "بل کذبوا بالحق" سے متعلق ہے۔ کفار قریش سے پہلے بہت سی قومیں گذر چکی ہیں مثلاً قوم نوح، اصحاب الرس، ثمود، عاد، قوم فرعون، قوم لوط، اصحاب الایکہ اور قوم تبع ان سب نے پیغمبروں کی تکذیب کی، اللہ کی توحید اور حشر و نشر کا انکار کیا تو دنیا ہی میں سب پر اللہ کی گرفت آگئی۔ "افعیینا بالخلق الاول الخ" یہ زجر ہے۔ کیا ہم پہلی بار انسانوں کو پیدا کر کے تھک گئے ہیں کہ اب دوبارہ انھیں پیدا کرنے کی ہم میں قدرباقی نہیں رہی؟ نہیں یہ بات نہیں، بلکہ کافروں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندگی میں شک ہے۔ "لقد خلقنا الانسان۔ تا۔ وتقول ھل من مزید" (رکوع 3)، یہ تخویف اخروی ہے۔ ہم انسان کی پیدائش سے لے کر اس کے تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو جانتے ہیں، اس کی ہر بات کو قلمبند کرنے کے لیے دائیں بائیں فرشتے متعین ہیں جب اس پر موت کا وقت آئے گا تو اسے کہا جائے گا یہی وہ چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ قیامت کے دن جب اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تو آج کے دن سے غافل تھا۔ آج تیری آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے اور حقیقت تیرے سامنے عیاں ہے پھر حکم ہوگا کہ ایسے سرکشوں، شریروں اور حق کے دشمنوں کو جنہوں نے اللہ کے سوا اور الٰہ بنائے، سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔ "الذی جعل مع اللہ الھا آخر" میں مسئلہ توحید کا بیان ہے علی سبیل الترقی۔ جب ان سرکش کفار و مشرکین کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو جہنم "ھل من مزید" کا نعرہ لگائیگا کہ میرا پیٹ ابھی نہیں بھرا مجھے اور سرکش چاہئیں۔ "وازلفت الجنۃ۔ تا۔ ولدینا مزید" یہ ایمان والوں کیلئے بشارت اخرویہ ہے۔ جنت کو شرک سے بچنے والوں کے قریب کر دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ جنت جس کا اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہر مومن سے وعدہ کیا گیا تھا اے خدا سے ڈرنے والو! امن و سلامتی کے ساتھ ان میں داخل ہو جاؤ اور اس میں ہمیشہ رہو۔ ان کو جنت میں خواہش کی ہر چیز ملے گی اور وہاں ان کی خواہشوں سے بڑھ کر نعمتیں ہوں گی۔ "وکم اھلکنا قبلھم۔ تا۔ وھو شھید" یہ بھی تخویف دنیوی ہے۔ ہم نے ان مکہ والوں سے زیادہ طاقتور قوموں کو تباہ و برباد کیا مگر کوئی ان کو ہماری گرفت سے چھڑا نہ سکا۔ اس میں ہر عقلمند اور توجہ سے کام لینے والے کیلئے عبرت و نصیحت ہے۔ "ولقد خلقنا السموات۔ الایۃ" یہ ثبوت قیامت پر دوسری اور مختصر عقلی دلیل ہے۔ ہم نے اس ساری کائنات کو صرف چھ دنوں میں پیدا کر لیا اور ہم تھکے نہیں تو انسانوں

کو دوبارہ پیدا کرلینا کونسا مشکل کام ہے جو ہم سے نہ ہو سکے گا؟۔ - فاصبر علی ما یقولون۔الآیت ین" یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیلئے تسلی ہے۔آپ منکرین کے طعن وتشنیع پر صبر کریں اور اللہ کی عبادت اور اس کی تسبیح وتحمید میں مصروف رہیں اور انتظار کریں کہ قیامت کے دن ان کا کیا حشر ہوگا۔جب صور پھونکا جائے گا تو سب اٹھ کھڑے ہوں گے۔ - انا نحن نحیی الخ" موت وحیات ہمارے اختیار میں ہے۔قیامت کے دن زمین پھٹ جائے گی اور سب لوگ تیزی سے نکلتے آئیں گے ہمارے لیے تو یہ بہت ہی آسان ہے۔ نحن اعلم بما یقولون۔الایۃ" یہ بھی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیلئے تسلی ہے۔ہم ان کی باتوں کو خوب جانتے ہیں آپ ان کی پرواہ نہ کریں اور ایمان والوں کو قرآن سے نصیحت فرماتے رہیں۔

سورۃ الذاریات (51)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

"الذریت" "ذاریۃ" کی جمع ہے اور اس کا مصدر ہے "ذرو" اس کا معنی ہے : ہوا کا خاک اڑانا اور گرد وغبار بکھیرنا" "الذاریات" اس سورت کا نام ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ ہے:

والذریت ذروا ۔(الذاریت ۱ :) گرد وغبار اڑانے والی ہواؤں کی قسم۔

ان ہواؤں کی قسم کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظمت والی ہیں۔

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے' ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٦٦ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۱ ہے۔

ما قبل سے ربط:

سورت قٓ کا اختتام حشر ونشر کی آیات پر ہوا تھا اور اس سورت کی ابتداء ہواؤں اور بادلوں کے ذکر سے ہوئی ہے اور اس میں حشر ونشر پر دلیل ہے کہ جس طرح ہوائیں سمندر کے قطرات کو اٹھاتی ہیں پھر بارش کے ذریعہ اس پانی کو دوبارہ زمین پر پہنچا دیتی ہیں' اسی طرح انسان کو مر کر خاک اور مٹی ہو جائے گا اور اس کے ذرات زمین میں بکھر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ دوبارہ ان ذرات کو مجتمع کر کے انسانی پیکر بنا دے گا۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۃ قاف میں مذکور ہوا کہ قیامت اور قبروں سے زندہ ہو کر نکلنا اور حشر ونشر برحق ہے اب سورۃ الذاریات میں بطور ترقی مذکور ہو گا کہ صرف حشر ونشر ہی نہیں بلکہ جزاء وسزا بھی ہوگی۔انما توعدون لصادق، وان الدین لواقع

سورت الذریت کے مقاصد ومضامین:

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی اصول اور عقائد پر زور دیا ہے' اور توحید' رسالت' مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر

دلائل دیئے ہیں۔

☆ کفار مکہ اور دیگر اقوام کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں کی تکذیب کی اور آخرت کا انکار کیا اور بالآخر وہ دوزخ کے عذاب کے مستحق ہوئے اسی طرح مؤمنین کا ذکر فرمایا جن کے لیے آخرت میں جنت اور اس کی دائمی نعمتوں کو تیار کیا گیا ہے۔

☆ گزری ہوئی ان قوموں کا ذکر فرمایا جنہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور یہ حضرت ابراہیمؑ حضرت لوطؑ حضرت موسیٰ (علیہم السلام) کی قومیں تھیں اور عاد اور ثمود کی قومیں تھیں ان قوموں کے واقعات سے کفار مکہ کو عبرت دلانا مقصود تھا اور ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ تسلی دینا تھی کہ اگر آپ کی قوم آپ کی تکذیب کر رہی ہے اور آپ کو ایذاء پہنچا رہی ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہمیشہ سے عظیم رسولوں کی تکذیب کی جاتی رہی ہے اور ان کو ایذاء پہنچائی جاتی رہی ہے۔

☆ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر اپنی تخلیق اپنی قدرت اور اپنی وحدت کے دلائل کو دہرایا ہے اور اللہ کا شریک قرار دینے اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے اور ان کی اطاعت سے انحراف کرنے سے منع فرمایا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو منکرین سے اعراض کرنے اور متقین کو نصیحت کرنے کا حکم دیا ہے جن کو آپ کی نصیحت سے فائدہ ہوگا۔

☆ سورت کے اخیر میں بیان فرمایا ہے کہ جنات اور انسانوں پیدا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کے رزق کا کفیل ہے اور کفار اور مشرکین جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب شدید سے ڈرایا گیا ہے اور ان سے پہلے جن کافروں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی تھی ان پر دنیا میں جو عذاب بھیجا گیا تھا اس عذاب سے موجودہ کفار اور مکذبین کو ڈرایا ہے۔

مختصر خلاصہ :

"والذاریات۔ تا۔ فالمقسمت امرا" یہ جزاء وسزا پر شاہد ہے جس طرح ہوائیں بادلوں کو اٹھا کر چلتی ہیں، کہیں باران رحمت ہوتی ہے اور کہیں اولے پڑتے ہیں اسی طرح قیامت کے دن مومنوں پر اللہ کی رحمت ہوگی اور کافروں پر اس کا عذاب ہوگا۔" والسماء ذات الحبك" یہ حشر ونشر کا نمونہ ہے جس طرح رات کو آسمان پر ستاروں کا ایک وسیع جال نمودار ہو جاتا ہے اسی طرح مردے زمین سے نمودار ہوں گے۔" انکم لفی قول۔ تا۔ من افك" یہ زجر ہے ایسے دلائل وشواہد کے باوجود تم پھر بھی باطل پر قائم ہو۔" قتل الخراصون۔ تا۔ تستعجلون" یہ تخویف اخروی ہے۔ اٹکل پچو سے باتیں کرنے والے اور جزاء وسزا میں شک کرنے والے خدا کی رحمت سے دور ہو کر جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ - ان المتقین۔ الایۃ" یہ بشارت اخرویہ ہے متقی اور شرک سے بچنے والے لوگ جنت میں ہوں گے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے متمتع ہوں گے۔" انہم کانوا۔ تا۔ والمحروم۔ یہ

متقین کی صفات ہیں کہ وہ احسان کیا کرتے تھے راتوں کو کم سوتے تھے۔ رات کا اکثر حصہ عبادت واستغفار میں گذارتے تھے اور ہر سائل ومحتاج کی مالی اعانت کرتے تھے۔ یہاں دفع عذاب کیلئے امور ثلاثہ کا ذکر ہے یعنی شرک نہ کرنا، ظلم نہ کرنا اور احسان کرنا۔ "وفی الارض ایات۔ تا۔ افلا تبصرون" یہ ثبوت قیامت پر پہلی عقلی دلیل ہے۔ یعنی زمین میں اور خود تمہاری اپنی جانوں میں نشانیاں موجود ہیں ذرا غور وفکر کی ضرورت ہے۔ "وفی السماء۔ تا۔ تنطقون" آسمان سے بارش بھی نازل ہوتی ہے اور اولے بھی برستے ہیں یہ جزاوسزا کا نمونہ ہے۔ زمین وآسمان کے رب کی قسم حشر ونشر برحق ہے جس طرح تم اپنے مونہوں سے الفاظ نکالتے ہو اسی طرح تم بھی زمین سے نکالے جاؤ گے۔ "هل اتاك۔ تا۔ العذاب العليم" (رکوع 4)۔ یہ تخویف دنیوی کے پانچ نمونوں میں سے پہلا نمونہ ہے۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بطور تمہید ہے اور قوم لوط (علیہ السلام) کا عبرتناک حشر تخویف دنیوی کا پہلا نمونہ ہے۔ یہ لوگ آخرت کی جزاوسزا سے غافل ہو کر گناہوں میں منہمک تھے کہ اللہ نے دردناک عذاب سے ان کو ہلاک کر دیا۔ "وفی موسیٰ۔ تا۔ وھو ملیم" یہ تخویف دنیوی کا دوسرا نمونہ ہے۔ فرعون اور اس کی قوم کو کفر وشرک اور انکار وعناد کی پاداش میں غرق کر دیا گیا۔ "وفی عاد۔ تا۔ کالرمیم" یہ تخویف دنیوی کا تیسرا نمونہ ہے۔ قوم عاد کو تند وتیز طوفان باد سے ہلاک کیا گیا۔ "وفی ثمود۔ تا۔ منتصرین" یہ تخویف دنیوی کا چوتھا نمونہ ہے۔ قوم ثمود کو ایک دلدوز کڑک سے تباہ کیا گیا۔ جس کے سامنے وہ ایک لحہ نہ ٹھہر سکے۔ "وقوم نوح۔ الایۃ" یہ تخویف دنیوی کا پانچواں نمونہ ہے۔ ان سب سے پہلے قوم نوح (علیہ السلام) کے سرکشوں کو طوفان میں غرق کر دیا گیا۔ "والسماء بنیناھا۔ تا۔ لعلکم تذکرون" تخویف دنیوی کے پانچ نمونے ذکر کرنے کے بعد دعوائے سورت پر دوسری عقلی دلیل ہے۔ ایسا وسیع وعریض آسمان پیدا کرنا، زمین کو بچھونے کی مانند ہموار بنانا اور ہر چیز کی کئی کئی قسمیں پیدا کرنا ہماری قدرت کاملہ کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ اس لیے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا بھی ہماری قدرت سے بعید نہیں۔ "ففروا الی اللہ۔ الآیت ین" بیان توحید علیٰ سبیل الترقی۔ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ "کذلك ما اتی۔ تا۔ قوم طاغون" شکوی برائے مشرکین۔ ان سے پہلے جو مشرکین وکفار گذرے ہیں ان کا بھی یہی حال تھا کہ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا اسے جادوگر اور مجنون کہنے لگے کیا وہ اپنی نسلوں کو بھی اس بات کی وصیت کر گئے تھے؟ نہیں، بلکہ یہ بھی سرکش اور طاغی ہیں اور خود ہی ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ "فتول عنھم۔ الآیت ین" یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تسلی ہے۔ آپ نے ان کو تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے آپ مومنین کو پند ونصیحت فرماتے رہے، کیونکہ اس سے ان کو فائدہ پہنچتا ہے۔ "وما خلقت الجن۔ الایۃ" یہ ماقبل کے لیے علت ہے۔ آپ ان کو عبادت کرنے کی تلقین فرماتے رہیں، اس لیے کہ ان کو اسی مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ ان کو پیدا کرنے سے مجھے کوئی ذاتی غرض مقصود نہیں، بلکہ میں خود ان کی سب کی اغراض وحاجات پوری کرتا ہوں۔ "فان للذین ظلموا۔ الآیت ین" یہ تخویف دنیوی ہے۔ ان ظالموں کو بھی

پہلے ظالموں کی طرح عذاب کا حصہ ضرور ملے گا۔ انھیں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ جس دن ان پر موعود عذاب آئے گا وہ دن ان کے لیے نہایت ہلاکت وتباہی کا دن ہوگا۔

سورة الطور (52)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے:

والطور۔ (الطور ۱ :) (پہاڑ) طور کی قسم۔

سورۃ الذریت اور سورۃ الطور دونوں مکی سورتیں ہیں ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۲ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سروت کا نمبر ۷۵ ہے یہ سورۃ نوح کے بعد اور سورۃ المومنین سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

سورۃ الطور کے متعلق احادیث:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ» :شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنِّي أَشْتَكِي، فَقَالَ :طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ، فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ، يَقْرَأُ بِالطُّورِ * وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ}«

حضرت ام سلمہ (رض) بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ میں بیمار ہوں آپ نے فرمایا: تم سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کرلو پس میں نے جب طواف کیا اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیت اللہ کی جانب کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور آپ (نماز میں) پڑھ رہے تھے: "والطور۔ و کتب مسطور"۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۸۵۳ :)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رضي الله عنه قَالَ» :سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ، فَلَمَّا بَلَغَ هَذِهِ الآيَةَ :{أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ * أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ بَلْ لا يُوقِنُونَ * أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُسَيْطِرُونَ} كَادَ قَلْبِي أَنْ يَطِيرَ«

حضرت جبیر بن مطعم (رض) بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مغرب کی نماز میں سورۃ الطور پڑھتے ہوئے سنا جس وقت آپ ان آیتوں کو پڑھ رہے تھے:

ام خلقوا من غير شىء ام هم الخلقون۔ ام خلقوا السموت والارض بل لا يوقنون۔ ام عند

هم خزائن ربک ام هم المصیطرون۔ (الطور :۳۷۔ ۳۵)

آیا وہ بغیر کسی چیز کے از خود پیدا ہو گئے ہیں یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ کیا انھوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے۔ کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا وہ ان خزانوں کے محافظ ہیں۔

حضرت جبیر نے کہا :(ان آیات کو سن کر مجھے یوں لگتا تھا کہ) میرا دل سینے سے نکل کر اڑ جائے گا۔(صحیح البخاری رقم الحدیث : ۴۸۵۴)

ما قبل سے ربط؛

ان دونوں سورتوں میں توحید' حشر ونشر' احوال آخرت اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کے اثبات اور مشرکین کے عقائد فاسدہ کے ابطال کے متعلق آیات ہیں اور ان دونوں کی ابتدائی اور انتہائی آیات میں بھی مماثلت ہے۔

سورۃ الذریت کی ابتدائی آیات مین سے ہے:

ان المتقین فی جنت وعیون۔(الذریت ۱۵ :) بیشک متقین جنتوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔

اور سورۃ الطور کی ابتدائی آیات میں سے ہے:

ان المتقین فی جنت و نعیم ۔(الطور ۱۷ :) بیشک متقین جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔

سورۃ الذریت کی آخری آیت ہے:

فویل للذین کفروا من یومهم الذی یوعدون۔ پس کافروں کو اس دن سے عذاب دیا جائے گا جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اور الطور کی آخری آیات سے یہ آیت ہے:

ام یریدون کیدا فالذین کفروا هم المکیدون۔ کیا یہ کوئی سازش کرنا چاہتے ہیں پس کفار ہی (اپنی) سازش کا شکار ہوں گے۔

سورۃ الذاریات میں فرمایا تھا" ان الذین لواقع "یعنی جزاء وسزا ضرور ہوگی۔ اب سورۃ الطور میں بطور ترقی فرمایا۔" ان عذاب ربك لواق، ماله من دافع "منکرین پر قیامت کے دن اللہ کا عذاب واقع ہوگا اور اللہ کے عذاب اور جزاء وسزا کو کوئی روک نہ سکے گا اور نہ کوئی اس سے بھاگ کر اپنی جان بچا سکے گا۔

سورۃ الطور کے مقاصد ومضامین:

☆ مشرکین جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تکذیب کرتے تھے اور حشر ونشر کا انکار کرتے تھے ان کو اس عذاب سے ڈرایا گیا ہے

جو قیامت کے دن ان کو دیا جائے گا۔

☆ان کی وعید کے مقابلہ میں مؤمنین صالحین کو اس اجر وثواب کی نوید سنائی گئی ہے جو ان کو آخرت میں عطا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جو نعمتیں عطا کیں ہیں ان کا ذکر کر کے آپ کو تسلی دی گئی ہے۔

☆مشرکین کو چیلنج دیا گیا ہے کہ وہ قرآن مجید کی مثل نہیں لا سکتے۔

☆مشرکین کہتے تھے کہ ان کو مرنے کے بعد نہیں اٹھایا جائے گا اور کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ان کی ان خرافات کا رد کیا گیا ہے۔

☆متعدد خداؤں کا رد کیا گیا ہے اور مشرکین جو عذاب کی وعید کا مذاق اڑاتے تھے اس کا ابطال کیا گیا ہے۔

☆نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کفار کو چھوڑ دیں اور ان کی دل آزار باتوں پر غمگین نہ ہوں یہ عذاب ان پر دنیا میں بھی آئے گا اور آخرت میں بھی اور آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا اور آپ سے یہ وعدہ فرمایا کہ اللہ آپ کی تائید فرمائے گا اور آ کو یہ حکم دیا کہ آپ تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں۔

مختصر خلاصہ :

"والطور : یہ دلیل نقلی کی طرف اشارہ ہے یعنی کوہ طور گواہ ہے۔ جہاں موسیٰ (علیہ السلام) پر وحی نازل ہوئی۔ "و کتاب مسطور " یہ دلیل نقلی کتب سابقہ سے ہے۔ یعنی کتب سابقہ بھی شاہد ہیں کہ جزاء وسزا واقع ہوگی اور اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ والبیت المعمور ، یہ دلیل وحی کی طرف اشارہ ہے۔ بیت معمور جہاں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر وحی نازل ہوئی تھی وہ بھی گواہ ہے وہاں آپ پر یہی حکم نازل ہوا تھا۔ "والسقف المرفوع " یہ پہلی عقلی دلیل ہے۔ آسمان بلند کے احاطہ سے تم باہر نہیں نکل سکتے۔ سمندر نے تمہیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے اسی طرح تم اللہ کے حیطہ قدرت سے باہر نہیں جا سکتے۔ اور سمندر کی طرح اللہ کا عذاب تمہیں ہر طرف سے گھیر لے گا۔ "اسی طرح "عذاب ربك. تا. دافع " یہ جواب قسم ہے اور مذکورہ بالا پانچوں شاہد ہیں کہ جزاء سزا ضرور واقع ہوگی اور اسے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ "یوم تمور السماء. تا. ما کنتم تعملون " یہ جزاء وسزا میں سے ایک شق یعنی تخویف اخروی کا بیان ہے۔ جس دن آسمان لرز اٹھے گا۔ اور پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے۔ وہ جھٹلانے والوں کی ہلاکت کا دن ہوگا۔ جنہوں نے اپنی ساری عمر بیہودگیوں میں گذار دی۔ اس دن ان کو جہنم میں دھکیل کر ان سے کہا جائے گا یہ وہی جہنم ہے جسے تم مانتے تنہ تھا کیا یہ بھی جادو ہے؟ کیا یہ بھی تمہیں دکھائی نہیں دے رہا۔ جس طرح دنیا مین حق کو جادو کہا اور دلائل واضحہ دیکھنے کے باوجود کہا ہمیں تو کچھ نظر آتا ہی نہیں۔ اب صبر کرو یا بے صبری کا اظہار کرو، اپنے اعمال بد کی سزا کا مزہ تو چکھنا ہی ہوگا۔ " ان المتقین. تا. ھو البر الرحیم " (رکوع 1)۔ یہ جزاء وسزا کی دوسری شق یعنی بشارت اخروی کا بیان ہے۔

شرک سے بچنے والے جنت کی نعمتوں میں خوش وخرم ہوں گے اور عذاب سے محفوظ ہوں گے۔ ہر قسم کے ماکولات ومشروبات حاضر ہوں گے۔ تختوں پر آرام کریں گے۔ حوران بہشتی کی رفاقت ہوگی۔ اونچے رتبے والے مومنوں کی کم درجہ کی مومن اولاد کو جنت میں ان کے آباء واجداد کے اونچے درجے میں جگہ دیجائیگی ہر قسم کے میوے اور ہر قسم کا گوشت مہیا ہوگا۔ شراب طہور کا دور چلتا ہوگا۔ سچے موتیوں کی طرح حسین وجمیل خدام حاضر خدمت ہوں گے اہل جنت آپس میں گفتگو کریں گے کہ ہمیں تو بہت خطرہ اور ڈر تھا لیکن اللہ نے محض اپنے فضل واحسان سے ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالیا۔ کیونکہ ہم دنیا میں صرف اسی محسن ومہربان کو پکارتے تھے اور اس کی پکار میں کسی کو شریک نہ کرتے تھے۔ اس آیت میں بیان توحید ہے علی سبیل الترقی اور ثمرہ توحید ہے۔" فذکر فما انت۔ الایۃ" یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیلئے تسلی ہے۔ آپ وعظ وتبلیغ میں مصروف رہیں آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اللہ کی مہربانی سے آپ نہ کاہن ہیں نہ مجنون جیسا کہ معاندین کہتے ہیں۔" ام یقولون۔ الایۃ" یہ شکوی ہے۔ کبھی کہتے ہیں وہ شاعر ہے، اچھا صبر کرو آخر موت اس کا خاتمہ کردے گی۔" قل تربصوا۔ الایۃ" جواب شکوی تم بھی انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں عنقریب دونوں کا انجام ظاہر ہوجائے گا۔ ام تامرھم الایۃ۔ پیغمبر (علیہ السلام) کے بارے میں وہ جو کچھ کہتے ہیں اس کا منشا عقل وفہم نہیں، بلکہ ان کی سرکشی اور عناد کا نتیجہ ہے۔" ام یقولون تقولہ۔ الایۃ" شکوی۔ کبھی کہتے ہیں یہ اپنے پاس سے بناتا ہے۔" فلیاتوا۔ الایۃ" جواب شکوی۔ اگر وہ اس دعوے میں سچے ہیں تو ایسا کلام وہ بھی بنا کر لے آئیں۔" ام خلقوا من غیر شیء۔ تا۔ سحاب مرکوم" یہ زجرات ہیں۔ مشرکین کے مختلف خیالات باطلہ پر ان کو تنبیہ کی گئی ہے۔ کیا انھیں کسی مقصد کے بغیر پیدا کیا گیا ہے یا وہ خود ہی اپنے خالق ہیں کہ وہ خالق حقیقی کی عبادت نہیں کرتے؟ یا وہ زمین وآسمان کے خالق ہیں کہ اصل خالق کی عبادت سے اعراض کرتے ہیں؟ کیا وہ خدا کے خزانوں مالک اور نگران ہیں کہ نبوت اور رزق وغیرہ جسے چاہیں عطاء کریں؟ یا ان کو آسمان پر جا کر فرشتوں کا کلام سننے اور امور غیبیہ کا علم حاصل کرنے پر قدرت حاصل ہے اور وہ معلوم کر آتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ان سے پہلے موت آئیگی؟ ان کی سفاہت وجہالت کا حال یہ ہے کہ خود تو بیٹیوں کو پسند نہیں کرتے لیکن فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ کیا آپ ان سے تبلیغ پر تنخواہ مانگتے ہیں کہ وہ اس مالی بوجھ کی وجہ سے آپ کا اتباع نہیں کرتے؟ کیا وہ غیب جانتے ہیں کہ دعوے کرتے ہیں کہ قیامت نہیں آئیگی؟ کیا وہ پیغمبر (علیہ السلام) اور مسلمانوں کے خلاف کوئی منصوبہ بنا رہے ہیں؟ یاد رکھیں کافروں کے منصوبے خود انہی پر الٹ دیئے جاتے ہیں۔ کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور الہ (کارساز) ہے جو انھیں اللہ کے عذاب سے بچالے گا؟ ان کی سرکشی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اگر آسمانوں کا ایک ٹکڑا بصورت عذاب ان پر نازل کردیا جائے تو اسے دیکھ کر کہیں گے کہ یہ عذاب نہیں، بلکہ باران رحمت سے لبریز بادل ہے۔" فذرھم حتی یلاقوا۔" آپ ان معاندین سے اعراض فرمائی اور اس دن کا انتظار فرمائیں۔ جب ان پر بے ہوشی طاری ہوگی اور ان کا کوئی

حیلہ ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچاسکے گا اور نہ کوئی ان کی مدد ہی کرے گا۔"وان للذین ظلمو۔ الایۃ" یہ تخویف دنیوی ہے ان ظالموں اور سرکشوں کے لیے اس سے پہلے دنیا میں بھی عذاب ہے۔ -واصبر لحکم ربك۔ الایۃ" یہ آخر میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے دوسری بار تسلی کا ذکر ہے۔ آپ اللہ کے حکم کا انتظار فرمائیں ہم آپ کے محافظ ونگہبانی ہیں اور اوقات نماز میں اللہ کی تسبیح وتحمید میں مصروف رہا کریں۔

سورة والنجم (53)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام النجم ہے، اس سورت کی پہلی آیت سے اس کا نام ماخوذ ہے، وہ آیت یہ ہے:

والنجم اذھوی (النجم ۱ :) روشن ستارے کی قسم! جب وہ اوپر سے نیچے گرا۔

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ سورت مکی ہے، حضرت ابن مسعود (رض) نے فرمایا : یہ وہ پہلی سورت ہے جس کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حرم مکہ میں اعلان فرمایا، ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۳ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۳ ہے، اس سورت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ مشرکین یہ کہتے تھے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس قرآن کو از خود بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم نازل فرمائی، جس میں یہ آیات ہیں:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ (النجم :۳۔ ٤)

وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ وہ صرف وہی کہتے ہیں جس کو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

سورۃ النجم کے متعلق احادیث:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه قَالَ» :قَرَأَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم النَّجْمَ بِمَكَّةَ، فَسَجَدَ فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ غَيْرَ شَيْخٍ، أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصًى، أَوْ تُرَابٍ، فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ، وَقَالَ :يَكْفِينِي هَذَا، فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ قُتِلَ كَافِرًا«

حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی اور آپکے ساتھ وہاں موجود سب لوگوں نے سجدہ کیا، سوا ایک بوڑھے شخص کے، اس نے کچھ کنکریاں یا مٹی ہاتھ میں لی اور ان کو اٹھا کر اپنی پیشانی پر رکھ لیا، اور کہا : مجھے یہ کافی ہے، پھر میں نے اس شخص کو دیکھا وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۰٦۷ :)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۰۰ھ نے لکھا ہے کہ اس بوڑھے شخص کا نام امیہ بن خلف تھا، یہ جنگ بدر میں کافروں

کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا تھا، امام ابوسحاق نے "سیرت ابن اسحاق" میں لکھا ہے کہ اس کا نام الولید بن المغیرہ تھا، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۳۷،)

عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه» :أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَرَأَ سُورَةَ النَّجْمِ، فَسَجَدَ بِهَا، فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ إِلَّا سَجَدَ، فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى وَجْهِهِ، وَقَالَ :يَكْفِينِي هَذَا، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا«

حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سورۃ النجم پڑھی اور اس میں سجدہ کیا، اس وقت ہاں پر جتنے بھی لوگ تھے سب نے سجدہ کیا، سوا ایک شخص کے، اس نے کچھ کنکریاں یا مٹی اٹھا کر اپنے چہرے پر رکھ لی اور کہا: مجھے یہ کافی ہے۔ بعد میں، میں نے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۰۷۰ :)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما» :أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم سَجَدَ بِالنَّجْمِ، وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ، وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ،«

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سورۃ النجم کا سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکوں نے اور جن وانس نے سجدہ کیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۰۷۱ :)

علامہ بدرالدین عینی حنفی، "صحیح البخاری" رقم الحدیث ۱۰۷۰ : کی شرح میں لکھتے ہیں:

مخرمہ بن نوفل نے روایت کیا ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تمام اہل مکہ کے سامنے اسلام کا اظہار کردیا تھا، اور یہ نماز کے فرض ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، حتیٰ کہ جب آپ سجدہ تلاوت کی آیت تلاوت کرتے تو مسلمان سجدہ کرتے تھے حتیٰ کہ رش کی وجہ سے بعض اوقات مسلمان سجدہ نہ کرسکتے، قریش کے سرداروں میں سے الولید بن مغیرہ اور ابوجہل بن ہشام وغیرہما اس وقت طائف میں تھے، جب وہ مکہ میں آئے تو انھوں نے مسلمانوں سے کہا: تم اپنے آباء واجداد کے دین کے چھوڑ رہے ہو۔

نیز علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اکثر مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ پڑھا: "اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى۔ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى۔" (النجم ۱۹ :۔ ۲۰) اور مشرکین نے اپنے خداؤں کا ذکر قرآن میں سنا تو انھوں نے یہ گمان کیا کہ یہ ان کے خداؤں کی مدح ہے اس لیے انھوں نے بھی سجدہ کرلیا اور بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ ان آیات کے بعد مشرکین نے یہ سنا:

تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجی

یہ مرغان بلند بانگ ہیں اور بیشک ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ خود مشرکین نے یہ کہا تھا، انھیں یہ خطرہ تھا کہ کہیں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے بتوں کے ذکر کے بعد ان کی مذمت نہ کریں، اس لیے انھوں نے بتوں کے ذکر کے بعد فوراً یہ کلمات پڑھے۔ دوسرا یہ ہے کہ خود نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ کلمات پڑھے تھے اور ابلیس نے آپ کی زبان سے یہ کلمات کہلوا دیئے تھے اور یہ قول قطعاً باطل ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان پر شیطان کو مسلط کر دے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابلیس وغیرہ سے معصوم رکھا ہے، اسی طرح یہ قول بھی باطل ہے کہ ابلیس نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز کے مشابہ آواز میں یہ کلمات کہے، کیونکہ جب شیطان نیند میں آپ کی مشابہت اختیار نہیں کر سکتا، جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے: جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا، اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے، کیونکہ شیطان میرے مشابہ نہیں ہو سکتا اور نہ میری مثل بن سکتا ہے، حالانکہ نیند میں انسان مکلف نہیں ہوتا تو وہ بیداری میں آپ کی آواز کے مشابہ آواز کیسے بنا سکتا ہے؟ اور یہ چیز اتنی محال ہے کہ مومن کا قلب اس کو قبول نہیں کر سکتا اور اس روایت کی تمام اسانید منقطع اور معلول ہیں اور اس حدیث کی کوئی سند صحیح نہیں ہے۔

ان روایات پر جرح کرنے کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس روایت کو کسی صحیح اور ثقہ راوی نے روایت نہیں کیا، اس کو ان مورخین اور مفسرین نے ذکر کیا ہے جو صحیح اور ضعیف چیز کا ذکر کر دیتے ہیں ان لوگوں میں غلط اور صحیح میں تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، یہ لوگ اندھیرے راستوں میں بھٹکتے رہتے ہیں اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عصمت پر اجماع منعقد ہے اور اس پر بھی کہ اس قسم کی رذیل بات سے آپ منزہ ہیں اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو قریش مسلمانوں پر زبردست طعن وتشنیع کے حملے کرتے اور یہود اس کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف حجت بنا لیتے جیسا کہ منافقین کی عادت اور مشرکین کے عناد سے ظاہر ہے، کیا واقعہ معراج کی بناء پر اعتراض نہیں کیے گئے تھے، حتیٰ کہ بعض ضعیف مسلمان اس وجہ سے مرتد ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۴۶۔۱۴۳)

ماقبل سے ربط:

سورۃ طور میں مذکور ہوا کہ جزاء وسزا برحق ہے اور قیامت کے دن کوئی کسی سے عذاب کو دفع نہیں کر سکے گا۔ اب سورۃ والنجم میں فرمایا کہ خدا کی بارگاہ میں کوئی شفیع غالب نہیں جو کسی کو عذاب الٰہی سے محفوظ رکھ سکے نہ لات ومناۃ اور عزیٰ اور نہ فرشتے اور نہ یہ پکار کے لائق ہیں۔

سورۃالنجم کے مقاصد ومضامین:

☆اس سورت میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام اور خبریں پہنچاتے ہیں آپ اس میں صادق ہیں، آپ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، آپ وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ آپ کی طرف وحی فرماتا ہے۔

☆یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کی وساطت سے آپ تک پہنچی ہے۔

☆اس میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اللہ تعالیٰ سے انتہائی قرب بیان فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوئے جتنی وہ کمانیں ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں یا اس سے بھی زیادہ یا جس طرح ایک کمان کے دوسرے ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ۔

☆اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے اس طرح بے حجاب دیکھا کہ آپ کی نظر بھی نہ حد سے بڑھی۔

☆اس میں مشرکین کے بتوں کی خدائی کو باطل کیا گیا ہے۔

☆اس میں مشرکین کے اس قول کو باطل کیا گیا ہے کہ لات، عزیٰ اور منات اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

☆اس میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور حشر ونشر کو ثابت کیا گیا ہے۔

☆نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت سے پہلے جن امتوں نے اپنے نبیوں کی تکذیب کی اور اس کے نتیجہ میں ان پر جو عذاب آیا اس کا بیان کر کے اہل مکہ کو ڈرایا گیا۔

☆یہ قرآن انبیاء سابقین (علیہم السلام) پر نازل شدہ کتب اور صحائف کا مصداق ہے اور اس کا ذکر ان صحائف میں بھی ہے۔

مختصر خلاصہ:

: "والنجم اذا ھوی۔ تا۔ لقد رای من ایات ربہ الکبری " یہ تمہید ہے جس میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صداقت کا بیان ہے۔ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، جو کچھ کہتے ہیں اللہ کی طرف سے وحی کی بنا پر کہتے ہیں۔ جبرائیل (علیہ السلام) ایسا قوی وامین فرشتہ ان پر وحی لاتا ہے، اور وہ اس کو دوبارہ اس کی اصل صورت میں بھی دیکھ چکے ہیں اس سے معلوم ہوا آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے لہٰذا اس کو مانو۔" افرایتم اللات والعزی، ومناۃ الثالثۃ الاخری " یہ سورت کا پہلا دعویٰ ہے کہ ان معبودان باللہ کو حاجات میں مت پکارو۔" الکم الذکر۔ تا۔ ضیزی " یہ دوسری دعویٰ ہے کہ فرشتوں کو شفیع غالب مت سمجھو اور ان کو حاجات میں نہ پکارو۔" ان ھی الا اسماء۔ تا۔ والاولی " یہ پہلے دعوے کا اعادہ ہے بطریق لف ونشر مرتب۔ مشرکین نے اپنے خودساختہ معبودوں کو یہ القاب خود دے رکھے ہیں کہ وہ حاجت روا،

کارساز اور نافع وضار ہیں۔ حالانکہ وہ حقیقت میں ان صفات سے عاری ہیں۔ مشرکین کے کہنے سے وہ حاجت روا اور کارساز نہیں بن سکتے۔ "و کم من ملك۔ تا۔ من الحق شیئا" (رکوع 2)۔ یہ دوسرے دعوی کا اعادہ ہے یعنی فرشتے شفیع غالب نہیں ہیں۔ وہ تو اللہ کے حکم کے بغیر زبان بھی نہیں کھول سکتے۔ یہ مشرکین کا محض زعم باطل ہے کہ فرشتے شفیع قاہر ہیں۔ "فاعرض۔ تا۔ اعلم بمن اهتدی" یہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تسلی اور مشرکین پر زجر ہے اور "ان ربك هو اعلم۔ الایۃ" جملہ معترضہ برائے بیان وسعت علم الٰہی یعنی اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ "ولله ما فی السموات والارض" جملہ معترضہ برائے بیان توحید۔ - لیجزی الذین اساء وا" تخویف اخروی۔ - ویجزی الذین احسنوا۔ تا۔ واسع المغفرۃ" بشارت اخرویہ۔ "افرایت الذی تولی۔ تا فهو یری" یہ زجر ہے۔ کیا یہ مشرکین غیب سے جانتے ہیں کہ فرشتے ان کی شفاعت کریں گے۔ "ام لم ینبا بما۔ تا۔ فغشاها ما غشی۔ یہ دلیل نقلی ہے صحف موسیٰ وابراہیم (علیہم السلام) سے۔ "فبای الاء ربک تتماری" یہ زجر ہے۔ -ھذا نذیر۔ تا۔ کاشفة۔ یہ تخویف اخروی ہے۔ -افمن ھذا۔ تا۔ سامدون" یہ زجر ہے۔ - فاسجدوا للہ واعبدوا" یہ سورت کا خلاصہ ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو اور لات ومنات اور عزیٰ کو نہ پکارو اور نہ فرشتوں کو شفیع غالب سمجھو۔

سورۃ القمر (54)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام القمر ہے اور القمر کا ذکر اس آیت میں ہے:

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ "قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ (القمر 1)

چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا قیامت کی نشانی ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا معجزہ ہے، روایات متواترہ سے ثابت ہے کہ مشرکین مکہ نے آپ سے سوال کیا کہ آپ ہم کو کوئی نشانی دکھائیے جس سے ہم سمجھیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے نبی ہیں اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ چاند کے دو ٹکڑے کر دیں تو ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لے آئیں گے ان کے اس وعدہ پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دعا مانگی یہ چودھویں رات تھی دعا قبول ہوئی اور حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت عظیمہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور کفار قریش نے بھی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر لیا کہ اس کا نصف حصہ صفا پہاڑ پر تھا اور نصف جبل قعیقعان پر اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو فرمایا، دیکھو لو اے لوگو! نہ صرف یہ کہ اہل مکہ ہی نے اس کا مشاہدہ کیا بلکہ جو لوگ اطراف و جوانب سے آئے انھوں نے بھی یہی حال بتایا کہ ہم نے فلاں شب چاند کو شق ہوتے ہوئے دیکھا اس عظیم الشان معجزہ کے بیان سے سورت کی ابتداء فرمائی گئی جو سید البشر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت و رسالت کا واضح اور روشن ترین ثبوت تھا اس کے بعد

ان لوگوں پر وعید وتنبیہ فرمائی گئی جو اللہ کی نشانیوں کو دیکھنے کے بعد بھی اللہ پر ایمان لانے کے واسطے تیار نہیں ہوتے۔
شق القمر کے متعلق احادیث کا ہم انشاء اللہ عنقریب ذکر کریں گے۔

سورۃ القمر کا زمانہ نزول:

تفسیر الألوسی=روح المعانی(14/ 73)

أخرجه عنه البيهقي في شعب الإيمان لكن قال :إنه منكر »وهي مكية« في قول الجمهور، وقيل مما نزل يوم بدر، وقال مقاتل :مكية إلا ثلاث آيات أَمْ يَقُولُونَ إلى وَأَمَرُّ [القمر44 :- 46] واقتصر بعضهم على استثناء سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ [القمر45 :] إلخ،

جمہور کے نزدیک یہ پوری سورت مکی ہے۔مقاتل نے درج ذیل آیات کے متعلق کہا ہے کہ یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں:
أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ (44) سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (45) بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ (46)

"یا یہ (مشرکین) کہتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت ہیں جو غالب ہوگی۔عنقریب اس جماعت کو شکست دے دی جائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگے گی۔بلکہ ان سے وعدہ کا وقت قیامت ہے اور قیامت بہت سخت اور بہت کڑوی ہے۔(القمر44:-46)
یہ آیات نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر غزوہ بدر کے دن نازل ہوئیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آیات آپ پر پہلے نازل ہوئیں ہوں اور آپ نے صحابہ کے سامنے غزوہ بدر کے دن ان کی تلاوت کی ہو۔
ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 54 ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 37 ہے،یہ سورت الطارق کے بعد اور ص سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

شق القمر کے متعلق احادیث:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ »انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم شِقَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم اشْهَدُوا«.

حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہوگیا،نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :تم گواہ ہو جاؤ(صحیح البخاری رقم الحدیث3636،صحیح مسلم رقم الحدیث2800
حضرت انس بن مالک (رض) بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا کہ کوئی معجزہ دکھائیں تو پھر آپ نے ان کو چاند کا پھٹنا دکھا دیا(صحیح البخاری رقم الحدیث 3637،صحیح مسلم رقم الحدیث2802)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ :" انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حَتَّى صَارَ فِرْقَتَيْنِ :عَلَى هَذَا الْجَبَلِ، وَعَلَى هَذَا الْجَبَلِ، فَقَالُوا :سَحَرَنَا مُحَمَّدٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ :لَئِنْ كَانَ سَحَرَنَا فَمَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْحَرَ النَّاسَ كُلَّهُمْ "

حضرت جبیر بن مطعم (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد میں چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے حتیٰ کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک اطراف تھا اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کی دوسری طرف تھا، لوگوں نے کہا :(سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جادو کر دیا، پھر ان میں سے بعض لوگوں نے کہا :اگر انھوں نے ہم پر جادو کیا ہے تو وہ سب لوگوں (یعنی مکہ سے باہر کے لوگوں) پر تو جادو نہیں کر سکتے (سنن الترمذی رقم الحدیث 3289؛ مسند احمد ج 1 ص 81)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270 ھ واقعہ شق القمر کے وقوع کے متعلق لکھتے ہیں:

تفسیر الألوسی = روح المعانی (14/74)

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ أي قربت جدا وَانْشَقَّ الْقَمَرُ انفصل بعضه عن بعض وصار فرقتين وذلك على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قبل الهجرة بنحو خمس سنين فقد صح من رواية الشيخين وابن جرير عن أنس أن أهل مكة سألوه عليه الصلاة والسلام أن يريهم آية فأراهم القمر شقتين حتى رأوا حراء بينهماوخبر أبي نعيم من طريق الضحاك عن ابن عباس- أن أحبار اليهود سألوا آية فأراهم الله تعالى القمر قد انشق-لا يعوّل عليه،وفي الصحيحين وغيرهما من حديث ابن مسعود »انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فرقتين فرقة على الجبل وفرقة دونه فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلم :اشهدوا«ومن حديثه أيضا »انشق القمر على عهد رسول الله عليه الصلاة والسلام فقالت قريش :هذا سحر ابن أبي كبشة فقال رجل :انتظروا ما يأتيكم به السفار فإن محمدا لا يستطيع أن يسحر الناس كلهم فجاء السفار فأخبروهم بذلك« رواه أبو داود. والطيالسي ،وفي رواية البيهقي »فسألوا السفار وقد قدموا من كل وجه فقالوا :رأيناه« فأنزل الله تعالى :اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ.وأخرج أبو نعيم في الدلائل عن ابن عباس من وجه ضعيف قال« :اجتمع المشركون على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم منهم الوليد بن المغيرة وأبو جهل بن هشام والعاص بن وائل والعاص بن هشام والأسود بن عبد يغوث والأسود بن المطلب وربيعة بن الأسود والنضر بن الحارث فقالوا للنبي

صلى الله تعالى عليه وسلم :إن كنت صادقا فشق لنا القمر فرقتين نصفا على أبي قبيس ونصفا على قينقاع فقال لهم النبي صلّى الله عليه وسلم» :إن فعلت تؤمنوا؟ قالوا:نعم وكانت ليلة بدر فسأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ربه عز وجل أن يعطيه ما سألوا فأمسى القمر قد مثل نصفا على أبي قبيس ونصفا على قينقاع ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ينادي يا أبا سلمة بن عبد الأسد والأرقم بن الأرقم اشهدوا«

شق القمر کا واقعہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد میں ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوا، کیونکہ "صحیح بخاری" "مسلم" اور "تفسیر بن جریر" میں ہے کہ اہل مکہ نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا کہ آپ انھیں کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے ان کو دکھایا کہ چاند دو ٹکڑے ہوگیا، حتیٰ کہ انھوں نے حراء پہاڑ کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

امام ابو داؤد اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ہر طرف سے مکہ میں مسافرین آئے اور انھوں نے یہ شہادت دی کہ چاند دو ٹکڑے ہوگیا ہے۔

احادیثِ شق القمر کے متعلق لکھتے ہیں:

والأحاديث الصحيحة في الانشقاق كثيرة، واختلف في تواتره فقيل :هو غير متواتر، وفي شرح المواقف الشريفي أنه متواتر وهو الذي اختاره العلامة ابن السبكي قال في شرحه لمختصر ابن الحاجب :الصحيح عندي أن انشقاق القمر متواتر منصوص عليه في القرآن مروي في الصحيحين وغيرهما من طرق شتى بحيث لا يمترى في تواتره انتهى باختصار، وقد جاءت أحاديثه في روايات صحيحة عن جماعة من الصحابة منهم علي كرم الله تعالى وجهه وأنس وابن سعود وابن عباس وحذيفة وجبير بن مطعم وابن عمر وغيرهم، نعم إن منهم من لم يحضر ذلك كابن عباس فإنه لم يكن مولودا إذ ذاك وكأنس فإنه كان ابن أربع أو خمس بالمدينة، وهذا لا يطعن في صحة الخبر كما لا يخفى، ووقع في رواية البخاري وغيره عن ابن مسعود »كنا مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بمنى فانشق القمر«ولا يعارض ما صح عن أنس أن ذلك كان بمكة لأنه لم يصرح بأنه عليه الصلاة والسلام كان ليلتئذ بمكة، فالمراد أن الانشقاق كان والنبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذ ذاك مقيم بمكة قبل أن يهاجر إلى المدينة، ووقع في نظم السيرة للحافظ أبي الفضل العراقي ما هو نص في وقوع الانشقاق عبد بن حميد والحاكم وصححه وابن

مردويه والبيهقي في الدلائل من طريق مجاهد عن أبي معمر عن ابن مسعود قال :رأيت القمر منشقا شقتين مرتين بمكة قبل مخرج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الحديث، وأما الإجماع فغير مسلم، وفي المواهب قال الحافظ بن حجر :أظن أن قوله:
بالإجماع يتعلق- بانشق- لا بمرتين فإني لا أعلم من جزم من علماء الحديث بتعدد الانشقاق في زمنه صلى الله تعالى عليه وسلم، ولعل قائل مرتين أراد فرقتين، وهذا الذي لا يتجه غيره جمعا بين الروايات انتهى، ولا يخفى أن هذا التأويل مع بعده لا يتسنى في خبر ابن مسعود المذكور آنفا لمكان شقتين وهي بمعنى فرقتين ومرتين معا، والذي عندي في تأويل ذلك أن مرتين في كلام ابن مسعود قيد للرؤية وتعددها لا يقتضي تعدد الانشقاق بأن يكون رآه منشقا

چاند کے دوٹکڑے ہوجانے کے متعلق احادیث صحیحہ بہت زیادہ ہیں اوران احادیث کے متواتر ہونے میں اختلاف ہے۔"شرح مواقف" میں علامہ میر سید شریف نے لکھا ہے کہ یہ احادیث متواتر ہیں،اسی طرح علامہ سبکی نے "مختصر ابن حاجب" کی شرح میں لکھا ہے :اورمیرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ چاند کا شق ہونا متواتر ہے،قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے اوراحادیث صحیحہ میں اس کا بہ کثرت ذکر ہے۔

اپنی رائے قائم کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

ثم إن القمر بعد انشقاقه لم تفارق قطعتاه السماء بل بقيتا فيها متباعدتين تباعدا ما لحظة ثم اتصلتا، وما يذكره بعض القصاص من أنه دخل في جيب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وخرج من كمه فباطل لا أصل له كما حكاه الشيخ بدر الدين الزركشي عن شيخه العماد بن كثير ولعنة الله تعالى على من وضعه. وما في خبر أبي نعيم- الذي أخرجه من طريق الضحاك عن ابن عباس من أنه انشق فصار قمرين أحدهما على الصفا والآخر على المروة قدر ما بين العصر إلى الليل ينظرون إليه ثم غاب- لا يعوّل عليه، كيف وقد تضمن ذلك الخبر أن الانشقاق وقع لطلب أحبار اليهود وأن القائل هذا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ هم، وهو مخالف لما نطقت به الأخبار الصحيحة الكثيرة كما لا يخفى على المتتبع، وقد شاع؛أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أشار إلى القمر بسبابته الشريفة فانشق«ولم أره في خبر صحيح والله تعالى أعلم.

چاند کے شق ہونے کا واقعہ چاند کی چودھویں شب میں واقع ہوا، مشہور یہ ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی انگشت مبارکہ سے اشارہ کیا کہ تو چاند شق ہوگیا لیکن میں نے اس کا ذکر کسی صحیح حدیث میں نہیں دیکھا۔
البتہ امام ابونعیم الاصبہانی المتوفی 430ھ نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

وَأخرج أَبُو نعيم من طَرِيق عَطاء وَالضَّحَّاك عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله {اقْتَرَبت السَّاعَة وَانْشَقَّ الْقَمَر} قَالَ :اجْتمع الْمُشْركُونَ على عهد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وسلم مِنْهُم الْوَلِيد بن الْمُغيرَة وَأَبُو جهل بن هِشَام والعاصي بن وَائِل والعاصي بن هِشَام وَالْأسود بن عبد يَغُوث وَالْأسود بن الْمطلب وَزَمعَة بن الْأسود وَالنضر بن الْحَرْث فَقَالُوا للنَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وسلم :إِن كنت صَادِقا فشق لنا الْقَمَر فرْقَتَيْن نصفا على أبي قبيس وَنصفا على قعيقعان فَقَالَ لَهُم النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :إِن فعلت تؤمنوا قَالُوا :نعم وَكَانَت لَيْلَة بدر فَسَأَلَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ربه أَن يُعْطِيهِ مَا سَأَلُوا فأمسى الْقَمَر قد مثل نصفا على أبي قبيس وَنصفا على قعيقعان وَرَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يُنَادي يَا أَبَا سَلمَة بن عبد الْأسد وَالْأَرْقَم بن أبي الْأَرْقَم اشْهَدُوا

حضرت ابن عباس (رض) نے بیان کیا ہے کہ مشرکین رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جمع ہوئے، ان میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، العاص بن وائل، العاص بن ہشام، الاسود بن عبدیغوث، الاسود بن المطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ، زمعۃ بن الاسود النضر بن الحارث وغیرہ ہم تھے، پس انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا : اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے لیے چاند کے دو ٹکڑے کرکے دکھائیں، اس کا نصف ابوقبیس (مکہ کا ایک پہاڑ) پر ہو اور اس کا نصف قعیقعان (مکہ کا دوسرا پہاڑ ہو) پر ہو، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے پوچھا : اگر میں نے ایسا کر دیا تو تم اس پر ایمان لے آؤ گے؟ انھوں نے کہا : ہاں۔ اور وہ چاند کی چودھیں رات تھی، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ تو چاند کے اسی طرح دو ٹکڑے ہوگئے، ایک ٹکڑا ابوقبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا قعیقعان پر تھا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نداء فرمارہے تھے : اے ابوسلمہ بن عبدالاسد اور اے الارقم بن ابی الارقم : گواہ ہوجاؤ۔ (دلائل النبوۃ ج 1 ص 280، رقم الحدیث 209،)
حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ میں لکھتے ہیں:
شق القمر کی احادیث "صحیح بخاری" میں حضرت انس اور حضرت ابن عباس (رض) سے مروی ہے، حضرت ابن عباس اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے اور حضرت انس اس وقت مکہ میں حاضر نہیں تھے اور مدینہ میں اس وقت ان کی عمر چار یا پانچ سال تھی، سو ان کی احادیث مرسل ہیں اور اس پر محمول ہیں کہ انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس واقعہ کے متعلق سنا تھا، اور" دلائل

النبوۃ" میں جو حضرت ابن عباس کی حدیث ہے اس کی سند ضعیف ہے۔(فتح الباری ج 7ص 577،)
اور حضرت ابن عباس اور حضرت انس کے علاوہ جن صحابہ سے شق القمر کی حدیث روایت ہے انھوں نے ممکن ہے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہو اور حضرت ابن مسعود (رض) نے شق القمر کو دیکھنے کی تصریح بھی کی ہے۔(فتح الباری ج 7ص 341)

ماقبل سے ربط :

سورۃ النجم میں یہ مذکور تھا کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو اور کسی کو اس کی بارگاہ میں شفیع غالب نہ سمجھو اب سورۃ القمر میں اس کی علت اور دلیل ذکر کی گئی ہے یعنی اس لیے کہ کارساز اور ہر چیز کو ایک اندازے سے پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔سورۃ قمر کا یہ دعوی سورت کے آخر میں "انا کل شیء خلقناہ بقدر" میں مذکور ہے۔سورۃ قمر سے لے کر سوۃ حدید تک ہر سورت کا دعوی اس کے آخر میں مذکور ہے۔

سورۃ کے مقاصد و مضامین:

اس سورۃ کے پہلے ہی جملہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعوت کا زیادہ زور اس زمانے میں اثبات قیامت اور وقوع قیامت پر تھا۔اور مشرکین مکہ کی قطعی اکثریت اس کے امکان ہی کی منکر تھی۔اور جو لوگ کسی حد تک اس کو تسلیم کرتے تھے وہ بھی اس کو زندگی سے اس قدر دور سمجھتے تھے کہ اس کی خاطر اپنی زندگی کو بے رنگ اور بدمزہ کرنے کو تیار نہ تھے۔ان کی اس ہٹ دھرمی پر تنقید کرتے ہوئے قیامت کے قریب آنے کا ذکر فرمایا گیا ہے اور دلیل کے طور پر یہ بات فرمائی گئی ہے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے منیٰ میں شق القمر کا حیرت انگیز واقعہ پیش آچکا ہے۔جس سے دو باتیں سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے ایک تو یہ بات کہ وقوع قیامت کے دو مرحلے ہیں۔پہلے مرحلے میں کائنات کی ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔تمام سیارے شکست و ریخت کا شکار ہو جائیں گے اور ہر چیز تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گی۔اور دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ از سرنو ہر چیز وجود میں آئے گی، بالخصوص انسانوں کو زندہ کیا جائے گا اور وہ نفخہ ثانیہ پر اپنی قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جیسی بکھری ہوئی ٹڈیاں ہوتی ہیں اور تیزی سے پکارنے والے کی پکار پر دوڑتے ہوئے چلے جائیں گے۔شق القمر نے ان دونوں باتوں کو ہمارے سامنے لا رکھا ہے۔لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ چاند پھٹا اور اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کی دوسری طرف چلا گیا۔اور پھر ایک ہی لمحے کے بعد دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے اور چاند ویسے ہی ہو گیا جیسے پہلے تھا۔یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ نظام عالم ازلی و ابدی اور غیر فانی نہیں ہے۔وہ درہم برہم بھی ہو سکتا ہے۔اور ستارے اور سیارے اسی طرح ٹوٹ پھوٹ سکتے ہیں جیسے چاند سب کی آنکھوں کے سامنے دولخت ہوا ہے۔اور دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ جس طرح چاند کے دونوں ٹکڑے سینکڑوں میل دور چلے جانے کے بعد پلٹ آئے اور آپس میں جڑ گئے اور چاند پہلے کی طرح چمکنے لگا۔اسی طرح کائنات کی ہر چیز از سرنو وجود میں

آجائے گی۔انسان اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور میدان حشر میں جواب دہی کے لیے حاضر ہو جائیں گے۔اور ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ قیامت کا وجود اب دور نہیں۔کیونکہ چاند کے ٹوٹنے نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ قیامت کے پہلے مرحلے کا آغاز ہو گیا ہے۔اس لحاظ سے یہ بات بھی جا سکتی ہے کہ قیامت قریب آگئی ہے۔اور مزید یہ کہ مشرکین مکہ کی ہٹ دھرمی پر تنقید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کا حال یہ ہے کہ یہ بڑی سے بڑی نشانی کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ کے رسول کی دعوت کو قبول کرنے کی بجائے اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے اسے جادو قرار دے کر ماننے سے انکار کر دیتے ہیں اور یہاں بھی انھوں نے ایسا ہی کیا۔اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں نہ وہ پیغمبر کی دلآویز شخصیت سے متاثر ہوتے ہیں اور نہ قرآن کریم کے پیغام کی عظمت وسطوت کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔اور مزید یہ کہ ان کے سامنے تاریخی حوالوں سے ان قوموں کے احوال بیان کیے جاتے ہیں جنھوں نے اپنی پیغمبروں کی تکذیب کی اور قیامت کو ماننے سے انکار کیا تو آخر تباہی اور بربادی کا شکار ہو گئے۔ایسے لوگوں کو ظاہر ہے کہ سمجھایا بجھایا نہیں جا سکتا۔معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر سمجھنے والی بات سے آنکھیں بند کر چکے ہیں اس لیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ بھی انھیں نصیحت کرنا چھوڑ دیں اور ان کی ہدایت کے لیے دل گرفتہ نہ ہوں۔یہ نہ تاریخ سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور نہ آنکھوں سے صریح نشانیاں دیکھ کر ایمان لانے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔انھیں ایک ہی چیز ماننے پر مجبور کرے گی جب قیامت فی الواقع برپا ہو جائے گی اور وہ قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کے لیے ہانکے جا رہے ہوں گے لیکن اس وقت ان کا ماننا ان کے کسی کام نہیں آئے گا۔

پھر منکرین قیامت اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کا انکار کرنے والوں پر مزید اتمام حجت کرتے ہوئے قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط اور آل فرعون کے مختصر احوال بیان کیے گئے ہیں تاکہ انھیں اندازہ ہو کہ یہ وہ قومیں ہیں جو ان سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ تھیں۔منظم حکومتوں کی مالک اور بڑی طاقت اور حیثیت کی دعویدار تھیں۔باایں ہمہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکیں۔ تمہارے لیے بہتری اسی میں ہے کہ تم ان کے تذکرے سے عبرت حاصل کرو۔اور یہ قرآن ان کے واقعات کو اسی لیے پیش کر رہا ہے کہ انسانی واقعات انسانوں کی زندگی بدلنے میں ہمیشہ زیادہ موثر ثابت ہوتے ہیں۔لیکن اگر تم قرآن پاک کی اس کاوش سے فائدہ نہیں اٹھاؤ گے اور احمقوں کی طرح عذاب کے لیے ہی اصرار کرو گے۔تو پھر یہ عذاب تمہیں تباہ تو کرے گا لیکن تمہیں اس سے نصیحت حاصل کرنے کا موقع نہیں ہو گا۔

مشرکین مکہ کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ گزشتہ قوموں کی تاریخ تمہارے سامنے ہے، ان کے طرز عمل سے بھی تم واقف ہو اور ان کے کھنڈرات سے گزرتے ہوئے ان پر آنے والے عذاب کو بھی تم کسی حد تک اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو لیکن اس کے باوجود تمہیں اپنے طرز عمل کو بدلنے کی توفیق نہیں ہوتی۔کس قدر حیرانی کی بات ہے کہ تم اگر ویسی ہی زندگی اختیار کرو جس پر تم سے

پہلی قوموں پر عذاب نازل ہو چکا ہے تو تمہیں ایسے کیا سرخاب کے پر لگے ہیں کہ تم کسی عذاب کی گرفت میں نہ آؤ۔ یا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے آباؤ اجداد کو اللہ تعالیٰ نے کوئی خاص معافی نامہ لکھ کے دے دیا تھا اور اجازت دے دی تھی کہ تم جو چاہو کرتے رہو، تمہیں کبھی نہیں پکڑا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری برأت کا ایسا کوئی اعلان کبھی نہیں ہوا۔ پھر ایک ہی صورت ہے کہ تمہیں اپنی جمعیت اور اپنے قبیلوں کی قوت پر بھروسہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو تم اس کا مقابلہ کرلو گے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ وقت دور نہیں کہ تمہاری یہ جمعیت شکست کھا کر بھاگتی نظر آئے گی اور پھر جب تم قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر کیے جاؤ گے تو وہاں تمہیں سخت ترین عذاب سے سابقہ پیش آئے گا۔

سورۃ کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قیامت برپا کرنے کے لیے کسی تیاری کی ضرورت نہیں۔ وہ انسانوں کی طرح کسی بھی کام کرنے سے پہلے کامیابی کے لیے مطلوب اسباب فراہم نہیں کیا کرتا۔ بلکہ وہ ایسی قدرت کاملہ کا مالک ہے کہ اسے ہر چھوٹا یا بڑا کام کرنے سے پہلے صرف ایک حکم دینا ہوتا ہے جس کے نتیجے میں پلک جھپکتے ہی کام ہو جاتا ہے۔ قیامت بھی اسی طرح اس کے حکم سے پلک جھپکنے سے بھی پہلے برپا ہو جائے گی۔ رہی یہ بات کہ اس کے برپا کرنے میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی طرح نظام عالم اور نوع انسانی کی ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔ یعنی ہر ایک کو ایک مہلت ملی ہوئی ہے اور اس کی نتیجہ خیزی کا ایک وقت مقرر ہے، وہی اس کی اجل ہے۔ جب تک وہ اجل نہیں آجاتی اور مہلت عمل کا اختتام نہیں ہو جاتا، اللہ تعالیٰ نوعِ انسانی کے خاتمے کے لیے قیامت کو برپا نہیں کرے گا۔ جو شخص قیامت کو مان کر تیاری کرے گا وہ قیامت کے دن سرخرو ٹھہرے گا۔ لیکن جو اس کا انکار یا شک میں مبتلا ہو کر زندگی کو شتر بے مہار کی طرح گزار کر قیامت میں حاضر ہوگا اسے نہایت سخت عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ دنیا میں ہر شخص جو اعمال کرتا ہے اس کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اس کا باقاعدہ تحریری ریکارڈ تیار کیا جاتا ہے۔ اور کوئی چھوٹی بڑی بات اس میں چھوٹنے نہیں پاتی۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر زندگی گزارنے والے ہیں ان کے اعمال بھی محفوظ ہو رہے ہیں اور ان لوگوں کے بھی جو خواہشات نفس کی پیروی میں زندگی گزار رہے ہیں اور ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنے انجام کو دیکھے گا۔

مختصر خلاصہ :

"اقتربت الساعة وانشق القمر" تمہیدی برائے تخویف اخروی مع زجر۔ "وان یروا۔ تا۔ فما تغن النذر" یہ شکوی ہے۔ معجزہ شق قمر ظاہر ہو چکا ہے جو قرب قیامت کی دلیل ہے لیکن مشرکین سرکشی میں سرگرداں ہیں معجزات کو جادو کہتے ہیں اور اپنی خواہشات کے پیچھے دوڑ رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس قرآن ایسی حکمت وہدایت سے لبریز کتاب آچکی ہے اور وہ گزشتہ سرکش قوموں کے عبرتناک انجام کے قصے بھی سن چکے ہیں۔ "فتول عنهم" تسلی برائے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)،

ان متمردین پر حجت خداوندی قائم ہو چکی ہے اب انذار و تبلیغ سے انھیں کوئی فائدہ نہیں، اس لیے آپ ان سے اعراض فرمائیں۔ "یوم یدع الداع۔ تا۔ ھذا یوم عسر" یہ تخویف اخروی ہے۔ قیامت کے دن جب صورت پھونکا جائے گا تو سب لوگ قبروں سے نکل کر خوف وہراس کے عالم میں ٹڈی دل کی طرف بلانے والے کی طرف دوڑیں گے۔ اس دن کفار کہیں گے آج کا دن بہت ہی کٹھن اور دشوار ہے۔ "کذبت قبلھم قوم نوح۔ تا۔ فھل من مدکر" ۔ یہ تخویف دنیوی کا پہلا نمونہ ہے۔ مشرکین قریش سے پہلے قوم نوح (علیہ السلام) نے ہمارے پیغمبر نوح (علیہ السلام) کو جھٹلایا اوران کو طرح طرح سے مطعون کیا۔ آکر اس سرکش اور طاغی قوم کو طوفان سے ہلاک کر دیا گیا۔ یہ قصہ پچھلوں کے لیے باعث عبرت ہے۔ اس لیے قرآن کی نصیحت پر عمل کرو تاکہ ان جیسے انجام سے بچ جاؤ۔ "کذبت عاد۔ تا۔ فھل من مدکر" یہ تخویف دنیوی کا دوسرا نمونہ ہے۔ قوم عاد نے بھی ہمارے پیغمبر ہود (علیہ السلام) کو جھٹلایا تو دیکھا ہم نے ان پر کیسا دردناک عذاب مسلط کیا۔ ہوا کے ایک تندو تیز طوفان سے ان کا صفایا کر دیا گیا اور آنے والی نسلوں کیلئے ان کو عبرت بنا دیا۔ "کذبت ثمود۔ تا۔ فھل من مدکر" یہ تخویف دنیوی کا تیسرا نمونہ۔ قوم ثمود نے بھی پیغمبروں کا انکار کیا ہماری ہدایت کے لیے بشر ہی رہ گئے تھے کہ ہم ان کی پیروی کریں۔ یہ تو دیوانگی اور حماقت ہوگی۔ آخرکار انھیں پتھر سے اونٹنی کے نکلنے کا معجزہ بھی دکھایا گیا، لیکن پھر بھی عناد اور انکار پر قائم رہے اور اونٹنی کو قتل کر دیا اور خدا کے عذاب سے تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ "کذبت قوم لوط۔ تا فھل من مدکر" ۔ یہ تخویف دنیوی کا چوتھا نمونہ ہے۔ قوم لوط نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی اور حضرت لوط (علیہ السلام) کو ان کے مہمانوں کے بارے میں پریشان کیا تو ان کو بھی ایک ہولناک عذاب سے ختم کر دیا گیا۔ - ولقد جاء ال فرعون۔ تا۔ عزیز مقتدر" یہ پانچواں نمونہ ہے۔ فرعون اور اس کی قوم نے بھی تکذیب کی اور تمام معجزات کو جھٹلایا تو ان پر بھی شدید گرفت آئی اور ان کو دریا میں غرق کر دیا گیا۔" اکفارکم خیر۔ الایۃ" التفات بسوئے اہل مکہ یہ زجر ہے۔ مشرکین مکہ نہ تو پہلے کفار سے اچھے ہیں اور نہ ان کے لیے عذاب سے کوئی برأت نامہ ہے اس لیے ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو پہلی سرکش قوموں کا ہو چکا ہے۔ - ام یقولون۔ تا۔ امر" یہ شکوی ہے۔ مشرکین کہتے ہیں کہ ہمارا جتھا انتقام لے گا لیکن بہت جلد شکست کھا کر بھاگیں گے۔ یہ تو معمولی عذاب ہے اصل عذاب تو قیامت کے دن ہوگا جو نہایت ہی ہولناک ہے۔" ان المجرمین۔ تا۔ مس سقر" یہ تخویف اخروی ہے۔ مجرمین جو دنیا میں گمراہی اور سرکشی کے نشہ میں گم رہے جب انھیں جہنم میں گھسیٹا جائے گا اس وقت ان سے کہا جائے گا، اب ذرا یہ بھڑکتی آگ بھی تاپ لو۔" انا کل شیء خلقنٰہ۔ تا۔ بالبصر" یہ سورت کا دعوی ہے۔ یعنی ہر چیز کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور ساری کائنات میں وہی متصرف ومختار اور کارساز ہے۔ لہٰذا اس کے سوا حاجات میں کسی اور کو مت پکارو اور نہ کسی کو اس کے آگے شفیع قاہر سمجھو۔" ولقد اھلکنا۔ تا مستطر" یہ تخویف دنیوی واخروی ہے۔ تم جیسے سرکشوں اور طاغیوں کو ہم پہلے ہلاک کر چکے ہیں،

ان کے انجام بد سے عبرت حاصل کرو اور تمہاری ہر بات لکھی جا رہی ہے، قیامت کے دن ہر عمل کی پوری پوری جزاء وسزا ملے گی۔" ان المتقین۔ تأملیك مقتدر۔ یہ بشارت اخرویہ ہے۔ متقی اور پرہیزگار لوگ جنت کی نعمتوں میں اللہ تعالیٰ کے پاس خوش وخرم ہوں گے۔

سورة الرحمن [55]

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الرحمن ہے، کیونکہ اس سورت کا پہلا لفظ الرحمن ہے، احادیث میں بھی اس سورت کا نام الرحمن آیا ہے، جس کو انشاء اللہ ہم ابھی ذکر کریں گے، اس سورت کے نزول کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو، تو وہ کہتے ہیں :رحمن کیا ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس (کو سجدہ کرنے کا) کا آپ ہمیں حکم دے رہے ہیں؟ اور اس حکم نے ان کی نفرت میں مزید اضافہ کر دیا۔ (الفرقان 60:)

جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک یہ سورت مکی ہے اور ایک جماعت نے حضرت ابن عباس (رض) سے یہ روایت کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی، جبکہ حضرت ابن عباس (رض) کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے، یہ سورت الحجر اور سورة النحل سے پہلے اور سورة الفرقان کے بعد نازل ہوئی ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 43 ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 55 ہے۔

سورة الرحمن کے متعلق احادیث:

لِمَا رَوَى عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ :أَوَّلُ مَنْ جَهَرَ بِالْقُرْآنِ بِمَكَّةَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَذَلِكَ أَنَّ الصَّحَابَةَ قَالُوا :مَا سَمِعَتْ قُرَيْشٌ هَذَا الْقُرْآنَ يُجْهَرُ بِهِ قَطُّ، فَمَنْ رَجُلٌ يُسْمِعُهُمُوهُ؟ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ :أَنَا، فَقَالُوا :إِنَّا نَخْشَى عَلَيْكَ، وَإِنَّمَا نُرِيدُ رَجُلًا لَهُ عَشِيرَةٌ يَمْنَعُونَهُ، فَأَبَى ثُمَّ قَامَ عِنْدَ الْمَقَامِ فَقَالَ :(بِسْمِ اللهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ. الرَّحْمنُ. عَلَّمَ الْقُرْآنَ) ثُمَّ تَمَادَى رَافِعًا بِهَا صَوْتَهُ وَقُرَيْشٌ فِي أَنْدِيَتِهَا، فَتَأَمَّلُوا وَقَالُوا :مَا يَقُولُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ؟ قَالُوا :هُوَ يَقُولُ الَّذِي يَزْعُمُ مُحَمَّدٌ أَنَّهُ أُنْزِلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ ضَرَبُوهُ حَتَّى أَثَّرُوا فِي وَجْهِهِ.

عروة ابن الزبیر (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد جس نے مکہ میں سب سے پہلے بہ آواز بلند قرآن مجید پڑھا، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) ہیں، کیونکہ ایک دن صحابہ نے کہا کہ قریش نے آج تک کسی سے بہ آواز بلند قرآن

مجید نہیں سنا، پس کون شخص ہے جو ان کو بلند آواز سے قرآن سنائے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا :میں سناؤں گا۔صحابہ نے کہا : ہمیں تمہارے متعلق خطرہ ہے، ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص ان کو قرآن سنائے، جس کے پاس ان کے شر سے نچنے کے لیے مضبوط جتھا ہو، حضرت ابن مسعود نہیں مانے اور انھوں نے مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہو کر پڑھا :(الرحمن 1:-2) پر انھوں نے اپنی آواز بلند بہت بلند کی، اس وقت قریش اپنی مجالس میں بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا :ام عبد کے بیٹے! کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ وہی کلام پڑھ رہے ہیں، جس کے متعلق (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتے ہیں کہ یہ کلام ان پر نازل کیا گیا ہے، پھر انھوں نے حضرت ابن مسعود (رض) کو مارا پیٹا، حتیٰ کہ ان کا چہرہ سوج گیا۔

(تفسیر القرطبی(17/151))

عَنْ جَابِرٍ قَالَ :خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى أَصْحَابِهِ، فَقَرَأَ عَلَيْهِمْ سُورَةَ الرَّحْمَنِ مِنْ أَوَّلِهَا إِلَى آخِرِهَا فَسَكَتُوا، فَقَالَ :" لَقَدْ قَرَأْتُهَا عَلَى الجِنِّ لَيْلَةَ الجِنِّ فَكَانُوا أَحْسَنَ مَرْدُودًا مِنْكُمْ، كُنْتُ كُلَّمَا أَتَيْتُ عَلَى قَوْلِهِ {فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ} [الرحمن13 :] قَالُوا :لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الحَمْدُ "

حضرت جابر (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کے پاس گئے اور ان کے سامنے شروع سے آخر تک سورۃ الرحمن پڑھی، صحابہ خاموش رہے، آپ نے فرمایا :میں نے جنات سے ملاقات کی، تب یہ سورت جنات پر پڑھی تھی، انھوں نے تم سے اچھا جواب دیا تھا، جب بھی میں پڑھتا :(پس اے جنات اور انسانوں کے گروہ!) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

تو وہ کہتے :اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلائیں گے، پس تیرے لیے حمد ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث 3291)

حضرت علی (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :ہر چیز کی ایک دلہن ہوتی ہے اور قرآن کی دلہن (سورۃ الرحمن) ہے۔ شعب الایمان ج 2 ص 490)

أخرج النّحاس عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ :نزلت سُورَة الرَّحْمَن بِمَكَّةوَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن عبد الله بن الزبير رَضِي الله عَنهُ قَالَ :أنزل بِمَكَّة سُورَة الرَّحْمَن وَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن عَائِشَة رَضِي الله عَنْهَا قَالَت :نزلت سُورَة الرَّحْمَن بِمَكَّة

النحاس نے حضرت عبداللہ بن الزبیر (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الرحمن مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الرحمن مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت عائشہ (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الرحمن مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

(الدرالمنثور ج 7ص 607)

ماقبل سے ربط؛

سورۃ قمر میں مذکور ہوا کہ ساری کائنات کا خالق اور سب کا کارساز اللہ تعالیٰ ہی ہے اب سورۃ الرحمن میں اس سے ترقی کر کے فرمایا کہ جب کارساز وہی ہے تو برکت والا نام بھی اسی کا ہے اور اسی کو برکات کا سرچشمہ سمجھو۔ سورت کا یہ دعویٰ اس کے آخر میں " تبرک اسم ربک ذی الجلال والاکرام" میں مذکور ہے۔

سورۃ الرحمن کے مضامین:

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح سورۃ الرحمن کی آیات بھی چھوٹی چھوٹی ہیں اور ان کی تاثیر بہت قوی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلائل ہیں اور نبوت اور وحی الٰہی پر دلائل ہیں، اور قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا ذکر ہے اور جنت اور دوزخ کا ذکر ہے۔

☆ اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قرآن مجید کی تعلیم دی اور آپ کو دنیا اور آخرت کی تمام چیزوں کی تعلیم دی اور انسان کو یہ نعمت عطا فرمائی کہ وہ بیان کے ذریعے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر سکتا ہے۔

☆ سورج، چاند، زمین پر اگی ہوئی بیلوں اور درختوں کو پیدا فرمایا، باغات میں پھلوں اور کھیتوں کو فصلوں کو پیدا فرمایا۔

☆ اس نے شیریں اور کھاری سمندر پیدا کئے اور اس میں موتیوں اور مرجان کو نکالا، جیسے زمین سے دانوں، فصلوں، پھولوں اور پھلوں کو نکالا۔

☆ پھر ایک دن یہ سارا جہان درہم برہم ہو جائے گا اور اللہ عزوجل کی ذات کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہے گی اور ان کے علاوہ دنیا اور آخرت کی اور بہت نعمتوں کا ذکر فرمایا، جو اس کی قدرت اور وحدت پر دلالت کرتی ہیں۔

مختصر خلاصہ :

" الرحمن۔ تا۔ والریحان "۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی رحمت وقدرت اور اس کی نعمتوں کا بیان ہے ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا اور ہر نعمت اسی نے عطا کی۔ "الرحمن، علم القرآن " یہ پہلی عقلی دلیل ہے۔ اس مہربان نے انسان کو قرآن سکھایا۔ " خلق الانسان الخ " یہ دوسری عقلی دلیل ہے، اور اس کو مافی الضمیر کے اظہار کی استعداد عطاء فرمائی۔ " والسماء رفعھا

الخ " یہ تیسری عقلی دلیل ہے۔تمام علویات وسفلیات اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہیں اس نے انسان کو عقل دی کہ ہر چیز کا مقام پہچان کر اس کے مناسب سلوک کرے۔اس نے زمین کو اپنی مخلوق کے لیے بنایا تاکہ اس میں پھل، میوے پھول اور غلے پیدا ہوں۔ "خلق الانسان۔ تا۔ من نار" یہ چوتھی عقلی دلیل ہے۔جس نے انسان کو مٹی سے اور جنات کو آگ سے پیدا کیا، شان اور برکت والا اسی کا نام ہے۔" رب المشرقین ورب المغربین " یہ پانچویں عقلی دلیل ہے۔مشرق ومغرب یعنی ساری کائنات کا مالک بھی وہی ہے۔"مرج البحرین۔ تا۔ والمرجان " یہ چھٹی عقلی دلیل ہے۔اس نے میٹھے اور کڑوے پانی کے دو دریا ایک ساتھ بہادیئے جو آپس میں ساتھ ساتھ ہونے کے باوجود ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے اور ان سے بڑے اور چھوٹے حجم کے موتی برآمد ہوتے ہیں۔"وله الجوار المنشئت فی البحر كالاعلام " یہ ساتویں عقلی دلیل ہے۔اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت سے دریاؤں اور سمندروں میں پہاڑوں کی طرح اونچے جہاز امن وسلامتی سے رواں دواں ہیں۔"کل من علیها۔ تا۔ والاکرام " (رکوع 2) یہ آٹھویں عقلی دلیل ہے۔یہ ساری مخلوق فناء ہونے والی ہے۔ صرف ایک ذات ذی الجلال ہی باقی رہے گی۔"یسئله من فی السماوات۔الایة" یہ نویں عقلی دلیل ہے۔زمین وآسمان کی ساری مخلوق اللہ کی محتاج اور اس کی سائل ہے اور ساری کائنات میں وہ خود ہی اپنی مرضی سے تصرف کرتا رہتا ہے۔ان تمام دلائل سے ثابت اور واضح ہے کہ جس کی قدرت ورحمت کا یہ حال ہو برکات کا سرچشمہ اسی کی پاک ذات ہوسکتی ہے۔"سنفرغ لکم ایها الثقلن " یہ تخویف کی تمہید ہے۔"یمعشر الجن والانس۔الایة" یہ تخویف دنیوی کی طرف اشارہ ہے۔اگر تم اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے زمین وآسمان کی سرحدوں کو پار کر کے کہیں جانے کی کوشش کرو تو تم ایسا نہیں کرسکتے۔"یرسل علیکما۔ تا۔ حمیم ان" منکرین کے لیے تخویف اخروی ہے۔قیامت کے دن تمہیں آگ کے شعلوں میں جھونک دیا جائے گا اور تم ان سے محفوظ نہیں رہ سکو گے۔قیامت کے دن جب آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا اس وقت اس کا رنگ لال سرخ ہوگا قیامت کے دن جن وانس سے ان کے گناہوں کے بارے میں سوال کی ضرورت ہی نہیں ہوگی، کیونکہ مجرموں کی پہچان ان کے چہروں ہی سے ہوجائیگی اور ان کے اعضاء وجوارح خود بول کر سارے گناہوں کی تفصیل بتادیں گے۔"هذه جهنم الخ " یہی وہ جہنم ہے جس سے مشرکین کو ڈرایا جاتا تھا اور وہ اس کو نہیں مانتے تھے۔اب جہنم کی آگ اور کھولتے پانی کے درمیان ہی چکر کاٹتے رہیں گے۔" ولمن خاف۔ تا۔ وعقری حسان " (رکوع 3)۔ یہ بشارت اخرویہ ہے۔جو لوگ قیامت کے دن خدا کی عدالت میں پیشی سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں ان کے لیے قسم قسم کے باغ ہوں گے جن میں ہر قسم کے میوہ دار درخت ہوں گے اور ان میں مشروبات کے چشمے رواں ہوں گے۔ہر میوہ کوئی انواع واقسام میں ہوگا۔ "متکئین الخ " اعلیٰ قسم کے ریشمی بستروں پر آرام کریں گے اور درختوں کے میوے اس قدر قریب ہوں گے کہ بستروں سے بھی ان تک ہاتھ پہنچ

سکیں۔"فیھن قصرات الطرف الخ" جنت میں ان کے لیے ایسی حوریں ہوں گی جو شرم وحیاء سے آنکھیں جھکائے ہوں گی اوران سے پہلے کسی جن وانس نے انھیں چھوا تک نہیں ہوگا۔حسن صورت اور صفاء رنگ میں یاقوت ومرجان کی مانند ہوں گی۔دنیا میں انھوں نے اچھے کام کئے تو اس کی جزاء بھی انھیں اچھی ملی۔"ومن دونھما جنتٰن الخ" اس کے علاوہ انھیں اور بھی باغ ملیں گے جن میں چشمے جاری ہوں گے۔حسن وجمال کا مرقع اور پاکدامن حوریں ہوں گی، اعلیٰ قسم کے فروش اور غالیچوں پر آرام کریں گے۔"تبارك اسم ربك ذی الجلال والاکرام" آخر میں سورت کے مرکزی دعوے کا ذکر ہے یعنی برکت دینے والا اللہ ہی ہے اور برکت اسی کے نام میں ہے۔

سورة الواقعہ [56]

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کی پہلی آیت سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے اور وہ آیت یہ ہے:

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (1) لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ (2)

جب قیامت واقع ہوجائے گی۔تو اس کے وقوع کے متعلق کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہوگا(الواقعہ 1-1)

جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قریش مکہ کو قیامت، حشر ونشر، حساب کتاب اور جنت و دوزخ کی خبریں سناتے تھے تو کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ یہ سب خیالی اور فرضی باتیں ہیں ان میں سے کسی کا وقوع نہیں ہوگا قیامت واقع ہوگی نہ حساب کتاب ہوگا تب اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی کہ جب قیامت واقع ہوجائے گی تو پھر اس کے وقوع کو جھٹلانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

زمانہ نزول:

اس سورت میں ایک آیت ہے:

لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (79): اس قرآن کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔(الواقعہ 79)

حضرت عمر کو جب معلوم ہوا کہ ان کی بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں وہ ان کے گھر گئے وہ اس وقت حضرت خباب بن ارت (رض) سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے جب حضرت عمر آئے تو انھوں نے قرآن مجید کے اوراق چھپا دیئے حضرت عمر نے اپنی بہن اور بہنوئی کو مار مار کر لہولہان کر دیا پھر جب دل میں رحم آیا تو بہن کہا: لاؤ مجھے وہ اوراق دکھاؤ تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ ان کی بہن نے کہا: میں تم کو وہ اوراق نہیں دوں گی، تم ان کو چھونے کے اہل نہیں ہو، تم غسل جنابت نہیں کرتے اور پاک نہیں ہوتے اور اس قرآن کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔

حضرت عمر(رض) نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے تھے۔(اسد الغابۃ ج 4 ص 140- 143)

اس سے معلوم ہوا کہ سورت واقعہ نبوت کے چھٹے سال کے لگ بھگ نازل ہوئی ہے۔

ترتیب ونزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 46 ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 56 ہے۔

سورۃ الواقعہ کے متعلق احادیث:

عَن ابن عَبَّاس قَالَ :نزلت سُورَة الْوَاقِعَة بِمَكَّة

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ سورۃ الواقعہ مکہ میں نازل ہوئی۔

عن أبي فاطمة أن عثمان بن عفان رضي الله عنه عاد بن مسعود في مرضه فقال:ما تشتكي؟ قال :ذنوبي. قال :فما تشتهي؟ قال :رحمة ربي. قال :ألا ندعوا لك الطبيب؟ قال: الطبيب أمرضني. قال :ألا آمر لك بعطائك؟ قال:منعتنيه قبل اليوم فلا حاجة لي فيه. قال: فدعه لأهلك وعيالك قال :إني قد علمتهم شيئا إذا قالوه لم يفتقروا سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:

»من قرأ الواقعة كل ليلة لم يفتقر«

ابو فاطمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) بیمار ہوگئے تو حضرت عثمان بن عفان (رض) ان کی عیادت کے لیے گئے، حضرت عثمان نے پوچھا : آپ کو کس چیز سے تکلیف ہے فرمایا :اپنے گناہوں سے پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا اپنے رب کی رحمت کو پوچھا ہم آپ کے لیے طبیب کو بلائیں :فرمایا طبیب ہی نے مجھے بیماری میں مبتلا کیا ہے، پوچھا :میں آپ کو کچھ وظیفہ دینے کا حکم دوں؟ فرمایا آپ اس سے پہلے مجھے منع کر چکے ہیں اب مجھے اس کی حاجت نہیں ہے، کہا :پھر آپ اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ پیش کرنے دیں فرمایا :میں نے ان کو ایسی چیز سکھا دی ہے جب وہ اس کو پڑھ لیں گے تو پھر وہ کسی کے محتاج نہیں ہوں گے، میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے ہر رات سورۃ واقعہ پڑھی وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہوگا۔(شعب الایمان ج 2 ص 491 رقم الحدیث 2497،)

قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :علمُوا نساءكم سُورَة الْوَاقِعَة فَإِنَّهَا سُورَة الْغنى

حضرت ابن مسعود (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : تم اپنی عورتوں کو سورۃ واقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ خوشحال کرنے والی سورت ہے۔(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث 4005،)

قَالَ :قَالَ أَبُو بَكْرٍ :يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ شِبْتَ، قَالَ» :شَيَّبَتْنِي هُودٌ، وَالوَاقِعَةُ، وَالمُرْسَلَاتُ، وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ، وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ«

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر (رض) نے کہا : یارسول اللہ آپ بوڑھے ہوگئے، آپ نے فرمایا"

سورۃ) ھود اور الواقعہ، المرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔
(سنن ترمذی رقم الحدیث 3297)

عَن جَابرِ بن سَمُرَة قَالَ :كَانَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَقْرَأ فِي الْفجْر الْوَاقِعَة وَنَحْوهَا من السُّور

حضرت جابر بن سمرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس طرح نماز پڑھتے تھے جس طرح آج کل تم نمازیں پڑھتے ہو لیکن آپ بہت تخفیف سے نمازیں پڑھتے تھے، آپ کی نماز اس طرح ہوتی تھی جیسے تمہاری مختصر نماز ہوتی ہے آپ کی فجر کی نماز میں سورۃ واقعہ اور اس جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ (الطبرانی فی الاأوسط)

ماقبل سے ربط :

سورۃ الرحمن فرمایا تھا " تبرك اسم ربك ذی الجلال والا کرام " یعنی برکت والا نام اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہی برکات دہندہ ہے اب سورۃ الواقعہ میں دو بار ارشاد فرمایا " فسبح باسم ربك العظیم " یعنی اس صفت (برکت دینے) میں اللہ تعالیٰ کو شریکوں سے پاک سمجھو۔

سورۃ الواقعہ کے مقاصد ومضامین:

☆ سورۃ الواقعہ کی ابتداء میں بیان فرمایا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو زمین میں زلزلہ آجائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر جو لوگ حساب کے لیے پیش ہوں گے ان کی تین قسمیں ہوں گی

1 اصحاب الشمال (جن کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا)

2 اصحاب الیمین (جن کا اعمال نامہ ان کے سیدھے ہاتھ میں ہوگا)

3 السابقین (نیکی کے کاموں میں جلدی کرنے والا یا بڑھ چڑھ کر نیکی کرنے والا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ ان میں سے ہر فریق کی آخرت کے دن کی کیا جزا ہوگی۔

☆ یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین کو میدان حشر میں جمع کیا جائے گا۔

☆ پھر اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدانیت، اس کی تخلیق، اس کی قدرت کے کمال پر دلائل قائم کیے گئے ہیں اور انسان کی تخلیق زمین کی پیداوار بارش کے برسنے اور ایندھن میں جلانے کی قوت سے انسان کے دوبارہ پیدا ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔

☆ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ قرآن مجید کا ذکر اس سے پہلی کتابوں میں بھی تھا اور یہ کہ اس کو پاک لوگوں کے سوا اور کوئی چھو نہیں سکتا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے نیکو کاروں اور بدکاروں کی جزا اور سزا کا ذکر فرمایا ہے اور شرک اور کفر پر زجر و توبیخ کی ہے۔

مختصر خلاصہ :

" اذا وقعت الواقعة۔ تا فكانت هباء منبثا " احوال قیامت بطور تمہید برائے بیان احوال گروہائے سہ گانہ۔" وكنتم ازواجا ثلاثة۔ تا۔ والسبقون السابقون "۔تینوں جماعتوں کا اجمالی ذکر یعنی اصحاب المیمنة (دائیں جانب والے)۔اور السابقون (سب پر سبقت لے جانے والے)۔" اولئك المقربون۔ تا۔ الا قيلا سلاما سلاما " یہ السابقون کے احوال کا بیان ہے بطریق لف ونشر غیر مرتب۔ان لوگوں کو خصوصی قرب حاصل ہوگا اور وہ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے اس جماعت میں امت کے پہلے لوگوں سے زیادہ ہوں گے اور پچھلوں میں سے کچھ لوگوں کو بھی یہ رتبہ نصیب ہوگا ان کے لیے تخت بچھے ہوں گے اور ہم عمر لڑکے ان کی خدمت میں مختلف قسم کے مشروبات پیش کریں گے۔ مرضی کے میوے اور گوشت حاضر ہوگا۔ سچے موتیوں کی مانند خوبصورت حوروں کی رفاقت ہوگی۔ وہاں کوئی بے ہودہ بات نہیں ہوگی اور ان کو ہر طرف سے سلام کا تحفہ ملے گا۔" واصحب اليمين۔ تا۔ وثلة من الاخرين۔ یہ پہلی جماعت کے احوال کا بیان ہے۔ جن لوگوں کو دائیں ہاتھ میں اعمالنامے ملیں گے ان کو ایسے باغوں میں سکونت میسر ہوگی جن میں بیشمار اور عجیب وغریب میوے ہوں گے۔ وہاں کی بیریاں کانٹوں کے بغیر ہوں گی، میوے نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ کبھی ان کے تناول کی ممانعت ہوگی، وسیع سایہ وافر پانی اور ہم عمر حوریں زوجیت میں ہوں گی۔ اس فریق میں پہلوں اور پچھلوں میں سے جماعتوں کی جماعتیں شامل ہوں گی۔"

واصحب الشمال۔ تا۔ هذا نزلهم يوم الدين " (رکوع 2)۔ یہ دوسرے فریق کے احوال کا بیان ہے۔ اصحاب الشمال کو گرم ہوا اور کھولتا ہوا پانی ملے گا اور یہ سایہ بھی نصیب نہیں ہوگا۔ وہ دنیا میں اکڑتے تھے اور گناہوں پر اصرار کرتے تھے اور قیامت کو نہیں مانتے تھے۔ بیشک قیامت کے دن تمام اولین وآخرین کو جمع کیا جائے گا اور گمراہوں کو جہنم میں کھانے کے لیے زقوم دیا جائے گا جس سے وہ پیٹ بھر کر کھائیں گے اور اوپر سے پیاسے اونٹ کی مانند کھولتا ہوا پانی پئیں گے۔ قیامت کے دن ان کی اس طرح تواضع کی جائے گی۔

" نحن خلقنكم۔ تا۔ فلولا تذكرون " یہ توحید پر پہلی عقلی دلیل ہے۔ میں ہی تم سب کا خالق ہوں پھر تم کیوں نہیں مانتے ؟ یہ بتاؤ! نطفہ بے جان سے خوبصورت انسان کس نے پیدا کیا؟ اور پھر موت کس کے قبضہ واختیار میں ہے؟ ہم تمہاری جگہ تمہاری مانند اور مخلوق پیدا کرنے پر بھی قادر ہیں اور اسی طرح قیامت کے دن دوبارہ پیدا کرنے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔" افرايتم ما تحرثون۔ تا۔ بل نحن محرومون۔ (رکوع 2)۔ یہ توحید پر دوسری عقلی دلیل ہے یہ بتاؤ یہ لہلہاتے کھیت کون اگاتا ہے؟ اگر ہم چاہیں تو کھیتوں کو ویران کر ڈالیں اور تم باتیں ہی بناتے رہ جاؤ۔" افرايتم الماء الذى تشربون۔ تا۔ فلولا

تشکرون " یہ توحید کی تیسری عقلی دلیل ہے۔ اچھا یہ بتاؤ یہ پانی جو تم پیتے ہو اسے تم نے اتارا ہے یا ہم نے؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا بنادیں، ہماری ان نعمتوں کا تم شکر کیوں نہیں بجالاتے اور ہماری دی ہوئی برکات کو غیروں کی طرف کیوں منسوب کرتے ہو؟۔ " افرایتم النار التی تورون۔ تا۔ ومتاعا للمقوین" یہ توحید کی چوتھی عقلی دلیل ہے۔ نیز یہ تو بتاؤ کہ یہ آگ جسے تم روشن کرتے ہو اس کا درخت کس نے پیدا کیا ہے۔ آگ کو لکڑیوں کی باہم رگڑ سے پیدا کرنا باعث عبرت ہے اور مسافروں کے لیے فائدے کی چیز ہے کہ جنگل میں بھی آگ حاصل کرسکتے ہیں۔ "فسبح باسم ربك العظيم " دلائل کے بعد دعوی سورت کا ذکر ہے۔ اپنے عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کر اور برکت دینے میں اس کو ہر شریک سے پاک سمجھ۔ "فلا اقسم بمواقع النجوم۔ تا۔ انكم تكذبون " (رکوع 3) عظمت قرآن کا بیان اور تصدیق بالقرآن کی ترغیب ہے۔ یہ قرآن ایک نہایت ہی عظیم الشان کتاب ہے، لوح محفوظ میں مکتوب ہے، اسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں وہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ کیا ایسی عظیم کتاب کی تم پروا نہیں کرتے ہو اور اس کو جھٹلانے پر کمر باندھ چکے ہو؟ " فلولا اذا بلغت الحلقوم۔ تا۔ ان كنتم صدقين " یہ زجر ہے۔ اگر تم اس دعوی میں سچے ہو کہ قیامت نہیں آئیگی اور جزاء وسزا نہیں ہوگی، تو تمہارے سامنے جب کسی کی جان نکل رہی ہو تو اسے ہی اس کے بدن میں واپس لوٹا کر دکھادو۔ " واما ان كان۔ تا۔ اصحب اليمين " یہ پہلی جماعت کے حال کا اعادہ ہے۔ عام اہل جنت کو جنت میں سلام کا تحفہ ملے گا۔ " واما ان كان۔ تا۔ تصلية جحيم "۔ یہ دوسری جماعت کے حال کا اعادہ ہے۔ گمراہوں کو کھولتا ہوا پانی نصیب ہوگا اور جہنم میں جلنا ہوگا۔ " ان هذا لهو حق اليقين۔ یہ سب کچھ حق ہے اور یقینی ہے۔ " فسبح باسم ربك العظيم " آخر میں دعوی سورت کا اعادہ ہے یعنی برکت دینے میں اللہ کو شریکوں سے پاک سمجھو۔

سورة الحديد [57]

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الحدید ہے اور الحدید کا ذکر اس سورت کی اس آیت میں ہے:

وانزلنا الحديد فيه باس شديد و منافع للناس۔ (الحدید ۲۵ :) اور ہم نے لوہے کو نازل کیا اس میں بہت قوت ہے اور لوگوں کے اور بھی فائدے ہیں۔

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے:

'جمہور کا قول یہ ہے کہ سورۃ الحدید مدنی ہے۔

علامہ عبدالحق بن غالب عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ لکھتے ہیں:

نقاش نے کہا کہ سورۃ الحدید کے مدنی ہونے پر مفسرین کا اجماع ہے اور دوسروں نے کہا کہ یہ سورت مکی ہے۔
ابن عطیہ نے کہا : اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس میں مدنی آیات ہیں لیکن اس کی شروع کی آیات مکی آیات کے مشابہ ہیں اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم سورۃ الحدید کی ابتدائی چھ آیات میں ہے اور ان کو پڑھنے کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔(المحرر الوجیز ج ١٥ ص ٦٩٣)
سورۃ الحدید کے مکی ہونے کی ایک دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ مشہور تو یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب (رض) سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھ کر اسلام سے متاثر ہوئے اور ایمان لائے۔(سنن دار قطنی ج ١ ص ٢٢١۔رقم الحدیث: ٤٣٤، دلائل النبوۃ ج ٢ ص ٩١٢، تاریخ دمشق جز ٧٤ ص ٧٥) اور بعض احادیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر بن خطاب (رض) سورۃ الحدید کی ابتدائی آیات پڑھ کر اسلام سے متاثر ہوئے اور ایمان لے لائے اس حدیث کی مفصل روایت یہ ہے:
امام جلال سیوطیؒ فرماتے ہیں:

عَن عمر قَالَ :كنت أَشد النَّاس على رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَبينا أَنا فِي يَوْم حَار بالهاجرة فِي بعض طَرِيق مَكَّة إِذْ لَقِيَنِي رجل فَقَالَ :عجبا لَك يَا ابْن الْخطاب إِنَّك تزْعم أَنَّك وَأَنَّك وَقد دخل عَلَيْك الْأَمر فِي بَيْتك قلت :وَمَا ذَاك قَالَ :هَذِه أختك قد أسلمت فَرَجَعت مغضباً حَتَّى قرعت الْبَاب فَقيل :من هَذَا قلت :عمر فتبادروا فاختفوا مني وَقد كَانُوا يقرأون صحيفَة بَين أَيْدِيهم تركوها أَو نسوها فَدخلت حَتَّى جَلَست على السرير فَنَظَرت إِلَى الصَّحِيفَة فَقلت :مَا هَذِه ناولينيها قَالَت :إِنَّك لست من أَهلهَا إِنَّك لَا تَغْتَسِل من الْجَنَابَة وَلَا تطهر وَهَذَا كتاب لَا يمسهُ إِلَّا الْمُطهرُونَ فَمَا زلت بهَا حَتَّى ناولتنيها ففتحتها فَإِذا فِيهَا بِسم الله الرَّحْمَن الرَّحِيم فَلَمَّا قَرَأت الرَّحْمَن الرَّحِيم ذعرت فألقيت الصَّحِيفَة من يَدي ثمَّ رجعت إِلَى نَفسِي فأخذتها فَإِذا فِيهَا بِسم الله الرَّحْمَن الرَّحِيم {سبح لله مَا فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض وَهُوَ الْعَزِيز الْحَكِيم} فَكلما مَرَرْت باسم من أَسمَاء الله ذعرت ثمَّ ترجع إِلَيّ نَفسِي حَتَّى بلغت {آمنُوا بِاللَّه وَرَسُوله وأنفقوا مِمَّا جعلكُمْ مستخلفين فِيهِ} فَقلت :أشهد أَن لَا إِلَه إِلَّا الله وَأَن مُحَمَّدًا رَسُول الله فَخرج الْقَوْم مستبشرين فكبروا الخ)

زید بن اسلم اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں : حضرت عمر بن خطاب (رض) نے ہم سے فرمایا : کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کیسے اسلام لایا؟ ہم نے کہا : جی ہاں! حضرت عمر نے کہا : میں سب سے زیادہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف تھا' ایک دن میں سخت گرمی میں مکہ کے کسی راستہ پر جا رہا تھا' مجھے قریش کا ایک آدمی ملا' اس

نے پوچھا : اے ابن الخطاب! کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا : میں فلاں فلاں کام سے جا رہا ہوں' اس نے کہا : تعجب ہے اے ابن الخطاب! تمہارے گھر میں ایک سنگین حادثہ ہو چکا ہے' میں نے پوچھا : وہ کیا ہے؟ اس نے کہا : تمہاری بہن مسلمان ہو چکی ہے! میں غضب ناک ہو کر لوٹا اور دروازہ کھٹکھٹایا' اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا طریقہ یہ تھا کہ جب ایک یا دو آدمی مسلمان ہوتے جن کے پاس کچھ مال نہ ہوتا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے ساتھ خوش حال آدمی کو ملا دیتے تا کہ وہ اس کا زائد کھانا کھالیں' اور آپ نے میرے بہنوئی کے ساتھ دو آدمی ملا دیئے تھے' جب میں نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو پوچھا گیا: کون ہے؟ میں نے کہا عمر الخطاب' وہ جلدی جلدی مجھ سے چھپ گئے' ان کے سامنے ایک صحیفہ تھا جس کو وہ پڑھ رہے تھے' وہ جلدی میں اس کو اٹھانا بھول گئے' میری بہن نے دروازہ کھولا ' میں نے کہا : اے اپنی جان کی دشمن! کیا تو دین بدل چکی ہے؟ اور میرے ہاتھ میں جو چیز تھی وہ میں نے اس کے سر پر ماری' اس کے سر سے خون بہنے لگا' وہ خون دیکھ کر رونے لگی' اس نے کہا: اے عمر الخطاب! تو نے جو کرنا ہے سو کر' میں دین بدل چکی ہوں۔ میں تخت پر بیٹھ گیا تو گھر کے درمیان میری نظر صحیفہ پر پڑی' میں نے کہا : یہ کیا ہے؟ مجھے اٹھا کر دو' میری بہن نے کہا : تم اس کو اٹھانے کے اہل نہیں ہو' تم غسل جنابت نہیں کرتے اور پاک لوگوں کے سوا اس کو کوئی چھو نہیں سکتا' میں مسلسل اصرار کرتا رہا حتیٰ کی میری بہن نے مجھے وہ صحیفہ دے دیا اس میں لکھا ہوا تھا : " بسم اللہ الرحمن الرحیم " میں جب اللہ عزوجل کے اسماء میں سے کسی اسم پر سے گزرتا تو میں ڈر جاتا' میں نے وہ صحیفہ رکھ دیا اور اپنے دل میں سوچنے لگا' میں اس کو اٹھا کر پڑھنے لگا اس میں لکھا ہوا تھا : سبح للہ ما فی السموت والارض۔ (الحدید ١ :) آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کر رہی ہے۔

پھر میں جب بھی اللہ عزوجل کے اسماء میں سے کسی اسم کو پڑھتا تو ڈر جاتا' میں اپنے دل میں سوچنے لگا' پھر میں اس کو پڑھنے لگا اور اس آیت پر پہنچا : امنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ ط فالذین امنوا منکم وانفقوا لھم اجر کبیر۔ (الحدید ٧ :) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ' اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنایا ہے' پس تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں اور خیرات کریں' ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

تب بے اختیار میں نے کہا : " اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔ تب وہ چھپے ہوئے لوگ بھی دوڑ کر آئے اور مجھ سے ملے اور کہا : اے ابن الخطاب! مبارک ہو' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پیر کے دن یہ دعا کی تھی : اے اللہ! دو آدمیوں میں سے جو تجھ کو زیادہ محبوب ہو' اس کی وجہ سے دین کو غلبہ عطا فرما' ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب اور ہمیں امید ہے کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعا ہو' پس تم کو بشارت ہو' پھر میں نے کہا : مجھے بتاؤ! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا وہ صفا کے نیچے ایک گھر میں ہیں' میں اس گھر پر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا' مسلمانوں کو معلوم تھا

کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کس قدر مخالف ہوں' اس لیے کوئی دروازہ کھولنے کی جرات نہیں کر رہا تھا' حتیٰ کی آپ نے فرمایا : دروازہ کھول دو' اگر اللہ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ہے تو اس کو ہدایت دے گا' انھوں نے دروازہ کھول دیا اور دو آدمی مجھے پکڑ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں لے گئے' آپ نے فرمایا : اے ابن الخطاب! اللہ تمہیں ہدایت دے' اسلام کو قبول کرلو! پس میں نے کہا : "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ"۔ پھر مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا جس کی آواز مکہ کے راستوں میں سنی گئی اس سے پہلے وہ چھپے ہوئے تھے۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۷٤)

حضرت عمر مکہ میں بعثت کے چھٹے سال اسلام لائے تھے اس لیے کہا گیا ہے کی سورۃ الحدید مکی ہے۔ اس سلسلہ میں دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) ابتداء میں اسلام لائے اور وہ بیان کرتے ہیں کہ؛

نَّ ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَ» : مَا كَانَ بَيْنَ إِسْلاَمِنَا وَبَيْنَ أَنْ عَاتَبَنَا اللهُ بِهَذِهِ الآيَةِ :{أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ} إِلَّا أَرْبَعُ سِنِينَ «.

ہمارے اسلام لانے کے (چار سال بعد) ہم پر اس آیت سے عتاب کیا گیا : الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔ (الحدید ۱٦ :) کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کی ایمان والوں کے دل اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جائیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۳۰۲۷ :)

ظاہر ہے کہ مکہ میں قتال اور جہاد فرض نہیں ہوا تھا' جہاد مدینہ منورہ میں فرض ہوا ہے' اس لیے یہ آیت لامحالہ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ سیوطی نے بھی یہی لکھا ہے کہ اس سورت کی ابتدائی آیت مکی ہیں۔ (الاتقان ج ۱ ص ٦٦)

سورت الحدید کی فضیلت؛

عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ :أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقْرَأُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ أَنْ يَرْقُدَ، وَقَالَ» :إِنَّ فِيهِنَّ آيَةً أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ آيَةٍ«

حضرت عرباض بن ساریہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سونے سے پہلے المسبحات (تسبیح کی آیات) کو پڑھتے تھے اور آپ نے فرمایا : ان میں ایک آیت ہزار آیت سے افضل ہے (المسبحات سے مراد : الحدید' الحشر' الصف' الجمعہ اور التغابن ہیں)۔ (سنن ابو دود رقم الحدیث ۵۰۵۷ : '

ما قبل سے ربط :

سورۃ والنجم میں واضح کیا گیا کہ اللہ کے یہاں کوئی شفیع غالب نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی حاجات میں پکار کے لائق ہے۔اس کے بعد سورۃ والقمر میں بیان کیا گیا ہے ہر چیز کو اندازے کے ساتھ پیدا کرنے والا بھی وہی ہے پھر سورۃ الرحمن میں بطور ترقی فرمایا گیا کہ جب خالق ومالک اور کارساز بھی وہی ہے۔تو برکات دہندہ بھی وہی ہے پھر سورۃ واقعہ میں کہا گیا کہ صرف اللہ ہی کو برکات دہندہ سمجھو اور اس صفت میں کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔اب سورۃ الحدید میں مذکور ہوگا کہ جب تم اس مسئلے کو سمجھ چکے ہو تو اب اس کی اشاعت کیلئے اپنا مال بھی خرچ کرو اور جہاد بھی کرو۔سورۃ مجادلہ سے لے کر سورۃ تحریم تک مضمون کے اعتبار سے تمام بسورتیں،سورۃ الحدید ہی سے متعلق ہیں۔سورۃ الحدید میں دو مضمون مذکور ہیں اول اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم۔دوم جہاد کی ترغیب۔اس کے بعد چار سورتیں المجادلہ، الحشر، الممتحنہ اور الصف، سورۃ الحدید کے دوسرے مضمون (ترغیب الی القتال فی سبیل اللہ) پر بطور لف ونشر غیر مرتب متفرع ہوں گی۔اور اگلی چار سورتیں (الجمعہ، المنافقون، التغابن اور الطلاق) سورۃ الحدید کے پہلے پہلے مضمون (النفاق فی سبیل اللہ) پر متفرع ہیں اس کے بعد سورۃ التحریم میں سورۃ الحدید کے دونوں مضمون کا بطریق لف ونشر مرتب بمنزہ تتمہ اعادہ کیا گیا ہے پہلی چاروں سورتوں میں سے ہر دوسری سورت کو اور دوسری چاروں سورتوں میں سے ہر پہلی سورت کو تسبیح سے شروع کیا گیا ہے تاکہ اصل مسئلہ یعنی نفی شرک ذہن میں رہے اور اس سے ذہول نہ ہونے پائے اور معلوم ہو جائے کہ جہاد اسی مسئلہ کے لیے کیا جا رہا ہے۔پہلے مجموعے کی آخر سورت (الصف) اور دوسرے مجموعے کی پہلی سورت (الجمعہ) میں تسبیح کو جمع کر دیا گیا اس لیے سورۃ الجمعہ سے سورۃ الحدید کا دوسرا مضمون شروع ہونے والا تھا اس طرح ایک مضمون کے اختتام اور دوسرے مضمون کی ابتدا میں امتیاز ہو گیا۔

سورۃ الحدید کے مقاصد ومضامین:

☆ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے جلال اس کی صفات عظیمہ اس کی وسعت قدرت اس کے تصرف کا عموم اس کے علم کا محیط ہونا اور اس کے وجوب وجود کو بیان کیا گیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور ان کے لائے ہوئے پیغام پر اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لایا جائے۔

☆ قرآن مجید میں جو ہدایت ہے اور نجات کا راستہ ہے اس پر تنبیہ کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مخلوق پر اس کی شفقت کو یاد دلایا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر ترغیب دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ مال تو خرچ ہونے والی چیز ہے اور جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر وثواب ہے۔

☆ مسلمانوں کو اس سے ڈرایا ہے کہ وہ اس طرح سخت دل نہ ہو جائیں جس طرح ان سے پہلے لوگ سخت دل ہو گئے تھے اور

انھوں ہدایت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا جس کی بناء پر ان میں سے اکثر لوگ فسق میں مبتلا ہو گئے۔

☆ یہ بتایا ہے کی اس دنیا سے زیادہ دل نہ لگاؤ یہ فانی ہے اور تم نے دنیا میں جو کچھ کیا ہے اس کی جواب دہی کے لیے قیامت میں پیش ہونا ہے۔

☆ مصائب اور ناگہانی آفات پر صبر کرنا چاہیے اور یہ بتایا ہے کہ رسولوں کو بھیجنے میں کیا حکمت ہے۔

☆ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت حضرت نوح اور حضرت ابرہیم (علیہ السلام) کی رسالت کی مثل ہے، جس طرح ان کی ذریت میں ہدایت یافتہ بھی تھے اور فاسق بھی تھے اسی طرح آپ کی امت میں بھی ہیں۔

مختصر خلاصہ:

سورۃ الحدید میں دو مضمون مذکور ہیں۔ اول اشاعت توحید کی خاطر مال خرچ کرنے کا حکم دوم۔ اللہ کی راہ میں جہاد کی ترغیب۔ "سبح للہ ما فی السموات والارض۔ تا۔ وھو علیم بذات الصدور۔ میں بطور تمہید مسئلہ توحید کا ذکر ہے جس کی خاطر انفاق اور جہاد ہوگا۔ یہاں توحید کے تینوں مراتب مذکور ہیں دو صراحۃً اور ایک ضمناً۔ پہلا مرتبہ ساری کائنات کا خالق تعالیٰ ہی ہے۔ یحیی و یمیت وھو علی کل شیء قدیر۔ دوسرا مرتبہ تخت بادشاہی پر وہ خود ہی مستوی ہے اور کوئی اختیار اس نے کسی کو سپرد نہیں کر رکھا۔ ثم استوی علی العرش۔ تیسرا مرتبہ، جب خالق و مالک اور متصرف و مختار وہی ہے تو کارساز اور معبود بھی وہی ہے۔ "امنوا باللہ۔ الایۃ" یہ پہلا مضمون ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم اور خرچ کرنے والوں کے لیے بشارت۔" وانفقوا مما جعلکم۔ تا۔ ان کنتم مومنین۔ یہ انفاق کی پہلی وجہ ہے۔ یہ مال میرا ہے، میں نے چند روز کے لیے تمہارے تصرف میں دیا ہے اور تم اللہ سے عہد کر چکے ہو کہ اس کے احکام مانو گے۔ اب اس کا حکم آگیا ہے کہ اس کی راہ میں مال خرچ کرو۔ لہٰذا اس کا حکم مانو اور مال خرچ کرو، وہ خرچ کرنے پر تمہیں اجر بھی دے گا۔"ھو الذی ینزل الایۃ۔ یہ ترغیب ہے یعنی ایسے رحیم و کریم بادشاہ کا حکم مانو۔ دوسری وجہ۔ ومالکم الا تنفقوا فی سبیل اللہ وجہ اول سے بطور ترقی فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہو حالانکہ تمہیں مرنا ہے اور سب کچھ یہیں چھوڑ جانا ہے اب وقت ہے خرچ کرلو۔ جب وقت ہاتھ سے نکل گیا تو افسوس کرو گے۔ تیسری وجہ "من ذا الذی یقرض اللہ۔ الایۃ" (رکوع 2)۔ مان لیا کہ مال تمہارا ہی ہے اور تم نے خود کمایا ہے، لیکن دنیا میں بطور قرض دیدو میں دنیا ہی میں اس سے کئی گنا زیادہ دے دوں گا۔ "یوم تری المومنین والمومنات الایۃ" اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے لیے بشارت اخرویہ ہے انفاق فی سبیل اللہ کی وجہ سے قیامت کے دن ان کے آگے پیچھے نور ہوگا اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ - یوم یقول المنفقون والمنفقت۔ تا۔ وبئس المصیر۔ یہ منافقین کے لیے تخویف اخروی ہے۔ وہ نور انفاق سے محروم ہوں گے وہ مومنین سے

توجہ کا مطالبہ کریں گے تاکہ انھیں کچھ روشنی نصیب ہو لیکن فریقین کے درمیان دیوار حائل کردی جائے گی اور منافقین عذاب میں مبتلا ہوں گے اور فدیہ وغیرہ کسی حیلے سے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ - الم یان للذین امنوا۔الایۃ" یہ ایمان والوں کے لیے زجر ہے اور قبول حق اور حق پر قائم رہنے کی ترغیب ہے۔ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کردینا چاہیے اور اہل کتاب کی طرح سنگدل نہیں ہو جانا چاہیے۔ اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا۔الایۃ" یہ انفاق کی تیسری وجہ سے متعلق ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی دولت میں اس طرح کئی گنا اضافہ ہوتا ہے جس طرح زمین میں ایک دانہ بو دینے سے کوئی سوگنا دانے پیدا ہوتے ہیں۔" ان المصدقین والمصدقات۔الایۃ" ترغیب الی الانفاق۔اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی دولت میں کئی گنا اضافے کے علاوہ وہ بہت بڑے اجروثواب کے بھی مستحق ہیں۔" والذین امنوا باللہ ورسلہ۔ الایۃ" اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے مومنین کے لیے بشارت اخرویہ۔ان لوگوں کو صدیقوں اور شہیدوں کا مرتبہ نصیب ہوگا۔ والذین کفروا وکذبوا۔الایۃ۔ یہ کفار کے لیے تخویف اخروی ہے۔انفاق کی چوتھی وجہ:۔ اعلموا انما الحیوۃ الدنیا الایۃ (رکوع 3)۔اگر دنیا میں اس کا بدلہ نہ بھی ملا تو غم نہ کرنا چاہیے یہ دنیا چیز ہی کیا ہے؟ یہ محض چند روزہ زینت وآرائش اور فخر ونمائش کی جگہ ہے جس طرح لہلہاتے کھیت آن کی آن میں تباہ ہو جاتے ہیں دنیا کی چہل پہل بھی اسی طرح فانی ہے۔ سابقوا الی مغفرۃ من ربکم۔ الایۃ۔ اگر دنیا میں کچھ نہ ملا تو آخرت میں اس کا بے حساب اجروثواب ملے اور جنت میں زمین وآسمان کی وسعت سے بھی زیادہ مربعے ملیں گے۔پانچویں وجہ :ما اصاب من مصیبۃ فی الارض،الایۃ۔اگر تم اللہ کی راہ میں اس لیے مال خرچ نہیں کرتے ہو تاکہ وہ مصیبتوں میں کام آئے تو یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ جو مصیبت مقدر ہو چکی ہے وہ ضرور آئیگی دولت سے دفع نہیں کی جاسکتی۔ لکیلا تاسوا علی ما فاتکم۔ تا ھو الغنی الحمید۔مذکور بالا توضیح کی علت اور بخیلوں اور دوسروں کو بخل پر اکسانے والوں کے لیے تخویف وتہدید ہے۔لقد ارسلنا رسلنا بالبینت۔ تا۔ ان اللہ قوی عزیز ۔یہ سورت کے دوسرے مضمون یعنی جہاد فی سبیل اللہ کا بیان ہے۔ہم نے بنی آدم کی ہدایت کیلئے پیغمبر بھیجے اور ان پر کتابیں نازل کیں اور لوہے ایسی نہایت مفید اور اہم دھات پیدا کی تاکہ لوگ اس سے گوناگوں فوائد حاصل کریں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس سے مختلف قسم کے ہتھیار بنا کر اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور اس طرح اللہ کے دین کی مدد کرنے والے دوسروں سے ممتاز ہو جائیں۔" ولقد ارسلنا نوحا وابراھیم۔ تا۔ وکثیر منھم فاسقون" (رکوع 4)۔ہم نے نوح وابراہیم (علیہما السلام) کی اولاد میں مسلسل پیغمبر مبعوث کیے یہانتک کہ عیسیٰ (علیہ السالم) آئے۔مسئلہ توحید میں مشرکین سے مقابلہ ہوا تو حواریین نے عیسیٰ (علیہ السلام) کا ساتھ دیا اور ہم نے بھی ان کو مشرکین پر فتحیاب اور غالب کیا لیکن بعد کے لوگوں نے گوشہ نشینی اختیار کرلی، مگر اس پر بھی پورے نہ اترے اور فسق وفجور کی راہ اختیار کرلی۔"یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ۔

الایۃ" اہل کتاب کو ایمان لانے اور خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساتھ دینے کی ترغیب ہے۔ اے اہل کتاب جو عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لا چکے ہو! خدا سے ڈرو اور اس کے آخری رسول پر بھی ایمان لے آؤ اور اس کا اسی طرح ساتھ جس طرح حواریوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کا ساتھ دیا تھا، اللہ تعالیٰ تمہیں دوگنا ثواب عطا فرمائے گا۔" لئلا یقدرون، الایۃ" تاکہ اہل کتاب یہ نہ سمجھیں کہ اب وہ جہاد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کا امام اور امیر کوئی نہیں۔ لہذا اب میرا آخری پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) امام اور امیر ہے، اب وہ اس پر ایمان لا کر، اس کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔

سورة المجادلۃ[58]

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام المجادلہ ہے۔" المجادلہ" کا معنی ہے : بحث اور تکرار کرنے والی عورت اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ وہ آیت یہ ہے:

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ (1)

ترجمہ :۔۔۔ بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سنی جو اپنے شوہر کے متعلق آپ سے بحث اور تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی اور اللہ آپ دونوں کی گفتگو رہا تھا' بیشک اللہ خوب سننے والا 'خوب دیکھنے والا ہے۔

یہ خاتون حضرت خولہ بنت مالک بن ثعلبہ (رض) تھیں' ان کے خاوند حضرت اوس بن صامت (رض) نے ان سے ظہار کر لیا تھا (یعنی ان سے کہہ دیا تھا کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے)' زمانہ جاہلیت میں ظہار کو طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ اب حضرت خولہ (رض) سخت پریشان ہوئیں۔ اس وقت تک ظہار کے متعلق کوئی شرعی حکم نازل نہیں ہوا تھا' اس لیے وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ اس مسئلہ کا حل معلوم کریں اور انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس مسئلہ میں کافی بحث اور تکرار کی۔ اس لیے ان خاتون کو مجادلہ کہا گیا اور ان ہی کی مناسبت سے اس سورت کا نام المجادلہ رکھا گیا۔

سورۃ المجادلہ کے متعلق احادیث:

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ:قَالَتْ عَائِشَةُ :تَبَارَكَ الَّذِي وَسِعَ سَمْعُهُ كُلَّ شَيْءٍ، إِنِّي لَأَسْمَعُ كَلَامَ خَوْلَةَ بِنْتِ ثَعْلَبَةَ، وَيَخْفَى عَلَيَّ بَعْضُهُ، وَهِيَ تَشْتَكِي زَوْجَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، وَهِيَ تَقُولُ يا رسول الله، أَكَلَ شَبَابِي، وَنَثَرْتُ لَهُ بَطْنِي، حَتَّى إِذَا كَبِرَتْ سِنِّي، وَانْقَطَعَ وَلَدِي ظَاهَرَ مِنِّي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْكُو إِلَيْكَ. فَمَا بَرِحَتْ حَتَّى نَزَلَ جبريل

بِهَؤُلَاءِ الْآيَاتِ :{قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ} [المجادلة1 :]

عروہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ (رض) نے فرمایا : برکت والی ہے وہ ذات جس کی سماعت ہر چیز کو محیط ہے، میں حضرت خولہ بن ثعلبہ کی بات پوری طرح نہیں سن رہی تھی اور ان کی کچھ باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں" وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اپنے خاوند کی شکایت کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں : یارسول اللہ! میرا شوہر میری جوانی کھا گیا اور میرا پیٹ (اس کی اولاد کی کثرت سے) پھیل گیا، لیکن اب جب میں بوڑھی ہوگئی اور مجھ سے اولاد ہونا منقطع ہو گیا تو اس نے مجھ سے ظہار کرلیا، اے اللہ! میں تیری طرف شکایت کرتی ہوں۔ وہ اس طرح کہتی رہیں، حتیٰ کہ حضرت جبرائیل یہ آیات لے کر نازل ہوئے :

"قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا وتشتکی الی للہ- (المجادلہ ۱ :)

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۲۰۶۳ :)

سورت المجادلہ کا زمانہ نزول :

علامہ ابن عطیہ نے کہا : اس پر اجماع ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ (المحرر الوجیز ج ۱۰ ص ٤٣٤) اور بعض تفاسیر میں ہے کہ اس کی پہلی دس آیتیں مدنی ہیں اور باقی آیات مکی ہیں۔

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۸ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۱۰۵ ہے، سورۃ المجادلہ سورت المنافقین کے بعد اور سورۃ التحریم سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ سورۃ المجادلہ سورۃ الاحزاب کے بعد نازل ہوئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے الاحزاب میں فرمایا ہے :

وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللَّائِي تُظَاهِرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ

ترجمہ :۔ اور تم اپنی جن بیویوں سے ظہار کرتے ہو (یہ کہتے ہو کہ ان کی پشت ان کی ماں کی پشت کی مثل ہے) ان کو اللہ نے حقیقت میں تمہاری ماں نہیں بنایا۔

اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ظہار کرنے سے بیوی شوہر کے نکاح سے نہیں نکلتی اور نہ وہ اس کی ماں ہو جاتی ہے۔ یہ صرف زمانہ جاہلیت کا مفروضہ تھا کیونکہ سورۃ الاحزاب کی اس آیت میں بتایا ہے کہ اللہ نے ظہار کی وجہ سے تمہاری حقیقی مائیں نہیں بنایا اور ان کو تم پر حرام نہیں کیا۔ یہ اجمالی حکم ہے اور اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے سورۃ المجادلہ میں بیان فرمائی ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سورۃ الاحزاب کا ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۹۰ ہے اور سورۃ المجادلہ کا ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۰۵ ہے اور چونکہ غزوۃ الاحزاب شوال پانچ ہجری میں ہوا تھا تو اس سے یہ متعین ہو جاتا ہے کہ سورۃ المجادلہ بھی اسی دور میں یا اس کے کچھ عرصہ بعد نازل ہوئی ہے۔

ما قبل سے ربط :

سورۃ مجادلہ، حشر، ممتحنہ اور صف یہ چاروں سورۃ حدید کے مضمون ثانی یعنی ترغیب الی القتال فی سبیل اللہ پر متفرع ہیں۔ اور دوسری سورت کو مسئلہ توحید کے بیان سے شروع کیا گیا ہے تاکہ اصل مقصود پیش نظر ہے۔

سورۃ المجادلہ کے مقاصد ومضامین:

☆ اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جو یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کرے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے یہ دستور باطل ہے۔

☆ اور اس سورت میں آداب مجلس بتائے ہیں کہ مجلس میں اپل پھیل کر نہیں بیٹھنا چاہیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے بیٹھنے کی گنجائش نکالنی چاہیے۔

☆ اور مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب دی ہے۔

☆ علماء دین کے مرتبہ اور مقام کو واضح کیا ہے اور ان کی مدح فرمائی ہے۔

☆ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کوئی مسئلہ معلوم کرنا ہو تو مسلمانوں کو اس سے پہلے کچھ صدقہ دینا چاہیے بعد میں اس کا حکم اٹھا لیا۔

☆ منافقین کو سرزنش کی ہے جو مسلمانوں کے منصوبے اور ان کے راز کی باتیں کفار کو جا کر بتا دیتے تھے اور پھر جھوٹی قسمیں کھاتے تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے تھے لیکن ان کا انجام ذلت اور رسوائی تھا۔

☆ اس سورت کو اس پر ختم کیا ہے کہ مسلمان کفار سے محبت نہ رکھیں اور ان سے مل جل کر نہ رہیں۔

مختصر خلاصہ :

"قد سمع اللہ۔ تا۔ وللکفرین عذاب الیم" بطور تمہید مسئلہ ظہار کا بیان ہے جو کافروں اور منافقوں کے لیے مبدا طعن تھا۔ وہ کہنے لگے دیکھو جی یہ کیسا پیغمبر ہے کہ اس نے منہ بولی ماں سے نکاح جائز کر دیا ہے۔ "ان الذین یحادون اللہ۔ تا۔ واللہ علی کل شئی شھید" زجر وتخویف دنیوی واخروی برائے کفار ومنافقین جو کفار ومنافقین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے احکام پر طعن کرتے اور ان کی مخالفت کتے ہیں وہ دنیا میں بھی ذلیل ورسوا ہوں گے اور آخرت میں بھی ان کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار ہے۔ "الم تر ان اللہ یعلم۔ الایۃ" (رکوع 3)۔ زجر اول برائے منافقین۔ یہ زجریں اول درجہ اور چوٹی کے منافقین کے لیے ہیں۔ یہ لوگ جہاد کو ناکام بنانے کے لیے خفیہ مشورے کرتے اور پروگرام بناتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ سے ان کا کوئی مشورہ اور پروگرام مخفی نہیں۔ "الم تر الی الذین نھوا عن النجوی۔ الایۃ" زجر ثانی برائے

منافقین۔ان کا خبث باطن اور عناد قلبی اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ باوجود اس کے کہ انھیں ایسے مشورے سے منع کر دیا گیا ہے لیکن پھر بھی باز نہیں آتے اور باقاعدہ اسلام، پیغمبر (علیہ السلام) اور جہاد کے خلاف منصوبے بناتے رہتے ہیں اور پھر پیغمبر (علیہ السلام) کی مجلس میں حاضری کے وقت بھی نہایت بدتمیزی کرتے ہیں۔"یا ایھا الذین امنوا۔ تا۔ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون" قانون اول برائے اصلاح منافقین۔ان آیتوں میں خطاب مومنین سے ہے لیکن مقصود اصلاح منافقین ہے۔فرمایا جب بھی کوئی مشورہ کرو تو نیک کاموں کا مشورہ کیا کرو اور شر و فساد پھیلانے، عداوت اسلام اور مخالفت پیغمبر (علیہ السلام) کے منصوبے نہ بنایا کرو۔"یا ایھا الذین امنوا اذا قیل لکم۔الایۃ" یہ دوسرا قانون ہے۔منافقین حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجلس میں آپ کے بالکل قریب آکر بیٹھ جاتے اور مخلصین اور اکابر صحابہ کی آمد پر بھی ان کو جگہ نہ دیتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجلس میں آنے والوں کو جگہ دے دیا کرو۔"یا ایھا الذین امنوا اذا ناجیتم۔تا۔ واللہ خبیر بما تعملون" یہ تیسرا قانون ہے۔بعض منافقین، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مجلس سے علیحدہ لے جا کر آپ کے ساتھ سرگوشیاں کرتے تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ بڑے خاص اور مخلص لوگ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ جب پیغمبر (علیہ السلام) کے ساتھ کوئی مشورہ کرنا ہو تو پہلے اللہ کی راہ میں صدقہ دے لیا کرو۔تاکہ تمہارے کاموں میں برکت ہو۔"الم تر الی الذین تولوا۔ تا۔ الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون (رکوع 3)۔آخر میں پھر منافقین کے لیے زجر اور تخویف دنیوی واخروی ہے۔ان بدبخت منافقوں کی دلی دوستی مسلمانوں کے ساتھ نہیں، بلکہ خدا کے دشمنوں کے ساتھ ہے۔اس دوغلی روش سے انھیں کچھ فائدہ نہیں ہوگا بلکہ دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھائیں گے۔"ان الذین یحادون اللہ۔الایۃ" اس کا تعلق ابتداء سورت سے ہے"کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔الایۃ" بشارت فتح برائے مومنین۔"لاتجد قوما یؤمنون باللہ۔الایۃ" مدح مخلصین و بشارت اخرویہ۔مخلص مومنوں کی شان یہ ہے کہ وہ دشمنان اللہ ورسول سے وہ دوستی نہیں رکھ سکتے اگرچہ وہ ان کے قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور انھیں اسقدر انعام واکرام سے نوازے گا کہ وہ بھی اس سے راضی ہو جائیں گے۔

سورة الحشر [59]

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الحشر ہے اور یہ نام اس سورت کی اس آیت سے ماخوذ ہے:

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَاأُولِي الْأَبْصَارِ (2)

(الحشر ۲ :) وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں کو پہلی بار جلاوطن کرنے کے لیے ان کو ان کے گھروں سے نکالا۔
اس سورت کا نام سورۃ بنی النضیر بھی ہے، کیونکہ اس سورت میں یہود بنی النضیر کو مدینہ سے جلاوطن کرنے کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔
حدیث میں ہے:

عَنْ سَعِيدٍ قَالَ» :قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما :سُورَةُ الْحَشْرِ، قَالَ :قُلْ :سُورَةُ النَّضِيرِ«

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس (رض) سے سورۃ الحشر کے متعلق دریافت کیا، انھوں نے فرمایا :اس کو سورۃ بنو نضیر کہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ٤٨٨٣ :)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ» :قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ :سُورَةُ التَّوْبَةِ، قَالَ :التَّوْبَةُ هِيَ الْفَاضِحَةُ، مَا زَالَتْ تَنْزِلُ، وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ، حَتَّى ظَنُّوا أَنَّهَا لَمْ تُبْقِ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا ذُكِرَ فِيهَا، قَالَ :قُلْتُ: سُورَةُ الأَنْفَالِ، قَالَ :نَزَلَتْ فِي بَدْرٍ، قَالَ :قُلْتُ :سُورَةُ الْحَشْرِ، قَالَ :نَزَلَتْ فِي بَنِي النَّضِيرِ«

سعید بن جبیر (رض) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس (رض) سے سورۃ الحشر کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا، یہ بنو نضیر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ٤٨٨٢ :)
اس سورت کا نام سورۃ الحشر اس لیے ہے کہ حشر کا معنی ہے :لوگوں کو اکٹھا کرنا، اور بنو نضیر کو اکٹھا کر کے مدینہ سے نکالا گیا، پھر ان کو خیبر اور شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔
اور اس سورت کا نام سورۃ بنو نضیر اس لیے ہے کہ اس سورت میں بنو نضیر کو ان کے گھروں سے نکال کر جلاوطن کرنے کا ذکر ہے۔
٤ھ میں بنو نضیر کو ان کے گھروں سے نکالا گیا تھا، یہ سورت بالا تفاق مدنی ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ٥٩ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر 98 ہے، یہ سورت البینہ کے بعد اور سورت النصر سے پہلے نازل ہوئی یہ۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ مجادلہ میں بدترین قسم کے منافقوں پر زجریں تھیں اب سورۃ حشر میں علی سبیل التنزیل ان سے کمتر درجہ کے منافقوں پر زجریں ہوں گی۔

سورۃ الحشر کے مقاصد ومضامین:

☆بنو نضیر مدینہ کے ایک بڑے محلہ میں آباد تھے، یہ وہاں بہت قوت والے تھے، اس گھمنڈ میں انھوں نے رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور آپ کو قتل کرنے کی سازش کی، اس کے نتیجہ میں ان کو مدینہ بدر کر دیا گیا اور یہ واقعہ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اپنے دشمنوں پر غلبہ کی بڑی نشانی ہے۔

☆اس میں بتایا ہے کہ مسلمانوں نے بنونضیر کے باغ کاٹ دیئے اور جو اموال وہ چھوڑ گئے ان پر مسلمانوں نیق بضہ کرلیا تھا، اس کو اموال فے کہتے ہیں۔

☆اس سورت میں مہاجرین اور انصار کی اور بعد میں آنے والے مومنین کی عظمت بیان کی ہے۔

☆منافقین کے خبث باطن کو منکشف فرمایا ہے اور انھوں نے بنونضیر سے ان کی مدد کے جو خفیہ وعدے کئے تھے اور پھر کس طرح ان وعدوں کی تکذیب کی، اس کو ظاہر فرمایا ہے۔

☆مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ کافروں سے خبر دار رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں۔

☆قرآن مجید کی عظمت اور جلالت کو بیان فرمایا ہے۔

☆سرمایہ داروں کو اللہ کی راہ میں مال دینے کی تلقین فرمائی تاکہ سرمایہ گردش میں رہے اور ایک جگہ منجمد نہ ہو۔

☆رسولا للہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے احکام کو ماننے اور جن چیزوں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے رکنے کی تاکید فرمائی ہے۔

☆اس سورت کا اختتام ان آیات پر فرمایا ہے، جن سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت ظاہر ہوتی یہ۔

مختصر خلاصہ :

"سبح للہ۔ الایۃ" دعوی توحید جو اصل مقصود ہے کا اعادہ۔ تاکہ اصل مسئلہ کی طرف دھیان رہے۔"ھوالذی اخرج الذین کفروا۔ تاولیجزی الفاسقین "تخویف دنیوی کا ایک نمونہ۔ یہود بنی النضیر جو اپنے زعم میں نہایت مضبوط قلعوں میں اپنے خو خدا کے عذاب سے محفوظ کیے ہوئے تھے، مسلمانوں کے ایک ہی حملے کی تاب نہ لاسکے اور انھیں اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ جلا وطن ہونا پڑا۔ اس دنیوی سزا کے علاوہ آخرت میں بھی ان کے لیے دردناک سزا تیار ہے۔"وما افاء اللہ علی رسولہ۔ تا۔ انک رؤوف رحیم "اموال بنی نضیر بطور فَیْ مسلمانوں کو ہاتھ آئے اس لیے ان کی تقسیم کا طریق کار بیان فرمایا۔"الم تر الی الذین نافقوا۔ تا۔ وذلک جزاء الظالمین "(رکوع 2)۔ یہ منافقین کے لیے زجر وتخویف ہے۔ یہ منافقین بنی قریظہ یہود سے وعدے کرتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھی اور مددگار ہیں۔ ان کے وعدے سراسر جھوٹ ہیں اور وقت آنے پر یہ پیچھے ہٹ جائیں گے اور ان کا ساتھ نہیں دیں گے اور ساتھ ہی مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی کہ اب کفر کی طاقت منتشر ہو چکی ہے اور اب کفار متحد ہو کر اور جم کر کہیں بھی مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے اور ان پر مسلمانوں کا رعب طاری رہے گا۔ جب یہود بنی نضیر جو نہایت محکم قلعوں میں محفوظ تھے مسلمانوں کے ایک حملے کی بھی تاب نہ لاسکے، تو یہ بیچارے کیا چیز ہیں۔"یا ایہا الذین امنوا اتقوا

الله۔ تا۔ لعلهم یتفکرون "(رکوع 3)۔ یہ پہلے سے کمتر منافقین کے لیے زجر ہے اور مومنوں کو ترغیب الی القتال ہے۔" هو الله الذی لا اله الا هو۔ تا۔ وهو العزیز الحکیم "یہ اصل دعوی یعنی "سبح لله۔الایة" سے متعلق ہے۔ان آیتوں میں توحید کے تینوں مراتب مذکور ہیں۔پہلی آیت میں تیسرا مرتبہ، دوسری میں دوسرا مرتبہ اور تیسری آیت میں توحید کا پہلا مرتبہ مذکور ہے۔

سورة الممتحنہ [60]

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کے نام میں دو قول ہیں، زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ اس سورت کا نام الممتحِنة (ح پر زیر) ہے، یعنی یہ سورت عورتوں کا امتحان لینے والی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سورت کا نام الممتحَنة (ح پر زبر) ہے، یعنی اس سورت میں ان خواتین کا ذکر ہے جن کا امتحان لیا گیا ہے۔اول الذکر نام کتب تفسیر اور کتب سنتہ میں زیادہ مشہور ہے۔اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سورت میں ایک آیت ہے جس میں ان مومن خواتین کا امتحان لینے کا ذکر ہے جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتی تھیں، وہ آیت یہ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (10)

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو۔

دراصل ان عورتوں کا امتحان لینے والے تو رسول الله (صلی الله علیہ وآلہ وسلم) اور مومنین تھے اور اس سورت کی طرف امتحان لینے کا اسناد کر کے اس کا نام الممتحنہ رکھا گیا ہے، یہ اسناد مجاز عقلی ہے۔جیسے حضرت خولہ بنت ثعلبہ (رض) نے نبی (صلی الله علیہ وآلہ وسلم) سے بحث اور مجادلہ کیا تھا اور مجازاً اس سورت کا نام مجادلہ رکھا گیا، اسی طرح امتحان لینے والے تو مومنین تھے لیکن مجازاً اس سورت کا نام الممتحنہ رکھ دیا گیا۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اس سورت کا نام الممتحنہ (ح پر زبر) ہے، کیونکہ یہ سورت ام کلثوم بنت عقبہ بن معیط کے سبب سے نازل ہوئی ہے، کیونکہ ان کا امتحان لیا گیا تھا۔علامہ ابن حجر نے کہا، مشہور یہی ہے اور الممتحنہ (ح پر زیر) بھی پڑھا گیا ہے اور اس تقدیر پر یہ سورت کی صفت ہے۔(فتح الباری ج ۹ ص 623)

سورۃالممتحنہ کا زمانہ نزول:

یہ سورت بالا اتفاق مدنی ہے اور اس کی بالا اتفاق تیرہ آیتیں ہیں، یہ سورت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب فتح مکہ کے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روانگی سے پہلے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ (رض) نے مکہ میں اپنے رشتہ داروں کے تحفظ کی خاطر اہل مکہ کے نام خط لکھا تھا جس میں اہل مکہ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے منصوبہ سے باخبر کیا تھا، وہ خط پکڑا گیا اور کافر رشتہ داروں سے دوستی کی ممانعت میں اس سورت کی آیات نازل ہوئیں، اس سے یہ متعین ہوجاتا ہے کہ یہ سورت صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں نازل ہوئی ہے، یعنی چھ اور آٹھ ہجری کے درمیان میں کیونکہ حضرت حاطب کا واقعہ آٹھ ہجری میں ہوا ہے اور اسی سال مکہ مکرمہ فتح ہوا ہے۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 92 ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 60 ہے۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ مجادلہ اور حشر میں منافقین پر زجریں تھیں۔ اب الممتحنہ میں علی سبیل التنزیل ان مومنین کاملین پر زجر ہوگا جن سے جہاد کے بارے میں کوتاہی ہوئی۔

سورۃالممتحنہ کے مقاصد ومضامین:

☆ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ مومنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کفار سے دوستی اور محبت رکھیں۔

☆ اس سورت میں یہ خبر دی گئی ہے کہ کفار سے محبت رکھنا گمراہی ہے، کفار کو جب بھی موقع ملے گا وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے۔

☆ جو کافر مسلمانوں سے برسر جنگ نہیں ہیں ان سے بغیر محبت کے دنیاوی معاملات رکھنا جائز ہیں۔

☆ جو خواتین کفار کے علاقوں سے ہجرت کر کے مسلمانوں کی طرف آئیں ان کے ایمان کے صدق کا امتحان لیا جائے اور اس بات کا التزام کیا جائے کہ وہ مشرکوں کے علاقہ کی طرف لوٹنے نہ پائیں اور مشرکوں نے اپنی بیویوں کو مہر میں جو رقومات دی تھیں وہ واپس کردی جائیں، کیونکہ ان خواتین کے ایمان لانے اور مسلمانوں کی طرف ہجرت کرنے سے ان کا مشرکین سے نکاح منقطع ہوگیا۔

☆ جو مسلمان خواتین ہجرت کر کے آئی ہیں ان سے احکام شرعیہ پر بیعت لی جائے تاکہ وہ ان احکام پر پابندی سے عمل کریں۔

☆ یہود کے ساتھ دسوتی رکھنے سے بھی ممانعت کردی گئی ہے، کیونکہ وہ بھی مشرکین کے مشابہ ہیں۔

مختصر خلاصہ :

"یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی۔ تا واللہ بما تعملون بصیر" یہ ان مومنین کاملین پر زجر ہے جن سے جہاد

کے بارے میں منافقوں کا سا فعل سرزد ہو چکا تھا۔ جیسا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ (رض) سے غلطی ہوئی کہ انھوں نے ایک مصلحت کی بناء پر مسلمانوں کا ایک اہم جنگی راز مشرکین مکہ کو پہنچانے کی کوشش کی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مشرکین ان کے ممنون ہو کر ان کے اہل وعیال کی حفاظت کریں گے۔ فرمایا: اے اہل ایمان، جو لوگ میرے اور تمہارے دشمن ہیں ان سے دوستی کا برتاؤ مت کرو۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کل ہی رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اور خود تم کو مکہ سے نکال رہے ہیں۔ ان کی عداوت و دشمنی کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ تمہیں کہیں پالیں تو پورے پورے بغض کا اظہار کریں اور تمہیں ہاتھوں اور زبانوں سے ایذاء دینے کی کوشش کریں اور یہ آرزو کریں کہ تم دین اسلام سے پھر جاؤ تو کیا ایسے لوگ کسی قسم کی دوستی کے لائق ہیں؟ اور ج اہل وعیال کی خاطر تم نے ایسا کیا ہے قیامت کے دن وہ تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے۔ "قد کانت لکم اسوۃ۔ تا۔ فان اللہ ھو الغنی الحمید" تمہارے لیے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کے متبعین میں بہت عمدہ نمونہ تھا تمہیں ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تمام کافروں سے مکمل قطع تعلق کرنا چاہیے تھا جیسا کہ انھوں نے اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہم تم سے اور تمہارے خود ساختہ معبودوں سے بیزار ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان اس وقت تک بغض وعداوت قائم رہے گی جب تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہ لے آؤ، البتہ ابراہیم (علیہ السلام) حسب وعدہ اپنے باپ کے لیے ہدایت کی دعا مانگتے رہے۔ لیکن جب انھیں معلوم ہو گیا کہ اسے ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی تو اس کے لیے دعا مانگنا چھوڑ دیا۔ "عسی اللہ ان یجعل۔ الایۃ" مسلمانوں کو امید دلائی، ہو سکتا ہے کہ دشمنان اسلام کو اللہ تعالیٰ اسلام قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمادے۔ اور اس طرح تمہارے اور ان کے درمیان دوستی کی راہ ہموار ہو جائے۔ "لا ینھکم اللہ۔ الایۃ" البتہ ان کافروں سے دوستی اور احسان کا برتاؤ کرنے سے منع فرماتا ہے جو دین کی وجہ سے تمہارے ساتھ لڑتے رہے ہیں اور جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا نکالنے میں مدد دی ہے۔" یا ایھا الذین امنوا اذا جاء کم المومنات۔ تا۔ واتقوا اللہ الذی انتم بہ مومنون" قانون اول برائے مومنات مہاجرت۔ اگر کوئی عورت ایمان قبول کرنے کے بعد ہجرت کر کے تمہارے پاس آجائے تو اطمینان کر لو کہ واقعی وہ مومنہ ہے اگر تمہیں اس کے مومنہ ہونے کا یقین ہو جائے تو اب اسے کافروں کی طرف نہ بھیجو، کیونکہ اب نہ وہ کافروں کے لیے حلال ہے اور نہ کافر ہی اس کے لیے حلال ہیں اگر وہ دار الحرب میں شادی شدہ تھی تو اس کے خاوند نے اس پر جو مہر وغیرہ خرچ کیا تھا اسے واپس کر دو۔ اس طرح اگر تمہاری کافرہ عورتیں مشرکین یہاں چلی جائیں تو تم اپنے اخراجات ان سے طلب کر لو۔ اور اگر تم میں سے کسی کے اخراجات کافروں کی طرف رہ جائیں اور وہ ادا نہ کریں تو جب تمہارے دینے کی باری آئے تو تم ان کو دینے سے پہلے اس مسلمان کا حق اس سے وضع کر لو جس کا کافروں کے بقایا ہے۔ "یا ایھا النبی اذا جاءك المؤمنات۔ تا۔ ان اللہ غفور رحیم" یہ دوسرا قانون ہے برائے بیعت زنان۔ جب آپ کے پاس عورتیں بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوں تو آپ

ان شرائط پر انھیں بیعت فرمالیا کریں (1) اللہ کے ساتھ شرک نہ کریں (2) چوری نہ کریں ۔(3) بدکاری نہ کریں (4) اولاد کو قتل نہ کریں (5) کسی پر بہتان نہ باندھیں اور (6) آپ کی نافرمانی نہ کریں۔"یا ایھا الذین امنوا ۔الایۃ" یہ مومنین پر زجر ہے۔ان کافروں سے دوستی نہ کرو جو کفر وشرک کی وجہ سے آخرت کے اجروثواب سے اسی طرح محروم ومایوس ہیں جس طرح وہ کافر جو مرچکے ہیں۔

سورة الصف [61]

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الصف ہے اور یہ نام اس سورت کی حسب ذیل آیت سے ماخوذ ہے:

إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ(الصف :٤)

بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ قتال کرتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

یہ سورت غزوہ احد کے بعد نازل ہوئی ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 108 اور ترتیب مصحف کے اعتبار اس سورت کا نمبر ٦١ ہے۔

سورت الصف کے متعلق احادیث:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ :قَعَدْنَا نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَتَذَاكَرْنَا، فَقُلْنَا :لَوْ نَعْلَمُ أَيَّ الأَعْمَالِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ لَعَمِلْنَاهُ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى {سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ وَهُوَ العَزِيزُ الحَكِيمُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ}

حضرت عبداللہ بن سلام (رض) کہتے ہیں : صحابہ کی ایک جماعت نے آپس میں مذاکرہ کیا کہ اگر ہمیں معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ تو ہم اس پر عمل کریں (اور ایک روایت میں ہے کہ بعض نے کہا : اگر ہمیں معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ تو ہم جان ومال کی بازی لگادیں! پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصف نازل فرمائی (اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سب کو نام بنام بلایا، اور ان کو یہ سورت پڑھ کر سنائی، جو اسی وقت نازل ہوئی تھی) (ترمذی ٣٣٣٢)

ماقبل سے ربط:

سورۃ ممتحنہ میں نہایت ہی بلند پایہ مومنین پر زجریں تھیں اب سورۃ صف میں ان سے کمتر رتبہ کے مومنوں پر زجریں ہوں گی جن سے جہاد کے بارے میں کوئی کوتاہی ہوئی۔

سورت الصف کے مقاصد ومضامین:

☆اس سورت کا مرکزی موضوع اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے قتال اور جاد کرنا ہے اور اللہ کی راہ میں قربانیاں دینے اور دیگر احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا ثواب عظیم بیان کرنا ہے۔

☆اس سورت کی ابتداء اللہ سبحانہ کی تسبیح تنزیہ اور تقدیس سے کی گئی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے قتال کرنا ضروری ہے اور دین اور احکام شرعیہ کی تبلیغ میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہیں کرنا چاہیے۔

☆اللہ اور رسول کی نافرمانی اور دین میں تفرقہ کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔

☆سب سے بڑی سعادت اور کامیابی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرنا ہے اور اس کا ثمرہ دنیا میں کامیابی اور خوش حالی ہے اور آخرت میں جنت کا حصول ہے۔

مختصر خلاصہ :

"سبح للہ ما فی السماوات۔ الایۃ" بیان مسئلہ توحید جس کی خاطر جہاد لازم کیا گیا۔"یا ایھا الذین امنوا۔ تا۔ بنیان مرصوص" خطاب اول برائے مومنین بطور زجر۔ تم کہتے تھے ہمیں وہ امور معلوم ہو جائیں جن کو بجا لانے سے خدا راضی ہو تو ہم ان کی تعمیل کریں گے۔ اب جب اللہ نے جہاد فرض کر دیا ہے، جو رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے تو اس سے کیوں جی چراتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ہرگز پسند نہیں کہ جو کچھ کہو اس پر عمل نہ کرو۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس کی راہ میں دیوار آہنی بن کر لڑیں۔"واذ قال موسیٰ۔ الایۃ" قصہ یہود برائے زجر۔ دیکھو قوم موسیٰ (علیہ السلام) نے ان کے ساتھ جہاد کے معاملے میں کجروی اختیار کی تو ان پر غضب مہر ماردی گئی۔ تم ان کی مانند نہ بنو۔"واذ قال عیسیٰ۔ تا۔ ولو کرہ المشرکون۔ قصہ عیسیٰ برائے ترغیب الی القتال۔ عیسیٰ (علیہ السلام) نے جس آخری نبی کی بشارت دی تھی وہ دلائل وبینات کے ساتھ آچکا ہے لیکن ان معاندین نے اسے جادو اور افتراء قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ دین حق کو غالب ومنصور کرنا چاہتا ہے لہٰذا ان معاندین کے ساتھ جہاد کرو، اللہ تمہیں فتح دے گا۔ "یا ایھا الذین امنوا۔ تا۔ وبشر المومنین " خطاب ثانی برائے مومنین۔ ترغیب الی القتال عذاب خداوندی سے بچنے کے لیے سب سے اعلیٰ کاروبار یہ ہے کہ تم ایمان لانے کے بعد اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اللہ تمہیں دشمنوں پر فتح دے گا، تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور دائمی باغوں میں داخل کرے گا۔"یا ایھا الذین امنوا۔ تا۔ فاصبحوا ظاھرین" خطاب سوم برائے مومنین۔ ترغیب الی القتال۔ جس طرح عیسیٰ (علیہ السلام) کے حواریین نے ان کا ساتھ دیا اور توحید کی خاطر جہاد کیا تو اللہ نے ان کو دشمن پر فتح دی۔ اسی طرح تم بھی خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہمراہ جہاد کرو۔ اللہ تمہیں فتح عطا فرمائے گا۔ خطاب اول پہلے قصے کے ساتھ متعلق ہے اور خطاب دوم وسوم دوسرے قصے کے ساتھ متعلق ہے۔

سورة جمعه [62]

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الجمعہ ہے کیونکہ اس کی ایک آیت میں الجمعہ کا ذکر ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

(الجمعہ ۹ :) اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

جمعہ کے متعلق احادیث:

ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک دن کا نام الجمعہ ہے، جمعہ کے دن جو نماز مشروع ہے اس پر بھی جمعہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ احادیث میں نماز جمعہ پر بھی جمعہ کا اطلاق ہے اور جمعہ کے دن پر بھی جمعہ کا اطلاق ہے، نماز جمعہ پر جمعہ کے اطلاق کی یہ احادیث ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما :أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ» :إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ«

حضرت عبداللہ بن عمر (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :جب تم میں سے کوئی شخص (نماز) جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۸۷۷ :)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه» :أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ«

حضرت انس بن مالک (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (نماز) جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۹۰٤ :)

اور جمعہ کے دن پر جمعہ کے اطلاق کے متعلق یہ احادیث ہیں:

عن أبي هريرة؛ أن النبي صلى الله عليه وسلم قَالَ:"خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ، يَوْمُ الْجُمُعَةِ. فِيهِ خُلِقَ آدَمُ. وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ. وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا. وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ"

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جس بہترین دن پر سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم پیدا کیے گئے، اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن ان کو جنت سے باہر لایا گیا۔ "مسلم" کی دوسری حدیث میں ہے : قیامت (بھی) جمعہ کے دن قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ٨٥٤ :)

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ. قَالَ:قَالَ لِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ :أَسَمِعْتَ أَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي شَأْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ قُلْتُ :نَعَمْ. سَمِعْتُهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ :"هِيَ مَا بَيْنَ أَنْ يَجْلِسَ الْإِمَامُ إِلَى أَنْ تُقْضَى الصَّلَاةُ"

حضرت ابوموسیٰ اشعری (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جمعہ کی ساعت (قبولیت) امام کے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز ادا کیے جانے تک ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ٨٥٣ :)

اور جمعہ کے دن اور نماز جمعہ دونوں پر جمعہ کا اطلاق اس حدیث میں ہے:

عَنْ سَهْلٍ قَالَ» :كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ، تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ، ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا، فَتَكُونُ أُصُولُ السِّلْقِ عَرْقَهُ، وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَرِّبُ ذَلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ، وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذَلِكَ«

حضرت سہل (رض) بیان کرتے ہیں کہ ہماری ایک خاتون نے نہر کے کنارے ایک کیاری بنائی تھی، جس میں چقندر اگائے ہوئے تھے، جمعہ کے دن وہ چقندروں کو ایک دیگچی میں ڈالتی اور اس میں جو پیس کر ڈالتی، جب ہم نماز جمعہ پڑھ کر آتے تو ہم اس کو سلام کرتے اور وہ ہم کو وہ طعام پیش کرتی، ہم اس کو چاٹ چاٹ کر کھاتے اور ہم اس کھانے کے لیے یوم جمعہ کا انتظار کرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ٩٣٨ :)

سورۃ الجمعہ کا زمانہ نزول:

سورۃ الجمعہ کی یہ آیت ٧ ہجری میں فتح خیبر کے بعد نازل ہوئی ہے، کیونکہ اس کے متعلق حضرت ابوہریرہ سے ایک روایت ہے اور سات ہجری میں اسلام لائے تھے:

واخرین منھم لما یلحقوا بھم (الجمعہ ٣ :) اور ان ہی میں سے دوسرے ہیں جو ابھی تک پہلوں سے نہیں ملے۔ اس آیت کے بعد یہود کی مذمت میں آیات ہیں اور اس کی آخری آیت یہ ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما قَالَ» :أَقْبَلَتْ عِيرٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَثَارَ النَّاسُ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا، فَأَنْزَلَ اللهُ :{وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا}«

واذا او تجارۃ اولھوا انفضوا الیھا و تر کول قآئماً (الجمعہ ۱۱ :) اور جب یہ کسی تجارتی قافلہ آیا اور ہم نبی (صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم) کے ساتھ تھے تو بارہ مسلمانوں کے سوا سب اس قافلہ کی طرف دوڑ پڑے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ٤٨٩٩ :)

اور یہ مدینہ کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ الجمعہ کے دوسرے کے رکوع کا تعلق مدینہ منورہ میں ہجرت کے ابتدائی دور سے ہے اور پہلے رکوع کا تعلق سات ہجری کے دور سے ہے، کیونکہ الجمعہ ۳ : کے شان نزول میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے اور وہ سات ہجری میں اسلام لائے تھے۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۰۶ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٦٢ ہے۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ جمعہ سے لے کر سورۃ تحریم تک، سورۃ حدید کے مضمون اول یعنی انفاق فی سبیل اللہ کا اعادہ ہے جبکہ سورۃ صف تک دوسرا مضمون یعنی جہاد فی سبیل اللہ مذکور تھا۔ سورۃ صف کے بعد سورۃ جمعہ بھی تسبیح کے عنوان سے شروع کی گئی ہے۔ کیونکہ اس سورت سے نئے مضمون کی ابتداء ہوتی ہے۔ ان چاروں سورتوں میں مقصودی مضمون ہر سورت کے آخری حصے میں ذکر کیا گیا ہے اور ہر پچھلی سورت سے نئے مضمون کی ابتداء ہوئی ہے۔ ان چاروں سورتوں میں مقصودی مضمون ہر سورت کے آخری حصے میں ذکر کیا گیا ہے اور ہر پچھلی سورت پہلی سورت کے مضمون کی تفسیر ہے۔ مثلاً سورۃ جمعہ میں فرمایا "فاسعوا الی ذکر اللہ" اور سورۃ منافقون "وانفقوا مما رزقنکم" سے اس کی تفسیر کر دی اور تغابن میں اس سے ترقی کر کے فرمایا "ان تقرضوا اللہ قرضا حسنا"

سورۃ الجمعہ کے مقاصد و مضامین:

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کے بعد نبی (صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم) کی بعثت کی فضیلت بتائی گئی ہے اور یہود کی مذمت کی گئی ہے، ان کے حسد کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہفتہ کے سات دنوں میں سے جمعہ کو فضیلت دی گئی ہے، جب کہ وہ ہفتہ کے دن کو افضل ایام قرار دیتے تھے اور جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کو فرض قرار دیا ہے اور اس دن کاروبار کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور ان مسلمانوں پر عتاب فرمایا ہے جو نماز جمعہ کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم) کو دوران خطبہ چھوڑ کر شام سے آئے ہوئے قافلہ سے غلہ خریدنے چلے گئے تھے۔

مختصر خلاصہ :

"یسبح للہ ما فی السماوات۔الایۃ" بیان توحید۔"ھو الذی بعث فی الامیین۔ تا۔ واللہ ذو الفضل العظیم" توحید پر دلیل وحی اور بیان صداقت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ "مثل الذین حملوا التوراۃ۔الایۃ" زجر برائے مشرکین۔تم یہودیوں کی مانند نہ ہو جاؤ جن کو توراۃ دی گئی مگر انھوں نے اس پر عمل نہ کیا وہ اس گدھے کی مانند ہیں جس پر کتابیں لدی ہوں۔"قل یا ایھا الذین ھادوا۔ تا۔ واللہ علیم بالظالمین" یہود کو دعوت مباہلہ۔"قل ان الموت الذی تفرون منہ۔الایۃ" ترغیب الی الجہاد۔"یا ایھا الذین امنوا۔ تا۔ لعلکم تفلحون" ترغیب الی الذکر والتعلم۔نماز جمعہ میں شمولیت کرو اور انفاق فی سبیل اللہ کے احکام سیکھو۔"واذا راو تجارۃ۔الایۃ" ان مومنین پر شکوی جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بحالت خطبہ چھوڑ کر غلہ خریدنے چلے گئے تھے۔

سورۃ المنافقون [63]

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام المنافقون ہے، کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں "المنافقون" کا لفظ ہے:

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ(المنافقون :١)

(اے رسول مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بیشک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافقین ضرور جھوٹے ہیں۔

یہ سورت بالا تفاق مدنی ہے اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں، ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت نمبر ۱۰۲ اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٦٣ ہے۔

سورۃ المنافقون کا زمانہ نزول:

محدثین کے نزدیک یہ سورت غزوہ تبوک میں نازل ہوئی ہے جو ۹ھ میں واقع ہوا تھا اور اہل مغازی کے نزدیک یہ سورت غزوہ بنو المصطلق میں نازل ہوئی ہے جو ٦ھ میں واقع ہوا تھا۔درج ذیل حدیث اور اس کی شرح سے اس چیز پر روشنی پڑتی ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ» :كُنْتُ فِي غَزَاةٍ، فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ يَقُولُ :لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ، وَلَوْ رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِهِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَمِّي أَوْ لِعُمَرَ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَدَعَانِي فَحَدَّثْتُهُ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ، فَحَلَفُوا مَا قَالُوا، فَكَذَّبَنِي

رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَصَدَّقَهُ، فَأَصَابَنِي هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ لِي عَمِّي بِمَا أَرَدْتَ إِلَى أَنْ كَذَّبَكَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَمَقَتَكَ؟ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى :{إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ} فَبَعَثَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَرَأَ فَقَالَ :إِنَّ اللهَ قَدْ صَدَّقَكَ يَا زَيْدُ»

حضرت زید بن ارقم (رض) بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں تھا، میں نے عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ(المنافقون :٧)

جولوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہیں ان پر خرچ نہ کرو حتیٰ کہ وہ ادھر ادھر چلے جائیں۔

اور میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا:

يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ(المنافقون :٨)

اب اگر ہم مدینہ واپس جائیں گے تو وہاں سے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔

میں نے اس بات کا اپنے چچا سے یا حضرت عمر سے ذکر کیا، انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ بات بتائی، آپ نے مجھے بلایا، میں نے آپ کو اس کی خبر دی، تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عبداللہ بن ابی اور اس کے اصحاب کو بلایا، انھوں نے قسم کھائی کہ انھوں نے یہ بات نہیں کہی، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور اس کو سچا قرار دیا، اس بات کا مجھے اتنا رنج ہوا کہ اس سے پہلے کبھی کسی بات کا اتنا رنج تھا، پھر میں گھر میں بیٹھ گیا، پس میرے چچا نے مجھ سے کہا : میرا یہ ارادہ نہیں تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جھوٹا قرار دیں اور تم پر ناراض ہوں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اذا جآء المنفقون (المنافقون :١) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں۔

تب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے بلایا اور فرمایا :اے زید! اللہ تعالیٰ نے تمہیں سچا قرار دے دیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ٤٩٠٠ :)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام نسائی ؒ نے از محمد بن کعب از زید بن ارقم روایت کیا ہے کہ یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے اور اہل مغازی اس پر متفق ہیں کہ یہ غزوہ بنو المصطلق تھا۔

اس حدیث میں ہے کہ میں نے اس کا ذکر اپنے چچا یا حضرت عمر سے کیا :اس حدیث میں ان کے چچا سے مراد حضرت سعد بن

عبادہ (رض) ہیں، جو خزرج کے سردار تھے اور وہ ان کے حقیقی چچا نہیں تھے اور حضرت زید بن ارقم کے حقیقی چچا ثابت بن قیس ہیں وہ صحابی نہیں تھے اور ان کے چچا ان کی ماں کے خاوند حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی (رض) بھی ہیں اور ابوالاسود کے مغازی میں عروہ سے روایت ہے کہ یہ واقعہ اوس بن ارقم کو پیش آیا تھا اور انھوں نے اس کا ذکر حضرت عمر (رض) سے کیا تھا اور ہوسکتا ہے کہ یہ متعدد واقعے ہوں، عبداللہ بن ابی سے یہ بات حضرت زید بن ارقم نے بھی سنی ہو اور حضرت اوس بن ارقم نے بھی سنی ہو، (رض) اور حضرت زید بن ارقم نے اس کا ذکر حضرت سعد بن عبادہ سے کیا ہو اور حضرت اوس بن ارقم نے اس کا ذکر حضرت عمر سے کیا ہو، البتہ مشہور یہ ہے کہ اس واقعہ کا ذکر حضرت زید بن ارقم نے حضرت سعد بن عبادہ سے کیا اور ان کو مجازاً اپنا چچا فرمایا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر قوم کا بڑا کوئی غلط اور بے ہودہ بات کہے تو اس کا مواخذہ نہیں کرنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بڑے کے پیروکار متنفر ہوجائیں اور ان کے عذر کو قبول کرنا چاہیے اور ان کی قسموں کی تصدیق کرنی چاہیے خواہ قرائن اس کے خلاف ہوں کیونکہ اس سے اس کے پیروکاروں کی تالیف قلب ہوگی اور وہ مانوس رہیں گے، حضرت زید بن ارقم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک عبداللہ بن ابی کی کہی ہوئی جو بات پہنچائی تھی یہ وہ چغلی نہیں تھی جو اسلام میں ممنوع ہے کیونکہ چغلی کی تعریف یہ ہے کہ ایک فریق کی بات لڑانے اور فساد ڈالنے کے لیے دوسرے تک پہنچانا اور اگر اس بات کے پہنچانے میں کوئی مصلحت ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہاں مصلحت یہ تھی کہ عبداللہ بن ابی کا نفاق مسلمانوں پر آشکارا ہوجائے۔ (فتح الباری ج ۹ ص 639- 640)

ماقبل سے ربط:

سورۃ جمعہ میں فرمایا تھا کہ خطبہ جمعہ میں حاضر ہو کر انفاق فی سبیل اللہ کے مسائل سنو۔ اب سورۃ منافقون میں ان منافقوں کا شکوی کیا گیا جو کہتے تھے پیغمبر کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو اور جو عزت والے ہیں وہ ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں گے نیز مسلمانوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ خود خرچ کریں اور منافقوں کے محتاج نہ ہوں۔

سورۃ المنافقون کے مقاصد ومضامین:

☆ اس سورت کے اہم مقاصد میں سے یہ ہے کہ منافقین کے نفاق کا پردہ چاک کیا جائے اور ان کو رسوا کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ منافقین جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اس میں ایک صحابی کے صدق کا اظہار ہے اور ان کی دل جوئی ہے۔

☆ اس سورت کی ابتداء منافقین کی صفات کے بیان سے کی ہے اور ان کی نمایاں صفت جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا ہے اور دل میں کفر رکھنے کے باوجود ایمان کا دعویٰ کرنا ہے اور ان کی بزدلی کا بیان ہے اور یہ کہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مومنوں

کو دھوکا دیتے ہیں اور لوگوں کو ایمان لانے سے روکتے ہیں۔

☆اور یہ بتانا ہے کہ ان کا زعم باطل یہ تھا کہ وہ مدینہ پہنچ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دیں گے۔

☆اور اس سورت کے آخر میں مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں سرگرم رہیں اور دشمن سے مقابلہ کے لیے اسلام کی راہ میں مال خرچ کرتے رہیں اور اس میں سستی اور تاخیر نہ کریں کیونکہ کوئی پتا نہیں کہ موت کب آجائے اور نیکیاں کرنے کا موقع ہاتھ سے جاتا رہے۔

مختصر خلاصہ :

" اذا جاءك المنافقون۔ الایۃ" منافقوں پر شکوی۔ ان کا دعوائے ایمان زبانی ہے اور وہ سراسر جھوٹے ہیں۔" اتخذوا ایمانھم جنۃ۔ تا۔ فھم لا یفقھون" منافقوں پر زجر اور ان کی خباثت کا بیان۔ وہ جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے ایمان کا یقین دلاتے اور اپنے بن کر لوگوں کو اللہ کے دین سے روکتے ہیں۔" واذا رایتھم تعجبك اجسامھم۔ الایۃ" یہ بھی زجر ہے۔ وہ بظاہر تندرست و توانا اور خیر خواہ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ بدترین دشمن ہیں ان سے بچ کر رہیے۔" واذا قیل لھم تعالوا۔ الآیت ین" جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ توبہ کرلو، خدا کا پیغمبر بھی تمہارے لیے استغفار کرے گا، تو غرور و اشکبار سے سر ہلاتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہ کہو۔" ھم الذین یقولون لا تنفقوا۔ تا۔ لیخرجن الاعز منھا الاذل" یہی وہ باتیں ہیں جو انھوں نے کہی تھی اور پھر ان سے صاف مکر گئے تھے جس کی وجہ سے اللہ نے سورت کی ابتداء میں فرمایا" واللہ یشھد ان المنافقین لکذبون۔ تمہید کے بعد اصل مقصود کا بیان یعنی منافقین پر دو شکوے ہیں۔ پہلا شکوی یہ ہے کہ منافقین کا خیال ہے کہ یہ مسلمان ہمارے دست نگر ہیں، اگر ہم ان کی مالی امداد بند کر دیں گے تو وہ خود بخود پیغمبر (علیہ السلام) کو چھوڑ دیں گے۔ دوسرا شکوی یہ ہے کہ ان منافقین کی خباثت اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ وہ مسلمانوں کو نہایت حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں ہم ان کو مدینہ سے نکال دیں گے۔ "وللہ خزائن السموات والارض۔ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین" منافقین کی ان باتوں کا جواب ہے۔ دولت کے خزانے اللہ کے تصرف میں ہیں۔ اگر منافقین، مومنوں پر خرچ کرنا بند کر دیں، تو اللہ تعالیٰ مومنوں کو دیگر وسائل سے دولت عطا فرما دے گا۔ اور عزت و ذلت بھی اللہ کے اختیار میں ہے اور اللہ کے یہاں معزز اس کا رسول اور مومنین ہی ہیں۔" یا ایھا الذین امنوا لا تلھکم اموالکم۔ الی آخر السورۃ۔ مومنوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب اور ضمناً زجر ہے۔

سورۃ تغابن[64]

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ؛

اس سورت کا نام التغابن ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی حسب ذیل آیت میں "التغابن" کا لفظ ہے:

یوم یجمعکم لیوم الجمع ذلك یوم التغابن (التغابن ۹ :) جس دن وہ تم سب کو جمع ہونے کے دن جمع فرمائے گا وہی دن (کفار کے) کے نقصان کا دن ہے۔

اس سورت کا نام التغابن اس لیے ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن کی یاد دلائی جائے۔غبن کا معنی ہے : خرید وفروخت میں نقصان پہنچانا، کفار نے اپنے نفسوں کو شیطان اور نفس امارہ کے ہاتھ فرخت کر دیا اور اس بیع میں ان کو جو نقصان ہوا اس کا ظہور قیامت کے دن ہوگا، اس لیے قیامت کے دن کو "یوم التغابن" فرمایا اور ایک طرح سے یہ مومنوں کے لیے بھی نقصان کا دن ہوگا کیونکہ اگر وہ ایمان لانے کے بعد گناہ کبیرہ نہ کرتے تو ان کو عتاب یا عذاب کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور مومنین کاملین اگر زیادہ نیکیاں کرتے تو ان کو زیادہ اجر وثواب ملتا اور زیادہ اونچے درجات ملتے اور مکمل خسارے اور نقصان کا دن یہ صرف کفار کے لیے ہوگا۔

ماقبل سے ربط؛

اس سے پہلی سورت میں منافقین کے اوصاف ذکر فرمائے تھے اور ان کے اوصاف سے اجتناب کی ہدایات دیں اور اس سورت میں کفار کے اوصاف ذکر فرمائے ہیں اور ان کے اوصاف سے اجتناب کی ہدایت دی ہے اور بتایا ہے کہ کفار کے لیے دوزخ ہے اور مسلمانوں کے لیے جنت ہے۔

سورۃ المنافقون میں مسلمانوں سے فرمایا تھا : (المنافقون ۹ :) تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔

اور اس سورت میں فرمایا ہے:

انما اموالکم واولادکم فتنۃ (التغابن ۱۵ :) تمہارے اموال اور تمہاری اولاد صرف آزمائش ہیں۔

سورۃ المنافقون میں فرمایا تھا:

وانفقوا من ما رزقنکم (المنافقون ۱۰ :) اور ہم نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں سے کچھ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔

اور اس سورت میں فرمایا ہے:

ان تقرضوا الله قرضاً حسناً یضعفه لکم ویغفر لکم (التغابن ۱۷ :)۔اگر تم اللہ کو قرض حسن دو گے تو وہ اس (کے اجر کو تمہارے لیے دگنا چوگنا کر دے گا اور تمہاری مغفرت کر دے گا۔

سورۃ التغابن کے مقاصد؛

☆اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ عبادت کا حقیقی مستحق صرف اللہ عزوجل ہے، اسی نے سب کو پیدا کیا ہے اور وہی سب کو نعمتیں عطا فرمانے والا ہے، لٰہذا وہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے۔

☆پچھلی امتوں میں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کی اور قیامت کا انکار کیا ان کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

☆کفار کے مظالم پر مسلمانوں کو ثابت قدم رہنے کا حکم دیا ہے اور اللہ پر توکل کرنے کی تاکید کی ہے۔

☆مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ ان کے جو رشتہ دار مشرک ہیں ان سے خبردار رہیں، کہیں وہ ان کو شرک میں مبتلا نہ کردیں۔

☆مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں، اللہ تعالیٰ ان کو بہت اجروثواب عطا فرمائے گا۔

مختصر خلاصہ :

"یسبح اللہ۔ الایۃ" دعوائے توحید کا اعادہ، تاکہ اصل مقصود سے غفلت نہ ہونے پائے اور یہ بات ذہن میں رہے کہ انفاق سی مسئلہ کی خاطر ہے۔ "ھو الذی خلقکم۔ تا۔ واللہ علیم بذات الصدور" توحید پر عقلی دلیل۔ اللہ تعالیٰ کو شریک سے پاک سمجھو، کیونکہ سب کا خالق ومالک اور سب کچھ جاننے والا وہی ہے۔ "فمنکم کافر و منکم مومن" یہ ضمناً شکوی ہے۔" الم یاتکم نبؤا الذین کفروا۔ تا۔ واللہ غنی حمید" تخویف دنیوی واخروی۔ کیا تمہیں پہلے مشرکین کا حال معلوم نہیں کہ کفروانکار اور شرک کی ان کو کیا سزا ملی؟ "زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا" تخویف اخروی وشکوی۔ "فامنوا باللہ ورسولہ" ترغیب الی الایمان۔ "یوم یجمعکم" تخویف اخروی۔ "ومن یومن باللہ" بشارت اخرویہ۔ "والذین کفروا و کذبوا بآیاتنا" تخویف اخروی۔ "اللہ لا الہ الا ھو" دعائے توحید کا ذکر جس کی خاطر انفاق اور جہاد کا حکم دیا گیا۔ "یا ایھا الذین امنوا ان من ازواجکم" اصلاح احوال اور نظم ونسق قائم رکھنے کا حکم۔ "ان تقرضوا اللہ الخ" آخر میں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب باسلوب بدیع۔

سورۃ طلاق [65]

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام الطلاق ہے، کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں طلاق دینے اور طلاق کی عدت کا ذکر ہے۔

(يَاۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ) (الطلاق ۱ :) (اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔)

مصاحف اور کتب تفسیر میں معروف یہ ہے کہ اس سورت کا نام الطلاق ہے، البتہ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس

سورت کا نام "النساء القصریٰ" ہے یعنی مصحف کی چوتھی سورت "النساء الطولیٰ" ہے اور وہ خواتین کے احکام پر مشتمل بڑی سورت ہے، جس میں چوبیس رکوع اور ایک سو چھہتر آیات ہیں اور یہ سورت اس کی بہ نسبت چھوٹی سورت ہے جس میں خواتین کے احکام بیان کیے گئے ہیں، یہ سورت دو رکوع اور بارہ آیتوں پر مشتمل ہے، اس لیے ان کا نام "النساء القصریٰ" رکھا گیا، گویا کہ یہ سورت، سورۃ النساء کا تتمہ ہے

سورت الطلاق کا سبب نزول:۔

اس سورت کے نزول کا سبب اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے:

أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضي الله عنهما أَخْبَرَهُ» :أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَتَغَيَّظَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ قَالَ: لِيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ، فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ«

حضرت عبداللہ بن بن عمر (رض) کرتے ہیں کہ ان کی بیوی حائض تھیں اور انھوں نے ان کو طلاق دے دی، حضرت عمر (رض) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا: اس کو چاہیے کہ وہ اس طلاق سے رجوع کرے، پھر اس کو اپنے پاؤں روکے تھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہوجائے، پھر اس کو (دوبارہ) حیض آئے پس وہ اس سے پاک ہوجائے، پھر اگر اس کی رائے یہ ہو کہ وہ اس کو طلاق دے تو اس کو اس طہر میں طلاق دے جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو تو یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٩٠٨)

امام ابن الضریس، امام ابن النحاس، امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا: سورۃ الطلاق مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدر المنثور ج ٨ ص ٧٧)۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٩٦ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٦٥ ہے۔

ماقبل سے ربط:

اس سورت کا تعلق سورۃ تغابن کے آخری حصہ کے ساتھ ہے۔ وہاں مومنوں کے لیے امور انتظامیہ بیان کیے گئے تھے، تاکہ وہ اپنے جماعتی نظم ونسق کو درست کر کے کافروں کا بخوبی مقابلہ کرسکیں۔ اس کے بعد سورۃ الطلاق میں خانگی امور انتظامیہ ذکر کیے گئے تاکہ گھروں کا انتظام درست ہوجائے اور خانگی تنازعات باہم عداوت اور مخالفت کا باعث نہ بن جائیں۔

سورۃ تغابن میں فرمایا:

(يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ) (التغابن ۱۴ :)(اے ایمان والو! تمہاری بیویوں میں سے اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں پس تم ان سے ہوشیار رہو۔)

اور بیویوں کی عداوت بعض اوقات طلاق تک پہنچا دیتی ہے اور اولاد کی عدت بعض اوقات اس حد تک پہنچا دیتی ہے کہ انسان اپنی اولاد پر خرچ کرنا بند کر دیتا ہے، پس مصحف کریم میں سورۃ التغابن کے بعد سورۃ الطلاق رکھی گئی کیونکہ اس میں طلاق کے اور مطلقہ عورتوں اور اولاد پر خرچ کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ سورۃ التغابن کے آخر میں ارشاد فرمایا تھا:

(عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ) (التغابن ۱۸ :)(اللہ) ہر غیب اور ہر شہادت کا جاننے والا ہے۔) اور سورۃ الطلاق کے آخر میں ہے:

(وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا) (الطلاق ۱۲ :)(اور بیشک اللہ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔)

اور اسی طرح سورۃ التغابن اور سورۃ الطلاق دونوں کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت اور عموم کو بیان فرمایا ہے۔

اور اسی طرح سورۃ التغابن اور سورۃ الطلاق دونوں کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت اور عموم کو بیان فرمایا ہے۔

سورۃ الطلاق کے مقاصد ومضامین:

☆۔اس سورت کو اللہ تعالیٰ نے طلاق بر طریقہ سنت کے احکام سے شروع فرمایا ہے، جس کے عدت کا شمار شرعاً صحیح ہوتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل میں رکھ کر عدت کے ایام کو صحیح صحیح شمار کیا جائے اور اگر صرف ایک طلاق یا دو طلاقیں دی گئی ہیں تو عدت کے اندر رجوع کر لیا جائے اور عدت پوری ہونے کے بعد عورت آزاد ہوگی خواہ اسی پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کرلے یا کسی اور سے اور اگر اس نے تین طلاقیں دے دی ہیں تو پھر تحلیل شرعی کے بغیر رجوع نہیں ہو سکتا۔

☆۔غیر حاملہ مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہے اور جس عورت کو بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو یا وہ عورت نابالغہ ہو تو ان تمام صورتوں میں اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر مطلقہ عورت حاملہ ہے تو پھر اس کی عدت وضع حمل ہے۔

☆۔عدت کے اندر مطلقہ عورت کو کھانے پینے کا خرچ اور رہائش مہیا کرنے کا حکم ہے اور وہ اپنی آمدنی کے اعتبار سے خرچ اور رہائش مہیا کرے گا اور بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت دینا بھی اس پر لازم ہے۔

☆۔اس سورت کے اختتام میں احکام شرعیہ کی مخالفت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے سے ڈرایا ہے، سابقہ امتوں میں سے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت کی تھی، انجام کار ان پر جو عذاب نازل کیا گیا اس کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید فرمائی اور یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات

تلاوت کرتے ہیں تاکہ آپ ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو فسق کے اندھیروں سے نکا کر ہدایت کے نور میں لے آئیں اور جو مومنین اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو دائمی جنتیں عطا فرمائے گا۔

مختصر خلاصہ :

"یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء۔ تا۔ قد جعل اللہ لکل شئی قدرا " طلاق کے بعد وجوب عدت کا بیان، معتدہ کو گھر سے نکالنے کی ممانعت، طلاق کے بعد مطلقہ کو اچھے طریقہ سے دوبارہ اپنے پاس رکھنے یا اچھے طریقہ سے چھوڑ دینے کا بیان یعنی کسی حال میں عورت کو تنگ کرنا مقصود نہ ہو۔" واللائی یئسن من المحیض۔الایۃ" آئسہ، صغیرہ اور حاملہ کی عدت کی تفصیل۔" اسکنوھن من حیث سکنتم - معتدہ کیلئے سکنی اور حاملہ اور مرضعہ کے نفقہ کا بیان۔" وکاین من قریۃ عتت عن امر رھا " تخویف دنیوی۔ سورت کا یہ حصہ، سورۃ تغابن کے پہلے حصے سے متعلق ہے۔" ومن یومن باللہ۔الایۃ" مومنین کے لیے بشارت اخروی۔- اللہ الذی خلق سبع سماوات۔الایۃ" توحید پر دلیل عقلی۔ اللہ تعالیٰ جو ساری کائنات کا خالق ہے، وہی قادر مطلق عالم الغیب اور کارساز ہے، اور کوئی نہیں۔

سورۃ تحریم [66

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کی پہلی آیت میں ''لم تحرم - کے الفاظ ہیں اور اس کا مصدر تحریم ہے۔ اس سورت کا نام التحریم ہے، کیونکہ اس سورت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ (رض) کی رضا جوئی کی خاطر اپنے اوپر شہد کو کو حرام کرلیا تھا، تفصیل اس کی یہ ہے کہ:

حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا معمول تھا کہ آپ بعد از نماز عصر تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے سب ازواج (رض) کے گھروں میں تشریف لے جاتے۔ ام المومنین حضرت زینب (رض) کے ہاں کہیں سے شہد آیا ہوا تھا۔ جب حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ کو شہد پیش کرتیں جسے آپ شوق سے نوش فرماتے، صحیح روایات میں آتا ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یحب الحلوا والعسل، یعنی آپ میٹھی چیز اور خصوصاً شہد کو بہت پسند فرماتے تھے چنانچہ آپ حصرت زینب (رض) کے ہاں کچھ زیادہ وقت دے دیتے۔ اس پر ام المومنین حضرت عائشہ (رض) اور حضرت حفصہ (رض) نے ایک ترکیب کے ذریعے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے شہد چھڑانے کی کوشش کی، تو اس واقعہ پر بھی اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ازواج مطہرات (رض) کو تنبیہ فرمائی بلکہ خود حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تنبیہ کی کہ آپ ازواج مطہرات (رض) کی خاطر ایک حلال چیز کو اپنے لیے کیوں ممنوع قرار دیتے ہیں۔

اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ یہ سورت مدنی ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۰۵ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٦٦ ہے۔ یہ سورۃ الحجرات کے بعد اور سورۃ الجمعہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

ما قبل سے ربط:

سورۃ التحریم کی سورۃ الطلاق کے ساتھ حسب ذیل وجوہ سے مناسبت ہے۔

۱۔ سورۃ الطلاق کی پہلی آیت ہے:

يَـاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (الطلاق :۱)

اور سورۃ التحریم کی پہلی آیت ہے:

يَـاَ يُّهَاالنَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (التحريم :۱)

اور دونوں سورتوں کی پہلی آیت کو "یایھا النبی" سے شروع کیا گیا ہے۔

۲۔ یہ دونوں سورتیں خواتین کے احکام کے ساتھ مخصوص ہیں، سورۃ الطلاق میں طلاق، عدت، عدت گزارنے والی خاتون کے حقوق اور حسن معاشرت کے احکام بیان کیے گئے ہیں اور سورۃ التحریم میں ازواج کے ساتھ حسن معاشرت اور شوہر کی اطاعات اور فرمابرداری کے احکام بیان کیے گئے ہیں اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج مطہرات کے ساتھ اور شفقت کا بیان ہے۔

۳۔ سورۃ الطلاق میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر چند کہ بیوی کو طلاق دینا جائز ہے لیکن دوران حیض بیوی کو طلاق دینا حرام ہے، اور سورۃ التحریم میں یہ بیان فرمایا ہے کہ حلال چیز کو حرام کر لینا یمین ہے۔

سورت التحریم کے مقاصد ومضامین:

☆ یہ سورت مدنی ہے اور اس میں ان احکام کا بیان ہے جو ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہیں تاکہ وہ دوسری مسلم خواتین کے لیے نمونہ ہوں۔

☆ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بعض ازواج مطہرات کی خوشنوی کے لیے اپنے اوپر شہد کو حرام کر لیا تھا۔ اس کے متعلق نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ فرمایا ہے کہ آپ کا یہ مقام نہیں ہے کہ آپ ازواج کو راضی کریں بلکہ ان ازواج کو یہ چاہیے کہ وہ آپ کی رضا کو تلاش کریں۔

☆ ایک زوجہ محترمہ نے آپ کے ایک راز کی بات دوسری زوجہ کو بتا دی، اس پر ان کو تنبیہ کی گئی۔

☆ سورت کے آخر میں حضرت نوح اور حضرت لوط (علیہما السلام) کی دو کافر بیویوں کا اور فرعون کی مومنہ بیوی آسیہ کا ذکر فرمایا:

تا کہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ وہ ظاہری حال پر اعتماد نہ کریں کیونکہ نبی کی بیوی کافرہ ہو سکتی ہے اور کافر کی بیوی مومنہ ہو سکتی ہے، اور کوئی شخص رشتہ اور حسب ونسب پر اعتماد نہ کرے، اصل چیز اللہ تعالیٰ اور اس کے برحق رسول پر ایمان لانا اور اعمال صالحہ اور تقویٰ ہے اور اسی پر آخرت میں نجات کا مدار ہے۔

مختصر خلاصہ :

"یا ایھا النبی لم تحرم۔ تا۔ ثیبٰت وابکارا" تمہید، خطاب بہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، ازواج کو ایسے کاموں سے روک دو جو رضاء الٰہی کے خلاف ہوں۔ "یا ایھا الذین امنوا قوا انفسکم۔ الایۃ" خطاب بہ مومنین۔ اہل وعیال کو ایسے کاموں سے بچاؤ جو موجب عذاب نار ہوں۔ "یا ایھا الذین کفروا۔ الایۃ" تخویف اخروی۔ "یا ایھا الذین توبوا۔ الایۃ" بشارت اخرویہ برائے مومنین اور ذکر انفاق ضمناً واشارۃً۔ انفاق فی سبیل اللہ کی وجہ سے قیامت کے دن کو نور عطا ہوگا۔ "یا ایھا الذین جاھد الکفار والمنافقین۔ الایۃ" مضمون جہاد کا ذکر۔ "ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا۔ الایۃ" کافروں کے لیے دو تمثیلیں۔ نوح (علیہ السلام) کی بیوی اور لوط (علیہ السلام) کی بیوی۔ دونوں کافرہ تھیں، مگر ان کے پیغمبر خاوندوں کے اعمال صالحہ سے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ "وضرب اللہ مثلا للذین امنوا۔ الآیتین" مومنین کے لیے تمثیل، فرعون کا کفر، اس کی بیوی کو اور حضرت مریم صدیقہ کے طاعنین کا طعن ان کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکا۔

سورۃ ملک [67

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الملک ہے اور یہ نام اس سورت کی درج ذیل آیت سے ماخوذ ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ (الملک ۱:)

وہ ذات نہایت بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں (تمام دنیا کی) سلطنت ہے۔

اس سورت کے اور بھی کئی نام ہیں، اس سورت کا نام الواقیہ اور المنجیہ بھی ہے کیونکہ یہ عذاب قبر سے بچاتی ہے اور نجات دیتی ہے۔ حضرت ابن عباس (رض) اس سورت کا نام المجادلہ رکھتے تھے کیونکہ یہ سورت قبر میں میت کی طرف سے بحث اور جدال کرتی ہے۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۶ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۷ ہے، یہ سورۃ المومنون کے بعد اور سورۃ الحاقہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

سورۃ الملک کی فضیلت میں احادیث اور آثار:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ :" سُورَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً، تَشْفَعُ لِصَاحِبِهَا حَتَّى يُغْفَرَ لَهُ :تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ "

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : قرآن کی ایک سورت میں تیس آیتیں ہیں، وہ جس شخص کی بھی شفاعت کریں گی اس کی مغفرت کردی جائے گی، وہ سورت "تبارك الذی بیدہ الملك" ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۴۰۰ :)

عَن أنس رَضِي الله عَنهُ قَالَ :قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :سُورَة من الْقُرْآن خَاصَمت عَن صَاحبهَا حَتَّى أدخلته الْجنَّة {تبَارك الَّذِي بِيَدِهِ الْملك}

حضرت انس بن مالک (رض) بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی ایک سورت ہے جس میں تیس آیتیں ہیں، وہ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی حتیٰ کہ اس کو جنت میں داخل کردے گی، وہ سورت "تبارک" ہے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث ۳٦٦۷ :)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم خِبَاءَهُ عَلَى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتَّى خَتَمَهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي ضَرَبْتُ خِبَائِي عَلَى قَبْرٍ وَأَنَا لَا أَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ تَبَارَكَ الْمُلْكِ حَتَّى خَتَمَهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم» :هِيَ الْمَانِعَةُ، هِيَ الْمُنْجِيَةُ، تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ«

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے لاعلمی میں ایک قبر پر خیمہ لگا دیا، اس میں ایک انسان سورۃ الملک پڑھ رہا تھا حتیٰ کہ اس نے اس کو ختم کرلیا، پھر وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گیا اور آپ کو اس کی خبر دی، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : یہ سورت المانعۃ اور المنجیۃ ہے، یہ عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث ۲۸۹۰ :)

قَالَ :قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :لَوَدِدْت أَنَّهَا فِي قلب كل إِنْسَان من أمتِي

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : مجھے یہ پسند ہے کہ یہ سورت یعنی "تبارک الذی بیدہ الملک" ہر مومن کے دل میں ہو۔

(المستدرک رقم الحدیث ۲۰۷٦ :)

حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) نے فرمایا : سورۃ تبارک اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی حتیٰ کہ اس کو جنت میں

داخل کردے گی۔(شعب الایمان رقم الحدیث۲۰۰۸ :)

عَن ابْن مَسْعُود قَالَ يُؤْتى الرجل فِي قَبره فَيُؤْتى من قبل رجلَيْهِ فَتَقول رِجْلَاهُ :لَيْسَ لكم على مَا قبلي سَبِيل قد كَانَ يقوم علينا بِسُورَة الْملك ثمَّ يُؤْتى من قبل صَدره فَيَقُول :لَيْسَ لكم على مَا قبلي سَبِيل قد كَانَ وعى فِيّ سُورَة الْملك ثمَّ يُؤْتى من قبل رَأسه فَيَقُول :لَيْسَ لكم على مَا قبلي سَبِيل قد كَانَ يقْرَأ بِي سُورَة الْملك فَهِيَ الْمَانِعَة تمنع من عَذَاب الْقَبْر

حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) نے فرمایا : سورۃ تبارک پڑھنے والے کی قبر میں ایک شخص داخل ہوگا اور اس کے پیروں کی جانب سے آئے گا تو اس کے پیر کہیں گے : تمہیں میری طرف سے آنے کا کوئی حق نہیں ہے، یہ شخص میرے پاس سورۃ تبارک الذی پڑھا کرتا تھا، پھر وہ شخص اس کے سینہ یا پیٹ کی جانب سے آئے گا تو اس کا سینہ یا پیٹ کہے گا : تمہی میری طرف سے آنے کا کوئی حق نہیں ہے، یہ شخص میرے پاس سورۃ "تبارک الذی" پڑھا کرتا تھا، پھر وہ شخص اس کے سر کی طرف سے آئے گا تو اس کا سر کہے گا : تمہیں میری طرف سے آنے کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ یہ شخص میرے پاس سورۃ الملک پڑھا کرتا تھا، پس یہ سورت عذاب قبر سے منع کرنے والی ہے۔(شعب الایمان رقم الحدیث۲۰۰۹ :)

حضرت خالد بن معدان (رض) فرماتے ہیں کہ المنجیۃ کی تلاوت کیا کرو، تبارک الذی ہے، کیونکہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک شخص اس سورت کی تلاوت کرتا تھا اور اس کے علاوہ اور کسی سورت کی تلاوت نہیں کرتا تھا، اور وہ بہت گناہ کرتا تھا، پس اس سورت سے اپنے پر اس کے اوپر پھیلا دیئے اور کہا : اے میرے رب! اس کو معاف کردے، کیونکہ یہ شخص میری بہت تلاوت کرتا تھا، سو رب نے اس کی شفاعت کو قبول فرمالیا، اور فرمایا : اس کے ہر گناہ کے بدلہ میں ایک نیکی لکھ دو اور اس کا ایک درجہ بلند کردو۔(سنن دارمی رقم الحدیث۳٤۰۹ :،

کعب بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے تنزیل السجدۃ اور تبارک الذی بیدہ الملک کی تلاوت کی، اس کی ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے ستر گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔(سنن دارمی رقم الحدیث ۱٤۱۰ :)

حضرت جابر (رض) بیان کرتے ہیں کہ جب تک نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) الم تنزیل السجدۃ اور تبارک الذی کی تلاوت نہیں کرلیتے تھے آپ نہیں سوتے تھے۔(سنن دارمی رقم الحدیث ۱٤۱۲ :)

حضرت انس (رض) بیان کرتے ہیں : میں نے ایک تعجب خیز چیز دیکھی، میں نے دیکھا کہ ایک شخص بہت گناہ کرتا تھا وہ وفات ہوگیا، جب قبر میں عذاب اس کے پیروں کی طرف سے آتا یا اس کے سر کی طرف سے آیا تو پرندوں کی ایک قطار کی شکل میں ایک سورت اس کے عذاب کو دور کرنے کے لیے جھگڑا کرتی اور کہتی : یہ شخص میری تلاوت کیا کرتا تھا اور مجھ سے میرے رب

نے وعدہ کیا کہ جو شخص دائما میری تلاوت کرے گا میں اس کو عذاب نہیں دوں گا، پس اس شخص سے عذاب دور ہو گیا اور مہاجرین اور انصار اس سورت کو سیکھتے تھے اور کہتے تھے : وہ شخص نقصان دہ ہے، جس نے اس سورت کو نہیں سیکھا، وہ سورت ملک ہے۔
(الدر المنثور ج ۸ ص ۲۱۸)

ماقبل سے ربط :

سورۃ الحدید سے التحریم تک مسئلہ توحید کی خاطر انفاق اور جہاد کا ذکر کیا گیا۔ اب سورۃ ملک سے لے کر سورۃ جن تک اسی مسئلہ کا ایک دوسرا پہلو بیان ہو گا کہ برکات دہندہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں سورۃ ملک میں دلائل عقلیہ مذکور ہوں گے اس کے بعد سورۃ القلم میں ارشاد ہو گا۔ کہ مشرکین نرم ہو رہے ہیں تا کہ آپ بھی مسئلہ کے بیان میں نرمی اختیار کریں لیکن اب مسئلہ کے بیان میں ہرگز نرم نہ ہوں تو مداہنت سے کام نہ لیں۔ "ودوا لو تدھن فیدھنون" پھر سورۃ الحاقہ میں اس مسئلہ کو نہ ماننے پر تخویف اخروی ہو گی۔ سورۃ المعارج میں مشرکین پر زجر کا ذکر ہو گا کہ وہ ماننے کے بجائے اس عذاب کے جلدی آنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد سورۃ نوح (علیہ السلام) سے دلیل نقلی مذکور ہو گی۔ اور پھر سورۃ الجن میں جنات سے دلیل نقلی ذکر کی جائے گی۔ اس طرح سورۃ جن تک گویا ایک ہی سورت ہے، جس میں مسئلہ کو گیارہ دلائل نقلیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔

سورت الملک کے مقاصد و مضامین:

☆ جس طرح بالعموم مکی سورتوں میں اسلام کے بنیادی عقائد پر زور دیا جاتا ہے، اسی طرح اس سورت میں بھی توحید، رسالت، قیامت، حشر و نشر اور جزا اور سزا کے مضامین کو بہت موثر پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی توحید، اس کی قدرت اور قیامت اور بعثت پر دلائل قائم کیے گئے ہیں۔

☆ اس سورت کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی تمجید اور اس کی عظمت سے کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس دنیا کی سلطنت اور حکومت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ اقتدار میں ہے اور وہی لوگوں کو پیدا کرنے اور ان کو مارنے پر قادر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو پیدا کرنے اور ان کو سیاروں اور ستاروں کے ساتھ مزین کرنے سے اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے اور شیاطین پر شہاب ثاقب گرا کر آسمانوں کی حفاظت کرنے سے اپنی قدرت پر استدلال فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس جہان کا نظام نہایت مضبوط اور منظم ہے اور اس میں کوئی خلل نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر میں سے یہ ہے کہ اس نے کافروں کے لیے جہنم کا عذاب تیار کیا ہے اور مومنوں کو مغفرت اور اجر کبیر کی بشارت دی ہے۔

☆ یہ بتایا ہے کہ وہ ہر ظاہر اور حفی اور کھلی ہوئی اور چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہے، اس نے انسان کو پیدا کیا اور زمین کو اس کی

رہائش کے قابل بنادیا اور زمین کو نیچے کی جانب دھنسنے سے محفوظ بنادیا اور اس امت کے لیے آسمان کو سنگ باری سے مامون کر دیا تا کہ پچھلی امتوں کی طرح وہ آسمانی عذاب میں مبتلا نہ ہوں، فضاء میں اڑنے والے پرندوں کو زمین پر گرنے سے روکے رکھا، یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلائل ہیں، سوان نشانیوں سے یہ جاننا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرنا چاہے تو کوئی اس کے عذاب کو ٹال نہیں سکتا۔

☆سورت کے اخیر میں یہ بتایا کہ جس نے اس جہان کو بنایا اور چلایا، وہ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ قیامت سے اس سارے جہان کو نابود کر کے دوبارہ بنا ڈالے اور یہ کب ہوگا اس علم صرف اللہ ہی کو ہے، اور کفار کو اس سے ڈرایا ہے کہ اگر انھوں نے ہمارے رسول کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو پھر ان پر عذاب آئے گا اور اس سے ڈرایا ہے کہ تمہارے پینے کا پانی جس کو تم چشموں اور کنوؤں سے حاصل کرتے ہو اگر وہ اس پانی کو زمین میں دھنسا دے تو اللہ کے سوا کون ہے جو پھر سے ان چشموں کو جاری کر سکے۔

☆خلاصہ یہ ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل دیئے گئے ہیں اور اس کے علم اور اس کی قدرت کے مظاہر سے استدلال کیا گیا ہے اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا ہے، اور بندوں پر اللہ کی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ حصول رزق کے لیے سعی اور جدوجہد کرو، پھر اللہ پر توکل کرو۔

مختصر خلاصہ:

"تبرك الذی بیده الملك" دعوائے سورت کہ برکات دہندہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور پہلی دلیل عقلی عام یعنی ساری کائنات کی بادشاہی اور سلطنت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ "وهو علی کل شئ قدیر - دوسری دلیل عقلی عام۔ وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔" الذی خلق الموت والحیاۃ- تیسری دلیل عقلی عام۔ اسی نے موت وحیات کو پیدا کیا ہے اور وہی آزمائش کرتا ہے تو کیا برکات دہندہ کوئی اور ہوگا۔؟ "الذی خلق سبع سمٰوات طباقا۔ تا۔ وهو حسیر" پہلی دلیل عقلی خاص آسمانوں کو تہ بہ تہ پیدا کرنے والا اور ان کو ہر عیب اور شگاف سے محفوظ بنانے والا وہی ہے تو کیا برکات دہندہ کوئی اور ہوگا۔ "ولقد زینا السماء الدنیا۔ الایۃ" دوسری دلیل عقلی خاص آسمانوں کو تو میں نے پیدا کیا تو کیا آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت کسی اور نے دی ہے؟ نہیں ہم ہی نے ان کو زینت دی ہے تو کیا برکات دہندہ کوئی اور ہوگا۔ "وجعلناها رجوما للشیاطین" تیسری دلیل عقلی خاص۔ اچھا مزین تو ہم نے کیا اور شیاطین کے لیے ان کو رجوم کسی نے بنایا۔ تو کیا برکات دہندہ کوئی اور ہوگا؟" وللذین کفروا بربهم۔ تا۔ فسحقا لاصحب السعیر "تخویف اخروی۔ کفار ومشرکین کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔ جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو وہ غیظ وغضب سے بھر جائے گا۔ اس وقت وہ کف افسوس ملیں گے اور کہیں گے ہائے کاش! اگر ہم دنیا میں ہدایت کی باتیں سن کر یا خود سمجھ کر ان پر عمل کرتے تو آج جہنم میں نہ جاتے۔" ان الذین یخشون ربهم۔ الایۃ" یہ

مومنین کیلئے بشارت اخرویہ ہے۔" واسروا قولکم واجھروا بہ۔الآیت ین" یہ دلائل مذکورہ کا ثمرہ ہے چونکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اس لیے ہر چیز کو جاننے والا ہے اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔" ھو الذی جعل لکم الارض۔الایۃ" چوتھی دلیل عقلی خاص۔اوپر کا حال تم نے سن لیا۔اب نیچے دیکھوزمین کو تو ہم نے پیدا کیا،تو اس کو ذلول کس نے بنایا،تو کیا برکات دہندہ کوئی اور ہوگا؟۔۔ءامنتم من فی السماء۔تا۔فکیف کان نکیر۔یہ تخویف دنیوی ہے۔کیا تم اللہ سے ڈر رہو گئے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے یا آسمان سے تم پر پتھروں کی بارش برسا کر تمہیں ہلاک کردے۔جس طرح اس نے تم سے پہلی قوموں کے مکذبین کو انواع عذاب سے ہلاک کیا۔-اولم یروا الی الطیر۔الایۃ" یہ پانچویں دلیل عقلی خاصل ہے۔اوپر اور نیچے کا حال تم نے سن لیا اب درمیان کا حال سنو۔ان پرندوں کو پیدا تو ہم نے کیا لیکن فضا میں ان کو تھامنے والا کوئی اور ہے،ہرگز نہیں۔خدائے رحمٰن ہی کا کام ہے تو کیا برکات دہندہ کوئی اور ہوگا؟ امن ھذا الذی ھو جند لکم۔تا۔بل لجوا فی عتو ونفور "تخویف دنیوی بطور ثمرہ۔حاصل یہ ہے کہ جن کو تم نے اپنا برکات دہندہ سمجھ رکھا ہے،وہ خدا کے عذاب سے تمہیں نہیں بچا سکتے اور اگر اللہ تعالیٰ تمہاری روزی بند کردے،تو وہ تمہیں روزی نہیں دے سکتے۔"قل ھو الذی انشا کم۔الایۃ" زمین و آسمان کے بعد اب اپنی طرف دیکھو۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا فرمایا لیکن تمہیں سننے،دیکھنے اور سمجھنے کی قوتیں کسی اور نے عطا کیں ؟ نہیں یہ سب اللہ ہی کی عطاء ہے تو کیا برکات دہندہ کوئی اور ہے؟۔"قل ھو الذی ذرا کم۔الایۃ" ساتویں عقلی دلیل خاص۔ اسی ہی نے زمین میں تم کو پھیلا دیا ہے اور قیامت کے دن پھر اسی کے پاس اکٹھے کیے جاؤ گے۔" ویقولون متی ھذا الوعد۔الایۃ" شکوی مشرکین کہتے ہیں جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو وہ کب آئے گا؟" قل انما العلم عند اللہ۔الایۃ" جواب شکو۔فرما دیجئے اس کے معین وقت کا علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے،میں تو صرف ڈرانے والا ہوں۔"فلما راوہ زلفۃ۔الایۃ" تخویف اخروی۔جب اللہ کا عذاب دیکھ لیں گے تو ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔" قل ارایتم ان اھلکنی اللہ۔الایۃ" پہلا طریق تبلیغ یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ ہمیں ہلاک کرے یا ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا؟" قل ھو الرحمن امنا بہ۔الایۃ" دوسرا طریق تبلیغ ہمارا معبود خدائے رحمٰن ہے،ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ گمراہ کون ہے۔"قل ارایتم ان اصبح ماء کم غورا۔الایۃ" آٹھویں دلیل عقلی خاص۔اگر اللہ تعالیٰ پانی کو زمین کی انتہائی گہرائی میں لے جائے تو پھر تازہ پانی تمہیں کون مہیا کرے گا۔

سورۃ قلم [68

سورت کا نام،وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام القلم ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی ابتدائی آیت میں القلم ذکر ہے:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (القلم ١ :) نون، قلم کی قسم اور اس کی جو فرشتے لکھتے ہیں

امام بخاری نے اس سورت کا عنوان "سورۃ نون والقلم" قائم کیا ہے۔ (صحیح البخاری، سورۃ نون والقلم ٦٨ :)

اسی طرح امام ترمذی نے لکھا ہے : "باب من سورۃ ن والقلم"۔ (سنن ترمذی رقم الباب ٦٤ :)

علامہ محمد الماوردی الشافعی المتوفی ٤٥٠ھ لکھتے ہیں:

حسن بصری عکرمہ، عطا اور حضرت جابر نے کہا : یہ سورت مکی ہے، اور حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا : "سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ" (القلم ١٦ :) تک کی آیات مکی ہیں اور اس کے بعد "لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (القلم ٣٣ :) تک کی آیات مدنی ہیں اور اس کے بعد "يَكْتُبُوْنَ۔ (القلم ٤٧ :) تک کی آیات مکی ہیں اور اس کے بعد "مِنَ الصّٰلِحِيْنَ" (القلم ٥٠ :) تک کی آیات مدنی ہیں اور پھر باقی سورت کی دو آیتیں مکی ہیں۔ (النکت والعیون ج ٦ ص ٥٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٢ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ٦٨ ہے۔

وَهَذِهِ السُّورَةُ عَدَّهَا جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ ثَانِيَةَ السُّوَرِ نُزُولًا قَالَ :نَزَلَتْ بَعْدَ سُورَةِ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ وَبَعْدَهَا سُورَةُ الْمُزَّمِّلِ ثُمَّ سُورَةُ الْمُدَّثِّرِ، وَالْأَصَحُّ حَدِيثُ عَائِشَةَ »أَنَّ أَوَّلَ مَا أُنْزِلَ؛سُورَةُ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ ثُمَّ فَتَرَ الْوَحْيُ ثُمَّ نَزَلَتْ سُورَةُ الْمُدَّثِّرِ« .وَمَا فِي حَدِيثِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ »أَنَّ سُورَةَ الْمُدَّثِّرِ نَزَلَتْ بَعْدَ فَتْرَةِ الْوَحْيِ« يُحْمَلُ عَلَى أَنَّهَا نَزَلَتْ بَعْدَ سُورَةِ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ جَمْعًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

حضرت جابر بن زید نے کہا ہے : یہ سورت دوسرے نمبر پر نازل ہوئی، یہ سورت ۔اقرا باسم ربك کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس سورت کے بعد سورت المزمل اور پھر اس کے بعد سورۃ المدثر نازل ہوئی ہے اور زیادہ صحیح وہ ہے جو حضرت عائشہ (رض) نے فرمایا پہلے سورت "اقراء باسم ربك" نازل ہوئی، پھر وحی کا آنا رک گیا، پھر اس کے بعد سورۃ المدثر نازل ہوئی، اور حضرت جابر بن عبداللہ (رض) نے فرمایا : وحی آنے کے رکنے کے بعد سورۃ المدثر نازل ہوئی اور سورۃ القلم ۔اقراء باسم ربك" کے بعد نازل ہوئی اور یوں اس کے نزول کا نمبر ٢ ہے۔ (التحریر والتنویر جز٢٩ ص ٥٨،)

ماقبل سے ربط :

سورۃ تبارك الذی میں ثابت کیا گیا تھا کہ برکات دہندہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں اب سورۃ قلم میں خبردار کیا گیا کہ مشرکین کوشش کریں گے کہ آپ اس مسئلہ میں رم ہو جائیں، تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں یا یہ کہ وہ نرم ہو رہے ہیں تاکہ آپ بھی نرم ہو جائیں ان کا مقصد یہ ہے کہ آپ بیشک اللہ تعالیٰ کو برکات دہندہ مانیں، مگر ان

کے معبودوں کا ذکر نہ کریں۔ مگر آپ اس میں ہرگز نرم نہ ہوں اور مداہنت نہ کریں۔" ودوا لو تدھن فیدھنون"

سورت القلم کے مقاصد ومضامین:

☆اس سورت کے ابتداء میں حرف تہجی نون مذکور ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ کلام ان ہی حروف سے مرکب ہے جن حروف کو ملا کر تم اپنا کلام بناتے ہو، اگر تمہارا یہ زعم ہے کہ یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو تم بھی اس کی مثل کلام بنالاؤ۔

☆اس سورت کی ابتداء میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خطاب کیا گیا اور مشرکین آپ کی شان میں جو نازیبا کلمات استعمال کرتے تھے، ان پر آپ کو تسلی دی گئی ہے اور آپ کے رنج اور افسوس کا ازالہ کیا گیا ہے۔

☆بعض کافروں نے آپ کی طرف شعر کہنے، جادو کرنے اور دیوانگی اور جنون کی جو نسبت کی تھی اس سے آپ کی برأت فرمائی ہے۔

☆اس میں دنیا اور آخرت میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فضائل اور کمالات کا ذکر ہے۔

☆اس میں قلم اور لکھنے کی فضیلت ہے تاکہ مسلمان قلم اور لکھنے کی طرف متوجہ ہوں اور علوم کو لکھ کر محفوظ کریں۔

☆ابو جہل اور ولید بن مغیرہ وغیرہ کی مذمت کی گئی ہے اور ان کے متعلق آخرت کی وعید بیان کی گئی ہے۔

☆کفار کا مقابلہ مؤمنین اور متقین کے ساتھ کیا گیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ کفار کے مزعوم اور خود ساختہ خدا ان سے دنیا کا عذاب دور کر سکتے ہیں نہ آخرت کا۔

☆کفار کو یہ بتایا ہے کہ دنیا میں ان کو جو عیش اور آرام حاصل ہے اور ان کے پاس سرمایہ اور طاقت کی فروانی ہے، یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہے، بلکہ یہ استدراج ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈھیل دی ہوئی ہے اور انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیغام کو جو قبول نہیں کیا، اس کی سزا ان کو آخرت میں ملے گی اور اس سلسلہ میں ان کی کسی معذرت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

☆کفار کا ایک باغ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے پھلوں کو جلا ڈالا، وہ سوئے ہوئے تھے اور آسمانی آگ نے اس کو جلا دیا، اس دنیاوی سزا کا ذکر فرمایا ہے۔

☆نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دین اسلام کو تبلیغ میں جو مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور کفار قریش کی ایذاء رسانی سے جو آپ کو رنج اور ملال ہوتا یہ اس پر آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس معاملہ میں آپ کوئی ایسا اقدام نہ کریں جیسا اقدام حضرت یونس (علیہ السلام) نے کرلیا تھا اور وہ اپنی قوم پر غضب ناک ہو کر اللہ تعالیٰ سے اذن مخصوص کے لیے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

مختصر خلاصہ :

"ن والقلم وما یسطرون۔ تا۔ فلا تطع المکذبین۔زجر برائے مشرکین اور تسلیہ برائے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔اہل علم اس پر شاہد ہیں کہ آپ مجنون نہیں ہیں، کیونکہ ایسے علوم ومعارف کسی مجنون کی زبان سے نہیں نکل سکتے۔ان مشرکین کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ دیوانہ کون ہے۔"ودوا لو تدھن فیدھنون "یہ سورت کا دعوی ہے۔مشرکین کی خواہش ہے کہ آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں یا یہ کہ وہ نرمی اختیار کر رہے ہیں تا کہ آپ بھی نرم ہو جائیں۔" ولا تطع کل حلاف مھین۔ تا۔ سنسمه علی الخرطوم "لیکن آپ ان کی کوئی بات نہ مانیں اور مسئلہ کی تبلیغ کرتے ہیں اور صاف صاف ان کے معبودوں کے برکات دہندہ ہونے کی نفی کرتے رہیں۔"انا بلوناھم کما بلونا اصحب الجنة۔ تا۔ انا الی ربنا راغبون "تخویف دنیوی کا ایک نمونہ۔جس طرح ان باغ والوں کے خودساختہ برکات دہندگان ان کے باغ کو تباہی سے نہ بچا سکے اسی طرح اہل مکہ اپنے خودساختہ برکات دہندہ معبودوں کو پکاریں کہ وہ ان سے قحط کو رفع کریں جو ہم نے ان پر مسلط کیا ہے۔" کذلك العذاب۔الایۃ "یہ اہل مکہ کو تنبیہ ہے کہ یہ عذاب تو دنیا میں ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے۔" ان للمتقین۔الایۃ "بشارت اخرویہ برائے مومنین۔"افنجعل المسلمین کالمجرمین۔ تا۔ فلیاتوا بشرکاءھم ان کانوا صدقین۔ زجر برائے مشرکین۔کیا ہم مسلمانوں کو ان مجرموں کے برابر کر دیں گے؟ ہرگز نہیں۔کیا ان کے پاس کوئی کتاب ہے جس میں ان کی مرضی کی باتیں تحریر ہیں یا ہم نے ان سے کوئی وعدے کر رکھے ہیں یا ان کے شرکاء ہیں تو وہ انہی کا کوئی کمال دکھائیں؟ کچھ نہیں، ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔" یوم یکشف عن ساق۔ تا۔ وھم سالمون "یہ تخویف اخروی ہے۔قیامت کے دن مشرکین کو سجدہ کرنے کو کہا جائے گا تو وہ سجدہ کرنے کی کوشش کریں گے، مگر سجدہ نہیں کر سکیں گے، دنیا میں جب ان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا تو وہ سجدہ نہیں کرتے تھے۔"فذرنی ومن یکذب۔ تا۔ ان کیدی متین " مجھے چھوڑ دو! میں ان جھٹلانے والوں کو مزید مہلت دوں گا اور پھر ان کو اچانک پکڑ لوں گا۔" ام تسئلھم اجرا۔ الآیتین" زجر۔کیا آپ ان سے اجرت مانگتے ہیں جسے وہ بوجھ سمجھتے ہیں اس لیے نہیں مانتے یا ان کے پاس غیبی علوم ہیں جن سے ان کے معبودوں کا برکات دہندہ ہونا ثابت ہوتا ہے اس لیے وہ قرآن کو نہیں مانتے اور اس سے بے نیاز ہیں؟"فاصبر لحکم ربك۔ تا۔ فجعله من الصالحین۔آخر میں تسلیہ برائے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس طرح ابتدا میں تھا۔فرمایا آپ مشرکین کی تکلیفوں سے تنگ آ کر عجلت نہ کریں اور ابھی صبر وتحمل سے کام لیں اور ہمارے احکام کا انتظار کریں۔مچھلی والے (حضرت یونس (علیہ السلام)) کی طرح جلدی نہ کریں۔"وان یکاد الذین کفروا۔الی اخرہ "یہ سورت کی ابتداء سے متعلق ہے۔جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے اور اس کی تبلیغ فرماتے ہیں تو مشرکین غضب آلودنگاہوں

سے گھور کر آپ کو دیکھتے تا کہ آپ ڈر کر تبلیغ چھوڑ دیں اور پھر یہ پراپیگنڈا بھی کرتے ہیں کہ (عیاذا باللہ) آپ مجنون ہیں، حالانکہ یہ قرآن ساری دنیا کے لیے پند و نصیحت ہے ایسی کتاب کسی دیوانے سے صادر نہیں ہو سکتی جو علم و حکمت اور عبرت و موعظت سے لبریز ہو۔

سورة الحاقہ 69

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الحاقۃ ہے، کیونکہ اس سورت کو اسی نام سے سوال کے ساتھ شروع کیا گیا ہے جیسا کہ اس سورت کی پہلی آیت میں ہے:

اَلْحَآقَّةُ ۔ مَا الْحَآقَّةُ ۔ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحَآقَّةُ ۔ (الحاقہ ۳ : ۱)

ضرور واقع ہونے والی۔ ضرور واقع ہونے والی کیا چیز ہے؟۔ ضرور واقع ہونے والی کو آپ کیسا جانتے ہیں۔

"الحاقۃ" قیامت کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

أخرج ابْن الضريس والنحاس وَابْن مرْدَوَيْه وَالْبَيْهَقِيّ عَن ابْن عَبَّاس قَالَ :نزلت سُورَة الحاقة بِمَكَّة وَأخرج الطَّبَرَانِيّ عَن أبي بَرزَة أن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم كَانَ يقْرَأ فِي الْفجْر بالحاقة وَنَحْوهَا

امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابو برزہ (رض) سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فجر کی نماز میں سورۃ الحاقہ اور اس کی مثل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۲۴۵)

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ :خَرَجْتُ أَتَعَرَّضُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَبْلَ أَنْ أُسْلِمَ، فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي إِلَى الْمَسْجِدِ، فَقُمْتُ خَلْفَهُ، فَاسْتَفْتَحَ سُورَةَ الْحَاقَّةِ، فَجَعَلْتُ أَعْجَبُ مِنْ تَأْلِيفِ الْقُرْآنِ، قَالَ :فَقُلْتُ :هَذَا وَاللهِ شَاعِرٌ كَمَا قَالَتْ قُرَيْشٌ، قَالَ :فَقَرَأَ :{إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ. وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ} قَالَ :قُلْتُ :كَاهِنٌ، قَالَ :{وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ. تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ. وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ. لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ. ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ. فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ} إِلَى آخِرِ السُّورَةِ [الحاقة 40 :- 47]، قَالَ :فَوَقَعَ الْإِسْلَامُ فِي قَلْبِي كُلَّ مَوْقِعٍ

امام احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب (رض) سے روایت کرتے ہیں کہ اسلام لانے سے پہلے ایک دن میں رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تلاش میں نکلا، آپ مجھ سے پہلے مسجد کی طرف جا چکے تھے، میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا، آپ نے سورۃ الحاقہ پڑھنی شروع کر دی، مجھے قرآن مجید کی عبارت سے بہت تعجب ہوا، میں نے دل میں کہا : اللہ کی قسم! یہ ضرور شاعر ہیں جیسا کہ قریش کہتے ہیں، تب آپ نے یہ آیات پڑھیں۔

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍط قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۔ (الحاقہ :٤٠۔ ٤١)

بے شک یہ قرآن ضرور رسول کریم کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے، تم لوگ بہت کم ایمان لاتے ہو۔

پھر مجھے خیال آیا کہ آپ کاہن ہیں، تب آپ نے یہ آیات پڑھیں۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍط قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۔ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ (٤٣۔ ٤٢)

اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے۔ یہ رب العلمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

آپ نے آخر تک سورۃ الحاقہ پڑھی اور اس واقعہ سے اسلام کی صداقت میرے دل میں بیٹھ گئی۔

(مسند احمد ج ١ ص ٢٦٢، رقم الحدیث ١٠٧ :)

مسلمانوں نے ٥ ہجری کے بعد مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور حضرت عمر (رض) اس کے بعد ٦ ھ میں اسلام لائے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ٥ ہجری سے پہلے کا واقعہ ہے، ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٦٩ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٧٧ ہے، یہ سورۃ تبارک الذی کے بعد اور سورۃ المعارج سے پہلے نازل ہوئی۔

ما قبل سے ربط :

سورۃ القلم میں فرمایا تھا کہ تبارک کے دعوی میں آپ کو نرم کرنے کے لیے مشرکین نرمی کریں گے مگر آپ اس میں نرم نہ ہوں۔ اب اس سورت میں اس دعوے کو نہ ماننے والوں کے لیے تخویفات میں ہیں دنیویہ بھی اور اخرویہ بھی۔

سورت لحاقہ کے مقاصد و مضامین:

☆ اس سورت میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہے اور مکذبین کو قیامت کے وقوع سے ڈرایا گیا ہے۔

☆ کفار مکہ کو یاد دلایا ہے کہ سابقہ امتوں کے کافروں نے دنیا میں عذاب واقع ہونے کی تکذیب کی تو ان پر دنیا میں عذاب نازل کیا گیا، اس کے علاوہ ان کو آخرت میں بھی عذاب ہوگا، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور شرک کرتے تھے ان کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

☆ جو لوگ اسلام لائے ان کو اللہ تعالیٰ نے طوفان میں غرق ہونے سے بچا لیا اور اس میں بنی نوع انسان پر احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل باقی رکھی۔

☆رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اس الزام سے برأت ذکر کی ہے کہ آپ نے رسالت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔
☆اللہ تعالیٰ کی اس سے برأت بیان کی ہے کہ وہ جھوٹے رسول کو اس کے جھوٹے دعویٰ رسالت پر برقرار رکھے۔
☆رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تبلیغ رسالت کا فریضہ انجام دینے میں جو مشکلات اور تکالیف پیش آتی تھیں، ان میں آپ کے صبر واستقامت کی تلقین کی۔
☆قرآن مجید میں ایمان نہ لانے پر عذاب کی جن وعیدوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان سے کفار مکہ کو ڈرایا ہے۔
☆قیامت کے دن مؤمنین اور کفار کے احوال مختلف ہوں گے، مؤمنین اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور کفار کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔
☆اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر یہ بتایا ہے کہ قرآن اللہ کی وحی ہے، یہ کسی شاعر کا قول ہے نہ کسی کاہن کا قول ہے۔
☆اس سورت کے اختتام پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دعویٰ رسالت پر دلیل قائم فرمائی کہ اگر آپ نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہوتا تو ہم آپ کی رگ حیات کاٹ دیتے۔

مختصر خلاصہ :

" الحاقة. ما الحاقة " دعویٰ تبارک کو نہ ماننے والوں کے لیے تخویف، " کذبت ثمود و عاد. تا. فهل ترى لهم من باقية " تخویف دنیوی کہلا اور دوسرا نمونہ۔ قوم ثمود اور قوم عاد نے جب اس دعوے کو نہ مانا اور اپنے خود ساختہ معبودوں کو برکات دہندہ سمجھنے پر اڑے رہے تو ان کو سخت ترین عذابوں سے دنیا میں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ " وجاء فرعون و من قبله والمؤتفكات بالخاطئة " تخویف دنیوی کا تیسرا اور چوتھا نمونہ۔ قوم فرعون اور قوم لوط (علیہ السلام) نے اپنے اپنے زمانے کے پیغمبروں کی نافرمانی کی تو اللہ نے انھیں سخت عذاب میں پکڑ لیا۔ " انا لما طغا الماء حملنا كم فى الجارية " تخویف دنیوی کا پانچواں نمونہ۔ قوم نوح (علیہ السلام) کے سرکشوں اور منکروں کو طوفان میں غرق کر دیا اور مؤمنین کو کشتی میں سوار کر کے طوفان سے بچا لیا۔ " فاذا نفخ فى الصور نفخة واحدة. تا. لا تخفى منكم خافية " تخویف اخروی ہے۔ " فاما من اوتى كتبه بيمينه. تا. فى الايام الخالية " بشارت اخرویہ۔ اہل جنت کو اعمالنامے داہنے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور وہ خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے اور فرط مسرت سے ہر ایک کو اپنا اپنا اعمالنامہ دکھائیں گے۔ ان کو جنت ہر قسم کی راحت وآسائش میسر ہوگی۔ " واما من اوتى كتبه بشماله. تا. لا ياكله الا الخاطؤن " تخویف اخروی۔ مشرکین کو بائیں ہاتھوں میں اعمالنامے دیئے جائیں گے، وہ اپنے اعمالنامے دیکھ کر حسرت وتاسف سے کہیں گے ہائے کاش! انھیں اعمالنامے نہ دیئے جاتے اور اپنا حساب نہ جانتے ان کو جہنم کے اندر زنجیروں میں جکڑ کر ڈال دیا جائے گا۔ " فلا اقسم بما تبصرون " قیامت

کی دلیل یہ ہے کہ دنیا میں بہت سی چیزیں نظر نہیں آتیں مگر پھر بھی تم ان کے وجود پر یقین رکھتے ہو۔اسی طرح اگر تم قیامت کا مشاہدہ نہیں کر سکتے، تو اس کا بھی انکار نہ کرو بیشک یہ قرآن اللہ کا کلام ہے جو رب العالمین نے اپنے سچے رسول پر نازل فرمایا ہے۔اگر یہ رسول (محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم پر افتراء کرے تو ہم اس کو پکڑ لیں اور اس کی رگ حیات کاٹ ڈالیں اور کوئی ہم کو اس کام سے روک نہ سکے۔ یہ قرآن ڈرنے والوں کے لیے نصیحت ہے اور جھٹلانے والوں کے لیے باعث حسرت ہے۔" فسبح باسم ربك العظيم " آخر میں ذکر دعوے ہے۔صرف اللہ تعالیٰ ہی کو برکات دہندہ سمجھو، صرف اسی کے نام میں برکت ہے۔اس لیے حاجات ومصائب میں صرف اسی کے نام کا وظیفہ پڑھو۔

سورة المعارج 70

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام المعارج ہے، کیونکہ اس سورت کی ایک آیت میں المعارج کا ذکر ہے:

مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ۔(المعارج ۳ :)(وہ عذاب) اللہ کی طرف سے ہوگا جو آسمانی سیڑھیوں کا مالک ہے۔

آسمانی سیڑھیوں سے مراد وہ سیڑھیاں ہیں جن پر چڑھ کر فرشتے اور حضرت جبرائیل اللہ تعالیٰ کی طرف جاتے ہیں، حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کا اس لیے خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے وحی لے کر انبیاء (علیہم السلام) کی طرف نازل فرماتے تھے۔

یہ سورت، سورۃ الحاقہ کا بہ منزلہ تمتہ ہے، کیونکہ جس طرح سورۃ الحاقہ میں قیامت اور جنت اور دوزخ کے احوال اور مؤمنین اور کافرین کا اخروی انجام ذکر فرمایا تھا، اسی طرح اس سورت میں بھی ان امور کا ذکر فرمایا ہے۔

یہ سورت بالا تفاق مکی ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۷ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۰ ہے۔حضرت جابر (رض) نے فرمایا : یہ سورت، سورۃ الحاقہ کے بعد اور سورۃ النباء سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ الحاقہ میں دعائے تبارک کو نہ ماننے والوں کے لیے دنیوی اور اخروی تخویف سنائی گئی اب چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اس دعوے کے انکار سے باز آجاتے اور توحید ورسالت پر ایمان لے آتے، مگر اس کے بجائے وہ الٹا اللہ تعالیٰ سے عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں۔"سال سائل بعذاب واقع" (المعارج)

سورۃ المعارج کے مقاصد ومضامین:

☆اس سورت میں قیامت کے دن کو ثابت کیا گیا ہے اور اس دن میں واقع ہونے والے ہول ناک امور کو بیان فرمایا ہے اور

کفار کو اسی دن سے ڈرایا گیا ہے۔

☆اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے قہر کو بیان فرمایا ہے اور دوزخ کے ہول ناک عذاب کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ دوزخ نجات دیتا ہے اور دائمی جنتیں عطاء فرماتا ہے۔

☆سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کفار کی طرف سے جو دل آزار باتیں اور اذیتیں پہنچتی تھیں، ان پر آپ کو صبر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

☆مسلمانوں کے ان نیک اوصاف کا بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے وہ مشرکین سے ممتاز ہیں۔

☆یہ بتایا ہے کہ عام انسانوں کا یہ خاصہ ہے کہ وہ مصیبت ٹوٹنے پر بے صبری کا اظہار کرتے ہیں اور نعمت ملنے پر اتراتے ہیں اور ضرورت مندوں کو اپنا مال دینے سے بخل کرتے ہیں اور مسلمانوں ان اوصاف سے مستثنیٰ ہیں، وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتے ہیں اور محاسن اخلاق سے متصف ہوتے ہیں اور ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں۔

مختصر خلاصہ :

"سال سائل۔ تا۔ ونراہ قریبا" یہ معاندین اس بڑی شان والے بادشاہ سے عذاب مانگتے ہیں، حالانکہ وہ عذاب تو ہر حال میں آئے ہی گا اتنے بڑے عظیم شہنشاہ سے تو ان کو فضل ورحمت اور عفو ومغفرت کی درخواست کرنا چاہیے تھی۔ واہ رے عقلمندو!" ویوم تکون السماء۔ تا۔ وجمع فاوعی۔ تخویف اخروی۔ یہ عذاب قیامت کے دن واقع ہوگا۔ جبکہ کوئی دوست اور کوئی رشتہ دار کام نہ آسکے گا۔"ان الانسان خلق ھلوعا۔ تا۔ واذا مسہ الخیر منوعا" یہ زجر ہے۔"الا المصلین الذین ھم علی صلاتھم دائمون۔ تا۔ اولئك فی جنت مکرمون" یہ بشارت اخرویہ ہے۔ مومنین ان صفتوں اور خوبیوں سے متصف ہوں گے وہ خدا کے عذاب سے محفوظ رہیں گے اور جنت کے باغوں میں اعزاز واکرام کی زندگی بسر کریں گے۔"فمال الذین کفرو۔ تا۔ وما نحن بمسبوقین" زجر۔ یہ معاندین حق سے روگردانی کرتے ہیں اور پھر یہ امید رکھتے ہیں کہ انھیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔"فذرھم یخوضوا۔ تا۔ ذلك الیوم الذی کانوا یوعدون" زجر مع تخویف اخروی، ان کو چھوڑ دیجئے، لہو ولعب میں اپنا وقت ضائع کرلیں، یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن ذلت ورسوائی سے اپنے کیے کا مزہ چکھ لیں گے۔

سورة نوح (71)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام اس سورت کو حسب ذیل آیت سے ماخوذ ہے:

إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (نوح :۱)

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو عذاب سے ڈرائیں، اس سے پہلے کہ ان کی طرف دردناک عذاب آئے۔

امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ نوح مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدرالمنثور ج۸ ص ۲۶۸،)

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۲ ہے، اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۱ ہے، سورۃ النحل کی چالیس آیتوں کے نازل ہونے کے بعد اور سورۃ الطور سے پہلے یہ سورت نازل ہوئی۔

سورۃ المعارج کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ مشرکین مکہ سے بہتر لوگ لے آئیں۔(المعارج ٤١ :) اور اس کے بعد سورۃ نوح میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح (علیہ السلام) کی قوم پر عالم گیر طوفان بھیجا، جس سے ان کی قوم کے تمام کافر غرق ہو کر ہلاک ہو گئے، صرف وہ اسی (۸۰) افراد دبچے، جو اللہ کی توحید اور حضرت نوح (علیہ السلام) کی رسالت پر ایمان لا چکے تھے، اور پھر ان ہی باقی ماندہ لوگوں سے دنیا آباد ہوئی، اس طرح اس پر دلیل قائم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے تو ایک قوم کو ہلاک کر کے اس کی جگہ دوسری قوم کو لے آئے۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ ملک سے لے کر سورۃ جن تک مضمون کے اعتبار سے گویا ایک ہی سورت ہے۔سورۃ ملک میں عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی اور برکات دہندہ نہیں۔ پھر سورۃ القلم میں فرمایا اس مسئلہ میں نرمی نہ کریں۔اس کے بعد سورۃ الحاقۃ میں اس دعوے کو نہ ماننے والوں کے لیے تخویفات اور ماننے والوں کے لیے تبشیرات کا بیان ہوا۔ پھر سورۃ المعارج میں معاندین پر زجر کیا گیا کہ وہ عذاب سے ڈر کر ماننے کے بجائے الٹا عذاب طلب کر رہے ہیں۔اب سورۃ نوح (علیہ السلام) اور سورۃ جن میں دلائل نقلیہ کا بیان ہوگا۔سورۃ نوح (علیہ السلام) میں دلیل نقلی تفصیلی از حضرت نوح (علیہ السلام) مذکور ہے۔

سورت نوح کے مقاصد ومضامین:

☆ جس طرح دیگر مکی سورتوں میں توحید و رسالت پر ایمان لانے کی تاکید کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کا حکم دیا جاتا ہے اور شرک اور بت پرستی کی مذمت کی جاتی ہے، سو اس سورت میں ان ہی امور کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

☆ اس سورت کے شروع میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا اور انھوں نے

لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بت پرستی اور گناہوں کو ترک کردیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے اور ان کے اموال اور ان کی اولاد سے ان کی مدد فرمائے اور آخرت میں ان کو جنت عطاء فرمائے لیکن ان کی قوم نے ان کی دعوت کو مسترد کردیا اور اپنی گم راہی اور نافرمانی پر ڈٹے رہے۔

☆ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود، اپنی توحید اور اپنی قدرت پر استدلال فرمایا اور آسمانوں اور زمینوں میں اپنی نعمتوں کا بیان فرمایا، اور یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفع کے لیے زمین کو مسخر کردیا اور اس میں خزانوں اور معدنیات کے رکھ دیا۔

☆ آخر میں یہ بتایا کہ جب حضرت نوح (علیہ السلام) کی قوم پر ان کو کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی، وہ ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو تلقین کرتے رہے کہ وہ شرک سے باز آئے لیکن جب وہ باز نہ آئی تو پھر حضرت نوح (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے اللہ! اس قوم کو ہلاک کردے۔

مختصر خلاصہ :

"انا ارسلنا نوحا۔ تا۔ لو کنتم تعلمون" دلیل نقلی تفصیلی از حضرت نوح (علیہ السلام)۔ حضرت نوح (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور انکار و استکبار کی صورت میں ان کو خدا کے عذاب سے ڈرایا۔ "قال رب انی دعوت قومی۔ تا۔ و مکروا مکرا کبارا" اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت نوح (علیہ السلام) کی طرف سے اپنی قوم کی شکایت کی، میرے پروردگار، میں نے اپنی قوم کو ہر ممکن طریق سے توحید کی دعوت دی۔ ان کو سمجھانے میں رات دن ایک کردیا، بھری محفلوں میں بھی ان کو دعوت دی، اور فرداً فرداً بھی ان کو سمجھایا اور پھر دلائل عقلیہ کے ساتھ مسئلہ کو واضح کرکے پیش کیا۔ مگر بایں ہمہ ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ میں نے جتنا ان کو سمجھایا وہ اتنا ہی انکار و استکبار میں آگے بڑھے۔ "وقالوا لا تذرن الھتکم" یہ قوم کے عناد و استکبار کا بیان ہے۔ "مما خطیئتھم اغرقو" تخویف دنیوی ہے۔ جب اللہ کا عذاب ان پر آیا تو ان کے مزعومہ معبودوں میں سے کوئی بھی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ "وقال نوح رب لا تذر الخ" آخر حضرت نوح (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مشرکین میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ کیونکہ وہ ایمان والوں کو بھی گمراہ کردیں گے اور ان کی نسل بھی فاجر اور مشرک ہوگی۔

سورة الجن (72)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الجن ہے، کیونکہ اس سورت کی حسب ذیل آیت میں الجن کا ذکر ہے:

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا۔ (الجن :۱)

(اے رسول مکرم!) آپ کہیے کہ بیشک میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے کہا : ہم نے ایک عجیب قرآن

سنا۔

یہ سورت جنات کے احوال سے متعلق ہے کیونکہ جب انھوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے قرآن مجید کی تلاوت سنی تو وہ آپ کے اوپر ایمان لے آئے، جنات ایک ایسے عالم میں ہیں کہ ہم انھیں دیکھ سکتے ہیں نہ ان کا کلام سن سکتے ہیں، سوائے وحی الٰہی یا الہام صادق کے ان کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

یہ سورت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت کے ابتدائی عشرہ میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ» :انْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عُكَاظٍ، وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيَاطِينِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ، فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ، فَقَالُوا :مَا لَكُمْ؟ فَقَالُوا :حِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ، قَالَ :مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلَّا مَا حَدَثَ، فَاضْرِبُوا مَشَارِقَ الأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، فَانْظُرُوا مَا هَذَا الأَمْرُ الَّذِي حَدَثَ. فَانْطَلَقُوا، فَضَرَبُوا مَشَارِقَ الأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، يَنْظُرُونَ مَا هَذَا الأَمْرُ الَّذِي حَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، قَالَ :فَانْطَلَقَ الَّذِينَ تَوَجَّهُوا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِنَخْلَةَ، وَهُوَ عَامِدٌ إِلَى سُوقِ عُكَاظٍ، وَهُوَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ، فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ تَسَمَّعُوا لَهُ، فَقَالُوا :هَذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، فَهُنَالِكَ رَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ، فَقَالُوا :يَا قَوْمَنَا {إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا * يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا} وَأَنْزَلَ اللهُ عز وجل عَلَى نَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم :{قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ} وَإِنَّمَا أُوحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ«

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار میں گئے، اس وقت شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان ایک چیز حائل ہو چکی تھی اور ان پر آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے، جنات نے آپس میں کہا : تمہارے اور آسمان کے درمیان جو چیز حائل ہوئی وہ ہے وہ کوئی نئی چیز ہے، پس تم زمین کے مشارق اور مغارب میں جاؤ اور ڈھونڈو وہ کیا چیز ہے، پھر وہ زمین کے مشارق اور مغارب میں تلاش کرتے رہے کہ ان کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے۔ پس جو لوگ تہامہ (مکہ معظمہ) کی طرف گئے تھے، وہ ایک کھجور کے درخت کے پاس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس وقت آپ عکاظ کے بازار میں اپنے اصحاب کو نماز فجر پڑھا رہے تھے، پس جب انھوں نے قرآن مجید کی تلاوت سنی تو کہنے لگے : یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبروں

کے درمیان حائل ہوگئی ہے، پھر وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور کہا : اے ہماری قوم! ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے، جو نیکی کی طرف ہدایت دیتا ہے، ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہیں کریں گے اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ آیت نازل فرمائی اور دراصل آپ کی طرف جنات کا قول نازل کیا گیا تھا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث ٤٩٢١ :،)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ سورۃ الجن اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) طائف کی طرف گئے تھے اور آپ نے بنو ثقیف سے تبلیغ اسلام پر مدد طلب کی تھی، اور یہ واقعہ بھی بہر حال بعثت کے ابتدائی دس سال کا ہے۔

ترتیب مصحف کے اعتبار سے سورت الجن کا نمبر ۷۲ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٤٠ ہے، یہ سورت الاعراف کے بعد اور یٰسین سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ (التحریر والتنویر جز ۲۹ ص ۲۱۷،)

ماقبل سے ربط :

گزشتہ سورت میں دعوائے تبارک پر حضرت نوح (علیہ السلام) سے دلیل نقلی تفصیلی ذکر کی گئی اب سورۃ جن میں جنات سے دلیل نقلی مذکور ہوگی کہ دیکھو جنات بھی قرآن سن کر ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو توحید کا وعظ کرنے لگے۔

سورت الجن کے مقاصد ومضامین :

☆ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین کی دعوت صرف انسانوں تک محدود نہ تھی بلکہ جنات تک پہنچ چکی تھی، انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے قرآن مجید کی تلاوت کو سن کر قرآن مجید کے پیغام کو سمجھا اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر اس کی عظمت پر اور اس کے شریک اور بیوی اور بیٹے سے اس کے منزہ ہونے پر ایمان لے آئے۔

☆ اس پر دلیل ہے کہ جنات کی عبادت کرنا باطل ہے۔

☆ کاہن جو غیب کی باتیں بتاتے ہیں، اس کا بطلان ہے اور یہ ثبوت ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ عزوجل ہے اور انبیاء (علیہم السلام) اسی قدر علم غیب پر مطلع ہیں جس پر ان کی طرف وحی کی جاتی ہے، اور رسولوں کے واسطے سے اولیاء کرام کو بھی غیب پر اطلاع ملتی ہے لیکن بالذات اللہ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔

☆ جنات بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ان میں متعدد فرقے ہیں، ان میں نیک بھی ہوتے ہیں اور بدکار بھی ہوتے ہیں، موحد بھی ہوتے ہیں اور مشرک بھی ہوتے ہیں، اور وہ لوگ گم راہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں اور جو لوگ جنات کی عبادت کرتے ہیں اور جو مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرتے ہیں۔

☆ جنات اس پر تعجب کرتے تھے کہ جب وہ فرشتے کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں پر جاتے تھے تو ان پر آگ کے گولے

مارے جاتے تھے۔

☆نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچائیں کہ وہ اخلاص سے عمل کریں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور یہ بتائیں کہ آپ اپنے نفس کے لیے کسی نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں اور اگر بہ فرض محال آپ اللہ کی نافرمانی کریں تو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے آپ کو کوئی بچا نہیں سکتا اور آپ از خود اپنی عقل سے یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور کفر کرنے والوں پر عذاب کب نازل ہوگا۔

☆جنات نے یہ اعتراف کیا کہ وہ اللہ سے بھاگ کر کہیں نہ جاسکتے ہیں اور نہ اللہ پر غالب آسکتے ہیں۔

☆مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی گئیں ہیں، ان میں کسی کو حقیقی حاجت روا سمجھ کر نہ پکارا جائے۔

☆جو شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پیغام قبول نہیں کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

☆اللہ تعالیٰ رسولوں پر جو وحی نازل فرماتا ہے اس کی حفاظت کے لیے اس کے آگے پیچھے فرشتے مقرر ہوتے ہیں، جو جنات اور شیاطین کو وحی سننے نہیں دیتے

مختصر خلاصہ :

"قل اوحی الی۔ تا۔ فکانوا لجھنم حطبا" دلیل نقلی از جنات۔ دیکھو جنات بھی اپنی قوم کو یہی وعظ کر رہے ہیں کہ سیدھا راستہ یہی ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو۔ "وان لو استقاموا علی الطریقۃ۔ الایۃ" توحید کو ماننے والوں کے لیے بشارت اخرویہ۔ "ومن یعرض عن ذکر ربہ۔ الایۃ" منکرین توحید کے لیے تخویف۔ "وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا" مسجدیں اللہ کے لیے ہیں اس لیے اس کے سوا کسی کو مت پکارو۔ سورۃ تبارک سے لے کر اب تک جو دلائل عقلیہ ونقلیہ اور تخویفات وتبشیرات مذکور ہوئیں یہ ان کا ثمرہ ہے۔ "وانہ لما قام عبد اللہ۔ الایۃ" یہ شکوی متعلق بہ ثمرہ یعنی جب ہمارا بندہ ایک خدا کو پکارتا ہے تو وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ "قل انما ادعوا ربی ولا اشرك بہ احدا۔ تا۔ ولن اجد من دونہ ملتحدا" سورۃ ملک اور حوامیم کا خلاصہ ہے یعنی حاجات اور مصائب میں غائبانہ صرف اللہ ہی کو پکارو۔ میں تم میں سے کسی کے نفع نقصان کا مختار نہیں ہوں اور اللہ کے سوا میر بھی کوئی کارساز نہیں۔ "ومن یعص اللہ ورسولہ۔ تا۔ واحصی کل شئی عددا" تخویف اخروی ودنیوی۔ دنیوی عذاب کا وقت مقرر ہے جو اپنے وقت پر ضرور آئے گا۔ میں عالم الغیب نہیں ہوں کہ مجھے اس کے معین وقت کا علم ہو۔ اور نہ مجھ کو غیب پر غلبہ دیا گیا ہے کہ جب چاہوں جان لوں۔

سورۃ المزمل (73)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام المزمل ہے اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے:
یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔ (المزمل ۱:) اے چادر لپیٹنے والے!۔
جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکی ہے، تاہم اس کے دوسرے رکوع میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک اس کے دوسرے رکوع کی آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ پوری سورت مکی ہے۔
ترتیب نزول کے اعتبار سے تیسری سورت ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۷۳ ہے۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ مزمل اور مدثر دونوں کا ایک ہی مضمون ہے۔ حاصل ربط یہ ہے کہ گزشتہ سورتوں میں مسئلہ توحید کا ایک پہلو یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی برکات دہندہ نہیں۔ علی وجہ الکمال بیان ہو چکا ہے۔ دلائل عقلیہ ونقلیہ، ثمرات دلائل، تخویفات اور تبشیرات کے اسالیب مختلفہ وعناوین متنوعہ کے ساتھ اثبات توحید ونفی شرک کا مضمون مفصل ومدلل ہو چکا۔ اب آپ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف رہیں، کیونکہ ہدایت کی راہ قرآن ہی سے معلوم ہوتی ہے اور توحید پر ثابت قدم رہیں، یہی مسئلہ سارے قرآن کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔" ورتل القرآن ترتیلا۔ (مزمل) اور پھر صرف تلاوت قرآن ہی پر اکتفاء نہ کریں۔ بلکہ اس میں جو احکام مذکور ہیں خصوصًا مسئلہ توحید، ان کی تبلیغ بھی فرماتے رہیں قم فانذر، وربك فکبر۔ (مدثر)

سورۃ المزمل کے مقاصد ومضامین:

☆ اس سورت کے شروع سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بہت لطف وکرم کے ساتھ آپ کو آپ کے اوصاف سے ندا کرتا ہے، پورے قرآن میں کہیں بھی آپ کو آپ کے نام کے ساتھ ندا نہیں کی گئی، البتہ احادیث قدسیہ میں آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی گئی ہے۔
☆ اس آیت میں رات کے نصف حصہ تک یا اس سے کم وبیش حصہ تک آپ کو قیام کرنے کا حکم دیا ہے اور ان مسلمانوں کی تحسین فرمائی ہے، جو رات میں آپ کے ساتھ نماز میں قائم کرتے تھے۔
☆ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وحی پہنچانے کے فریضہ پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔
☆ آپ کو ہمیشہ نماز قائم کرنے اور صدقات ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔
☆ آپ کو اللہ کے احکام کی تبلیغ کرنے، اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم دیا ہے۔
☆ مشرکین جو آپ کی تکذیب کرتے تھے اور آپ کو سب وشتم کرتے تھے، آپ سے فرمایا کہ آپ ان سے اعراض کریں اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔

☆ آپ کی مدد کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے اور مشرکین کی تکذیب کی سزا ان کو اللہ تعالیٰ دے گا، اور کفار کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا۔

☆ کفار قریش کو نصیحت کی، جب فرعون کی قوم نے اپنے رسول کی تکذیب کی تو ان پر عذاب آیا سو کفار قریش بھی اس خطرے میں ہیں۔

☆ قیامت کی ہولناکیوں اور اس دن کی شدت کا ذکر فرمایا۔

☆ رات کو اکثر حصہ میں قیام کے وجوب کو لوگوں کی رعایت سے منسوخ فرمادیا۔

☆ نیک کاموں کی عظیم جزاء عطاء فرمانے کا وعدہ فرمایا، توبہ کرنے کا حکم دیا اور قرآن مجید کو ادب سے پڑھنے اور اس میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا۔

مختصر خلاصہ :

" یا ایھا المزمل قم اللیل۔ تا۔ فاتخذہ وکیلا " امر اول، رات کا کچھ حصہ قیام کریں اور اس میں قرآن کی تلاوت کریں، اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت بجالائیں اور اس کے سوا کسی کو کارساز نہ بنائیں۔ " واصبر علی ما یقولون۔ تا۔ ومھلھم قلیلا " امر دوم تسلیہ برائے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، کفار کی باتوں سے آزردہ خاطر نہ ہوں، ان کو چھوڑ دیں، میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔" ان لدینا انکالا۔ تا۔ وکانت الجبال کثیبا مھیلا۔ تخویف اخروی برائے کفار و مشرکین۔ ہم نے ان کے لیے مختلف انواع واقسام کا عذاب تیار کر رکھا ہے جس میں ان کو قیامت کے دن مبتلا کیا جائے گا۔" انا ارسلنا الیکم رسولا۔ تا۔ فاخذناہ اخذا وبیلا۔ تخویف دنیوی۔ ہم نے تمہارے پاس ویسا ہی عظیم الشان رسول بھیجا ہے جو تمہیں توحید کی دعوت دیتا ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا۔ فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی اور اس کی دعوت کو قبول نہ کیا تو ہم نے اس کو سخت عذاب کے ساتھ پکڑ لیا۔ اگر تم نے بھی اس عظیم الشان رسول کی دعوت کو رد کر دیا تو تمہیں سخت عذاب دیا جائے گا۔" فکیف تتقون ان کفرتم۔ تا۔ کان وعدہ مفعولا " تخویف اخروی۔ کفر وشرک اور عصیان وطغیان کی سزا صرف دنیا ہی میں بس نہیں ہوگی، بلکہ قیامت کے دن بھی اس کی سزا بھگتنا ہوگی، جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ " ان ھذہ تذکرۃ " ترغیب الی الایمان واتباع القرآن۔" ان ربک یعلم انک تقوم " الی آخر السورۃ۔ یہ ابتداء سورت سے متعلق ہے۔ فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم میں بیمار اور کمزور بھی ہوں گے مسافر اور مجاہد بھی، اس لیے قیام اللیل میں تم پر سختی نہیں کی گئی، بلکہ تمہیں اختیار دیا گیا ہے کہ جس قدر چاہو قیام کرو اور جس قدر آسانی سے تلاوت کر سکو اسی قدر اس میں تلاوت کرو۔

سورۃ المدثر (74)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام المدثر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی پہلی آیت میں فرمایا ہے : "یایھا المدثر" اور اس سورت کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس وصف کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو موصوف کیا تھا، لفظ "المدثر" اصل میں "المتدثر" تھا، جو شخص سردی دور کرنے کے لیے یا سونے کے لیے اپنے اوپر چادر لپیٹ لے، اس کو "المدثر" کہا جاتا ہے۔

سورت المدثر کے متعلق احادیث:

عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ» :سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ، قَالَ :{يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ} قُلْتُ :يَقُولُونَ :{اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ} فَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ :سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما عَنْ ذَلِكَ، وَقُلْتُ لَهُ مِثْلَ الَّذِي قُلْتَ، فَقَالَ جَابِرٌ :لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ :جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ، فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي هَبَطْتُ، فَنُودِيتُ، فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا، وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا، وَنَظَرْتُ أَمَامِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا، وَنَظَرْتُ خَلْفِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا، فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ شَيْئًا، فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ :دَثِّرُونِي، وَصُبُّوا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا، قَالَ :فَدَثَّرُونِي وَصَبُّوا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا، قَالَ :فَنَزَلَتْ :{يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ * قُمْ فَأَنْذِرْ * وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ}«

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے سوال کیا کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی کون سی سورت نازل ہوئی؟ انھوں نے کہا : "یایھا المدثر ۔ (المدثر ۱ :) سب سے پہلے نازل ہوئی ہے، میں نے کہا : لوگ کہتے ہیں کہ "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔" (العلق ۱ :) سب سے پہلے نازل ہوئی ہے، ابوسلمہ نے کہا : میں نے حضرت جابر بن عبداللہ (رض) نے کہا : کیا میں تم کو وہ حدیث نہ سناؤں جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم کو سنائی تھی، آپ نے فرمایا : میں حراء میں بیٹھا ہوا تھا، جب میں نے اپنی نشست مکمل کرلی تو میں پہاڑ سے نیچے اترا، مجھے ندا کی گئی، میں نے اپنی دائیں جانب دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہیں آیا، پھر میں نے اپنی بائیں جانب دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہیں آیا، پھر میں نے اپنے آگے دیکھا تو مجھے کچھ دکھائی نہیں دیا، پھر میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو میں نے کوئی چیز دیکھی، پھر میں خدیجہ کے پاس آیا اور میں نے کہا : مجھ پر کپڑا لپیٹو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو، پھر گھر والوں نے مجھ پر چادر لپیٹ دی اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا، اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں:

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۔ قُمْ فَاَنْذِرْ ۔ وَ رَبَّکَ فَكَبِّرْ ۔ (المدثر :۱۔ ۳)

اے چادر لپیٹنے والا۔ اٹھیے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۹۲۲ :)

حافظ احمد علی بن عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

حضرت عائشہ (رض) سے مشہور روایت یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۔ (العلق :۱۔ ۳)

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۳ :،صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۶۰ :،)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں :ابوسلمہ نے حضرت جابر سے جو روایت کی ہے، اس میں اولیت سے مراد اولیت مخصوصہ ہے یعنی پہلی وحی نازل ہونے کے بعد جب وحی کا آنا رک گیا تھا، اس کے بعد جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی وہ "یایہا المدثر" تھی یا اس سے مراد وہ پہلی وحی تھی جس میں آپ کو کھڑے ہونے اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا گیا تھا، اور حضرت جابر کی اس حدیث میں اولیت سے مراد اولیت مطلقہ نہیں ہے اور جس راوی یعنی حضرت عائشہ (رض) نے یہ کہا ہے کہ سب سے پہلے "اقرا باسم ربك" نازل ہوئی، ان کی اولیت سے مراد اولیت مطلقہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جابر کی حدیث میں اولیت سے مراد اولیت اضافی ہے اور حضرت عائشہ (رض) کی حدیث میں اولیت سے مراد اولیت حقیقی ہے اور یوں ان دونوں حدیثوں میں جو بظاہر تعارض تھا، وہ ساقط ہوگیا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۸٤۔ ٦٨٣،)

وَأخرج الطَّبَرَانِيّ وَابْن مرْدَوَيْه بِسَنَد ضَعِيف عَن ابْن عَبَّاس أَن الْوَلِيد بن الْمُغيرَة صنع لقريش طَعَاما فَلَمَّا أكلُوا قَالَ :مَا تَقولُونَ فِي هَذَا الرجل فَقَالَ بَعضهم :سَاحر وَقَالَ بَعضهم: لَيْسَ بساحر وَقَالَ بَعضهم :كَاهِن وَقَالَ بَعضهم :لَيْسَ بكاهن وَقَالَ بَعضهم :شَاعِر وَقَالَ بَعضهم لَيْسَ بشاعر وَقَالَ بَعضهم :سحر يُؤثر فَاجْتمع رَأيهمْ على أَنه سحر يُؤثر فَبلغ ذَلِك النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَخرج وقنع رَأسه وتدثر فَأنْزل الله {يَا أَيهَا المدثر} إِلَى قَوْله: {ولربك فاصبر}

امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے قریش کی دعوت کی، جب سب نے کھانا کھالیا تو اس نے پوچھا :تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہو؟ بعض نے کہا :یہ جادوگر ہیں، اور بعض نے کہا :یہ جادوگر نہیں ہیں اور بعض نے کہا :یہ کاہن ہیں اور بعض نے کہا :یہ کاہن نہیں ہیں، بعض نے کہا :یہ شاعر ہیں اور بعض نے کہا :یہ شاعر نہیں ہے اور بعض نے کہا :یہ پرانا اثر جادوگر ہیں، پھر ان سب کا آپ کے متعلق یہ اتفاق ہوا کہ آپ پہلے والا جادوگر رہے ہیں، جب یہ خبر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک پہنچی تو آپ چادر لپٹے ہوئے اور سر جھکائے ہوئے باہر نکلے تو اللہ تعالیٰ نے "یایہا المدثر" سے لے کر "ولربك فاصبر" تک آیات نازل فرمائیں۔

الدرالمنثور ج ۸ ص ۳۰۱)

سورۃ المدثر کا نمبر ۷۴ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴ ہے۔

ما قبل سے ربط :

سورۃ مزمل میں فرمایا قرآن کی تلاوت میں مصروف رہو اور توحید پر قائم رہو۔ اب سورۃ مدثر میں فرمایا تلاوت قرآن کے ساتھ ساتھ قرآن کی دعوت یعنی مسئلہ توحید اور اس کے دوسرے احکام کی تبلیغ بھی کرو۔

سورۃ المدثر کے مقاصد و مضامین:

☆اس سورت کی ابتداء میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس بات کا مکلف فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کے دین پر ایمان لانے کی دعوت دیں، اور ایمان نہ لانے پر ان کو اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرائیں، اور کفار اور فجار کی ایذاؤں پر صبر کریں۔ (المدثر ۷ :۔۱)

☆قیامت کی ہول نا کیوں کا ذکر فرما کر اس دن کے عذاب سے ڈرایا ہے۔(المدثر ۱۰ :۔۸)

☆پھر ایک شخص جو دل سے مان چکا تھا کہ واقعی قرآن مجید کا کلام ہے لیکن اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور تکبیر کی وجہ سے اس کو اللہ کا کلام ماننے کے لیے تیار نہ تھا، اس لیے اس کا انکار کر کے یہ کہتا تھا کہ یہ جادو ہے، اس کو دوزخ کے عذاب کی وعید سنائی ہے۔ (وہ شخص ولید بن مغیرہ تھا)(المدثر ۲۶ :۔۱۱)

☆اللہ تعالیٰ نے ان کو زیادہ ڈرانے کے لیے دوزخ کے اوصاف گنوائے اور اس کے محافظوں کی تعداد بتائی۔ (المدثر ۳۱ :۔۲۷)

☆چاند کی اور رات اور صبح کی قسم کر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ دوزخ کا عذاب سب سے بڑی مصیبت ہے۔(المدثر ۳۷ :۔۳۲)

☆یہ بتایا ہے کہ ہر شخص صرف اپنے کیے ہوئے کاموں کا ذمہ دار ہوگا، مومنین گنجائش کو نجات کی بشارت دی ہے اور کفار کو عذاب سے ڈرایا ہے۔(المدثر ۴۸ :۔۳۸)

مختصر خلاصہ :

"یا ایھا المدثر۔ تا۔ ولا تمنن تستکثر" یہ سورت کا دعویٰ ہے۔ اللہ کے عذاب سے ڈراؤ، اللہ کی توحید بیان کرو۔ اور شرک سے اس کی تقدیس و تنزیہ کرو۔" ولربك فاصبر" تسلیہ برائے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔" فاذا نقر فی الناقور۔ تا۔ غیر یسیر" تخویف اخروی۔ قیامت کا دن کافروں کے لیے نہایت سخت اور دشوار ہوگا۔" ذرنی ومن خلقت وحیدا۔ تا۔ انه کان لایاتنا عنیدا" زجر برائے معاندین یا برائے ولید بن مغیرہ۔" سارھقه صعودا۔ تا۔ وماھی

الا ذکری للبشر "تخویف اخروی وزجر۔" کلا والقمر، واللیل اذ ادبر۔ تا۔ کل نفس بما کسبت رھینة " زجر۔" الا اصحاب الیمین، فی جنت یتساءلون ۔ بشارت اخرویہ۔ - ما سلککم فی سقر۔ تا۔ فما تنفعھم شفاعة الشافعین "تخویف اخروی۔ یہ معاندین اب تو نہیں مانتے لیکن قیامت کے دن اپنے جرم وگناہ کا اعتراف کریں گے اور کہیں گے کہ آج ہم انہی گناہوں کی سزا پارہے ہیں۔" فما لھم عن التذکرة معرضین" تا آخر سورت۔ زجر۔ پندو نصیحت اور دعوت توحید سے وہ اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح شیر سے گدھا، وہ یہ چاہتے ہیں کہ انھیں براہ راست اللہ کی طرف سے پیغام آئے، مگر یہ ناممکن ہے۔

سورة القیامة (75)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے اور وہ یہ ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔(القیامہ ۱ :) میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں۔

قیامت کے مباحث بہت زیادہ اہم تھے کیونکہ کفار اور مشرکین قیامت کے وقوع کا بہت شدت سے انکار کرتے تھے، اس لیے اس سورت کا نام القیامة رکھا گیا کیونکہ اس سورت میں قیامت کے وقوع پر دلائل قائم کیے گئے ہیں اور ان کے شبہات کا ازالہ فرمایا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط :

مشرکین مسئلہ توحید کے علاوہ قیامت اور جزاء وسزا کا بھی انکار کرتے تھے۔ مسئلہ توحید بیان کرنے کے بعد اب سورۃ قیامت سے لے کر" والطارق" کے آخر تک علی سبیل الترقی قیامت کا ثبوت ہوگا اور مسئلہ توحید چونکہ اصل الاصول ہے اس لیے اس کا ذکر بھی ساتھ ساتھ چلتا رہے گا۔ اور ایک میں مسئلہ توحید مذکور ہوگا اور ایک میں مذکور نہیں ہوگا۔

اور قیامت کے بعد آخرت کا وقوع ہوگا، اور اس سورت میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا ذکر فرمایا ہے، اور قیامت کے اوصاف، اھوال اور احوال کا ذکر فرمایا ہے، پھر قیامت کے مقدمات اور اس سے پہلے پیش آنے والے امور کا تذکرہ فرمایا ہے کہ انسان کے بدن سے روح کس طرح نکلے گی اور انسان کی ابتداء کی تخلیق کس طرح کی گئی تھی۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۱ میں ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۵ ہے۔

سورت القیامة کے مقاصد ومضامین:

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی دین اور ایمان کے مبادیات بیان کیے گئے ہیں اور وہ مرنے کے بعد اٹھنے اور

جزاء اور سزا کے معاملات ہیں، اور انسان کی تخلیق کی ابتداء کا ذکر ہے۔

☆ سورت کی ابتداء قیامت کی قسم کھا کر فرمائی ہے اور اس کے ساتھ نفس لوامہ کی قسم کھائی ہے تا کہ ان مشرکین کا رد ہو جو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کئے جانے کے قائل نہیں تھے۔

☆ آیت ۱۵۔۷ تک قیامت کی علامات کا ذکر فرمایا ہے کہ جب چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے وغیرہا۔

☆ آیت ۱۹۔۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے اثناء وحی میں وحی کی حفاظت کا ذکر فرمایا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ اطمینان دلایا ہے کہ اللہ سبحانہ اس بات کا کفیل اور ضامن ہے کہ وہ آپ کے دل میں اور دماغ میں اس وحی کو محفوظ اور ثابت رکھے گا اور اس کے معانی کو بیان فرمائے گا، لہٰذا از خود آپ قرآن مجید میں نازل ہونے والے الفاظ کو بار بار دہرانے اور یاد کرنے کی کوشش نہ کرے۔

☆ آیت ۲۵ :۔۲۰ میں آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی محبت کی مذمت فرمائی ہے اور یہ بتایا ہے کہ بعض انسان نیک فطرت ہیں، جن کے چہرے ایمان کے انوار سے منور رہتے ہیں اور بعض انسان بدفطرت ہیں، جن کے چہرے سیاہ اور مرجھائے ہوئے ہوتے ہیں۔

☆ آیت ۳۵ :۔۲۶ میں موت کے وقت انسان کی حالت کو بیان فرمایا ہے اور جب جسم سے روح نکلتی ہے تو اس پر کیسی تنگی اور سختی ہوتی ہے۔

☆ آیت ۴۰۔۳۶ میں حشر اور معاد جسمانی پر دلائل قائم فرمائے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ دوسری بار پیدا کرنا پہلی بار پیدا کرنے سے زیادہ مشکل تو نہیں ہے۔

مختصر خلاصہ :

"لا اقسم۔ تا۔ بالنفس اللوامة "ثبوت قیامت کے لیے دو شاہد۔" ایحسب الانسان۔ تا۔ ایان یوم القیامة" دعائے سورت وزجر برائے منکرین قیامت۔ انسان کے ڈھانچے کو دوبارہ برابر کرنا ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں۔ ہم تو انگلیوں کی پوریں بھی برابر کر دیں گے۔ "فاذا برق البصر۔ تا۔ ولو القی معاذیرہ۔ تخویف اخروی۔ "لا تحرک به لسانك۔ تا۔ ثم ان علینا بیانه" جملہ معترضہ۔ جب اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے کہ بوسیدہ ہڈیوں کو اکٹھا کر سکتا ہے سورج اور چاند کو جمع کر سکتا ہے اور انسان کے تمام اگلے پچھلوں عملوں کی خبر دے سکتا ہے وہ قرآن کو بھی آپ کے سینے میں جمع کر سکتا ہے۔ سورج اور چاند کو جمع کر سکتا ہے اور انسان کے تمام اگلے پچھلے عملوں کی خبر دے سکتا ہے وہ قرآن کو بھی آپ کے سینے میں جمع کر سکتا ہے۔" کلا

بل تحبون العاجلۃ، وتذرون الاخرۃ "زجر" وجوہ یومئذ ناضرۃ۔ الی ربھا ناظرۃ "بشارت اخرویہ" وجوہ یومئذ باسرۃ۔ تظن ان یفعل بھا فاقرۃ۔ تا۔ الی ربک یومئذ المساق "تخویف اخروی" فلا صدق ولا صلی۔ تا۔ ثم اولی لک فاولی "زجر" ایحسب الانسان۔ تا آخر "زجر متعلق بابتدائے سورت۔ انسان بیکار اور بلا مقصد پیدا نہیں کیا گیا۔ جس قادر مطلق نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا ہے وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

سورۃ الدھر (76)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الانسان بھی ہے اور الدھر بھی ہے، برصغیر پاک وہند میں اس سورت کا نام الدھر معروف ہے اور دوسرے علاقوں میں اس کا نام الانسان مشہور ہے، زیادہ تر عربی تفاسیر میں اس سورت کا نام الانسان لکھا ہوا ہے اور برصغیر میں قرآن مجید کے جو نسخے چھپے ہوئے ہیں ان میں اس سورت کا نام الدھر لکھا ہوا ہے اور یہ دونوں نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں:

هل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا۔ (الدھر :۱)

یقیناً انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے، جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔

ما قبل سے ربط:

اس سے پہلے سورۃ القیامہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ انسان کی تخلیق کی ابتداء نطفہ سے کی گئی ہے، پھر اس کی دو قسمیں بنائیں مرد اور عورت اور اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ تمام انسان کے باپ حضرت آدم (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے نطفہ سے پیدا کیا اور ان کو سمیع وبصیر بنادیا، پھر بشر کی دو قسمیں ہیں: بعض شکر گزار ہیں اور بعض ناشکرے ہیں۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلی سورت میں جنت اور دوزخ کا حال اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اور اس سورت میں جنت اور دوزخ کے اوصاف کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے، خصوصاً جنت کے اوصاف کا بہت تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ تیسری مناسبت یہ ہے کہ سورۃ القیامہ میں کفار اور فجار کو قیامت کے دن جو دہشت ناک امور پیش آئیں گے ان کا ذکر فرمایا ہے اور اس سورت میں قیامت کے دن نیک مسلمانوں کو جو نعمتیں ملیں گی، ان کا ذکر فرمایا ہے۔

سورت الدھر کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف:

وَاخْتُلِفَ فِيهَا فَقِيلَ هِيَ مَكِّيَّةٌ، وَقِيلَ مَدَنِيَّةٌ، وَقِيلَ بَعْضُهَا مَكِّيٌّ وَبَعْضُهَا مَدَنِيٌّ، فَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ أَبِي طَلْحَةَ وَقَتَادَةَ وَمُقَاتِلٍ :هِيَ مَكِّيَّةٌ، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ لِأَنَّهُ كَذَلِكَ رَتَّبَهَا فِي مُصْحَفِهِ فِيمَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ كَمَا سَيَأْتِي قَرِيبًا. وَعَلَى هَذَا اقْتَصَرَ مُعْظَمُ التَّفَاسِيرِ وَنَسَبَهُ

الْخَفَاجِيُّ إِلَى الْجُمْهُورِ.

وَرَوَى مُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّهَا مَدَنِيَّةٌ، وَهُوَ قَوْلُ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَحُكِيَ عَنْ قَتَادَةَ أَيْضًا. وَقَالَ الْحَسَنُ وَعِكْرِمَةُ وَالْكَلْبِيُّ :هِيَ مَدَنِيَّةٌ إِلَّا قَوْلَهُ :وَلا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِماً أَوْ كَفُوراً [الإنسان: 24] إِلَى آخِرِهَا، أَوْ قَوْلَهُ :فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلا تُطِعْ مِنْهُمْ [الإنسان24 :]إلَخْ. وَلَمْ يَذْكُرْ هَؤُلَاءِ أَنَّ تِلْكَ الْآيَاتِ مِنْ أَيَّةِ سُورَةٍ كَانَتْ تُعَدُّ فِي مَكَّةَ إِلَى أَنْ نَزَلَتْ سُورَةُ الْإِنْسَانِ بِالْمَدِينَةِ وَهَذَا غَرِيبٌ. وَلَمْ يُعَيِّنُوا أَنَّهُ فِي أَيَّةِ سُورَةٍ كَانَ مَقْرُوءًا.وَالْأَصَحُّ أَنَّهَا مَكِّيَّةٌ فَإِنَّ أُسْلُوبَهَا وَمَعَانِيَهَا جَارِيَةٌ عَلَى سَنَنِ السُّوَرِ الْمَكِّيَّةِ وَلَا أَحْسَبُ الْبَاعِثَ عَلَى عَدِّهَا فِي الْمَدَنِيِّ إِلَّا مَا رُوِيَ مِنْ أَنَّ آيَةَ يُطْعِمُونَ الطَّعامَ عَلى حُبِّهِ [الإنسان:(8) نَزَلَتْ فِي إِطْعَامِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ بِالْمَدِينَةِ مِسْكِينًا لَيْلَةً، وَيَتِيمًا أُخْرَى، وَأَسِيرًا أُخْرَى، وَلَمْ يَكُنْ لِلْمُسْلِمِينَ أَسْرَى بِمَكَّةَ حَمْلًا لِلَفْظِ أَسِيرٍ عَلَى مَعْنَى أَسِيرِ الْحَرْبِ، أَوْ مَا رُوِيَ أَنَّهُ نَزَلَ فِي أَبِي الدَّحْدَاحِ وَهُوَ أَنْصَارِيٌّ، وَكَثِيرًا مَا حَمَلُوا نُزُولَ الْآيَةِ عَلَى مُثُلٍ تَنْطَبِقُ عَلَيْهَا مَعَانِيهَا فَعَبَّرُوا عَنْهَا بِأَسْبَابِ نُزُولٍ كَمَا بَيَّنَاهُ فِي الْمُقَدِّمَةِ الْخَامِسَةِ.

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سورت کی بعض آیات مکی ہیں اور بعض آیات مدنی ہیں، حضرت ابن عباس، ابن ابی طلحہ، قتادہ اور مقاتل کا قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے، حضرت ابن مسعود (رض) کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد نے حضرت ابن عباس (رض) سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور یہی جابر بن زید کا قول ہے اور قتادہ سے بھی اس کی حکایت کی گئی ہے اور حسن، عکرمہ اور کلبی نے کہا کہ ایک آیت کے سوا یہ مدنی ہے، وہ آیت یہ ہے : "فاصبر لحكم ربك ولا تطع منهم اثما او كفورا۔" (الدھر ٢٤ :) اور انھوں نے یہ معین نہیں کیا کہ یہ آیت کس سورت کی ہے۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ سورۃ الدھر مکی ہے، کیونکہ اس سورت کا اسلوب اور اس کا طرز بیان دیگر مکی سورتوں کے موافق ہے، البتہ ایک آیت ایسی ہے جس کا مضمون مکی سورتوں کے بجائے مدنی سورتوں کے موافق ہے اور وہ آیت یہ ہے:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ (الدھر :٨)

اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

یہ آیت حضرت علی (رض) کے متعلق نازل ہوئی ہے، انھوں نے مدینہ میں ایک رات ایک مسکین کو کھانا کھلایا اور دوسری رات ایک یتیم کو کھانا کھلایا اور تیسری رات ایک قیدی کو کھانا کھلایا، کیونکہ اس وقت مکہ میں مسلمانوں کے قیدی نہیں تھے اور قیدی سے

متبادر یہ ہے کہ جس مشرک کو دار الحرب سے قید کیا گیا ہو۔
جابر بن زید نے کہا ہے کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۸ ہے، یہ سورت سورۃ الرحمن کے بعد اور سورۃ الطلاق سے پہلے نازل ہوئی ہے اور یہ نمبر ان لوگوں کے قول کے مطابق ہے جو اس سورت کو مدنی قرار دیتے ہیں لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور اس اعتبار سے اس کے نزول کا نمبر ۳۰ یا ۳۱ ہے اور یہ سورۃ القیامہ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۷۶ ہے اور اس میں بالا تفاق ۳۱ آیات ہیں۔ (التحریر والتنویر جز ۲۹ ص ۳۷۰)

سورت الدھر کے مقاصد ومضامین:

☆ الدھر ۶۔۱ میں تخلیق انسان کی ابتداء کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کے سننے اور دیکھنے کی طاقت عطاء کی ہے اور اس کو دنیا میں سیدھا راستہ دکھایا ہے اور انسانوں کی دو قسمیں ہیں: بعض شکر گزار ہیں اور بعض ناشکرے ہیں، پھر بتایا کہ شکر گزاروں کی جزا جنت ہے اور ناشکروں کی سزا دوزخ ہے۔
☆ الدھر ۱۱:۔ ۷ میں یہ بتایا ہے کہ شکر گزار اپنی مانی ہوئی نذر کو پورا کرتے ہیں اور اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔
☆ الدھر ۲۶:۔ ۲۳ میں بتایا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن مجید نازل کیا گیا ہے اور آپ کو عمدہ طریقہ سے صبر کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا اور اس کے لیے قیام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
☆ الدھر ۲۸:۔ ۲۷ میں دنیا کی جلد ملنے والی عارضی چیزوں کی محبت اور آخرت کی نعمتوں کو ترک کرنے کی مذمت کی ہے اور کفر اور عناد پر وعید فرمائی ہے۔
☆ الدھر ۱۳:۔ ۲۹ میں بتایا ہے کہ قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے نصیحت ہے اور ان کو ایمان اور اعمال صالحہ کی دعوت دی ہے۔

مختصر خلاصہ:

"ھل اتی علی الانسان۔ تا۔ اما شاکرا واما کفورا" اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ایک نمونہ۔ اللہ تعالیٰ جو ایک قطرہ منی سے انسان کو پیدا کرسکتا ہے وہ قیامت کے دن اسے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ - انا اعتدنا للکفرین۔ الایۃ" تخویف اخروی۔ - ان الابرار یشربون من کاس۔ تا۔ وکان سعیکم مشکورا" بشارت اخرویہ۔ ابرار کے لیے جنت کی نعمتوں کا تفصیلی بیان ہے۔ "انا نحن نزلنا۔ الایۃ" ترغیب الی القرآن۔ "فاصبر لحکم ربك۔ الایۃ" تسلیہ برائے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ "واذکر اسم ربك۔ الآیت ین" بیان توحید۔ ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو حشر ونشر اور توحید کی تبلیغ کریں، اگر راہ حق اور فریضہ تبلیغ ادا کرنے میں تکلیفیں آئیں تو صبر واستقامت سے کام لیں۔" ان

هؤلاء يحبون۔ الاية" یہ زجر ہے اور اس میں سورت قیامت کی آیتوں كلا بل تحبون العاجلة۔ و تذرون الاخرة" کے مضمون کا اعادہ ہے۔ تم دنیا کو پسند کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑتے ہو۔ حالانکہ تمہیں آخرت کو دنیا پر ترجیح دینی چاہیے۔ نحن خلقناهم وشددنا اسرهم۔ الاية۔ ہم نے ان کو پہلی بار پیدا کرلیا تھا، تو کیا دوبارہ ہم ان کو پیدا کرنے پر قادر نہیں ہیں؟ ان هذه تذكرة۔ یہ بیان پند ونصیحت ہے جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کر کے سیدھی راہ اختیار کرلے۔ يدخل من يشاء فی رحمته، بشارت۔ والظالمين اعد لهم عذابا اليما تخویف۔

سورة المرسلات (77)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام المرسلات ہے اور یہ نام اس سورت کی پہلی آت کا پہلا لفظ ہے اور اس سورت کا نام اس کے ایک جزء پر رکھ دیا ہے، اس سورت کی ابتدائی چار آیتوں میں اللہ تعالی نے مختلف النوع ہواؤں اور فرشتوں کی قسم کھائی ہے:

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا۔ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا۔ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا۔ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا۔ (المرسلات :۱۔ ۴)

ان ہواؤں کی قسم جو مسلسل بھیجی جاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو بہت تیز چلتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو (بادلوں کو) پھیلاتی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو حق اور باطل کو جدا کرنے والے ہیں۔

امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں عکرمہ اور الحسن سے روایت کیا ہے کہ سورۃ المرسلات مکہ میں نازل ہوئی، حافظ سیوطی نے بھی" الاتقان" میں اسی طرح لکھا ہے، جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت ان سورتوں میں سے ہے جو ابتداء میں مکہ میں نازل ہوئیں تھیں، کیونکہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کے ساتھ منیٰ کے ایک غار میں چھپے ہوئے تھے۔ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۳ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۷۷ ہے۔ اس سورت کی ایک آیت ہے، جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ آیت یہ ہے:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۔ (المرسلات :۴۸)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو تو وہ نماز نہیں پڑھتے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے مشرکین کا ذکر ہے اور مشرکین سے نماز پڑھنے کے لیے نہیں کہا جاتا تھا، بلکہ ایمان لانے کے لیے کہا جاتا تھا لیکن اس بنیاد پر اس سورت کو مدنی قرار دینا صحیح ہے کیونکہ اس آیت کی توجیہ یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اور پھر نماز پڑھو، اس کی پوری بحث المدثر ۴۴:۔ ۴۳ میں گزر چکی ہے۔ (التحریر والتنویر ج۲۹ ص ۴۱۸، تیونس)

سورت المرسلات کے متعلق احادیث:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه قَالَ» :كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ: {وَالْمُرْسَلاتِ}، وَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ، فَخَرَجَتْ حَيَّةٌ، فَابْتَدَرْنَاهَا، فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :وُقِيَتْ شَرَّكُمْ، كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا«

حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) بیان کرتے ہیں کہ جس وقت سورۃ المرسلات نازل ہوئی، اس وقت ہم آپ کے ساتھ تھے اور ہم آپ کے منہ سے سن کر اس سورت کو یاد کر رہے تھے، اس وقت ایک سانپ نکلا، ہم اس کو مارنے کے لیے دوڑے، وہ جلدی سے ایک سوراخ میں گھس گیا، تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : وہ تمہارے شر سے بچ گیا جس طرح تم اس کے شر سے بچ گئے ۔(صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۹۳۰ :

حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایک غار میں تھے، اس وقت آپ پر سورۃ المرسلات نازل ہوئی، ہم نے آپ کے منہ سے اس سورت کو سن کر یاد کیا، اس وقت آپ کا منہ اس سورت کی تلاوت سے تر تھا، پھر اچانک ایک سانپ نکل آیا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : تم اس سانپ کو مار ڈالو، ہم اس کی طرف جھپٹے، وہ ہم سے نکل گیا، آپ نے فرمایا : وہ تمہارے شر سے بچ گیا جس طرح تم اس کے شر سے بچ گئے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۹۳۱ :)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّهُ قَالَ» :إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ، وَهُوَ يَقْرَأُ :{وَالْمُرْسَلاتِ عُرْفًا} فَقَالَتْ :يَا بُنَيَّ، وَاللهِ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هَذِهِ السُّورَةَ، إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ«.

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل (رض) نے ان سے سنا : "وہ والمرسلت عرفا" پڑھ رہے تھے، وہ کہنے لگیں : اے میرے بیٹے! اللہ کی قسم! تمہارے اس سورت کی تلاوت کرنے سے مجھے یاد دلا دیا کہ یہ وہ آخری سورت ہے جس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مغرب کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔(صحیح البخاری رقم الحدیث ۷۶۳ :)

ما قبل سے ربط :

سورۃ دہر میں پیدا کرنے کا نمونہ ذکر کیا گیا تاکہ اس سے حشر ونشر کا مسئلہ سمجھا جاسکے۔اب سورۃ مرسلات میں بطور ترقی حشر ونشر کے بعد ثواب وعذاب کا نمونہ ذکر کیا جائے گا۔"والمرسلات عرفا۔تا۔انما توعدون لواقع" دیکھو! یہ ہوائیں کہیں نرم چلتی ہیں اور کہیں تند، اسی طرح آخرت میں کسی کے ساتھ نرمی ہوگی اور کسی سے سختی۔

سورۃ المرسلات کے مقاصد ومضامین:

☆ جس طرح عموماً مکی سورتوں میں قیامت، حشر اور نشر اور احوال آخرت بیان کیے جاتے ہیں، اسی طرح المرسلات میں بھی ان مضامین کو بیان کیا گیا ہے، اور مرنے کے بعد زندہ کرنے پر دلائل قائم کیے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور اپنی توحید پر دلائل قائم کیے ہیں، کفار اور مومنین کے اخروی انجام کو بیان فرمایا ہے، کفار کو ان کے بعض اعمال پر ملامت کی ہے اور بعض امور غیبیہ بیان فرمائے ہیں۔

☆ المرسلات ۷ :۔ ۱ میں ہواؤں اور فرشتوں کی قسم کھا کر قیامت کا واقع ہونا بیان کیا ہے۔

☆ المرسلات ۱۵ :۔ ۸ میں وقت وقوع قیامت کی علامات بیان فرمائی ہیں۔

☆ المرسلات ۲۸ :۔ ۱۶ میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اپنی قدرت کو دلائل سے بیان فرمایا ہے اور گزشتہ امتوں کی ہلاکت کو بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے انکار پر کفار کو ڈرایا اور دھمکایا ہے۔

☆ المرسلات ۴۰ :۔ ۲۹ میں مجرمین کا ٹھکانا اور کافروں کے عذاب بیان فرمایا ہے۔

☆ المرسلات ۴۵ :۔ ۴۱ میں مومنین متقین کی نعمتوں کا بیان فرمایا ہے اور دائمی جنتوں میں اللہ تعالیٰ نے جو متعدد انواع سے اپنا فضل اور احسان فرمایا ہے اور ان کی تکریم کی ہے، اس کا بیان فرمایا ہے۔

☆ المرسلات ۵۰ :۔ ۴۶ میں کفار کے بعض اعمال پر ان کو سرزنش کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ وہ محض اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ موڑ رہے ہیں۔

مختصر خلاصہ :

" والمرسلات عرفا۔ تا۔ انما توعدون لواقع - یہ آخرت میں نرمی اور سختی کا ایک دنیوی نمونہ ہے۔" فاذا النجوم طمست۔ تا۔ ویل یومئذ للمکذبین " یہ تخویف اخروی ہے۔ یہ معاندین اب تو نہیں مانتے لیکن جب قیامت بپا ہوگی تو ان کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے، مگر اس وقت ان کا بہت برا حال ہوگا۔ - الم نہلك الاولین۔ تا۔ كذلك نفعل بالمجرمین " یہ تخویف دنیوی ہے۔ جس طرح ہم نے پہلے مکذبین کو ہلاک کیا ہے۔ اسی طرح ہم پچھلوں کو بھی ہلاک کردیں گے۔" الم نخلقكم من ماء مهین۔ تا۔ فقدرنا فنعم القادرون " حشر و نشر پر پہلی عقلی دلیل۔ جس طرح ہم نے پہلے تمہیں ایک حقیر پانی (نطفہ) سے پیدا کر لیا تھا اسی طرح ہم تمہیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہیں۔" الم نجعل الارض كفاتا " دوسری عقلی دلیل۔" وجعلنا فیها رواسی شامخات " تیسری عقلی دلیل۔" واسقینا كم ماء فراتا۔ یہ چوتھی عقلی دلیل ہے۔ ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کی جامع بنایا۔ اس پر اونچے اونچے پہاڑ رکھ دیئے اور تمہارے پینے کے لیے میٹھا پانی مہیا کر دیا، کیا اب بھی اس کی ناشکری کرو گے۔ اس کی توحید اور اس کی قدرت کاملہ کا انکار کرو گے۔ - انطلقوا الی ما كنتم۔

تا۔ فان کان لکم کید فکیدون " تخویف اخروی۔ جہنم کے عذاب کی بعض تفصیلات۔" ان المتقین فی ظلل وعیون۔ تا۔ انا کذالک نجزی المحسنین۔ یہ مومنوں کے لیے بشارت اخرویہ ہے۔ مومنوں کے لیے جنت میں ٹھنڈی چھاؤں، مشروبات کے چشمے اور حسب منشاء میوے ہوں گے۔" کلوا وتمتعوا قلیلا انکم مجرمون۔ تا۔ آخر" کافروں کے لیے زجروتوبیخ ہے۔

سورة النباء(78)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام النباء ہے، اور یہ نام اس سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے، وہ آیت یہ ہے:

عَمَّ يَتَسَآءَ لُوْنَ ۔ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۔ (النباء :١۔ ٢)

یہ لوگ کس چیز کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کررہے ہیں؟۔ عظیم خبر کے متعلق۔

وہ خبر وقوع قیامت کی خبر ہے، اور وہ لوگوں کے مرنے کے بعد ان کے زندہ ہونے کی خبر ہے، لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ قیامت کب واقع ہوگی اور ان کو مرنے کے بعد کب زندہ کیا جائے گا!

حضرت عبداللہ بن الزبیر (رض) نے فرمایا: سورت" عم یتساءلون" مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام بیہقی نے اپنی سنن میں عبدالعزیز بن قیس سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز میں کتنی قرأت کرتے تھے، حضرت انس نے اپنے ایک بیٹے سے کہا: انھوں نے ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی اور اس نماز میں" المرسلات" اور" عم یتساء لون" پڑھیں۔ (الدرالمنثور ج ٨ ص ٣٠٨،)

ماقبل سے ربط:

(١) سورۃ المرسلات اور سورۃ النباء دونوں میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو بتایا ہے اور ان دونوں میں اس چیز کو دلیل کے ساتھ ثابت کیا ہے، سورۃ المرسلات میں فرمایا:

اَلَمْ نُهْلِکِ الْاَوَّلِيْنَ ۔ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۔ كَذٰلِکَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۔ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۔ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۔ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۔ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۔ (المرسلات :١٦۔ ٢٣)

کیا ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک نہیں کیا؟۔ پھر ہم ان کے بعد دوسری قوموں کو لاتے ہیں۔ ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں۔ اس دن مکذبین کے لیے ہلاکت ہے۔ کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟۔ پھر ہم نے اس پانی کو محفوظ جگہ میں رکھا۔

ایک مقرر اندازے تک۔ پھر ہم نے اندازہ کیا، سو ہم کیسا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں۔

اور سورۃ النبا میں فرمایا:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا۔ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا۔ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا۔ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا۔ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا۔ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا۔ وَ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا۔ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا۔ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَآءً ثَجَّاجًا۔ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا۔ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا۔ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا۔

کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟۔ اور پہاڑوں کو میخیں۔ اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور ہم نے تمہاری نیند کو راحت بنایا۔ اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا۔ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔ اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے۔ اور ہم نے سورج کو چمکتا ہوا چراغ بنایا۔ اور ہم نے برسنے والے بادلوں سے زور کی بارش نازل کی۔ تاکہ ہم اس کے سبب سے غلہ اور سبزہ نکالیں۔ اور گھنے باغات۔ بیشک فیصلہ کا دن مقرر شدہ وقت ہے۔

(۲) ان دونوں سورتوں میں جنت اور دوزخ کی صفات بیان کی گئی ہیں، قیامت کے ہولناک مناظر بیان کیے گئے، کفار اور مشرکین کو دوزخ میں جو عذاب دیا جائے گا، اس کا بیان کیا گیا ہے اور متقین کو جنت میں جن انعامات اور کرامات سے نوازا جائے گا، ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) سورۃ المرسلات میں اجمالاً فرمایا تھا:

وَمَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ۔ (المرسلات ۱۴:) آپ کیا سمجھے کہ فیصلہ کا دن کیا ہے۔

اور النبا میں اس کی تفصیل فرمائی ہے:

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا۔ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا۔ (النبا‏ء :۱۷۔ ۱۸)

بے شک فیصلہ کا دن مقرر شدہ وقت ہے۔ جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تم فوج درج فوج چلے آؤ گے۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۰ اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۸ ہے۔

سورت النباء کے مقاصد ومضامین:

☆ النباء :۔ ا میں قیامت کے وقوع کی خبر دی گئی ہے اور قیامت کے وقوع پر دلائل قائم کیے گئے ہیں۔

☆ النبا ۱۶ :۔ ۶ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے متعدد مظاہر سے انسان کے مرنے کے بعد اس کو زندہ کرنے پر متعدد دلائل دیئے گئے ہیں۔

☆النبا۲۰ :۔۱۷میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردوں کو زندہ کرنے کا کونسا وقت ہے اور یہ وہ وقت ہے جس میں اولین اور آخرین کو جمع کیا جائے گا۔

☆النبا۳۸ :۔۲۱میں کافروں کے عذاب کی مختلف اقسام اور مؤمنوں کے ثواب کی مختلف انواع بیان کی گئی ہیں۔

☆اور اس سورت کو اس خبر پر ختم کیا گیا ہے کہ یہ دن برحق ہے اور کفار کو اس عذاب سے ڈرایا گیا جس کی شدت کو دیکھ کر وہ کہیں گے : کاش! ان کو مٹی بنا دیا جاتا۔

مختصر خلاصہ:

۔"عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ" تا "ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ" ۔زجر برائے منکرین قیامت ۔جس عظیم حادثہ (قیامت) میں ان کو شک ہے عنقریب ہی انھیں اس کا یقین ہو جائے گا۔ "أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا" تا "وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا" کیا ہم نے تمہیں یہ دنیوی نعمتیں عطاء نہیں کیں، اسی طرح فرمان بردار بندوں کو آخرت میں نعمتیں عطاء کریں گے۔ "إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا" تا "فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا" تخویف اخروی ۔قیامت قائم ہونے وقت سے دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کے احوال وحوادث اور اہوال وشدائد کا ذکر کیا گیا ہے۔ "إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا" تا "جَزَاءً مِنْ رَبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا" متقی اور فرمان بردار بندوں کے لیے بشارت اخرویہ۔ "رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" تا "وَقَالَ صَوَابًا" مقصود اعلیٰ یعنی مسئلہ توحید کا بیان بطور ترقی از سورۃ دہر۔ وہاں شرک سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس کا حکم دیا گیا تھا یہاں معبودان باطل سے شفاعت قہریہ کی نفی کی گئی ہے۔ "ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ" تا آخر تخویف اخروی، قیامت برحق ہے اس میں کوئی شک نہیں، اس لیے اس ہولناک دن کے لیے خوب تیاری کرلو۔ ورنہ حسرت وندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

سورة النازعات (79)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام اس آیت میں مذکور پہلے لفظ سے ماخوذ ہے، وہ آیت یہ ہے:

والنزعت غرقا ۔(النزعت ۱) ان (فرشتوں) کی قسم جو (جسم میں) ڈوب کر نہایت سختی سے (کافر کی) روح کھینچتے ہیں۔

امام ابن الضریس، النحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ النزعت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۴۰۷۳)

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۱ ہے، یہ سورۃ النبا کے بعد نازل ہوئی ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے بھی اس سورت کا نمبر 79 ہے۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ نبا میں انعامات ذکر کیے گئے اور مصائب کا ذکر ترک کر دیا گیا تا کہ وہ مقابلۃً مفہوم ہو جائیں اس میں اشارہ تھا کہ آخرت میں بھی اسی طرح ہوگا کہ مومنوں پر انعامات ہوں گے اور کافروں پر عذاب۔ اب سورۃ النازعات میں بطور ترقی اس کا نمونہ ذکر کیا گیا یعنی جس طرح دنیا میں روح قبض کرتے وقت فرشتے مومنوں کے ساتھ نرمی اور کافروں پر سختی کرتے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی فرشتے مقرر کیے جائیں گے جو مومنوں کو جنات میں داخل کریں گے اور کافروں کو طرح طرح کا عذاب دیں گے۔

النزعت کے مقاصد و مضامین :

☆ النزعت ۵ :۔ ۱ میں ان فرشتوں کی قسم کھائی ہے جو کافروں کے جسموں سے ان کی روحوں کو نہایت سختی کے ساتھ کھینچ کر نکالیں گے اور مؤمنوں کے جسموں سے ان کی روح کو نہایت نرمی سے نکالیں گے اور مؤمنوں کے جسموں سے ان کی روح کو نہایت نرمی سے نکالیں گے اور اس قسم کا جواب محذوف ہے، یعنی تم کو ضرور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

☆ النزعت ۱۰ :۔ ۶ میں قیامت کا ذکر ہے اور کفار کے انکار قیامت کا ذکر ہے۔

☆ النزعت ۱۴ :۔ ۱۱ میں کفار کے انکار قیامت کی تفصیل ہے اور ان کا رد کیا گیا ہے۔

☆ النزعت ۲۶ :۔ ۱۵ میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے فرعون کے ساتھ معرکہ آرائی کا ذکر ہے جو اپنی حکومت کے غرور میں خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کر دیا تا کہ وہ آنے والی نسلوں کے لیے عبرت کا سبب ہو۔

☆ النزعت ۳۳ :۔ ۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے حیات بعد الموت کے منکرین سے خطاب فرمایا ہے اور بعض محسوس دلائل سے مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کو ثابت فرمایا ہے اور ان کو بتایا ہے کہ وہ آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں سے زیادہ قوی تو نہیں ہیں، جب اللہ تعالیٰ ان کو پیدا کر سکتا ہے تو ان منکرین کو کیوں دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا!

☆ النزعت ۴۶ :۔ ۳۴ کی آخری آیتوں میں قیامت کے ہولناک امور بیان فرمائے ہیں اور بتایا ہے کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں: بعض سعید ہیں اور بعض شقی ہیں اور یہ کہ مشرکین یہ سوال کرتے ہیں کہ قیامت کس وقت آئے گی، اور اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس کے وقت کو اپنی عقل سے کوئی نہیں جان سکتا، حتیٰ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی اپنی عقل سے نہیں معلوم کر سکتے کہ قیامت کس وقت آئے گی البتہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو اس کا علم عطاء فرمایا ہے، اور یہ کہ مشرکین کا دنیا میں رہنا چند روز ہے اور جب قیامت اچانک آئے گی تو ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔

مختصر خلاصہ :

"وَالنّٰزِعَاتِ غَرْقًا - تا - فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا " آخرت کے ثواب وعذاب کا نمونہ ذکر کیا گیا ہے۔ کما مر فی بیان الربط۔ "یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ - تا - اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ " تخویف اخروی ہے۔ یہ ہے وہ دن جس میں عذاب وثواب کے فرشتے کافروں اور مومنوں پر متعین کیے جائیں گے۔ "یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ - تا - فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ" شکوی بر کفار و مشرکین۔ وہ بطور استہزاء کہتے ہیں کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا دوبارہ زندہ ہو کر پہلی حالت پر آجائیں گے؟ "هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ مُوْسٰی - تا - اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی " تخویف دنیوی۔ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو فرعون کی طرف بھیجا، اس نے سرکشی کی اور ان کی دعوت کو قبول نہ کیا تو ہم نے اس کو دنیا ہی میں سخت عذاب سے پکڑ لیا اور آخرت میں بھی اس کو شدید عذاب دینے کا فیصلہ صادر فرما دیا۔ "ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ - تا - مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ" یہ دعوئے سورت پر عقلی دلیل ہے کیا اس بلند وبالا آسمان کو پیدا کرنا دن رات کو معرض وجود میں لانا زمین کو بچھا دینا اور اس پر پہاڑوں کو ٹکا دینا پھر زمین کی تمام انواع واقسام نبات کا پیدا کرنا تمہیں دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل ہے اللہ تعالیٰ جو ایسا قادر وحکیم ہے وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ "فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰی - تا - فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی " یہ تخویف اخروی ہے۔ "وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ ۔ الآیتین" یہ مومنین کے لیے بشارت اخرویہ ہے۔ "یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا " شکوہ۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئیگی حالانکہ آپ کو اس کا کوئی علم نہیں۔ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے آپ تو اس سے ڈرانے والے ہیں۔

سورة عبس (80)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام عبس ہے اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے، وہ آیت یہ ہے:

عَبَسَ وَتَوَلّٰی۔ (عبس ۱:) (رسول) چیں بہ جبیں ہوئے اور انھوں نے منہ پھیرا۔

شانِ نزول:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :أُنْزِلَ :{عَبَسَ وَتَوَلَّى} [عبس1 :] فِي ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الأَعْمَى، أَتَى رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَجَعَلَ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ أَرْشِدْنِي، وَعِنْدَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم رَجُلٌ مِنْ عُظَمَاءِ الْمُشْرِكِينَ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُعْرِضُ عَنْهُ وَيُقْبِلُ عَلَى الآخَرِ، وَيَقُولُ» :أَتَرَى بِمَا أَقُولُ بَأْسًا؟« فَيَقُولُ :لاَ، فَفِي هَذَا أُنْزِلَ» :هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ«

یہ سورت حضرت عمرو بن ام مکتوم (رض) کی شان میں نازل ہوئی ہے، جو نابینا تھے، وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آکر کہنے لگے : یارسول اللہ! مجھے ہدایت دیجئے، اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس قریش کے سردار بیٹھے ہوئے تھے (اور آپ ان کی تبلیغ فرما رہے تھے، آپ کو طبعی طور حضرت ابن ام مکتوم کی دخل اندازی ناگوار گزری) آپ نے حضرت ابن ام مکتوم سے اعراض کیا اور دوسروں کی طرف متوجہ رہے، حضرت ابن ام مکتوم نے کہا : کیا آپ کے خیال میں میری بات میں کوئی حرج ہے؟ آپ نے فرمایا : نہیں، اس کے متعلق یہ سورت نازل ہوئی (سنن ترمذی رقم الحدیث 3331:)

اس سورت کے نزول کا تعین اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم (رض) کب اسلام لائے تھے۔

حضرت عمرو بن ام مکتوم کا تذکرہ؛

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان کے نام میں اختلاف ہے، ایک قول ہے :ان کا نام عبداللہ ہے اور اکثر مورخین نے کہا ہے کہ ان کا نام عمرو بن قیس بن زائدہ ہے، ان کا ماں کا نام ام مکتوم عاتکہ بنت عبداللہ ہے، یہ حضرت ام المومنین خدیجہ (رض) کے ماموں زاد بھائی تھے یہ بہت پہلے اسلام لے آئے تھے اور مہاجرین اولین میں سے تھے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہجرت کرنے سے پہلے مدینہ میں آگئے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ غزوہ بدر کے تھوڑے عرصہ بعد آئے تھے، پہلا قول زیادہ صحیح ہے، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کو عام غزوات میں مدینہ میں اپنا خلیفہ بناتے تھے اور یہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، یہ جنگ قادسیہ میں گئے اور وہیں شہید ہوگئے، ایک قول ہے :وہاں سے آکر وفات پائی۔

امام ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو تیرہ غزوات میں اپنا خلیفہ بنایا۔

(الاصابہ رقم الحدیث ۵۷۸۰ :،)

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۴ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 80 ہے، یہ سورۃ النجم کے بعد اور سورۃ القدر سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ النازعات میں تخویف اخروی کا نمونہ ذکر کیا گیا اور سورۃ عبس میں تخویف اخروی علی سبیل الترقی ذکر کی گئی۔"یوم یفر المرء من اخیہ، وامہ و ابیہ، وصاحبتہ و بنیہ "۔یعنی کفار ومشرکین کو عذاب تو ہو ہی گا۔لیکن وہ دن اس قدر سخت اور ہولناک ہوگا کہ ہر ایک نفسی نفسی کہے گا اور دوسروں سے دور بھاگے گا۔

سورت عبس کے مقاصد ومضامین؛

☆اس سورت کا موضوع دیگر مکی سورتوں کی طرح اسلام کے عقائد پر زور دیتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت، اس کے ساتھ اخلاق کی تعلیم ہے کہ تمام لوگوں کے درمیان مساوات رکھنی چاہیے اور امیروں اور غریبوں کے درمیان فرق نہیں رکھنا چاہیے۔

☆عبس ۱۶ :۔۱ میں حضرت عمرو بن ام مکتوم کا قصہ ہے، وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ایک مسئلہ معلوم کرنے آئے، اس وقت آپ کفار قریش کو ایمان کی دعوت دے رہے تھے، درمیان میں حضرت ابن مکتوم کی دخل اندازی آپ کو ناگوار گزری اور آپ کا چہرۂ انور متغیر ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابن مکتوم کی طرف متوجہ کیا کہ آپ ان صنادید قریش کو چھوڑ دیں، یہ بے پرواہی سے آپ کی بات سن رہے ہیں، آپ اپنے غلام ابن مکتوم کی طرف متوجہ ہوں جو نہایت محبت اور اشتیاق سے آپ سے مسئلہ سمجھنے کے لیے آیا ہے۔

☆عبس ۳۲ :۔ ۱۷ میں بتایا :جو اپنے رب کی نعمتوں کا کفر کرتے ہیں اور اس کی ہدات سے اعراض کرتے ہیں، اس میں کفار کے احوال کا ذکر ہے۔

☆عبس ۲۳ :۔ ۲۴ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلائل دیئے ہیں کہ اس نے کھانے اور پینے کے لیے سبزہ اور غلہ پیدا کیا اور پانی مہیا کیا اور جس طرح اس کو ان چیزوں پر قدرت ہے اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ پیدا کرے۔

☆عبس ۲۴ :۔ ۳۳ میں قیامت کے دہشت ناک مناظر بیان فرمائے ہیں اور مؤمنین صالحین اور کفار اور فجار کے ثواب اور عذاب کو بیان فرمایا ہے۔

مختصر خلاصہ :

مضمون کے اعتبار سے سورت کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ "عبس وتولی - تا - کرام بررة" تنبیہ برائے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وبیان عظمت قرآن کریم۔ دوسرا حصہ "قتل الانسان ما اکفره - تا - کلا لما یقض ما امره" زجر برائے مشرکین۔ انسان کافر کس قدر ناشکر گزار اور احسان فراموش ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس قدر نعمتوں کے باوجود کفر وعصیان پر ڈٹا ہوا ہے۔ تیسرا حصہ "فلینظر الانسان الی طعامه - تا - متاعا لکم ولانعامکم" دلیل عقلی برائے ثبوت قیامت۔ ذرا دیکھو تو سہی تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے لیے یہ مختلف انواع واقسام کے ماکولات ومشروبات کس نے پیدا کیے ہیں؟ جو یہ سب کچھ پیدا کر سکتا ہے وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ "فاذا جاءت الصاخة - تا - لکل امری منهم یومئذ شان یغنیه" تخویف اخروی۔ قیامت کا دن اس قدر ہول ناک ہوگا کہ کوئی کسی کی خبر نہیں لے گا ہر شخص نفسا نفسی کے

عالم میں اپنے قریب ترین رشتہ داروں سے بھی دور بھاگے گا۔" وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ "بشارت اخرویہ ہے۔قیامت کے دن ابرار ومومنین خوش وخرم اور مسرور ہوں گے۔" ووجوہ یومئذ علیہا غبرۃ " تا آخر۔ یہ تخویف اخروی ہے۔کفار ومشرکین اس دن ذلیل ورسوا ہوں گے۔

سورۃ التکویر (81)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام التکویر ہے اور یہ " کورت " کا مصدر ہے،قرآن کی اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ مذکو ہے :

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔(التکویر ۱ :) جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔

اس کے متعلق احادیث:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَهُوَ ابْنُ يَزِيدَ الصَّنْعَانِيُّ، قَالَ :سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم» :مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأْيُ عَيْنٍ« فَلْيَقْرَأْ :إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، وَإِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ، وَإِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ "

ابن یزید الصنعانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر (رض) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جس آدمی کو اس سے خوشی ہو کہ وہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے جیسے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو، اس کو چاہیے وہ یہ سورتیں پڑھے :" اذا الشمس کورت " اور" اذا السماء انفطرت " اور -اذا السماء انشقت "

(سنن ترمذی رقم الحدیث ۳۳۳۳ :)

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ سورج اور چاند کو قیامت کے دن لپیٹ دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ ان دونوں کو لپیٹ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا تا کہ وہ مشرکین مزید ذلیل وخوار ہوں جو ان کی عبادت کرتے تھے۔

ما قبل سے ربط :

(1) سورۃ عبس میں بیان کیا گیا تھا کہ قیامت کا دن اس قدر ہول ناک ہو گا کہ ہر آدمی اپنے اعزہ واقارب سے بھی دور بھاگے گا اور ہر آدمی اپنے ہی حال میں مشغول ہو گا۔اب یہاں اس سے بطور ترقی فرمایا قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد تم سیدھے اپنے اپنے ٹھکانوں میں جاؤ گے اور ہمیشہ کے لیے ان میں رہو گے۔

(2)اس سے پہلے سورۃ عبس میں بھی قیامت کے ہول ناک واقعات بیان کیے گئے تھے، جیسے فرمایا تھا : جب کانوں کو بہرا کرنے والی قیامت آجائے گی تو اس دن ہر شخص اپنے بھائی سے بھاگے گا الخ، یا اس لیے کہ اس کا بھائی وہ تکلیف اور شدت نہ دیکھ سکے جس میں وہ مبتلا ہے اور یا اس لیے کہ اسے علم ہوگا کہ وہ اپنے بھائی سے کسی تکلیف کو دور نہیں کر سکے گا اور اس سورت میں بھی قیامت کے ہول ناک مناظر بیان فرمائے ہیں، جیسے فرمایا : جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷ : ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر 81: ہے۔

مقاصدِ سورۃ:

اس سورت میں بھی دیگر مکی سورتوں کی طرح اسلام کے بنیادی عقائد بیان فرمائے ہیں، مثلاً توحید، رسالت، قرآن مجید کا اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہونا اور قیامت کے دن ہول ناک امور کا واقعہ ہونا، انسان دنیا میں جن چیزوں کو بہت عظیم اور بہت عجیب سمجھتا ہے ان کا ٹوٹ پھوٹ جانا جیسے زمین، پہاڑ، آسمان، سورج، چاند اور ستاروں کا متغیر ہو کر فنا ہو جانا۔

مختصر خلاصہ :

"اذا الشمس کورت-تا-واذا الجنۃ ازلفت" تخویف اخروی، احوال قیامت کا مجمل خلاصہ بارہ احوال چھ دنیوی اور چھ اخروی۔ "فلا اقسم بالخنس-تا-والصبح اذا تنفس" تخویف اخروی بطور ترقی اور احوال قیامت پر شواہد جواب قسم محذوف ہے۔ "انہ لقول رسول کریم-تا-وما ھو بقول شیطان رجیم- تمہید برائے زجر آئندہ واشارہ بدلیل وحی۔ یہ عظیم الشان قرآن ایک معزز، طاقتور اور خدا کے یہاں نہایت مقرب اور امین فرشتہ لے کر آیا ہے۔ یہ کوئی شیطانی کلام نہیں، نہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (عیاذاباللہ) دیوانے ہیں۔ -فاین تذھبون- تا آخر، زجر برائے کفار۔ ایسی عظیم الشان کتاب کے ہوتے ہوئے تم اس سے ہدایت حاصل کیوں نہیں کرتے ہو اور کہاں جا رہے ہو۔ یہ قرآن تمام لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو چاہے قرآن کی ہدایت پر عمل کر کے سیدھی راہ اختیار کرے۔

سورة الانفطار (82)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الانفطار ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں "انفطرت" کا لفظ ہے اور اس کا مصدر "الانفطار" ہے، وہ آیت یہ ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ۔ (الانفطار ۱ :) جب آسمان پھٹ جائے گا۔

ترتیب مصحف اور ترتیب نزول دونوں اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۲ ہے۔

اس سورت میں حیات بعد الموت پر دلائل دیئے گئے ہیں اور قیامت کے ہول ناک مناظر کا ذکر کیا گیا ہے اور مشرکین کو دلائل

توحید کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ انسان کے اعمال کا شمار کیا جارہا ہے اور اس کے نیک اور بد اعمال کی جزا دی جائے گی اور لوگوں کو ڈرایا گیا ہے کہ وہ گمان نہ کریں کہ وہ اپنے برے اعمال کے باوجود اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ جائیں گے۔

ماقبل سے ربط :

سورۃ انفطار میں، التکویر میں مذکور احوال سے صرف چار دنیوی اور اخروی احوال ذکر کیے گئے ہیں۔ اسی طرح اس سورت میں تخویف اخروی میں بھی ترقی ہے۔ وہاں مذکور ہوا کہ تم سیدھے اپنے مقامات کی طرف چلو گے اور ان میں قائم رہو گے یہاں فرمایا"وما هم عنها بغائبين "یعنی وہ اپنے ٹھکانوں سے کبھی نہ نکلیں گے۔ سورۃ تکویر میں توحید کا ذکر نہیں لیکن انفطار میں نفی شفاعت قہریہ اور نفی کارسازی از غیر اللہ کا بیان آخر میں موجود ہے"یوم لا تملك نفس لنفس شيئا والامر يومئذ لله"

مقاصد ومضامین؛

آیت ۱ تا ۵ میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جب یہ حادثہ عظیم رونما ہوگا تو انسان کا کیا دھرا سب اس کے سامنے آجائے گا۔

آیت ۶ تا ۸ میں انسان کو احساس دلایا گیا ہے کہ جس خدا نے انسان کو بہترین قالب میں ڈھالا اور اعلٰی صلاحیتوں سے نوازا اسے کیا من مانی کرنے کے لیے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ اس کی اپنے خدا کے ساتھ وفاداری اور غیر وفاداری کا امتحان نہیں ہوگا؟ اور کیا وہ اس کے حضور اپنے طرز عمل کے لیے جوابدہ نہیں قرار پائے گا؟

آیت 9 تا ۱۲ میں اس اہتمام کا ذکر ہے جو اللہ نے ہر شخص کے اعمال کو ضبط تحریر میں لانے کے لیے کر رکھا ہے۔

آیت ۱۳ تا ۱۹ میں مختصر الفاظ میں نیکوکاروں اور بدکاروں کا انجام سامنے لایا گیا ہے اور متنبہ کیا گیا ہے کہ پیشی کے دن کسی کے بس میں کچھ نہ ہوگا اور سارے اختیارات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہوں گے۔

مختصر خلاصہ :

"اذا السماء انفطرت - تا - واذا القبور بعثرت "تخویف اخروی۔ احوال قیامت کا ذکر سورت سابقہ سے علی سبیل الترقی۔"یا ايها الانسان - تا - فی ای صورة ما شاء ركبك" زجر۔ اے انسان! ایسے مہربان رب سے تجھے کس چیز نے غافل کر دیا ہے اس نے تجھے پیدا کیا اور تجھے حسن و جمال عطاء فرمایا۔ اس کا تو تجھے شکر ادا کرنا چاہیے تھا۔"كلا بل تكذبون بالدين" تا "يعلمون ما تفعلون "متعلق بہ زجر ہے۔ تم قیامت کو نہیں مانتے ہو حالانکہ تمہارے اعمال کا پورا پورا حساب رکھا جارہا ہے۔"ان الابرار لفی نعيم "بشارت اخرویہ۔"وان الفجار لفی جحيم - تا - ثم ما ادراك ما يوم

الدین "تخویف اخروی۔"یوم لا تملك نفس لنفس شیئا.والامر یومئذ لله- بیان توحید،نفی شفاعت قہریہ۔

سورة المطففين (83)

سورت کا نام،وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام المطففین ہے، کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ مذکور ہے، وہ آیت یہ ہے:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۔(المطففین۱ :) ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے عذاب ہے۔

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے:

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

ابن الفرس نے کہا ہے کہ یہ سورت مکی ہے کیونکہ اس میں "اساطیر" کا ذکر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے کیونکہ اہل مدینہ ناپ تول میں بہت زیادہ کمی کرتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کے سوا اس کے باقی آیات مکہ میں نازل ہوئی ہیں اور ایک قوم نے کہا : یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں نازل ہوئی ہے۔

امام نسائی وغیرہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا : جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ میں آئے تو اہل مدینہ ناپ تول میں سب سے زیادہ خراب تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت فرمائی : "وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۔" (المطففین۱ :) تو پھر وہ عمدہ طریقہ سے ناپ طول کرنے لگے۔(الاتقان ج۱ص ۶۷)

(السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۱۶۵٤ :)

تاہم ہمارے مصاحف میں اس سورت کو مکی لکھا گیا ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۳ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۶ ہے، یہ سورۃ العنکبوت کے بعد اور سورۃ البقرۃ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

ما قبل سے ربط:

(۱) سورۃ الانفطار کے آخر میں فرمایا تھا:

يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـئًا ط (الانفطار ۱۹ :) جس دن کوئی نفس کسی نفس کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا۔

اس آیت میں نافرمانی کرنے والوں کو ڈرایا گیا ہے کہ کوئی شخص ان کی شفاعت نہیں کر سکے گا اور سورۃ المطففین میں بھی نافرمانی کرنے والوں کے لیے وعید ہے:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۔(المطففین۱ :) ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے عذاب ہے۔

(۲) ان دونوں سورتوں میں قیامت کے دہشت ناک امور اور اس کی علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

(۳) سورۃ الانفطار میں بندوں کے اعمال لکھنے والے فرشتوں (کراماً کاتبین) کا ذکر فرمایا تھا۔ (الانفطار ۱۰ :۔ ۱۱) اور اس سورت میں فرمایا ہے: "کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۔" (المطففین ۲۰ :) وہ ایک لکھا ہوا صحیفہ ہے۔

سورۃ المطففین کے مقاصد و مضامین:

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد کا ذکر کیا گیا ہے، خصوصاً قیامت کے احوال اور احوال کا ذکر فرمایا ہے اور ناپ تول میں کمی کرنے کی مذمت فرمائی ہے۔

☆ المطففین ٦ :۔ ١ میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے شدید وعید کا ذکر فرمایا ہے۔

☆ المطففین ١٧ :۔ ٧ میں بتایا ہے کہ فساق اور فجار کا اعمال نامہ سجین میں لکھا ہوا ہے اور ان کا ٹھکانا دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہے۔

☆ المطففین ٢٨ :۔ ١٨ میں بتایا ہے کہ ابرار اور نیکوکار کے صحائف اعلیٰ علیین میں لکھے ہوئے اور وہ فساق اور فجار کے صحائف سے ممتاز ہیں۔

☆ المطففین ٣٦ :۔ ٢٩ میں بتایا ہے کہ دنیا میں کفار مؤمنین کے ایمان لانے کا مذاق اڑاتے تھے اور ان پر ہنستے تھے اور آخرت میں جب مؤمنین کفار کو دوزخ کے عذاب میں گرفتار دیکھیں گے تو وہ ان کو دیکھ کر ہنسیں گے۔

مختصر خلاصہ :

"ویل للمطففین" تا "یوم یقوم الناس لرب العلمین" یہ جو لوگ ناپ تول میں بددیانتی کر کے لوگوں کا مال کھاتے ہیں کیا وہ خدا کے یہاں قیامت کے دن حاضر نہیں ہوں گے؟ "کلا ان کتب الفجار" تا "کتب مرقوم" تخویف اخروی۔ ان فساق و فجار کے نام سجین میں درج ہوں گے اور وہاں سے نام خارج نہیں کرا سکیں گے۔ "ویل یومئذ للمکذبین" تا "وما یکذب به الا کل معتد اثیم" قیامت کو جھٹلانے والوں پر زجر۔ "اذا تتلی علیه ایتنا قال اساطیر الاولین" یہ جھٹلانے والوں پر شکوی ہے۔ "کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون" تا "هذا الذی کنتم به تکذبون" تخویف اخروی ہے۔ "کلا ان کتب الابرار لفی علیین" تا "یشرب بها المقربون" بشارت اخرویہ۔ ابرار و اخیار کے نام علیین میں درج ہوں گے وہ نعیم جنت میں مسرور و شاداں ہوں گے اور اعلیٰ قسم کے مشروبات سے ان کی تواضع ہوگی۔ "ان الذین اجرموا کانو من الذین امنوا یضحکون" تا آخر، زجر برائی مشرکین و تخویف اخروی۔ مشرکین دنیا میں مسلمانوں کو نہایت حقیر سمجھتے تھے اور انھیں دیکھ کر ان پر ہنستے تھے اور ان کو گمراہ سمجھتے تھے۔ آج

(قیامت کے دن) مومنین کافروں پر ہنسیں گے اور اسی طرح ان سے انتقام لیا جائے گا۔

سورة الانشقاق (84)

سورت کا نام، وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الانشقاق ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں "انشقت" کا لفظ ہے، وہ آیت یہ ہے:

إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔ (الانشقاق ۱:) جب آسمان پھٹ جائے گا۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۳ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸٤ ہے۔

عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ» :صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ :{إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ} فَسَجَدَ، فَقُلْتُ لَهُ، قَالَ :سَجَدْتُ خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صلى الله عليه وسلم، فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتَّى أَلْقَاهُ«.

امام بخاری نے حضرت ابورافع (رض) سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ (رض) کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، انھوں نے نماز میں "إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔" کی تلاوت کی اور سجدہ تلاوت ادا کیا، میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا : میں نے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے نماز میں اس سورت پر سجدہ تلاوت ادا کیا ہے، سو میں ہمیشہ اس سورت پر سجدہ تلاوت ادا کرتا رہوں گا حتی کہ میں آپ سے جا ملوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۷٦٦ :)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ؛ قَالَ:سَجَدْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي :إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ. وَاقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ "إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔" اور "اقرا باسم ربک الذی خلق" میں سجدہ تلاوت ادا کیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۵۷۸ :)

ماقبل سے ربط :

سورۃ التطفیف میں مذکور ہوا کہ تم کسی حیلے بہانے سے اپنے مقامات سے نکل نہیں سکو گے۔ یہاں علی سبیل الترقی فرمایا" لترکبن طبقا عن طبق " کہ تم دوزخ سے نہیں نکل سکو گے اور تم پر وہاں کئی حالات آئیں گے اور تمہیں مختلف قسم کی ہولناک سزاؤں سے دو چار ہونا پڑے گا۔ "فلا اقسم بالشفق الخ" میں اس پر شواہد ذکر کیے گئے۔ نیز سورۃ التطفیف میں برے کام کرنے والوں کی ایک مثال ذکر کی گئی۔"ویل للمطففین "اور یہاں نیک کاموں کی ترغیب دلائی گئی ہے۔"یا ایھا الانسان انک کادح (الایۃ)"

سورۃ الانشقاق کے مقاصد ومضامین:

☆الانشقاق ۵ :۔۱میں دیگر سورتوں کی طرح ضروری عقائد کاذکر ہے اور قیامت کے دن واقع ہونے والے ہول ناک مناظر کا بیان ہے اور اس کی ابتداء قیامت کے دن تکوینی تبدیلیوں سے کی گئی ہے۔

☆الانشقاق ۱۵ :۔۶میں بتایا ہے کہ قیامت کے دن جب حساب لیا جائے گا اور انسان کا صحیفہ اعمال پیش کیا جائے گا تو اس کا کیا حال ہوگا اور جب انسان کو دو قسموں میں بانٹ دیا جائے گا،ایک وہ ہوں گے جن کا صحیفہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور ایک وہ ہوں گے جن کا صحیفہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا۔

☆الانشقاق ۱۹ :۔۱۶میں اللہ تعالیٰ نے شفق کی،رات کی اور چاند کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ قیامت کے دن مشرکین سخت ہول ناک امور کا سامنا کریں گے۔

☆الانشقاق ۲۵ :۔۲۰میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین،کفار،ملحدین اور دہریوں کی ایمان نہ لانے پر مذمت کی ہے اور ان کو درد ناک عذاب سے ڈرایا ہے اور ان مؤمنین کی نجات کی بشارت دی ہے جو اعمال صالحہ سے متصف ہیں اور ان کو دائمی امور مستمر ثواب عطاء فرمانے کاذکر فرمایا ہے،جو کم ہوگا نہ منقطع ہوگا۔

☆بہر حال یہ سورت دو مقصدوں پر مشتمل ہے :ایک یہ کہ انسان قیامت کے دن اپنے دنیا میں کیے ہوئے اعمال کے نتائج کو حاصل کرے گا اور دوسرا یہ کہ آخرت میں دو ٹھکانے ہیں یا جنات النعیم اور یا دوزخ کی آگ۔اللہ تعالیٰ ہمیں جنات النعیم عطاء فرمائے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ اور مامون رکھے۔(آمین)

مختصر خلاصہ :

"اذا السماء انشقت"تا"واذنت لربها وحقت"تخویف اخروی۔آسمان پھٹ جائیں گے اور زمین سب کچھ اگل دے گی یہ آخرت کے ابتدائی احوال ہیں۔"یا ایھا الانسان انك كادح الایۃ"۔اعمال صالحہ کی ترغیب ہے۔اے انسان ایک وقت آنے والا ہے کہ تو اپنے رب سے ملے گا،اس لیے اب وقت ہے نیک کام کرلے۔"فامامن اوتی کتبه بیمینه"تا"وینقلب الی اهله مسرورا"بشارت اخرویہ۔قیامت کے دن جن کو داہنے ہاتھوں میں اعمالنامے دیئے جائیں گے ان کا حساب نہایت آسان ہوگا اور وہ خوش وخرم اپنے گھروں کو لوٹیں گے۔"وامامن اوتی کتبه وراء ظهره"تا"بلی ان ربه کان به بصیرا"تخویف اخروی۔اور جن کو پیٹھ کے پیچھے سے اعمالنامے دیئے جائیں گے،ان کے لیے ہلاکت ہوگی اور وہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔"فلا اقسم بالشفق"تا"لترکبن طبقا عن طبق"تخویف اخروی بطور ترقی از سورت سابقہ اور ذکر شواہد۔"فما لهم لا یؤمنون الآیت ین"زجر برائے مشرکین۔کیسے نادان ہیں کہ ایسے بیانات کے باوجود ایمان

نہیں لاتے اور قرآن کے احکام کے سامنے نہیں جھکتے۔"بل الذین کفروا یکذبون" ماننے کے بجائے وہ جھٹلاتے ہیں ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔"الا الذین امنو االایۃ" البتہ مومنین مانتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ان کے لیے غیر متناہی اجر و ثواب ہے۔

سورۃ البروج (85)

سورت کا نام وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام البروج ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے البروج والے آسمان کی قسم کھائی ہے، وہ آیت یہ ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ۔(البروج۱ :) برجوں والے آسمان کی قسم!۔

ما قبل سے ربط :

(۱) یہ سورت اس سے پہلی سورتوں کے ساتھ اس چیز میں مشابہ ہے کہ ان چاروں سورتوں میں آسمان کے ذکر سے ابتداء کی گئی ہے، وہ سورتیں یہ ہیں :الانفطار، الانشقاق، البروج اور الطارق، الانفطار اور الانشقاق، البروج سے پہلے ہیں اور الطارق، البروج کے بعد ہے۔

(۲) ان دونوں سورتوں میں مؤمنین کے لیے بشارت اور کفار کے لیے وعید ہے اور قرآن مجید کی تعظیم ہے۔

(۳) اس سے پہلی سورت میں یہ بتایا تھا کہ مشرکین نے اپنے سینوں میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مؤمنین کے خلاف جو بغض اور عناد چھپایا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور اس سورت میں یہ بتایا کہ اس سے پہلی امتوں کے کافروں کا بھی یہی طریقہ تھا، اس میں مشرکین کے لیے نصیحت ہے اور مؤمنوں کے دلوں کو مطمئن اور مضبوط رکھنا ہے۔

سورۃ البروج کے مقاصد و مضامین:

☆البروج ۹ :۔۱میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی، قیامت کے دن کی، اور اپنی امتوں پر گواہی دینے والے نبیوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے :وہ ایک ایندھن والی آگ تھی جس نے مومنوں اور مؤمنات کو جلا ڈالا تھا تاکہ انھیں ان کے دین کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیا جائے۔

☆البروج ۱۱ :۔۱۰میں ان سرکش کافروں کے لیے دوزخ کے عذاب کی وعید ہے اور مؤمنین کے لیے جنتوں کی بشارت ہے۔

☆البروج ۲۲ :۔۱۲میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی عظمت بیان فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے اعداء سے اس کے انتقام لینے کی قدرت بیان فرمائی ہے۔

اس سورت کو نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کو تسلی دی جائے کہ وہ کفار کی ایذاء رسانیوں سے ہراساں اور پریشان نہ ہوں، کیونکہ سابقہ امتوں کے کفار بھی کفار مکہ کی طرح تھے، وہ نبیوں اور لوگوں کو ایذاء پہنچاتے تھے جیسے ثمود، نمرود اور فرعون تھے، اور نجران یمن میں ایک ظالم بادشاہ تھا، جس نے ایک لڑکے کو ہلاک کر دیا اور جو لوگ اس بادشاہ کی خدائی پر ایمان نہیں لائے ان کو زندہ آگ میں جلوا دیا۔ اس کا مفصل قصہ انشاء اللہ! ہم البروج ۸۔۴ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۷ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۵ ہے۔

سورۃ البروج کے متعلق احادیث:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِالسَّمَاءِ، يَعْنِي :{ذَاتِ الْبُرُوجِ}، وَ {السَّمَاءِ وَالطَّارِقِ}

حضرت ابوھریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عشاء کی نماز میں "والسماء ذات البروج" اور "والسماء والطارق" کی تلاوت کرتے تھے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۷)

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ :أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ {وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ} {وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ} وَشِبْهِهَا

حضرت جابر بن سمرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ظہر اور عصر میں "والسماء والطارق" اور "والسماء ذات البروج" پڑھتے تھے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۳)

مختصر خلاصہ :

"والسماء ذات البروج" تا "وشاھد و مشھود" احوال قیامت پر شواہد۔ "قتل اصحاب الاخدود" تا "العزیز الحمید" متعلق بشاہد سوم بطریق لف ونشر غیر مرتب۔ کفار دنیا میں مسلمانوں کو ایذائیں دیتے تھے اور اس پر شاہد ہوتے تھے۔ قیامت کے دن اس کے برعکس معاملہ ہوگا۔ "الذی له ملك السموات (الایۃ)"۔ بیان توحید علی سبیل الترقی یعنی سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ وتصرف میں ہے اور وہی حاضر وناظر ہے لہٰذا حاجات ومصائب میں صرف اسی کو پکارو۔ "ان الذین فتنوا المومنین، الایۃ" تخویف اخروی ہے۔ "ان الذین امنوا وعملوا الصلحت۔ الایۃ" بشارت اخرویہ۔ "ان بطش ربك لشدید" یہ شاہد دوم سے متعلق ہے۔ جس طرح قیامت کا وعدہ سخت ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی گرفت بھی نہایت سخت ہے۔ "انه ھو یبدیء" تا "فعال لما یرید" متعلق بشاہد دوم۔ "ھل اتاك حدیث الجنود" تا "والله من ورائھم محیط" پہلے شاہد

سے متعلق ہے جس طرح آسمان تم کو محیط ہے اور تم اس سے باہر کہیں بھاگ سکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ سب کو محیط ہے سب کچھ جانتا ہے اور کوئی اس کے عذاب سے نہیں بھاگ سکتا۔"بل ھو قرآن مجید" تا" آخر۔ یہ"بل الذین کفروا" سے متعلق ہے۔

سورة الطارق (86)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الطارق ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں "الطارق" کا لفظ مذکور ہے، وہ آیت یہ ہے:

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ۔(الطارق ۱:) آسمان کی قسم اور رات کو طلوع ہونے والے کی قسم۔

"الطارق" اس روشن ستارے کو کہتے ہیں جو رات کو طلوع ہوتا ہے، یہ ستارہ دن میں چھپا ہوا ہوتا ہے اور رات کو ظاہر ہوتا ہے، اسی طرح لغت میں رات میں آنے والے کو طارق کہتے ہیں۔

سورۃ الطارق کا نزول کے اعتبار سے نمبر ۳۶ ہے اور تلاوت کے اعتبار سے اس کا نمبر ۸۶ ہے۔

سورۃ الطارق کے متعلق احادیث:

عَن خَالِد العدواني أنه أبصر رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بسوق ثَقِيف وَهُوَ قَائِم على قَوس أو عَصا حِين أَتَاهُم يَبْتَغِي النَّصر عِندهم فَسَمعهُ يقْرَأ {وَالسَّمَاء والطارق} حَتَّى خَتمهَاقَالَ :فوعيتها فِي الْجَاهِلِيَّة ثمَّ قرأتها فِي الإسلام

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت خالد العدوانی (رض) سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ثقیف کے بازار میں دیکھا، اس وقت آپ ایک لاٹھی کے سہارے کھڑے ہوئے تھے، آپ ثقیف کے پاس گئے اور ان سے مدد طلب کی، حضرت خالد بیان کرتے ہیں کہ اس وقت آپ اس سورت کی تلاوت فرما رہے تھے : "وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ" حتی کہ آپ نے اس سورت کو ختم کرلیا، میں نے اس سورت کو زمانہ جاہلیت میں یاد رکھا، پھر اسلام لانے کے بعد اس کو پڑھا۔

(مسند احمد ج ٤، ص ٣٣٥)

عَن جَابر قَالَ :صلى معَاذ الْمغرب فَقَرَأَ الْبَقَرَة وَالنِّسَاء فَقَالَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: أفتان أَنْت يَا معَاذ أما يَكْفِيك أَن تقْرَأ {وَالسَّمَاء والطارق} {وَالشَّمْس وَضُحَاهَا} سُورَة الشَّمْس الْآيَة 1وَنَحْو هَذَا

حضرت جابر (رض) بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۃ بقرۃ اور سورۃ نساء پڑھی تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : اے معاذ! تم لوگوں کو فتنہ میں ڈال رہے ہو! کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم "وَالسَّمَآءِ

وَالطَّارِقِ۔" پڑھو اور "والشمس واضحاھا" کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رات میں طلوع ہونے والے کی قسم کھائی ہے اور ہر وہ چیز جو رات میں آئے وہ "الطارق" ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۴۳۳،)

ماقبل سے ربط:

(۱) سورۃ الطارق اور سورۃ البروج دونوں کی ابتداء میں آسمان کی قسم کھائی گئی ہے۔

(۲) دونوں سورتوں میں انسانوں کے مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کرکے اٹھانے کا ذکر ہے، سورۃ البروج میں فرمایا: "اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ۔" (البروج ۱۳) وہی ابتدءً پیدا فرماتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا اور سورۃ الطارق میں فرمایا: "انه علی رجعه القادر -(الطارق ۸) بیشک اللہ اس کو دوبارہ لوٹنے پر ضرور قادر ہے۔

(۳) سورۃ البروج میں ہے: "بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ۔ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔" (البروج ۲۱-۲۲) بلکہ یہ قرآن مجید ہے، لوح محفوظ میں (مکتوب) ہے، اور اس سورت میں فرمایا ہے:- انه لقول فصل" (الطارق ۱۳) یہ حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔

سورۃ الطارق کے مقاصد ومضامین:

☆ سورۃ الطارق مکی ہے اور دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد بیان کیے گئے ہیں، مثلاً قیامت، لوگوں کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب کتاب، جزاء سزا اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو عدم سے وجود میں لایا ہے اور جو ابتداءً کسی چیز کو پیدا کرنے پر قادر ہو وہ اس کو دوبارہ بھی پیدا کرنے پر قادر ہوتا ہے۔

☆ الطارق ۴:۔۱ میں آسمان اور رات کو طلوع ہونے والے روشن ستاروں کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے: ہر نفس کے اور فرشتے نگہبان ہیں۔

☆ الطارق ۸:۔۵ میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی موت کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کرنے پر اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ابتداءً نطفہ سے پیدا کیا ہے اور جب وہ انسان کو ابتداءً پیدا کرسکتا ہے تو انتہاءً بھی پیدا کرسکتا ہے۔

☆ الطارق ۱۰:۔۹ میں انسان کے حشر کا حال بیان فرمایا ہے کہ اس دن اللہ انسان کے دل کی پوشیدہ باتوں کا بھی حساب لے گا اور اس دن انسان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

☆ الطارق ۱۷:۔۱۱ میں زمین اور آسمان کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے کہ قرآن مجید صادق ہے اور یہ حق اور باطل کے درمیان صحیح فیصلہ کرنے والا ہے اور اس میں قرآن مجید کی تکذیب کرنے والے کفار کو زجر وتوبیخ کی اور شدید وعید سنائی ہے۔

مختصر خلاصہ:

"والسماء والطارق-تا-ان کل نفس لما علیها حافظ" یہ تخویف ہے تم سب پر نگران فرشتے مقرر ہیں جو تمہارے اعمال کو لکھ رہے ہیں۔ اس لیے ہر عمل کی پوری پوری جزاء ملے گی۔ "فلینظر الانسان مم خلق-تا-فما له من قوۃ ولا ناصر"۔ حشر ونشر پر دلیل عقلی بطور نمونہ۔ اللہ تعالیٰ جو قطرہ آب سے انسان کو پیدا کر سکتا ہے وہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ "والسماء ذات الرجع-تا-وما هو بالهزل" یہ حشر ونشر پر دوسری دلیل عقلی ہے بطور نمونہ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسالیتا ہے اور زمین سے نباتات اگالیتا ہے۔ اسی طرح وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ "انهم یکیدون کیدا و اکید کیدا" شکوی بر کفار۔ "فمهل الکفرین امهلهم رویدا" تخویف۔

سورة الاعلى (87)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الاعلیٰ ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں "الاعلیٰ" کا لفظ ہے، وہ آیت یہ ہے:

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى۔ (الاعلیٰ ۱:) اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھیے جو سب سے بلند ہے۔

یہ بیان کیجئے کہ آپ کے رب کا نام ہر نقص اور ہر عیب سے بری ہے اور ہر حسن اور کمال سے متصف ہے، یہ سورت مکی ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۸۷ ہے۔

سورۃ کے فضائل میں حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

امام ابن الضریس، امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سورۃ "سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى۔" مکہ میں نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۴۳۸)

عَنِ الْبَرَاءِ رضي الله عنه قَالَ» :أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَجَعَلَا يُقْرِئَانِنَا الْقُرْآنَ، ثُمَّ جَاءَ عَمَّارٌ وَبِلَالٌ وَسَعْدٌ، ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عِشْرِينَ، ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِهِ، حَتَّى رَأَيْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْيَانَ يَقُولُونَ :هَذَا رَسُولُ اللهِ قَدْ جَاءَ، فَمَا جَاءَ حَتَّى قَرَأْتُ :{سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى}، فِي سُوَرٍ مِثْلِهَا«

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت البراء بن عازب (رض) نے کہا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے جو سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ) آئے، وہ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن ام مکتوم (رض) تھے، وہ دونوں ہم کو قرآن پڑھاتے تھے، پھر حضرت عمار، حضرت بلال اور حضرت سعد (رض) آئے، پھر حضرت عمر بن خطاب (رض)

بیس اصحاب کے ساتھ آئے، پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے اور میں نے نہیں دیکھا کہ اہل مدینہ کسی چیز سے اس قدر خوش ہوئے ہوں، جس قدر آپ کے تشریف لانے سے خوش ہوئے، حتیٰ کہ میں نے بچیوں اور بچوں کو یہ کہتے ہوئے دیکھا: یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں جو تشریف لے آئے، پس جب آپ آئے تو میں نے "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" اور اس کی مثل سورتیں پڑھیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ٤٩٤١ :)

امام احمد، امام بزار اور امام ابن مردویہ حضرت علی (رض) سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سورت "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" سے محبت کرتے تھے۔ (مسند احمد ج ١ ص ٩٦)

امام مسلم، نے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عیدین اور جمعہ کے دن یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" اور "هل اتك حديث الغاشية" اور اگر عید جمعہ کے دن ہوتی تو ان دونوں سورتوں کو پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ٨٧٨ :)

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عید الفطر اور عید الاضحی میں سورۃ "سبح اسم ربک الاعلی" اور سورۃ "ھل اتک حدیث الغاشیۃ" پڑھا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ١٢٨٣ : مسند احمد رقم الحدیث ١٩٥٧٦ :)

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ (رض) سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ظہر کی نماز میں سورۃ "سبح اسم ربک الاعلی" پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ٧٦٠ :)

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ :" كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُوتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَ {قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا} [آل عمران12 :]، وَاللَّهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ "

امام ابو داؤد نے حضرت ابی بن کعب (رض) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وتر میں سورۃ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" سورۃ "قل یایھا الکفرون" اور سورۃ "قل ھو اللہ احد" پڑھا کرتے تھے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث ١٤٢٣ :)

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ :سَأَلْتُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوتِرُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، قَالَ :وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ

امام ابو داؤد نے حضرت عائشہ (رض) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ "سبح اسم ربک الاعلی" پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں سورۃ "قل یایھا الکفرون" پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں سورۃ "قل ھو اللہ احد" پڑھتے تھے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث 1424 :

ماقبل سے ربط :

مشرکین کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اختلاف دو نہایت اہم مسئلوں میں تھا اول مسئلہ توحید میں، دوم حشر ونشر اور جزاء و سزا میں سورۃ الطارق تک مسئلہ قیامت کا بیان تھا۔ اب سورۃ اعلیٰ سے لے کر آخر تک مسئلہ توحید کا بیان ہوگا۔ مسئلہ توحید سے مشرکین کے اعراض کی بڑی وجہ دنیوی عیش وعشرت میں انہماک ہے اس لیے مسئلہ توحید کے ساتھ ساتھ تزہید فی الدنیا کا مضمون بھی کہیں کہیں مذکور ہوگا۔ بعض سورتوں میں دونوں مضمون مذکور ہوں گے، بعض میں صرف ایک اور بعض میں صرف تخویف کا ذکر ہوگا۔ درمیان میں دو سورتوں یعنی والضحیٰ اور الانشراح میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صحابہ کرام کے لیے تسلی کا مضمون مذکور ہوگا۔

سورۃ الاعلیٰ کے مقاصد ومضامین:

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورت کا موضوع بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کا اثبات ہے، اور قرآن مجید کو حفظ کرنے کی ترغیب ہے، اور انسان کے نفس کی تہذیب کی تلقین ہے۔

☆ سورۃ الاعلیٰ ۵۔۱ میں اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح پڑھنے کا حکم ہے اور اس کی حمد اور تمجید کا حکم ہے کیونکہ اس نے مخلوق کو پیدا کیا، اس کو ہدایت دی اور اس کے نفع کی چیزوں کو پیدا کیا۔

☆ سورۃ الاعلیٰ ۷ :۔۶ میں فرمایا : اللہ تعالیٰ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے قرآن مجید کو حفظ کرنا آسان بنا دیا ہے اور یہ بشارت دی ہے کہ آپ قرآن مجید کو کبھی نہیں بھولیں گے۔

☆ سورۃ الاعلیٰ ۱۳ :۔۸ میں نفوسِ انسانیہ کی اصلاح اور تہذیب کی تلقین فرمائی ہے۔

☆ سورۃ الاعلیٰ ۱۹ :۔۱۴ میں یہ بتایا ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کو کفر، شرک اور کبیرہ گناہوں سے پاک کرلیا اور وہ ہمیشہ اللہ عزوجل کے جلال اور اس کی عظمت کو یاد کرتا رہا اور اس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دی تو اس کا نفس پاکیزہ ہوجائے گا اور وہ آخرت میں کامیاب ہوجائے گا۔

مختصر خلاصہ :

سورۃ الاعلیٰ چونکہ اس حصہ کا مبدا ہے۔ اس لیے اس میں توحید اور تزہید فی الدنیا، دونوں مضمون مذکور ہیں۔ " سبح اسم ربك الاعلی " دعوائے توحید کے دونوں حصوں کا نتیجہ اور ثمرہ۔ جب کارساز بھی وہی ہے اور عالم الغیب بھی تو اس کو ان صفتوں میں شریکوں سے پاک سمجھو۔ " الذی خلق فسوی - تا - فجعله غثاء احوی - دعوی توحید کے جزو اول پر دلائل وشواہد۔ ان

سے معلوم ہوتا ہے کہ کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ "سنقرئك فلا تنسى" دعوی اولی کے ابلاغ و بیان پر انعام۔ "انه يعلم الجهر وما يخفى - دوسرا دعوی۔ اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے اور کوئی عالم الغیب نہیں۔ "و نیسرك لليسرى" دوسرے دعوی کی تبلیغ پر انعام۔ "فذ کر ان نفعت الذ کری۔ دونوں دعووں کے بعد تسلی برائے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ "الذی يصلى النار الكبرى - ال آیتین تخویف اخروی۔ - قد افلح من تز کی الآیت ین، بشارت اخرویہ۔ "بل تو ثرون الحيوة الدنيا۔ الآیت ین۔ تزہید فی الدنیا کا مضمون۔ "ان هذا لفى الصحف الاولى" تا آخر۔ توحید اور تزہید فی الدنیا پر دلیل نقلی۔

سورة الغاشيه (88)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الغاشیۃ ہے، کیونکہ اس سورت کی ابتدائی آیت میں "الغاشیۃ" کا لفظ ہے اور وہ آیت یہ ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ۔ (الغاشیہ ۱:) بیشک آپ کے پاس ڈھانپنے والی چیز کی خبر آچکی ہے۔

اس آیت میں "هل" بہ معنی "قد" ہے یعنی تحقیق "الغاشیۃ" کا معنی: ڈھانپنے والی، اس سے مراد قیامت ہے، کیونکہ قیامت کی ہولناکیاں تمام مخلوق کو ڈھانپ لیں گی۔

سورۃ کے متعلق احادیث:

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الغاشیہ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۴۴۹)

حضرت النعمان بن بشر (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جمعہ کی نماز میں سورۃ الجمعہ کے ساتھ سورۃ الغاشیۃ پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث 878)

سورۃ الغاشیہ کا ترتیب مصحف کے اعتبار سے نمبر ۸۸ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۶۸ ہے۔

ما قبل سے ربط:

سورۃ الاعلیٰ میں مؤمنین اور کافروں اور جنت اور دوزخ کے اوصاف اجمالاً بیان کیے گئے تھے:

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى۔ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى۔ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى۔ (الاعلیٰ :۱۰۔ ۱۲)

عنقریب وہی شخص نصیحت قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اور اس نصیحت سے بڑا بد بخت دور رہے گا۔ جو بڑی آگ میں

جائے گا۔

اور الغاشیۃ میں ان کی صفات تفصیل سے بیان کی گئی ہیں، دوزخ اور اہل دوزخ کی صفات میں ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ. عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ. تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً . تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ . لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ . لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ . (الغاشیہ :٢- ٧)

اس دن بہت چہرے ذلیل ہوں گے۔ کام کرنے والے مشقت برداشت کرنے والے۔ وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ انھیں کھولتے ہوئے چشمہ (کے پانی) سے پلایا جائے گا۔ ان کا کھانا صرف خار دار خشک زہریلے درخت سے ہوگا۔ جو نہ فربہ کرے گا نہ بھوک دور کرے گا۔

سورۃ الغاشیۃ کے مقاصد و مضامین:

☆ سورۃ الغاشیۃ میں بھی دیگر مکی سورتوں کی طرح اسلام کے بنیادی عقائد بیان فرمائے ہیں۔

☆ اس سورت میں قیامت کے دہشت ناک احوال بیان فرمائے ہیں، اور مؤمنین اور کافرین کے اعمال کی جزاء اور سزا بیان فرمائی ہے اور اہل جنت اور اہل دوزخ کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی قدرت، اس کی حکمت اور اس کے علم پر آسمانوں، اونٹوں، پہاڑوں اور زمینوں وغیرہا کی تخلیق سے استدلال فرمایا ہے۔

☆ اس سورت کے آخر میں لوگوں کو یہ یاد دلایا ہے کہ انھوں نے اللہ عزوجل کی طرف لوٹ کر جانا ہے، یہاں ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ پر جو احکام شرعیہ نازل کیے گئے ہیں، وہ لوگوں کو یاد دلائیں۔

مختصر خلاصہ :

هل اتاك حديث الغاشيه - تا - ولا يغنى من جوع " تخویف اخروی۔" وجوه يومئذ ناعمة - تا - وزرابی مبثوثة " بشارت اخرویہ۔" افلا ينظرون الى الابل - تا - والى الارض كيف سطحت " متفرع بر امور اربعہ مذکورہ بطریق لف ونشر مرتب۔ "فذكر انما انت مذكر۔ الآیت ین" تسلیہ برائے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ " الا من تولى و كفر " تا آخر تخویف اخروی۔

سورة الفجر (89)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الفجر ہے، کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں "الفجر" کا لفظ مذکور ہے اور وہ آیت یہ ہے:

والفجر۔ والیال عشر۔(الفجر ۱ ۔ ۲) فجر کی قسم۔اور دس راتوں کی (قسم)۔

اس سورت کا ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۰ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۸۹ ہے۔

حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عائشہ (رض) سے روایت ہے کہ سورۃ الفجر مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ» :قَامَ مُعَاذٌ، فَصَلَّى الْعِشَاءَ الآخِرَةَ، فَطَوَّلَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ، أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ؟ أَيْنَ كُنْتَ عَنْ {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى} وَ (الضُّحَى) وَ {إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ}.؟«

امام نسائی، حضرت جابر (رض) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :اے معاذ! کیا تم فتنہ ڈالنے والے ہو، تم کو ان سورتوں کا پتا نہیں، "سبح اسم ربك الاعلیٰ، والشمس وضحاها، والفجر" اور "والیل اذا یغشی "؟۔(سنن نسائی رقم الحدیث ۹۹۷ :)

ما قبل سے ربط:

سورۃ الغاشیہ میں لوگوں کو دو قسمیں بیان فرمائی تھیں :مؤمنین اور کافرین، وہ لوگ جن کے چہرے ذلیل ہوں گے اور لوگ جن کے چہرے خوش وخرم اور بارونق ہوں گے، اور اس سورت میں متعدد گم راہ فرقے بیان فرمائے ہیں، گم راہ اور کفار میں سے عاد اور ثمود اور فرعون کا ذکر فرمایا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے مؤمنین شاکرین کا ذکر فرمایا ہے، گویا کہ دونوں سورتوں میں وعد اور وعید کا ذکر ہے۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۃ الغاشیہ میں اپنی تخلیق اور توحید پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا تھا:

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۔(الغاشیہ ۱۷ :) کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ اس کو کیسے بنایا گیا ہے۔

اور اس سورت میں اس طرح استدلال فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۔(الفجر ۶ :) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟۔

سورۃ الفجر کے مقاصد ومضامین:

☆ الفجر ۵ :۔ ۱ میں اللہ نے فجر کی ذوالحجۃ کی دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کفار کو ضرور بہ ضرور عذاب ہوگا۔

☆ الفجر ۱۴ :۔ ۶ میں کفار کی بعض ظالم قوموں کا ذکر فرمایا ہے، جیسے عاد، ثمود اور قوم فرعون اور یہ بتایا ہے کہ ان سرکشی کی وجہ سے ان

پر عذاب نازل کیا گیا ہے۔

☆الفجر ۲۰ : ۔ ۱۵ میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی میں خیر اور شر اور تنگی اور کشادگی میں مبتلا کیا ہے، اور کسی انسان کے پاس زیادہ نعمتوں کا ہونا اس پر دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مقبول اور معزز ہے اور نہ کسی انسان کا فقر وفاقہ میں مبتلا ہونا اس پر دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند اور مبغوض ہے۔

☆الفجر ۲۳ : ۔ ۲۱ میں قیامت کے ہول ناک مناظر بیان فرمائے ہیں۔

☆الفجر ۲۶ : ۔ ۲٤ میں بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے دو فرقے ہوں گے : کامیاب اور ناکام، بد بخت اور نیک بخت۔

☆الفجر ۳۰ : ۔ ۲۷ میں بتایا ہے کہ مومن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کو جنت میں حاصل کر رہے ہوں گے۔

مختصر خلاصہ :

والفجر " تا " هل فی ذلك قسم لذی حجر " ۔ ان اوقات شریفہ میں اللہ تعالیٰ سے آخرت کے لیے دعائیں مانگا کرو اور دنیا کے پیچھے نہ دوڑو۔ " الم تر کیف فعل ربك بعاد " تزہید فی الدنیا کے لیے تخویف دنیوی کا پہلا نمونہ۔ قوم عاد کو دیکھو انھوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی، مگر جب اللہ کا عذاب آیا تو دنیوی ساز و سامان اور دولت وثروت سے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ " وثمود الذین جابو الصخر بالواد " تخویف دنیوی کا دوسرا نمونہ " وفرعون ذی الاوتاد " تخویف دنیوی کا تیسرا نمونہ۔ ان تمام منکرین توحید اور جاحدین قیامت کو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں سخت عذاب میں پکڑ لیا۔ " فاما الانسان اذا ما ابتله " تا " فیقول ربی اهانن " یہ شکوی ہے۔ انسان اپنی عزت و ذلت کو دنیا کے ساز و سامان اور دولت کی کمی بیشی پر مبنی سمجھتا ہے حالانکہ عزت و کرامت کا معیار تقوی اور اطاعت خداوندی ہے۔ " کلا بل لا تکرمون الیتیم " تا " وتحبون المال حبا جما " ہر بیان ماقبل سے بطور ترقی ہے۔ " کلا اذا دکت الارض دکا " تا " ولا یوثق وثاقه احد " تخویف اخروی۔ " یا ایتها النفس المطمئنة " تا آخر، بشارت اخرویہ۔

سورة البلد (90)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام البلد ہے، " البلد " کا معنی ہے : شہر، اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے " البلد الحرام " یعنی شہر مکہ کی قسم کھائی ہے، اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے " البیت العتیق " یعنی خانہ کعبہ کے ساتھ مشرف کیا ہے اور اس کو مسلمانوں کے لیے قبلہ بنا دیا ہے، وہ آیت یہ ہے :

لا اقسم بھذا البلد۔(البلد۱:)میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔

ماقبل سے ربط:

(1) یہ سورت گزشتہ سورت کا تتمہ ہے۔ "والفجر" میں دنیا اور دولت دنیا کی محبت کی مذمت مذکور ہوئی۔اب سورۃ البلد میں مال کے صحیح مصارف ذکر کیے گئے کہ دولت کو جمع کرنے اور سے بچا بچا کر رکھنے ہی میں نہ لگے رہو بلکہ جہاں اللہ نے خرچ کرنے کا حکم دیا وہاں اس کو خرچ بھی کرو۔اگر بے مصرف خرچ کرو گے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں اور جائز مصارف میں بھی صرف اسی وقت فائدہ ہو گا جبکہ خرچ کرنے والا مومن ہو،ایمان کے بغیر خرچ کرنا بے فائدہ ہے۔

(2) سورۃ الفجر میں اللہ تعالیٰ نے مال کی محبت اور وراثت کا سارا مال کھانے کی مذمت فرمائی تھی اور مسکین کو کھانا کھلانے پر راغب نہ کرنے کی مذمت فرمائی تھی۔(الفجر ۲۰ ۔ ۱۷)اور سورۃ البلد میں یہ بتایا ہے کہ مال دار کو اپنا مال کن امور میں خرچ کرنا چاہیے پس فرمایا:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۔ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ (البلد :۱۹۔ ۲۰)

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا کفر کیا وہ بائیں طرف والے (منحوس) ہیں۔ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی آگ ہو گی۔

سورت البلد کا ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۳۵ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۹۰ ہے۔

سورۃ البلد کے مقاصد و مضامین:

☆اس سورت میں بنیادی طور پر انسان کی نیک بختی اور بد بختی کے اسباب بیان فرمائے ہیں۔

☆البلد ۴ : میں "ام القری" یعنی مکہ مکرمہ کی قسم کھائی ہے،جس میں داخل ہونے والوں کو امن حاصل ہوتا ہے خواہ وہ محرم ہو یا غیر محرم،اور اس میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عظمت اور جلالت کا بیان ہے کہ اس شہر کی قسم اس لیے کھائی ہے کہ آپ اس شہر میں چلتے ہیں، پھر بیان فرمایا ہے کہ دنیا میں انسان کا حال مشقت اور تھکاوٹ ہے۔

☆البلد ۷ :۔ ۵ میں بیان فرمایا ہے کہ انسان دھوکے میں مبتلا ہے،وہ فضولیات میں پیسہ خرچ کرتا ہے، پھر فخر سے لوگوں میں بیان کرتا ہے،وہ سمجھتا ہے کہ اسے کوئی دیکھنے والا نہیں ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

☆البلد ۱۰ :۔ ۸ میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آنکھوں، زبان اور ہونٹوں کی نعمتیں دی ہیں اور اس کے لیے خیر اور شر کے راستے واضح کر دیئے ہیں اور اس کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی عقل سے کسی ایک راستہ کو اختیار کرلے۔

☆البلد ۱۸ :۔ ۱۱ میں یہ بتایا ہے کہ قیامت کے دن انسان کو کیسی مشکلات پیش آئیں گی اور کیسے ہول ناک مناظر کا سامنا ہو گا اور ان سے محفوظ اور مامون رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور نیکی کے راستوں میں

مال کو خرچ کرے تاکہ وہ ان نیک بخت لوگوں میں سے ہو جائے جو قیامت کے دن دائیں طرف ہوں گے۔

☆البلد ۲۰ :۔ ۱۹ میں فرمایا : جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کریں گے اور فسق و فجور کریں گے، وہ بائیں طرف ہوں گے، پس مؤمنین کفار سے ممتاز ہو جائیں گے اور دونوں فریقوں کے ٹھکانے اللہ تعالیٰ نے بنا دیئے، ایک فریق کا ٹھکانا جنت ہے اور دوسرے فریق کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

مختصر خلاصہ :

لا اقسم بهذا البلد- تا- لقد خلقنا الانسان فی کبد "یہ تخویف دنیوی ہے حاصل یہ ہے کہ دنیا میں مشقت اور تکلیف میں ڈالنا ہمارے اختیار میں ہے۔" ایحسب ان لن یقدر علیه احد- تا- او مسکینا ذا متربه "یہ زجر ہے انسان سمجھتا ہے کہ اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا وہ کہتا ہے میں نے اپنے دوستوں پر بہت مال خرچ کیا ہے مگر یہ سب بے فائدہ ہے جب تک وہ ایمان لا کر صحیح مصرفوں میں دولت کو خرچ نہیں کرتے گا اس وقت تک اسے فائدہ نہ ہوگا۔" ثم کان من الذین امنوا " الایۃ مذکورہ مصارف میں خرچ کرے لیکن ایمان شرط ہے۔" اولئك هم اصحب الميمنة۔ بشارت اخرویہ۔ ایمان کے بعد صحیح مصرفوں میں دولت خرچ کرنے والے دائیں بازو کے لوگ ہیں اور جنتی ہیں۔ -والذین کفروا بایاتنا" تا آخر، تخویف اخروی ہے۔

سورة الشمس (91)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ اور اس کی فضیلت میں احادیث

اس سورت کا نام الشمس ہے، کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت کا پہلا لفظ "والشمس" ہے، وہ آیت یہ ہے:

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا۔ (الشمس ١ :) سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی۔

حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا : سورة "وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا" مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ٤٨٣)

حضرت بریدہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عشاء کی نماز میں "وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا" اور اس کے مشابہ سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث ۳۰۹ :سنن نسائی رقم الحدیث ۹۹۹ :مسند احمد رقم الحدیث ٢٢٤٨٥ :دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت جابر بن سمرة (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو فجر کی نماز پڑھائی اور اس میں "وَالشَّمۡسِ

وَضُحٰهَا" اور "والسماء الطارق" پڑھی۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۹۰۸ ، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت جابر (رض) نے فرمایا: جو شخص تم سے یہ حدیث بیان کرے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو خطبہ دیتے تھے، اس کو جھوٹا کہو، میں اس کا گواہ ہوں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، پھر بیٹھتے، پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، راوی نے پوچھا، آپ کا خطبہ کیسا ہوتا تھا؟ حضرت جابر نے کہا: آپ اپنے کلام سے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے، اور کتاب اللہ سے آیات پڑھتے تھے، آپ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا اور آپ کی نماز بھی درمیانی ہوتی تھی، آپ نماز میں "وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا" اور "والسماء والطارق" پڑھا کرتے تھے، سو فجر کی نماز کے اور ظہر کی نماز کے۔ الحدیث۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث ۲۰۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت عقبہ بن عامر (رض) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم چاشت کی دو رکعتوں میں ان دو سورتوں کو پڑھیں: "وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا" اور "وَالضُّحٰى"۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۴۸۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ماقبل سے ربط:

(۱) سورۃ البلد کے آخر میں "اصحاب میمنۃ" اور "اصحاب مشئمۃ" کا ذکر فرمایا تھا اور سورۃ الشمس میں ان کے مصداق کو ذکر فرمایا، سو بتایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا۔ (الشمس ۹) جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔

اور یہی لوگ "اصحاب میمنۃ" ہیں۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۔ (الشمس ۱۰) اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ہو گیا۔

اور یہی لوگ "اصحاب مشئمۃ" ہیں۔

(۲) سورۃ البلد کے آخر میں بتایا تھا کہ کفار کو آخرت میں دوزخ کی سزا دی جائے گی اور اس سورت کے آخر میں بتایا ہے کہ بعض کفار کو دنیا میں بھی سزا دی گئی۔

(3) سورۃ الشمس اور اللیل دونوں میں پہلے دونوں مضمونوں کا اعادہ کیا گیا ہے یعنی توحید اور تزہید فی الدنیا۔ سورۃ الشمس میں توحید کا مضمون مذکور ہے یعنی تفرقہ فی الاعتقاد۔ مطلب یہ ہے کہ اعتقاد زکی وطیب اور اعتقاد خبیث برابر نہیں ہے۔ سورۃ واللیل میں تفرقہ فی الاعمال کا بیان ہے نیک وبد، سخی وبخیل اور مصدق ومکذب برابر نہیں ہیں۔ یہ دونوں سورتیں سورۃ الاعلیٰ کے دونوں مضمونوں کا بیان ہے۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۶ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۱ ہے۔

سورۃ الشمس کے مقاصد ومضامین:

(۱) اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کی بلند چیزوں کی قسم کھائی ہے، جیسے سورج اور چاند کی، دن اور رات کی اور آسمان کی اور پست چیزوں کی بھی قسم کھائی ہے، جیسے زمین کی اور نفس انسان کی۔

(۲) اس میں انسان کو اس کی ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے نفس کو پاکیزہ کرے اور اس سے ڈرایا ہے کہ وہ اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کرے۔

(۳) قوم ثمود کی مثال دی ہے، ان کے ایک شخص نے اپنے رسول حضرت صالح (علیہ السلام) کی نافرمانی کرکے مقدس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، جس کی سزا میں ان پر دنیا میں عذاب آگیا۔

مختصر خلاصہ: "والشمس وضحاھا - تا - وقد خاب من دساھا"۔ جس طرح روشنی اور اندھیرا، دن اور رات، آسمان اور زمین برابر نہیں ہیں۔ اسی طرح نفس زکیہ جو شرک وکفر کی خباثت سے پاک ہو اور نفس خبیثہ جو شرک وکفر کی خباثت میں ملوث ہوں برابر نہیں ہیں۔ "کذبت ثمود بطغواھا - تا آخر، تخویف اخروی۔ قوم ثمود کا انجام بد دیکھو، جو لوگ کفر وشرک سے اپنے دلوں کو پاک صاف نہ کریں توحید کا انکار کریں، ان کا انجام ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔

سورة الليل (92)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام اللیل ہے، کیونکہ اس سورت کی ابتداء میں "اللیل" کا ذکر ہے، وہ آیت یہ ہے:

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى۔ (اللیل ۱ :) اور رات کی قسم! جب وہ (دن کو) چھپالے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ "وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى۔" (اللیل ۱ :) مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت جابر بن سمرۃ (رض) سے روایت کی ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ظہر اور عصر کی نمازوں میں "واللیل اذا یغشی" سورت پڑھا کرتے تھے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۴۸۸)

ماقبل سے ربط:

سورۃ الشمس میں وہ کام بتائے گئے تھے، جن سے اخروی فلاح حاصل ہوتی ہے اور وہ کام بتائے تھے، جن سے اخروی نقصان ہوتا ہے، پس فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ (الشمس :۹۔ ۱۰)

بے شک جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا۔اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کیا وہ ناکام ہوگیا۔

اور سورۃ اللیل میں فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى۔ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى۔ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى۔ وَ اَمَّا مَنْم بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى۔ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى۔ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى۔ (اللیل :۵۔ ۱۰)

پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا۔اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا۔پس عنقریب ہم اس کو آسانی مہیا کریں گے۔اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا۔اور نیک باتوں کی تکذیب کی۔پس عنقریب ہم اس کو دشواری مہیا کریں گے۔

اور چونکہ یہ سورت بخیل کی مذمت میں نازل ہوئی ہے،اس لیے اس کی ابتداء میں "اللیل" (رات) کا ذکر مناسب تھا، جو ظلمت اور ضلالت کرتا ہے۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۲ ہے۔

سورۃ اللیل کے مقاصد ومضامین:

☆اللیل ٤ :۔۱ میں رات اور دن کی اور مذکر اور مونث کے خالق کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے :لوگوں کے اعمال مختلف ہیں،بعض نیکوکار ہیں اور بعض بدکار ہیں اور بعض مومن ہیں اور بعض کافر ہیں۔

☆اللیل ۱۰ :۔ ۵ میں بتایا ہے کہ لوگوں کے دو گروہ ہیں،اور ہر گروہ کا طریقہ کار مختلف ہے اور ہر گروہ کی اخروی جزاء بھی مختلف ہے، مؤمنین اور نیک عمل کرنے والوں کی جزاء جنت ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی،آخرت کی اور جزاء اور سزا کی تصدیق کی اور کافروں کی بدکاروں کی سزا دوزخ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کرتے تھے اور اپنے رب عزوجل سے بے پرواہی کرتے تھے اور انھوں نے وعد اور وعید کی تکذیب کی تھی۔

☆اللیل ۱۳ :۔ ۱۱ میں بتایا ہے کہ آخرت میں مال کام نہیں آئے گا اور اللہ ہی ہدایت کا منشور بنانے والا ہے اور وہی دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔

☆اللیل ۱٦ :۔ ۱٤ میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کے عذاب سے ڈراتا ہے اور یہ عذاب ہر اس شخص کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی آیات

اوراس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارشادات کی تکذیب کرے گا۔

☆اللیل ۲۱ :۔۱۷میں بتایا :جس شخص نے اپنا مال کسی کا بدلہ اتارنے کے لیے نہیں خرچ کیا بلکہ محض اخلاص سے اللہ کی رضا کے لیے خرچ کی، وہ عنقریب دوزخ سے دور رکھا جائے گا اور اس آیت کا مصداق صرف حضرت ابوبکر صدیق (رض) ہیں۔

مختصر خلاصہ :

واللیل اذا یغشی -تا- ان سعیکم لشتی "اعمال کے مختلف ہونے پر شواہد کا بیان۔جس طرح رات دن اور نر و مادہ کے آثار و احکام مختلف ہیں اسی طرح تمہارے اعمال بھی مختلف ہیں۔نیک و بد کام یکساں نہیں ہیں۔"فاما من اعطی واتقی" تا "وان لنا للاخرۃ والاولی "یہ جواب قسم کی تشریح و توضیح ہے۔"فانذرتکم نارا تلظی -تا- الذی کذب وتولی" تخویف اخری۔"وسیجنبھا الاتقی "تا آخر، بشارت اخرویہ۔

سورۃ الضحیٰ(93)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الضحیٰ ہے، کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں مذکور ہے :-والضحیٰ "چاشت کے وقت کی قسم!

چاشت کا وقت دن کی ابتداء کو کہتے ہیں، جب سورج بلند ہو چکا ہوتا ہے، جیسے ہمارے ملک میں نو بجے سے گیارہ بجے تک کا وقت ہوتا ہے۔

شان نزول :

کتب تفاسیر میں اس کی شان نزول کے بارے میں متعدد روایات درج ہیں۔لیکن روایت اور درایت کے نقطہ نظر سے جو قول زیادہ مستند اور قرین قیاس ہے وہ علامہ جلال الدین سیوطی (رح) نے اپنی تفسیر درمنثور میں ذکر کیا ہے جو پیش خدمت ہے:

وَأخرج أحْمد وَعبد بن حميد وَالْبُخَارِيّ وَمُسلم وَالتِّرْمِذِيّ وَالنَّسَائِيّ وَابْن جرير وَالطَّبَرَانِيّ وَالْبَيْهَقِيّ وَأَبُو نعيم مَعًا فِي الدَّلَائِل عَن جُنْدُب البَجلِيّ قَالَ :اشْتَكَى النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم

فَلم يقم لَيْلَتَيْنِ أَو ثَلَاثًا فَأَتَتْهُ امْرَأَة فَقَالَت :يَا مُحَمَّد مَا أرى شَيْطَانك إِلَّا قد تَركك لم تره قربك لَيْلَتَيْنِ أَو ثَلَاثًا فَأنْزل الله {وَالضُّحَى وَاللَّيْل إِذا سجى مَا وَدعك رَبك وَمَا قلى}

ترجمہ :جندب البجلی سے مروی ہے کہ آنحضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صحت مبارکہ درست نہ رہی۔چنانچہ حضور دو یا تین راتیں شب خیزی نہ فرما سکے۔ایک گستاخ عورت آئی اور حضور کا نام لے کر کہنے لگی کہ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تیرا شیطان تجھے چھوڑ کر

چلا گیا ہے۔ ہم نے دو تین رات سے اسے تمہارے قریب آتے نہیں دیکھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ مبارکہ نازل فرمائی ہے۔

ماقبل سے ربط:

سورۃ اللیل اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر ختم ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ متقی کو آخرت میں راضی فرمائے گا اور سورۃ الضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا کیا اور فرمایا:

ولسوف يعطيك ربك فترضى۔ (الضحیٰ ٥ :) اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

سورۃ اللیل میں اللہ تعالیٰ نے "الاتقی" کا ذکر فرمایا تھا اور وہ حضرت ابو بکر صدیق (رض) ہیں اور سورۃ الضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے "سید الاتقیٰ" کا ذکر فرمایا ہے اور وہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔

سورۃ الضحیٰ کے مقاصد ومضامین:

☆ سورۃ الضحیٰ کا موضوع آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شخصیت اور آپ کے احوال مبارکہ ہیں۔

☆ الضحیٰ ٤ :۔١ میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نہ ناراض ہوا نہ اس نے آپ کو چھوڑا، اور آپ پر اللہ تعالیٰ مسلسل اپنی نعمتوں کی بارش فرماتا ہے، حتیٰ کہ آپ پر ہر ہر بعد والی گھڑی میں پہلے سے زیادہ انعام فرماتا ہے۔

☆ الضحیٰ ٥ : میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی ہے کہ آخرت میں آپ کو شفاعت کی اتنی بڑی دولت عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

☆ الضحیٰ ٨ :۔٦ میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صغر سن سے نواز تا رہا ہے، جب آپ کے والدین فوت ہو گئے اور آپ یتیم ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی پناہ میں رکھا، اور جب آپ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستغرق تھے تو اس نے آپ کو مخلوق کی طرف متوجہ کیا اور جب آپ کے پاس دنیاوی مال زیادہ نہ تھا تو اس نے آپ کو مال دنیا سے مستغنی رکھا۔

☆ الضحیٰ ١١ :۔٩ میں یہ بتایا کہ یتیم پر شفقت کرنی چاہیے اور مسکین کی مدد کرنی چاہیے اور یتیم کو ڈانٹنا اور دھمکانا نہیں چاہیے اور کسی سوال کرنے والے کو دھتکارنا نہیں چاہیے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کی جہت سے جو عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں، آپ کو خاتم النبیین اور سید المرسلین بنایا ہے اور آپ کو سراپا رحمت بنا کر قیامت تک کی تمام مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے، سو آپ اپنے رب کی ان عظیم نعمتوں کو لوگوں کے سامنے بیان فرمایئے۔

مختصر خلاصہ :

والضحیٰ، والیل اذا سجی ۔تا۔ ولسوف یعطیك ربك فترضی "یہ مشرکین کے اعتراض کا جواب اور تسلی ہے۔"
الم یجدك یتیما فاوی۔تا۔آخر" شواہد تسلی برائے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

سورة الم نشرح (94)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کے تین نام منقول ہیں : سورۃ الانشراح، سورۃ الشرح اور سورۃ الم نشرح اور یہ تینوں نام اس سورت کی ابتدائی آیت سے ماخوذ ہیں اور وہ یہ ہے:

الم نشرح لك صدرك۔ (الانشراح ١ :) (اے رسول مکرم!) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان اور ہدایت کے انوار، علوم اور معارف اور اسرار اور حکمتوں کے حصول کے لیے آپ کا سینہ بے کینہ کشادہ اور وسیع کر دیا، قرآن مجید میں ہے:

فمن یرد اللہ ان یھدیه یشرح صدرہ للاسلام، (الانعام ١٢٥ :) پس جس کو اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ١٢ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ٩٤ ہے۔

ما قبل سے ربط :

سورۃ الضحیٰ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو آپ کی ذات پر مشرکین کے اعتراض کے بارے میں تسلی دی گئی اب اس سورت میں آپ کو مومنوں پر مشرکین کے اس اعتراض کے بارے میں تسلی دی گئی کہ مومنوں کے پاس مال نہیں۔

سورۃ الضحیٰ میں بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا اور اس سورت میں بھی آپ پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔

سورۃ الانشراح کے مقاصد و مضامین:

سورۃ الضحیٰ کی طرح سورۃ الانشراح کا موضوع بھی آپ کی شخصیت مبارکہ اور آپ کی سیرت طیبہ ہے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں، ان کا بیان ہے اور یہ سورت چار امور پر مشتمل ہے:

(١) الانشراح :-١ میں فرمایا : اللہ تعالیٰ نے ایمان اور حکمت کے انوار کے ساتھ آپ کا سینہ کھول دیا، آپ سے پر مشقت کاموں کا بوجھ اتار دیا اور آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

(٢) الانشراح ٦ :۔٥ میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ تبلیغ کی راہ میں آپ کو مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوگا لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ

آپ کو بہت آسانیاں عطا فرمائے گا۔

(۳) الانشراح ۷ : میں آپ کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے بعد آپ عبادت پر کمربستہ ہو جائیں۔

(٤) الانشراح ۸ : میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور مہمات میں اس پر توکل کرنے کا حکم دیا ہے۔

خلاصہ : "الم نشرح" تا "ورفعنا لك ذكرك" آپ کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا اور کفر وشرک کو آپ کے قریب تک نہیں آنے دیا۔ "فان مع العسر یسرا۔ ان مع العسر یسرا" تسلیہ برائے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ یہ تنگی اور عسرت دور ہو جائے گی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ فراخی کا دور لائے گا۔ "فاذا فرغت فانصب" تا آخر۔ اس لیے دنیوی مال و دولت کی طرف نہ دیکھو اور اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رہو۔

سورة التين (95)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام التین ہے کیونکہ اس سورت کے شروع میں "التین" کا ذکر ہے اور وہ آیت یہ ہے:

والتين والزيتون۔ (التین ۱ :) انجیر اور زیتون کی قسم۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ التین مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص 567)

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ» :سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ :{وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ} فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا أَوْ قِرَاءَةً مِنْهُ».

حضرت البراء بن عازب (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک سفر میں تھے، آپ نے عشاء کی ایک رکعت میں سورۃ "التین والزیتون" پڑھی، میں نے آپ سے زیادہ خوش آواز کے ساتھ پڑھنے والا کسی کو نہیں سنا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث 7546:)

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۵ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۸ ہے۔

ما قبل سے ربط :

مسئلہ توحید اور جزاء وسزا کے بیان کے بعد سورۃ الضحیٰ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلی دی گئی اور سورۃ الم نشرح میں مومنوں کو تسلی دی گئی۔ اب سورۃ التین میں پانچ دلائل (تین نقلی ایک عقلی اور ایک دلیل وحی) سے واضح کیا گیا ہے کہ انسان کو اونچا مقام صرف مسئلہ توحید کو ماننے سے ملے گا اور ہم نے انسان کو ظاہر حسن وجمال کے علاوہ عقل وفہم کی نعمت بھی عطا فرمائی تا کہ وہ حق

کو سمجھ سکے مگر حق سے اعراض کی وجہ سے وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ڈالے جانے کا حق دار بن رہا ہے۔

سورۃ التین کے مقاصد ومضامین:

☆التین ٤ :۔١ میں نوع انسان کا اشرف المخلوقات ہونا بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت اور قامت میں پیدا فرمایا ہے۔

☆التین ٦ :۔٥ میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین تقویم میں پیدا کیا ہے لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں لایا اور اس کے رسول کی تصدیق نہیں کی تو وہ اس کو دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ڈال دے گا اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے تو اللہ تعالیٰ انھیں غیر متناہی اجر عطا فرمائے گا۔

☆التین 7:- 8 میں فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے عدل سے کفار کو عذاب دے گا اور اپنے فضل سے مومنین کو ثواب عطا فرمائے گا۔

مختصر خلاصہ :

والتین والزیتون۔ تا۔ فی احسن تقویم ۔ انسان کے احسن تقویم میں ہونے پر تین نقلی دلیلیں اور ایک دلیل وحی۔"
ثم رددناہ اسفل سافلین " بد عملی کی سزا کا بیان۔" الا الذین امنوا۔ الایۃ" مومنوں کے لیے بشارت اخرویہ۔"
فما یکذبك بعد بالدین۔ متفرع بر جواب قسم۔ " الیس اللہ باحکم الحاکمین۔ دلیل عقلی۔

سورۃ العلق (96)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام العلق ہے، کیونکہ اس سورت کی دوسری آیت میں "العلق" کا لفظ ہے اور وہ آیت یہ ہے:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (1) خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ (2) (العلق :١-٢)

(اے رسول مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے۔ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں : قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت جو مکہ میں نازل ہوئی، وہ" اقرا باسم ربك الذی خلق" ہے۔ (الدر المنثور ج ٨ ص ٥١٣)

امام ابن شیبہ، امام طبرانی، امام حاکم اور امام ابونعیم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری (رض) سے روایت کیا کہ" اقرا باسم ربك" پہلی سورت ہے، جو سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہوئی ہے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث 8734: مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث 4234: الدر المنثور ج ٨ ص 513)

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 96 ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱ ہے۔

ماقبل سے ربط :

(1) گزشتہ سورتوں میں تسلی اور تخویف وتبشیر کے مضامین ذکر کرنے کے بعد فرمایا تلاوت قرآن پاک پر مداومت کرو اس سے استقامات علی التوحید (توحید پر ثابت قدمی) حاصل ہوگی۔

(2) اس سے پہلی سورت میں انسان کی تخلیق کی صورت بیان کی گئی تھی کہ اس کو سب سے عمدہ ساخت میں پیدا فرمایا اور اس سورت میں انسان کی تخلیق کا مادہ بتایا ہے کہ اس کو جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا ہے۔

العلق کے مقاصد ومضامین؛

☆ العلق ٥ :۔۱ میں انسان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ اس کو ضعف سے قوت کی طرف منتقل فرمایا اور اس میں قرآت اور کتابت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

☆ العلق ٨ :۔٦ میں یہ بتایا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا اور اپنے مال و دولت کی بناء پر تکبر کرتا ہے۔

☆ العلق ١٩ :۔٨ میں ابو جہل کی مذمت کی ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نماز پڑھنے سے منع کرتا تھا اور اپنے زعم میں اپنے بتوں کی مدد کرتا تھا، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ تنبیہ کی ہے کہ وہ ابو جہل کی دھمکیوں کی پروانہ کریں۔

مختصر خلاصہ :"

اقرا باسم ربك۔ تا۔ علم الانسان مالم يعلم " معاندین کی پروانہ کرو نہ ان کی ایذاء سے گھبراؤ اللہ کا نام لے کر قرآن کی تلاوت وتبلیغ کیے جاؤ۔" كلا ان الانسان ليطغى - شکوہ۔" ان الى ربك الرجعى " تخویف اخروی۔" اريت الذى ينهى۔ تا۔ الم يعلم بان الله يرى " زجر برائے سرکشان وطاغیان۔" كلا لئن لم ينته۔ تا۔ سندع الزبانية " تخویف اخروی۔" كلا، لا تطعه واسجد و واقترب۔ خطاب بہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وامر باستقامت۔

سورة القدر (97)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ؛

اس سورت کا نام القدر ہے، کیونکہ اس سورت میں "ليلة القدر" کا تین بار ذکر ہے اور اس سورت کی پہلی آیت میں "القدر" کا لفظ ہے، وہ آیت یہ ہے:

انا انزلنه فى ليلة القدر۔ (القدر: ۱) بیشک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے اللہ تعالیٰ

"القدر" کے کئی معانی ہیں، مگر یہاں عظمت اور شرف مراد ہے، یعنی یہ بہت عظمت اور شرف والی رات ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ القدر مکہ میں نازل ہوئی ہے۔
حضرت ابن عباس (رض) نے القدر ۱ : کی تفسیر میں فرمایا : پورا قرآن مجید رب العزۃ کے پاس سے لیلۃ القدر میں نازل ہوا اور اس کو آسمان دنیا میں بیت العزۃ میں رکھ دیا گیا، پھر حضرت جبرائیل (علیہ السلام) اس کو لے کر سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر حرا میں نازل ہوئے اور بندوں کے سوالات کے جوابات میں اور ان کے اعمال سے متعلق آیات لے کر نازل ہوئے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص 519)

ماقبل سے ربط :

سورۃ العلق میں تلاوت قرآن کا حکم دیا اور اب سورۃ القدر میں قرآن مجید کی عظمت کا ذکر فرمایا۔
نیز اس سے پہلے سورۃ العلق میں اللہ تعالیٰ نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرمایا تھا : آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے۔ اور اس سورت میں بتایا ہے کہ قرآن مجید کے نزول کی ابتداء لیلۃ القدر میں ہوئی، جو بہت بڑے مرتبہ اور بہت عظمت والی رات ہے، کیونکہ اس رات میں آسمان سے فرشتے اور حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نازل ہوتے ہیں اور طلوع فجر تک اس رات میں عبادت کرنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں اور اس میں بہت انوار اور برکات کا نزول ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن (البقرہ ۱۸۵ :) رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید نازل کیا گیا۔
اور اس سورت میں بتایا ہے کہ لیلۃ القدر میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر رمضان کے مہینہ میں ہے، رہا یہ کہ رمضان کی کون سی شب لیلۃ القدر ہے تو احادیث صحیحہ سے واضح ہوا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر ہے۔ اس رات اتنی کثرت سے زمین پر فرشتے اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہوجاتی ہے۔ شب قدر یعنی تنگی کی رات، یا اس لیے یہ نام رکھا گیا کہ اس رات جو عبادت کی جاتی ہے، اللہ کے ہاں اس کی بڑی قدر ہے اور اس پر بڑا ثواب ہے۔ اس کی تعیین میں بھی شدید اختلاف ہے۔ (فتح القدیر) تاہم احادیث وآثار سے واضح ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔ اس کو مبہم رکھنے میں یہی حکمت ہے کہ لوگ پانچوں ہی طاق راتوں میں اس کی فضیلت حاصل کرنے کے شوق میں، اللہ کی خوب عبادت کریں۔

مختصر خلاصہ :

قرآن مجید بڑی عظمت و برکت والی کتاب ہے اس کو پڑھا کرو۔ قرآن کی عظمت و برکت سے اس رات کو بھی بہت بڑا شرف حاصل ہوگیا جس رات میں قرآن نازل ہوا چنانچہ وہ ایک رات یعنی شب قدر ایک ہزار مہینے سے بھی بہتر ہے۔

سورة البينة (98)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام البینتہ ہے۔"البینۃ" کا معنی ہے : "الحجۃ الواضحۃ۔یعنی بہت صاف اور واضح دلیل اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی پہلی آیت میں"البینۃ" کا لفظ ہے اور وہ آیت یہ ہے:

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (البينہ 1:)

اہل کتاب میں سے بعض کفار اور مشرکین (اپنے دین کو) چھوڑنے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ ان کے پاس واضح دلیل آجائے۔

سورۃ سے متعلق احادیث:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه» :قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِأُبَيٍّ :إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ :{لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا} قَالَ :وَسَمَّانِي؟ قَالَ :نَعَمْ، فَبَكَى«

حضرت انس بن مالک (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ابی بن کعب (رض) سے فرمایا : مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے یہ سورت پڑھوں :-لم یکن الذین کفروا -(البینہ ۱ :) حضرت ابی نے پوچھا : اللہ نے میرا نام لیا ہے آپ نے فرمایا : ہاں تو حضرت ابی رونے لگے۔(صحیح البخاری رقم الحدیث4959 دوسری روایت میں ہے کہ پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے سامنے وہ سورت پڑھی۔(صحیح البخاری رقم الحدیث :4960

عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ» :قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِأُبَيٍّ :إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ، قَالَ أُبَيٌّ :آللهُ سَمَّانِي لَكَ؟ قَالَ :اللهُ سَمَّاكَ لِي، فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي. قَالَ قَتَادَةُ: فَأُنْبِئْتُ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَيْهِ :{لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ}

دوسری روایت میں ہے کہ پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے سامنے وہ سورت پڑھی۔(صحیح البخاری رقم الحدیث 4960: صحیح مسلم رقم الحدیث ۷۹۹ :)

عَنْ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ، قَالَ :سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ :قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم :يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ، قَالَ» :ذَلِكَ إِبْرَاهِيمُ» :.«هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ«

حضرت انس بن مالک (رض) بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا : "یاخیر البریۃ!" آپ نے فرمایا : اس کے مصداق حضرت ابراہیم (علیہ السلام) ہیں۔(سنن ترمذی رقم الحدیث 3352:

حضرت ابی بن کعب (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں، پھر آپ نے پڑھا۔ لم یکن الذین کفروا " (البینہ ۱ :) اور اس میں یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دین معتبر ہے، جو حنیفہ اور مسلمہ ہو، نہ کہ یہودیہ اور نصرانیہ اور مجوسیہ، جس نے نیکی کی وہ ہرگز اس کا کفر نہیں کرے گا اور آپ نے فرمایا: اگر ابن آدم کے پاس مال کی ایک وادی ہو تو وہ ضرور دوسری وادی کو تلاش کرے گا اور اگر اس کو دوسری وادی مل جائے تو وہ ضرور تیسری وادی تلاش کرے گا اور ابن آدم کا پیٹ صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو توبہ کرے تو اللہ ضرور اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث 3898:

عَنْ عَاصِمٍ، قَالَ :سَمِعْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَهُ» :إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ«، فَقَرَأَ عَلَيْهِ {لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا} [البينة1 :] وَقَرَأَ فِيهَا» :إِنَّ ذَاتَ الدِّينِ عِنْدَ اللَّهِ الحَنِيفِيَّةُ المُسْلِمَةُ لَا اليَهُودِيَّةُ وَلَا النَّصْرَانِيَّةُ وَلَا المَجُوسِيَّةُ، مَنْ يَعْمَلْ خَيْرًا فَلَنْ يُكْفَرَهُ« وَقَرَأَ عَلَيْهِ» :لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى إِلَيْهِ ثَانِيًا، وَلَوْ كَانَ لَهُ ثَانِيًا، لَابْتَغَى إِلَيْهِ ثَالِثًا، وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ» :«هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هَذَا الوَجْهِ«

سورۃ کے مقاصد:

البینہ ٤ :۔میں یہود، نصاریٰ اور مجوس کے مذاہب کا بطلان بیان فرمایا ہے۔

البینہ ٥ :-٨-٦ میں کفار کو مخلوق کا بدترین گروہ فرمایا اور مومنین کو مخلوق کا بہترین گروہ فرمایا۔

مختصر خلاصہ :

"لم یکن الذین کفروا۔ تا۔ وفی ذلک دین القیمۃ " اہل کتاب یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے عناد وانکار کا شکوی۔" ان الذین کفرو۔ تا۔ اولئک ھم شر البریۃ " تخویف اخروی۔" ان الذین امنوا وعملوا الصالحات۔ تا۔ ذلک لمن خشی ربہ" بشارت اخرویہ۔

سورة الزلزال (99)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الزلزال ہے، کیونکہ اس کی پہلی آیت میں "الزلزال" کا ذکر ہے، وہ آیت یہ ہے:

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (الزلزال ' ١:)

جب پوری زمین زلزلہ کی شدت سے ہلا دی جائے گی۔

ماقبل سے ربط :

گزشتہ سورت میں عناد کفار کا شکوی تھا، اب اس سورت میں عناد کفار پر تخویف اخروی کا ذکر ہے۔

سورۃ سے متعلق احادیث؛

أخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن عَبَّاس قَالَ :نزلت سُورَة {إِذا زلزلت} بِالْمَدِينَةِ

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ "اذا زلزلت" مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔(در منثور ج ۸ ص ۵۳۹)

وَأخرج أَحْمد وَأَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيّ وَالْحَاكِم وَصَححهُ وَابْن مرْدَوَيْه وَالْبَيْهَقِيّ فِي شعب الإِيمَان عَن عبد الله بن عَمْرو قَالَ :أَتَى رجل رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقَالَ :اقرئني يَا رَسُول الله قَالَ لَهُ :اقْرَأ ثَلَاثًا من ذَوَات الرَّاء فَقَالَ لَهُ الرجل :كبر سني وَاشْتَدَّ قلبِي وَغلظ لساني،قَالَ :اقْرَأ ثَلَاثًا من ذَوَات حم،فَقَالَ؛ مثل مقَالَته الأولى فَقَالَ :اقْرَأ ثَلَاثًا من المسبحات،فَقَالَ مثل مقَالَته وَلَكِن اقرئني يَا رَسُول الله سُورَة جَامِعَة فأقْرَأهُ {إِذا زلزلت الأَرْض زِلْزَالهَا} حَتَّى فرغ مِنْهَاقَالَ الرجل :وَالَّذِي بَعثك بِالْحَقِّ لَا أَزِيد عَلَيْهَا ثمَّ أدبر فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وسلم :أَفْلح الرويجل أَفْلح الرويجل؛الدر المنثور في التفسير بالمأثور (8/ 590)

حضرت عبداللہ بن عمرو (رض) بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آ کر کہا : یارسول اللہ ! مجھے قرآن پڑھائیے، آپ نے فرمایا : "ذوات الراء" (مثلاً "الر") سے تین سورتیں پڑھو، اس شخص نے کہا، میری عمر زیادہ ہوگئی، میرا دل سخت ہوگیا اور میری زبان موٹی ہوگئی، آپ نے فرمایا : پھر "ذوات حم" سے تین سورتیں پڑھو، اس نے پھر پہلی بات دہرائی، آپ نے فرمایا : "مسبحات" (جن کے شروع میں "سبح" یا "یسبح" ہے) میں سے تین سورتیں پڑھو، اس نے پھر پہلی بات دہرائی اور کہا : یارسول اللہ! مجھے کوئی سورت جامعہ پڑھائیے، تب آپ نے اس کو اذا زلزلت الارض زلزالھا" پڑھائی، حتیٰ کہ اس کو پڑھا کر فارغ ہوگئے اس شخص نے کہا، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا، تب آپ نے فرمایا، یہ شخص کامیاب ہوگیا، یہ شخص کامیاب ہوگیا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث ۱۳۹۹ : سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۸۰۲۷ : مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم» :إِذَا زُلْزِلَتْ تَعْدِلُ نِصْفَ

القُرْآنِ، وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ القُرْآنِ، وَقُلْ يَا أَيُّهَا الكَافِرُونَ تَعْدِلُ رُبُعَ القُرْآنِ«

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے "اذا زلزلت" پڑھی، وہ نصف قرآن کے برابر ہے اور جس نے "قل هو الله احد" پڑھی، وہ تہائی قرآن کے برابر ہے اور جس نے "قل یایہا الکافرون" پڑھی، وہ ربع قرآن کے برابر ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث ۲۸۹٤ :)

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۹ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۳ ہے۔

مقاصد سورۃ:

الزالزال ٥ :۔١ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن زمین میں شدید زلزلہ آئے گا، اس دن قبر سے مردے نکل پڑیں گے اور زمین کی پشت پر جس نے جو بھی کام کیا ہے وہ اس کی خبر دے گا۔

الزالزال٦ : میں یہ بیان فرمایا کہ تمام مخلوق حساب کے لیے میدان محشر میں جمع ہوگی، پھر لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، نیکو کار جنت میں جائیں گے اور بدکار دوزخ میں۔

مختصر خلاصہ:

آیت ١ تا ٣ میں زمین کی اس کیفیت کا ذکر ہے جو قیامت کے دن اس پر طاری ہوگی اور جس کو دیکھ کر انسان ششدر رہ جائے گا۔

آیت ٤ اور ٥ میں بتایا گیا ہے کہ اس روز زمین بول پڑے گی اور اپنی داستان سنائے گی تاکہ انسان اس کی پیٹھ پر جو کچھ کرتا رہا ہے اس کی تاریخی شہادت سامنے آجائے۔

آیت ٦ تا ٨ میں بتایا گیا ہے کہ اس روز لوگ مختلف گروہوں کی شکل میں، اعمال کی پیشی کے لیے نکل پڑیں گے اور کوئی چھوٹی سے چھوٹی بھلائی یا برائی ایسی نہیں ہوگی جو اس کے سامنے نہ آجائے۔

سورۃ العادیات (100)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

"العادیات" کا معنی ہے :وہ گھوڑے جن کو مجاہدین دشمن کا پیچھا کرنے کے لیے دوڑاتے ہیں، اس سورت کا نام العادیات ہے، کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں "العادیات" کا لفظ ہے اور وہ آیت یہ ہے:

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا (العدیٰت١ :) ان گھوڑوں کی قسم جو بہت تیزی سے دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ العدیت مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابو عبید نے حسن بصری سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : "اذا زلزلت" نصف قرآن کے برابر

ہے اور" والعدیت" نصف قرآن کے برابر ہے۔(الدر المنثور ج ۸ ص 547)

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۴ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۱۰۰ ہے۔

ما قبل سے ربط :

سابقہ سورت میں عناد کفار پر تخویف اخروی کا ذکر تھا اب اس سورت میں ظلم کفار کا شکوی مذکور ہوگا۔

مقاصد سورۃ:

العدیت ۷ :۔ ۱ اللہ تعالی نے مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم کھا کر یہ بتایا ہے کہ انسان اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے۔

العدیت ۸ :انسان کی طبیعت میں مال و دولت کو حاصل کرنے کی شدید حرص ہے۔

العدیث ۱۱ :۔ ۹ انسان کو ترغیب دی ہے کہ وہ نیک اعمال کرے تا کہ قیامت کے دن سرخرو ہو سکے اور اسے برے اعمال کے عذاب سے ڈرایا ہے۔

مختصر خلاصہ :

"والعدیات ضبحا۔ تا۔ ان الانسان لربه لکنود" بیان مرض۔ یعنی انسان اپنے پروردگار کا ناشکر گذار ہے۔" وانه علی ذلك لشهید۔ تا۔ لشدید" بیان سبب مرض۔ یعنی اس کی ناشکری کا سبب مال و دولت کی محبت ہے۔" افلا یعلم اذا بعثر۔ تا۔ آخر" علاج مرض بصورت تخویف اخروی۔

سورة القارعہ (101)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ:

اس سورت کا نام القارعۃ ہے، کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ ہے اور وہ آیت یہ ہے:

القارعة۔ ما القارعة۔ (القارعۃ ۲ :۔ ۱) ناگہانی مصیبت۔ ناگہانی مصیبت کیا چیز ہے؟۔

امام ابن جریر، امام ابن المنذر، امام ابن ابی حاتم اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے اسما میں سے ایک اسم "القارعۃ" ہے۔(الدر المنثور ج ۸ ص ۵۵۲)

ما قبل سے ربط:

اس سے پہلی سورت العدیت ۹ :میں فرمایا تھا :کیا وہ نہیں جانتا کہ جو قبروں میں ہیں وہ اٹھا لیے جائیں گے اور یہ امر قیامت کے عوارض میں سے ہے، اس لیے اس سورت کے بعد القارعۃ نازل ہوئی جس میں قیامت کے ہول ناک امور بیان کئے گئے ہیں۔

القارعۃ کا ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۳۰ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۱۰۱ ہے۔

مختصر خلاصہ:

اس سورت کی ابتدائی آیات میں قیامت میں پیش آنے والے ہول ناک امور بیان فرمائے اور آخری آیات میں میزان، حساب وکتاب اور جزاء اور سزا کا بیان فرمایا ہے۔

سورة التكاثر (102)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ:

اس سورت کا نام التکاثر ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں "التکاثر" کا لفظ ہے وہ آیت یہ ہے:

الهكم التكاثر۔(التکاثر:۱) تم کو زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔

"تکاثر" کا معنی ہے: اپنے مال، اولاد، اور خدام کی کثرت پر فخر کرنا۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورة "الھکم التکاثر" مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدرالمنثور ج ۸ ص ۵۵۵،)

عَن ابن عمر رَضِي الله عَنهُ قَالَ :قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :أَلا يَسْتَطِيع أحدكُم أَن يقْرَأ ألف آيَة فِي كل يَوْم قَالُوا :وَمن يَسْتَطِيع أَن يقْرَأ ألف آيَة قَالَ :أما يَسْتَطِيع أحدكُم أَن يقْرَأ أَلْهَاكُم التكاثر

حضرت ابن عمر (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ ہر روز ایک ہزار آیات کی تلاوت کرے؟ صحابہ نے کہا: ہر روز ایک ہزار آیات کون پڑھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص (ہر روز)- الهكم التكاثر۔" پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ (المستدرک ج ۲ ص 566- 567 الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث 2287: حاکم نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے)

عَن جرير بن عبد الله رَضِي الله عَنهُ قَالَ :قَالَ لنا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِنِّي قَارِئ عَلَيْكُم سُورَة {أَلْهَاكُم التكاثر} فَمن بَكَى فقد دخل الْجنَّة فقرأها فمنا من بَكَى وَمنا من لم يبك فَقَالَ الَّذين لم يبكوا :قد جهدنا يَا رَسُول الله أَن نبكي فَلم نقدر عَلَيْهِ؛فَقَالَ :إِنِّي قَارِئهَا عَلَيْكُم الثَّانِيَة فَمن بَكَى فَلهُ الْجنَّة وَمن لم يقدر أَن يبكي فليتباك

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : میں تمہارے سامنے سورۃ "الھکم التکاثر " پڑھ رہا ہوں، جو اس کو سن کر رو یا اس کے لیے جنت ہے، آپ نے وہ سورت پڑھی، اس کو سن کر بعض لوگ روئے اور بعض نہیں روئے، جو لوگ نہیں رو رہے تھے، انھوں نے کہا : یارسول اللہ! ہم نے بہت کوشش کی لیکن ہم رونے پر قادر نہ ہوسکے، آپ نے فرمایا : میں تمہارے سامنے دوبارہ پڑھتا ہوں، پس جو رویا اس کے لیے جنت ہے، جو رونے پر قادر نہ ہو وہ کوشش کر کے روئے۔ (الدرالمنثور ج ۸ ص 5556 اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے۔)

صحیح حدیث میں ہے کہ:

ثُمَّ بَدَا لِأَبِي بَكْرٍ، فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ، فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ، يَعْجَبُونَ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً، لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ

حضرت ابوبکر صدیق (رض) نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی تھی اور نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہتے تھے، صحیح البخاری رقم الحدیث 2297:)

ما قبل سے ربط:

اس سے پہلے سورۃ القارعۃ میں نیکو کاروں اور بدکاروں کی جزاء اور سزا بیان فرمائیں اور اس سورت میں بتایا ہے کہ انسان کس وجہ سے دوزخ کا مستحق ہوتا ہے اور وہ ہے دین کو چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہونا اور اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ انسان جو بھی عمل کرتا ہے، آخرت میں اس کے متعلق سوال کیا جائے گا اور اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ انسان مال اور دولت، اولاد اور خدام کی کثرت پر فخر کرتا ہے اور ان کے حصول میں لگا رہتا ہے حتیٰ کہ قبر کے کنارے پہنچ جاتا ہے۔

شان نزول:

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ :صَالِحُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنِي عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ فِي قَوْلِهِ :أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ :نَزَلَتْ فِي قَبِيلَتَيْنِ مِنْ قَبَائِلِ الْأَنْصَارِ، فِي بَنِي حَارِثَةَ وَبَنِي الْحَارِثِ، تَفَاخَرُوا وَتَكَاثَرُوا فَقَالَتْ إِحْدَاهُمَا :فِيكُمْ مِثْلُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ وَفُلَانٍ؟ وَقَالَ الْآخَرُونَ مِثْلَ ذَلِكَ، تَفَاخَرُوا بِالْأَحْيَاءِ ثُمَّ قَالُوا :انْطَلِقُوا بِنَا إِلَى الْقُبُورِ، فَجَعَلَتْ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ تَقُولُ :فِيكُمْ مِثْلُ فُلَانٍ؟ يُشِيرُونَ إِلَى الْقَبْرِ وَمِثْلُ فُلَانٍ؟ وَفَعَلَ الْآخَرُونَ مِثْلَ ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللهُ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ. حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيمَا رَأَيْتُمْ عِبْرَةٌ وَشُغُلٌ.

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں،
ابن بریدہ "الھکم التکاثر" کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یہ سورۃ انصار کے دو قبیلوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ بنو حارثہ اور بنو حارث وہ ایک دوسرے پر اپنی کثرت سے فخر کرتے تھے، ایک قبیلہ نے دوسرے قبیلہ سے کہا : تم میں فلاں بن فلاں کی مثل ہے، دوسرے نے بھی اسی طرح کہا انھوں نے زندوں کے اوپر فخر کیا، پھر انھوں نے کہا، قبرستان میں چلو پھر ایک جماعت نے دوسری جماعت سے کہا، انھوں نیق برکی طرف اشارہ کرکے کہا : تم میں اس کی مثل ہے، دوسری جماعت نے بھی اسی طرح کہا، تب اللہ تعالی یہ آیتیں نازل فرمائیں : تم کو زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔ حتیٰ کہ تم (مرکر) قبروں میں پہنچ گئے (التکاثر ۲ :۔ ۱) تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث19453:)

عَنْ قَتَادَةَ رضِيَ اللهُ عَنْهُ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ :قَالُوا :نَحْنُ أَكْثَرُ مِنْ بَنِي فُلَانٍ وَبَنُو فُلَانٍ أَكْثَرُ مِنْ بَنِي فُلَانٍ فَأَلْهَاهُمْ ذَلِكَ حَتَّى مَاتُوا ضَلَالًا

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا : ہم بنو فلاں سے اکثر ہیں اور بنو فلاں، بنو فلاں سے اکثر ہیں، حتی کہ وہ گم راہی میں مر گئے۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث19456:)

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 16 ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 102 ہے۔

مختصر خلاصہ :

تفاخر وتکاثر پر زجر اور تخویف اخروی۔

سورۃ العصر (103

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کا نام العصر ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ ہے اور وہ آیت یہ ہے:
والعصر ۔(العصر ۱ :) زمانہ کی قسم۔

امام طبرانی نے "اوسط" میں امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں ابوملیکہ دارمی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے دو شخص ایسے تھے کہ جب وہ ملتے تو علیحدہ نہ ہوتے، حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے سورۃ العصر پڑھتے، اس کے بعد وہ ایک دوسرے کو سلام کرتے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ العصر مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلی سورت التکاثر میں یہ بیان فرمایا تھا کہ دنیاوی امور میں زیادہ مشغول ہونا مذموم ہے اور اس سورت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ مومنین کو اعمال صالحہ اور ایک دوسرے کی خیر خواہی میں مشغول رہنا چاہیے۔

مقاصد سورۃ:

☆اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے العصر کی قسم کھائی ہے، اس سے مراد دہر ہے یا زمانہ ہے، جو بہت عجائب پر مشتمل ہے۔

☆اس سورت میں بہت اختصار کے ساتھ اسلام کے بنیادی اصول بتا دیئے ہیں اور وہ ایمان، اعمال صالحہ اور ایک دوسرے کی خیر خواہی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنا ہے۔

مختصر خلاصہ:

مال واولاد کی کثرت وزیادتی پر فخر نہ کرو، ذرا زمانے کی گردش کو تو دیکھو اور اپنے آباء واجداد کا حال ملاحظہ کرو۔ انھوں نے مال واولاد پر فخر کر کے کیا حاصل کیا؟ نقصان اور خسارہ کے سوا انھیں کیا نصیب ہوا؟ جمعوا الکنوز لانفسھم وترکوھا کماھیہ الاقبورا دارسۃ فیھا عظام بالیۃ۔

سورۃ الھمزہ (104)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ:

اس سورت کا نام الھمزۃ ہے، کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں "الھمزۃ" کا لفظ ہے، اور وہ آیت یہ ہے:

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ۔ (الھمزۃ ۱:) ہر طعنہ زن عیب جو کے لیے ہلاکت ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ "ویل لکل ھمزۃ" مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص 568)

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۲ اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۰۴ ہے۔

ما قبل سے ربط:

اس سے پہلے سورۃ العصر میں یہ بتایا تھا کہ مومنین صالحین کے سوا ہر انسان خسارہ اور نقصان میں ہے اور اس سورت میں ایک مثال اس شخص کی بتائی ہے جو آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہے اور وہ شخص طعنہ زن اور عیب جو ہے۔

اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ جو شخص لوگوں کو طعنے دیتا ہے اور ان کے عیوب تلاش کرتا ہے، وہ آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

پھر ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے، جو اس خیال سے مال جمع کرتے رہتے ہیں، جیسے انھوں نے دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے اور یہ

بتایا ہے کہ ان لوگوں کو سخت عذاب دیا جائے گا۔

مختصر خلاصہ:

مال و دولت جمع کرنے والوں اور کثرت مال پر فخر و غرور کرنے والوں کے لیے تخویف اخروی۔

سورة الفيل (105)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کا نام الفیل ہے کیونکہ اس کی پہلی آیت میں "اصحاب الفیل" کا ذکر ہے، وہ آیت یہ ہے :

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ (الفیل ۱ :) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ "الم تر کیف فعل ربک" مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۵۷۲)

اس سورت کا ترتیب مصحف کے اعتبار سے نمبر ۱۰۵ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۹ ہے۔

ماقبل سے ربط:

اس سے پہلے صورت الھمزۃ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جن طعنہ زن اور عیب جو کفاروں نے مال جمع کیا، وہ مال ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکا، اب اس پر دلیل قائم کرتے ہوئے اس سورت میں فرمایا کہ ابرھہ جو مال و دولت اور قوت اور طاقت کے اعتبار سے ان سے بہت زیادہ تھا، وہ ہاتھیوں کی فوج لے کر کعبہ پر حملہ آور ہوا تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے ذریعہ ان کو ہلاک کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ بڑی سے بڑی قوت اور طاقت کفار کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

شان نزول:

یہ مکی سورت ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ یمن کا گورنر ابرھہ بڑے کروفر سے ہاتھیوں کی فوج لے کر آیا تھا، چھوٹے چھوٹے پرندوں نے کنکریاں مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا، تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

رُوِيَ أَنَّ أَبْرَهَةَ بْنَ الصَّبَّاحِ الْأَشْرَمِ مَلِكَ الْيَمَنِ مِنْ قِبَلِ أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ بَنَى كَنِيسَةً بِصَنْعَاءَ وَسَمَّاهَا الْقُلَّيْسَ وَأَرَادَ أَنْ يَصْرِفَ إِلَيْهَا الْحَاجَّ فَخَرَجَ مِنْ بَنِي كِنَانَةَ رَجُلٌ وَتَغَوَّطَ فِيهَا لَيْلًا فَأَغْضَبَهُ ذَلِكَ فَحَلَفَ لَيَهْدِمَنَّ الْكَعْبَةَ فَخَرَجَ بِالْحَبَشَةِ وَمَعَهُ فِيلٌ اسْمُهُ مَحْمُودٌ وَكَانَ قَوِيًّا عَظِيمًا، وَثَمَانِيَةٌ أُخْرَى، وَقِيلَ :اثْنَا عَشَرَ، وَقِيلَ :أَلْفٌ، فَلَمَّا بَلَغَ قَرِيبًا مِنْ مَكَّةَ خَرَجَ

إِلَيْهِ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَعَرَضَ عَلَيْهِ ثُلُثَ أَمْوَالِ تِهَامَةَ لِيَرْجِعَ فَأَبَى وَعَبَّأَ جَيْشَهُ، وَقَدَّمَ الْفِيلَ فَكَانُوا كُلَّمَا وَجَّهُوهُ إِلَى جِهَةِ الْحَرَمِ بَرَكَ وَلَمْ يَبْرَحْ، وَإِذَا وَجَّهُوهُ إِلَى جِهَةِ الْيَمَنِ أَوْ إِلَى سَائِرِ الْجِهَاتِ هَرْوَلَ، ثُمَّ إِنَّ أَبْرَهَةَ أَخَذَ لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ مِائَتَيْ بَعِيرٍ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فِيهَا فَعَظُمَ فِي عَيْنِ أَبْرَهَةَ وَكَانَ رَجُلًا جَسِيمًا وَسِيمًا، وَقِيلَ :هَذَا سَيِّدُ قُرَيْشٍ، وَصَاحِبُ عِيرِ مَكَّةَ فَلَمَّا ذَكَرَ حَاجَتَهُ، قَالَ :سَقَطْتَ مِنْ عَيْنِي جِئْتُ لِأَهْدِمَ الْبَيْتَ الَّذِي هُوَ دِينُكَ وَدِينُ آبَائِكَ فَأَلْهَاكَ عَنْهُ ذَوْدٌ أخذلك، فَقَالَ أَنَا رَبُّ الْإِبِلِ وَلِلْبَيْتِ رَبٌّ سَيَمْنَعُكَ عَنْهُ، ثُمَّ رَجَعَ وَأَتَى الْبَيْتَ وَأَخَذَ بِحَلْقَتِهِ وهو يقول:

لا هم إِنَّ الْمَرْءَ يَمْ ... نَعُ حِلَّهُ فَامْنَعْ حَلَالَكْ

وانصر على آل الصليب ... وَعَابِدِيهِ الْيَوْمَ آلَكْ

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيبُهُمْ ... وَمِحَالُهُمْ عدوا محالك

إن كنت تاركهم وكعبتنا ... فَأَمْرٌ مَا بَدَا لَكْ

وَيَقُولُ:

يَا رَبِّ لَا أَرْجُو لَهُمْ سِوَاكَا ... يَا رَبِّ فَامْنَعْ عَنْهُمْ حِمَاكَا

فَالْتَفَتَ وَهُوَ يَدْعُو، فَإِذَا هُوَ بِطَيْرٍ مِنْ نَحْوِ الْيَمَنِ فَقَالَ :وَاللَّهِ إِنَّهَا لَطَيْرٌ غَرِيبَةٌ مَا هِيَ بِنَجْدِيَّةٍ وَلَا تِهَامِيَّةٍ،وَكَانَ مَعَ كُلِّ طَائِرٍ حَجَرٌ فِي مِنْقَارِهِ وَحَجَرَانِ فِي رِجْلَيْهِ أَكْبَرَ مِنَ الْعَدَسَةِ وَأَصْغَرَ مِنَ الْحِمَّصَةِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ رَأَى مِنْهَا عِنْدَ أُمِّ هَانِئٍ نَحْوَ قَفِيزٍ مُخَطَّطَةٍ بِحُمْرَةٍ كَالْجَزْعِ الظَّفَارِيِّ، فَكَانَ الْحَجَرُ يَقَعُ عَلَى رَأْسِ الرَّجُلِ فَيَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ، وَعَلَى كُلِّ حَجَرٍ اسْمُ مَنْ يَقَعُ عَلَيْهِ فَهَلَكُوا فِي كُلِّ طَرِيقٍ وَمَنْهَلٍ، وَدَوَّى أَبْرَهَةُ فَتَسَاقَطَتْ أَنَامِلُهُ، وَمَا مَاتَ حَتَّى انْصَدَعَ صَدْرُهُ عَنْ قَلْبِهِ، وَانْفَلَتَ وَزِيرُهُ أَبُو يَكْسُومَ وَطَائِرٌ يُحَلِّقُ فَوْقَهُ، حَتَّى بَلَغَ النَّجَاشِيَّ فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، فَلَمَّا أَتَمَّهَا وَقَعَ عَلَيْهِ الْحَجَرُ وَخَرَّ مَيِّتًا بَيْنَ يَدَيْهِ،

حبشہ کے بادشاہ کی طرف سے ابرھہ کو یمن کا گورنر مقرر کیا گیا تھا،اس نے صنعاء نامی شہر میں ایک کلیسا بنایا تھا اس نے شاہ حبشہ کو خط لکھا : میں نے آپ کے لیے ایک بہترین گرجا تعمیر کیا،میری خواہش ہے کہ آئندہ عرب کے لوگ کعبہ کو چھوڑ کر اس معبد میں حج اور طواف کیا کریں، جب یہ خبر مکہ میں پہنچی تو بنی کنانہ کے ایک شخص نے غضب میں آ کر اس گرجا میں بول و براز کر دیا،یہ دیکھ کر ابرھہ آگ بگولا ہوگیا اور اس نے کہا : اگر میں نے کعبہ کو نہ گرایا تو میرا نام ابرھہ نہیں، وہ اسی وقت ہاتھیوں کی ایک فوج کے

ساتھ کعبہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا، وہ مکہ مکرمہ سے دو میل کے فاصلہ پر ٹھہرا، اس نے اپنے ایک سردار کو حکم دیا کہ مکہ کے لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کرے، سو وہ سردار قریش کے اونٹ اور دوسرے مویشی چھین کر لے آیا، جن میں دو سو اونٹ حضرت عبد المطلب کے بھی تھے، اس کے بعد ابرھہ نے کسی کو بھیج کر انھیں بلوایا، ابرھہ نے حضرت عبد المطلب کی بہت عزت کی اور ترجمان کے ذریعہ ان میں یہ بات چیت ہوئی، ابرھہ نے کہا : تم کیا چاہتے ہو؟ حضرت عبد المطلب نے کہا : تم میرے اونٹ واپس کردو، ابرھہ نے تعجب سے کہا تمھیں اونٹوں کی فکر ہے اور خانہ کعبہ کی کوئی فکر نہیں، جس کو میں گرانے آیا ہوں، حضرت عبد المطلب نے کہا : میں اونٹوں کا مالک ہوں، اس لیے اپنے اونٹ مانگ رہا ہوں، خانہ کعبہ کا مالک اللہ ہے، وہ اپنا گھر خود بچائے گا، اس گفتگو کے بعد حضرت عبد المطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ میں لوٹ آئے اور قریش سے کہا کہ تم لوگ شہر مکہ سے نکل جاؤ اور پہاڑوں کے دروں میں پناہ لے لو، اور خود چند آدمیوں کے ساتھ خانہ کعبہ میں گئے اور وہاں یہ دعا کی : اے اللہ! ہر شخص اپنا گھر بچاتا ہے تو بھی اپنا گھر بچا، ایسا نہ ہو کہ ان کی صلیب اور ان کی تدبیر، تیری تدبیر پر غالب آجائے اور اگر تو ہمارے قبلہ کو ان پر چھوڑنا چاہتا ہے تو تو جو چاہتا ہے وہ کر۔

حضرت عبد المطلب اس دعا کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑوں کے درے میں پناہ گزین ہو گئے، دوسری صبح کو ابرھہ کعبہ کو گرانے کے لیے اپنی فوج اور ہاتھیوں کو لے کر روانہ ہوا، جب اس نے ہاتھی کا منہ مکہ کی طرف کیا تو وہ بیٹھ گیا اور بہت کوشش کے باوجود نہ اٹھا، پھر اس نے ہاتھی کا منہ دوسری طرف کیا تو وہ تیز بھاگنے لگا، پھر جب وہ اس کا منہ مکہ کی طرف کرتا تو وہ بیٹھ جاتا، اور جب دوسری طرف کرتا تو تیز بھاگتا، آخر کار اللہ تعالی نے چھوٹے چھوٹے پرندے ابابیل بھیجے، ان کی چونچ اور پنجوں میں کنکریاں تھیں، انھوں نے وہ کنکریاں برسانی شروع کر دیں، جس شخص پر وہ کنکریاں گرتیں، وہ ہلاک ہو جاتا، ہر کنکری پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا، وہ کنکری اس کے سر میں گھستی اور اس کے مقعد سے نکل جاتی، یہ دیکھ کر ابرھہ کا لشکر بھاگ نکلا اور اللہ تعالی نے دشمن سے اپنا گھر بچا لیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۲۱ ۔ ۱۱۹ ملخصاً تفسیر کبیر ج ۱۱ ص 288- 289)

مختصر خلاصہ:

دنیوی مال ومنال اور جاہ وجلال پر مغرور ہو کر ایمان وتوحید کے مرکز کو مٹانے کی کوشش کرنے والوں کو مٹا دیا جائے گا۔ دنیا اور آخرت کے عذاب سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ سورۃ العصر میں بیان کردہ چار اوصاف اپنے اندر بھر لو۔

سورة قريش (106)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام القریش ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی پہلی آیت میں "القریش" کا لفظ مذکور ہے، وہ آیت یہ ہے :

لایلف قریش ۔(القریش ۱:) قریش کو رغبت دلانے کے لئے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ "لایلف قریش" مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۹ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۱۰۶ ہے۔

ما قبل سے ربط:

سورۃ القریش اور سورۃ الفیل ان دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں، سورۃ الفیل میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دشمن کو ہلاک کر دیا، جو بیت اللہ کو گرانے کے لیے آیا تھا، جس کی وجہ سے پوری عرب دنیا میں ان کی عزت اور ان کا وقار تھا، اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ایک اور نعمت یاد دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں تجارت کرنے کی رغبت پیدا کی اور موسم سرما اور موسم گرما میں ان کو دوسرے شہروں میں تجارت کے لیے سفر کرنے پر تیار کیا، جس کی وجہ سے وہ خوش حال ہو گئے، گرمیوں میں وہ شام کی طرف سفر کرتے تھے اور سردیوں میں وہ یمن کی طرف سفر کرتے تھے۔

اس سورت کا سورۃ الفیل کے ساتھ شدید اتصال ہے "لایلف قریش" جار مجرور ہے اور یہ اس مقدر جملہ کے متعلق ہے: "اھلك الله اصحاب الفیل لایلف قریش "اللہ تعالیٰ نے قریش کو رغبت دلانے کے لیے "اصحاب الفیل" کو ہلاک کر دیا اور اس شدت اتصال کی وجہ سے حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں ان دونوں سورتوں کو ایک سورت قرار دیا گیا ہے اور ان کے درمیان "بسم الله الرحمٰن الرحیم" نہیں لکھی گئی، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ دو سورتیں ہیں جیسا کہ حضرت عثمان (رض) نے جو مصحف رائج کیا تھا، اس میں یہ دو الگ الگ سورتیں ہیں۔

مختصر خلاصہ :

مرکز توحید کو مٹانے والوں کو ہم نے مٹایا اور قریش کو سرما و گرما کے تجارتی سفروں کے مواقع فراہم کیے ان کو بھی چاہیے کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں اور شرک نہ کریں اور مال و دولت کی محبت میں اندھے نہ ہو جائیں۔

سورت قریش پر اللہ تعالیٰ کی متعدد نعمتوں کی بیان میں ہے، اللہ تعالیٰ کی قریش پر نعمت عظمیٰ یہ تھی کہ قریش جو پہلے بکھرے ہوئے اور منتشر تھے، ان کو مجتمع اور متحد کیا اور ان میں باہم محبت پیدا کی اور ان کو گرمیوں میں شام کی طرف تجارتی سفر پر تیار کیا اور سردیوں میں یمن کی طرف تجارتی سفر پر آمادہ کیا، جس کی وجہ سے ان کی ضرورتیں پوری ہو گئیں اور وہ خوش حال ہو گئے اور ان کے شہر کو اللہ تعالیٰ نے امن کا گہوارہ بنا دیا۔

سورة الماعون (107)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ:

اس سورت کا نام الماعون ہے، کیونکہ اس سورت کی آیت ۷ : میں "الماعون" کا لفظ ہے اور وہ آیت یہ ہے۔

وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (الماعون ۷ :) اور وہ استعمال کی معمولی چیز دینے کے منع کرتے ہیں۔

مقام نزول:

وهي مكية في قول الجمهور وأخرجه ابن مردويه عن ابن عباس وابن الزبير كما في الدر المنثور. وفي البحر أنها مدنية في قول ابن عباس وقتادة وحكي ذلك أيضا عن الضحاك. وقال هبة الله المفسر الضرير :نزل نصفها بمكة في العاص بن وائل، ونصفها في المدينة في عبد الله بن أبي المنافق.

جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے، حضرت ابن عباس اور قتادہ نے کہا : یہ سورت مدنی ہے اور ھبۃ اللہ نے کہا : اس سورت کا نصف مکہ میں عاص بن وائل کے متعلق نازل ہوا اور اس سورت کا باقی نصف عبداللہ بن ابی منافق کے متعلق نازل ہوا ہے۔
(روح المعانی جز ۳۰ ص ۴۴۴)

ما قبل سے ربط:

اس سے پہلی سورت قریش میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی تھی جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے تھے اور اس میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے تھے، دسری وجہ یہ ہے کہ سورۃ القریش میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا : اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کریں اور اس سورت میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو سستی اور کاہلی سے نماز پڑھتے تھے، تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو دی ہوئی نعمتیں بتائیں اور وہ اس کے باوجود مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کرتے تھے اور آخرت میں جزا اور سزا کا انکار کرتے تھے اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو اپنے عذاب سے ڈرایا ہے۔

مقاصد سورۃ:

اس سورت کی ابتداء مکی ہے اور اس میں دین کی تکذیب کرنے والے کافر کا ذکر ہے اور اس کی انتہا مدنی ہے اور اس میں استعمال کی معمولی چیز دینے سے منع کرنے والے منافق کا ذکر ہے۔

اس سورت کی ابتداء میں دین کی تکذیب کرنے والے کافر کا ذکر ہے اور اس کی دو صفتیں ذکر فرمائی ہیں : ایک یہ کہ ہو یتیم کو دھتکارتا ہے اور دوسری یہ کہ وہ لوگوں کو یتیم کے کھلانے پر برانگیختہ نہیں کرتا۔

اور اس سورت کے آخر میں منافق کی مذمت کی ہے اور اس کی تین صات ذکر فرمائی ہیں :(۱) وہ نماز سے غفلت کرتا ہے اور

سستی اور کاہلی سے نماز پڑھتا ہے (۲) وہ ریاکار ہے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے عبادت کرتا ہے (۳) وہ اپنے پڑوسیوں کو استعمال کی معمولی چیز دینے سے بھی منع کرتا ہے اور کافر اور منافق دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے ڈرایا ہے۔

سورۃ الماعون کا تلاوت کے اعتبار سے نمبر ۱۰۷ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۷ ہے۔

مختصر خلاصہ:

تکذیب قیامت، یتیموں اور مسکینوں پر خرچ نہ کرنے اور نمازوں میں غفلت کرنے پر زجر۔

سورة الكوثر (108)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الکوثر ہے، کیونکہ اس کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خطاب کر کے فرماتا ہے:

انا اعطینك الکوثر۔ (الکوثر۱ :) بیشک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔

یہ خیر کثیر آپ کو دائمی طور پر دنیا اور آخرت میں حاصل ہے، اسی خیر کثیر کا ایک فرد حوض کوثر ہے، جو آپ کو محشر میں حاصل ہوگا اور اسی کا ایک فرد نہر کوثر ہے جو آپ کو جنت میں حاصل ہوگی۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۵ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۱۰۸ ہے۔

سورۃ الکوثر کا مکی یا مدنی ہونا:

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

أخرج ابن مرْدَوَيْه عَن ابْن عَبَّاس قَالَ :نزلت سُورَة {إِنَّا أعطيناك الْكَوْثَر} بِمَكَّة,وَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن الزبير وَعَائِشَة مثله

امام ابن مردودیہ نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ" انا اعطینك الکوثر۔ "مکہ میں نازل ہوئی ہے، نیز امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عائشہ (رض) سے بھی اسی کی مثل روایت کیا ہے۔ (الدالمنثو رج ۸ص 589)

حافظ سیوطی نے الاتقان ج۱ص ۷۰ میں اس کے خلاف لکھا ہے :وہ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ سورۃ الکوثر مدنی ہے، اور دلیل میں صحیح مسلم کی یہ روایت ذکر فرمائی ہے:

عَنْ أَنَسٍ؛ قَالَ:بَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ يَوْمٍ بَيْنَ أَظْهُرِنَا، إِذْ أَغْفَى إِغْفَاءَةً. ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مُتَبَسِّمًا. فَقُلْنَا :مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ "أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ". فَقَرَأَ

" {بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ. فَصَلِّ لِرَبِّكَ وانحر. إن شانئك هو الأبتر} " ثُمَّ قَالَ "أَتَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ؟ " فَقُلْنَا :اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ "فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّي عز وجل. عليه خير كثير. و حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ. آنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُومِ. فَيُخْتَلَجُ الْعَبْدُ مِنْهُمْ. فَأَقُولُ :رَبِّ! إِنَّهُ مِنْ أُمَّتِي. فَيَقُولُ :مَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَتْ بَعْدَكَ"

حضرت انس (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، اچانک آپ کو اونگھ آگئی، آپ نے مسکراتے ہوئے سر بلند کیا اور فرمایا :ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے، پھر آپ نے پڑھا :" بسم الله الرحمٰن الرحیم۔ انا اعطیناك الکوثر۔ فصل لربك وانحر۔ ان شانئك هوالابتر۔" پھر آپ نے فرمایا : کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے، ہم نے کہا :اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا :یہ وہ نہر ہے جس کا میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس میں خیر کثیر ہے اور یہ وہ حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہوگی، اس کے برتن ستاروں کے عدد کے برابر ہیں، اس پر ان میں سے ایک بندہ وہاں سے نکالا جائے گا، میں کہوں گا :اے میرے رب! یہ میرا امتی ہے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا : آپ از خود نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد دنی میں کیا نیا کام نکالا ہے۔(صحیح مسلم رقم الحدیث ٤٠٠ :)

لیکن امام بخاری نے کوثر کے متعلق جو احادیث روایت کی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ الکوثر مکی ہے کیونکہ ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کو نہر کوثر شب معراج میں عطا کی گئی اور معراج آپ کو ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے مکہ میں ہوئی تھی، اس سے واضح ہوا کہ سورۃ الکوثر مکی ہے۔امام بخاری نے سورۃ الکوثر کی تفسیر میں جو احادیث درج کی ہیں، وہ یہ ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ» :لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلَى السَّمَاءِ، قَالَ: أَتَيْتُ عَلَى نَهَرٍ، حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفًا، فَقُلْتُ :مَا هَذَا يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ :هَذَا الْكَوْثَرُ«

حضرت انس (رض) بیان کرتے ہیں کہ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو آسمان کی طرف معراج کرائی گئی تو آپ نے فرمایا : میں ایک نہر (دریا) پر آیا، جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے، میں نے کہا :اے جبرائیل یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا، یہ کوثر ہے۔(صحیح البخاری رقم الحدیث، 4964

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَ» :سَأَلْتُهَا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى :{إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ} قَالَتْ :نَهَرٌ أُعْطِيَهُ نَبِيُّكُمْ صلى الله عليه وسلم، شَاطِئَاهُ عَلَيْهِ دُرٌّ مُجَوَّفٌ، آنِيَتُهُ كَعَدَدِ النُّجُومِ.

ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ (رض) سے " انا اعطینك الکوثر۔" (الکوثر ١ :) کے متعلق سوال کیا تو

حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ وہ نہر ہے جو تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عطا کی گئی ہے، اس کے دونوں کناروں پر کھوکھیل موتی ہیں اور اس کے برتنوں کے تعداد ستاروں کی مثل ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٩٦٥)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّهُ قَالَ «فِي الْكَوْثَرِ: هُوَ الْخَيْرُ الَّذِي أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ.» قَالَ أَبُو بِشْرٍ: قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ: فَإِنَّ النَّاسَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ؟ فَقَالَ سَعِيدٌ: النَّهَرُ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ

حضرت ابن عباس (رض) نے الکوثر کی تفسیر میں فرمایا: یہ وہ خیر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کی ہے، ابو بشر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا: لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ "الکوثر" جنت میں نہر ہے، سعید نے کہا: جو نہر جنت میں ہے وہ بھی اس خیر کا فرد ہے جو اللہ تعالی نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٩٦٦)

حافظ شہاب الدین احمد علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عن سعيد بن جبير عنه أنه قال في الكوثر: هو الخير الكثير الذي أعطاه الله إياه. قال: قلت لسعيد بن جبير عنه: إنه قال في الكوثر: فإن ناسا يزعمون أنه نهر في الجنة، فقال سعيد: النهر الذي في الجنة من الخير الكثير الذي أعطاه الله إياه. هذا تأويل من سعيد بن جبير جمع به بين حديثي عائشة وابن عباس، وكأن الناس الذين عناهم أبو بشر، أبو عن سعيد بن جبير عنه أنه قال في الكوثر: هو الخير الكثير الذي أعطاه الله إياه. قال: قلت لسعيد بن جبير عنه: إنه قال في الكوثر: فإن ناسا يزعمون أنه نهر في الجنة، فقال سعيد: النهر الذي في الجنة من الخير الكثير الذي أعطاه الله إياه. هذا تأويل من سعيد بن جبير جمع به بين حديثي عائشة وابن عباس، وكأن الناس الذين عناهم أبو بشر، أبو إسحاق، وقتادة ونحوهما ممن روى ذلك صريحا أن الكوثر هو النهر

سعید بن جبیر کے قول کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس (رض) نے جو فرمایا ہے کہ "الکوثر" خیر کثیر ہے، یہ ان لوگوں کی قول کے خلاف نہیں ہے، جنہوں نے کہا ہے: اس سے مراد جنت میں نہر ہے، کیونکہ جنت میں نہر بھی خیر کثیر کے افراد میں سے ہے اور شاید کہ سعید بن جبیر نے یہ اشارہ کیا ہے کہ حضرت ابن عباس کی تاویل اپنے عموم کی وجہ سے اولی ہے، لیکن نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے الفاظ سے "الکوثر" کی نہر کے ساتھ تخصیص ثابت ہے، لہٰذا اس سے عدول نہیں کرنا چاہیے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ١٤٢)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ لکھتے ہیں:

سورۃ الکوثر کی سورۃ الماعون سے مناسبت

امام رازی نے فرمایا ہے کہ سورۃ الکوثر اس سے پہلی سورت الماعون کے بہ منزلہ مقابلہ ہے کیونکہ سورۃ الماعون میں منافق یا مشرک کے چار وصف بیان فرمائے تھے، پہلا وصف یہ بیان فرمایا کہ وہ بخیل ہوتا ہے، کیونکہ فرمایا، مشرک بخیل ہوتا ہے کیونکہ وہ یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے پر برانگیختہ نہیں کرتا (الماعون ۳۔۲) اور اس سورت میں بخل کے مقابلہ میں فرمایا: ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے (الکوثر ۱) یعنی آپ بھی بہ کثرت عطا کیجیے اور الماعون میں منافق کا دوسرا وصف یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتا (الماعون ۵) اس کے مقابلہ میں اس سورت میں فرمایا ہے: سو آپ نماز پڑھتے رہیے (الکوثر ۲) یعنی ہمیشہ نماز میں فرمایا ہے: "لربک" (الکوثر:) یعنی اپنے رب کی رضا کے لیے نماز پڑھیے نہ کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے اور الماعون میں منافق کا چوتھا وصف یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ زکوۃ نہیں ادا کرتا (الماعون ۷) اس کے مقابل ہمیں الکوثر میں فرمایا: "وانحر" (الکوثر ۲) یعنی آپ قربانی کیجیے اور اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ آپ قربانی کا گوشت لوگوں میں تقسیم کیجیے اور سورۃ الکوثر کے آخر میں فرمایا: "ان شانئک ھو الابتر" (الکوثر ۳) یعنی منافق جو ان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کر رہا ہے، وہ عنقریب مرجائے گا اور دنیا سے اس کا نام ونشان مٹ جائے گا اور آپ کا ذکر جمیل دنیا میں قیامت تک ہوتا رہے گا اور آخرت میں آپ کو ثواب جزیل حاصل ہوگا۔

مختصر خلاصہ:

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیلئے تسلی اور شرک اعتقادی وفعلی کی نفی۔ مشرکوں کے لیے تخویف، یہ سورت، سورت اعلی کے دونوں مضمونوں میں سے ایک یعنی توحید اور نفی شرک کے ساتھ متعلق ہے۔

سورة الكافرون (109)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام سورۃ الکافرون ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اپنے نبی کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ کافروں کو مخاطب کر کے یہ کہیں کہ آپ ان بتوں کی عبادت نہیں کریں گے جن کی وہ عبادت کرتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت یہ ہے:

قل یایھا الکفرون۔ (الکافرون ۱) آپ کہیے: اے کافرو!۔

عَن ابن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ: نزلت سُورَة {قل يَا أَيهَا الْكَافِرُونَ} بِمَكَّة

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس (رض) اور حضرت ابن الزبیر (رض) سے یہ روایت کیا ہے کہ سورۃ الکافرون مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۵۸۶)

ماقبل سے ربط:

اس سے پہلے سورۃ الکوثر میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ آپ اخلاص سے اپنے رب کی عبادت کریں اور اس سورت میں یہ حکم دیا

ہے کہ آپ یہ اعلان کردیں کہ آپ مشرکین کے خود ساختہ بتوں کی عبادت نہیں کریں گے اور آپ ان کے معبودوں سے بےزاری کا اظہار کردیں۔

اس سورت میں مشرکین کے اعمال سے بےزاری کا اظہار کیا گیا ہے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس سورت میں کفار کی اس طمع کو منقطع کردیا گیا کہ کبھی مسلمان دین اور عبادت کے معاملہ میں ان سے سمجھوتا کرلیں گے۔

سورۃ سے متعلق احادیث:

حضرت انس (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "قل یایھا الکفرون۔" چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (فردوس الاخبار للدیلمی رقم الحدیث ٤٦٥٨ :)

حضرت فروہ بن نوفل الشجعی (رض) بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا: مجھے کچھ وصیت کیجیے، آپ نے فرمایا: تم سوتے وقت "قل یایھا الکفرون۔" پڑھا کرو، کیونکہ یہ سورت شرک سے بری کرتی ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث ٥٠٠٥ : عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث ٨٠٩ :)

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ١٠٩ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ١٨ ہے۔

مختصر خلاصہ :

جس طرح ناصح وعظ ونصیحت میں پورے افہام وتفہیم اور تفصیل وتوضیح کے بعد کہتا ہے کہ مسئلہ تو میں نے واضح کردیا ہے اگر اب بھی نہیں مانتے تو میرا راستہ یہ ہے اور تمہارا راستہ وہ ہے۔ اسی طرح یہاں کہا گیا کہ اتنے بیانات کے بعد بھی باز نہیں آتے ہو۔ تو ہمارے اور تمہارے درمیان سلام متارکہ ہے۔ تائید : "اعرض عمن تولی عن ذکرنا (النجم رکوع 2)۔ اس میں سلام متارکہ کا اعلان کرنا مقصود ہے۔

سورة النصر (110)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام النصر ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں "نصر" کا لفظ ہے اور وہ آیت یہ ہے:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (الفتح ١ :) جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔

اس "نصر" سے مراد بہت بڑی مدد ہے اور اس فتح سے مراد بہت بڑی فتح ہے اور وہ فتح مکہ ہے۔

أخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن عَبَّاس قَالَ :أنزل بِالْمَدِينَةِ {إِذا جَاءَ نصر الله وَالْفَتْح}

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر (رض) سے روایت کیا ہے کہ "اذا جآء نصر الله والفتح" مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدرالمنثور ج۸ ص۶۰۱)

ماقبل سے ربط:

اس سے پہلی سورت میں یہ بتایا تھا کہ دین اسلام کفار کے دین کے خلاف ہے، اور اس سورت میں یہ بشارت دی ہے کہ کفار کا دین عنقریب مٹ جائے گا اور دین اسلام غالب آجائے گا اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عنقریب بہت بڑی فتح اور بہت بڑی نصرت حاصل ہوگی، مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا اور ارد گرد کے قبائل فوج در فوج اس لام میں داخل ہوں گے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مشن پورا ہو رہا ہے اور عنقریب آپ کی وفات ہو جائے گی۔ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۱۴ ہے اور یہ آخری سورت منی میں حجۃ الوداع کے دوران نازل ہوئی ہے اور چونکہ یہ سورت ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے، اس لیے اس سورت کا مدنی سورتوں میں شمار کیا جاتا ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۱۰ ہے۔

مقاصد سورۃ:

یہ سورت بالا جماع مدنی ہے اور اس میں فتح مکہ اور مشرکین کے خلاف نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نصرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ تمام جزیرہ عرب میں اب اسلام پھیل جائے گا اور بت پرستی اور شرک کے اندھیرے اب چھٹ جائیں گے اور اس سورت میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زندگی پوری ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے اور آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ اپنے رب عزوجل کی حمد اور اس کی تسبیح کریں اور اس سے استغفار کریں، سو اس سورت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہ کثرت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، اس کی تسبیح اور اس سے مغفرت طلب کرتے تھے۔

مختصر خلاصہ :

تسلیہ برائے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یعنی جب تم صاف صاف ان کو کافر کہہ دو گے اور سلام متارکہ کا اعلان کرو گے تو میں تمہیں فتح دوں گا۔

سورة اللهب (111)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کا نام الہب ہے اور اس سورت کا نام تبت بھی ہے اور اس سورت کا نام المسد بھی ہے کیونکہ تینوں اس سورت میں وارد ہیں۔

أخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن عَبَّاس قَالَ :أنزلت {تبت يدا أبي لَهب} بِمَكَّة

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس، حضرت ابن الزبیر اور حضرت عائشہ (رض) سے روایت کیا ہے کہ سورۃ تبت یدآ ابی لھب۔ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

وَأخرج أَبُو نعيم فِي الدَّلَائِل عَن ابْن عَبَّاس قَالَ :مَا كَانَ أَبُو لَهب إِلَّا من كفار قُرَيْش مَا هُوَ حَتَّى خرج من الشّعب حِين تمالأت قُرَيْش حَتَّى حصرونا فِي الشّعب وظاهرهم فَلَمَّا خرج أَبُو لَهب من الشّعب وظاهرهم فَلَمَّا خرج أَبُو لَهب من الشّعب لَقِي هنداً بنت عتبَة بن ربيعَة حِين فَارق قومه فَقَالَ :يَا ابْنة عتبَة هَل نصرت اللات والعزى قَالَت :نعم فجزاك الله خيرا يَا أَبَا عتبَة؛قَالَ :إِن مُحَمَّدًا يعدنا أَشْيَاء لَا نرَاهَا كائنة يزْعم أَنَّهَا كائنة بعد الْمَوْت الخ

امام ابونعیم نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے کہ ابولہب کفار قریش میں سے تھا، جب کفار قریش نے ہم کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تو ایک دن ابولہب ایک گھاٹی سے نکلا اور اس کی ہند بنت عتبہ بن ربیعہ سے ملاقات ہوئی، ابولہب نے اس سے کہا : اے عتبہ کی بیٹی! کیا تم نے لات اور عزیٰ کی مدد کی ہے؟ اس نے کہا، ہاں! اللہ تم کو جزائے خیر دے، اے عتبہ کے باپ، ابولہب نے کہا : (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم کو ایسی سزاؤں سے ڈراتے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے اور ان کا زعم یہ ہے کہ یہ سزائیں بعد میں ملیں گی، وہ تین سال شعب ابی طالب میں محصور رہے، حتیٰ کہ ہم میں سے جس نے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا۔ (الدرالمنثور ج ۸ ص ۶۰۷)

ماقبل سے ربط:

سورۃ اللھب سے پہلے سورۃ النصر ہے، سورت النصر میں اطاعت گزاروں کے لیے ثواب کی بشارت ہے اور اس سورت میں نافرمانوں کے لیے عذاب کی وعید ہے، یوں ان دونوں سورتوں میں وعد اور وعید کی مناسبت ہے۔

مضمون سورۃ:

اس سورت میں ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب کا انجام بتایا گیا ہے، یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا چچا تھا اور اس کی بیوی ام جمیل اروی بنت حرب بن امیہ تھی، جو ابوسفیان کی بہن تھی، وہ بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سخت دشمن تھی، وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایذاء پہنچاتی تھی اور اپنے شوہر کی طرح لوگوں کو اسلام لانے سے روکتی تھی۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۱۱ ہے۔

مختصر خلاصہ :

اگر یہ معاندین ان بینات کے باوجود بھی نہیں مانتے تو ان کو سلام متارکت کرو۔ اللہ آپ کو فتح دے گا اور آپ کے دشمنوں کو ہلاک کرے گا۔ اس سورت میں ہلاکت کا ایک نمونہ بتایا۔

سورة الاخلاص (112)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کے متعدد نام ہیں : اس کا زیادہ مشہور نام الاخلاص ہے، کیونکہ یہ سورت اللہ تعالی کی توحید خالص کو بیان کرتی ہے اور یہ بیان کرتی ہے کہ اللہ عزوجل ہر نقص سے بری ہے اور ہر شریک سے پاک ہے اور اس سورت پر ایمان رکھنے کی وجہ سے انسان شرک اور دائمی عذاب سے نجات پالیتا ہے، اس سورت کے دیگر نام یہ ہیں:

سورۃ التفرید، سورۃ التوحید، سورۃ النجات، سورۃ الولایہ، سورۃ المعرفتہ اور سورۃ الاساس وغیرہ

ماقبل سے ربط:

اس سے پہلے سورۃ الکافرون میں اللہ تعالی کے سوا دیگر معبودوں کی پرستش کی نفی کی تھی اور اس سورت میں اللہ سبحانہ کی الوہیت کا اثبات ہے۔

مقصد سورۃ:

اس سورت میں اسلام کے سب سے اہم عقیدہ کا ذکر ہے اور وہ اللہ سبحانہ کی توحید ہے اور اللہ تعالی کے صفات کمال سے متصف ہونے کا ذکر ہے اور اس سورت میں نصاریٰ کا رد ہے، جو تین خداؤں کے قائل ہیں اور مشرکین کا رد ہے، جو اللہ تعالی کی عبادت میں باطل خداؤں کو شریک کرتے ہیں۔

سورت الاخلاص کے فضائل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ :قَالَ اللهُ» :كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ :لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي، وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ :اتَّخَذَ اللهُ وَلَدًا، وَأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ، لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُأً أَحَدٌ«

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے : ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کے لیے یہ جائز نہ تھا اور اس نے مجھے گالی دی اور اس کے لیے یہ جائز نہ تھا، ابن آدم کی تکذیب یہ ہے کہ

کس نے کہا: وہ اس کو دوبارہ نہیں پیدا کر سکے گا جیسے پہلے پیدا کیا تھا حالانکہ پہلے پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے، اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اس نے کہا، اللہ نے بیٹا بنالیا حالانکہ میں "الاحد الصمد"- (واحد اور بے نیاز) ہوں، حالانکہ میری اولاد ہے نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرا کفو (ہم سر) ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث 4974:-4975)

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ المُشْرِكِينَ قَالُوا لِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم :انْسُبْ لَنَا رَبَّكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ :{قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ} [الإخلاص1 :] فَالصَّمَدُ :الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، لِأَنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ يُولَدُ إِلَّا سَيَمُوتُ، وَلَيْسَ شَيْءٌ يَمُوتُ إِلَّا سَيُورَثُ، وَإِنَّ اللَّهَ عز وجل لَا يَمُوتُ وَلَا يُورَثُ :{وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ} [الإخلاص4 :] قَالَ» :لَمْ يَكُنْ لَهُ شَبِيهٌ وَلَا عِدْلٌ وَلَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ«

حضرت ابی بن کعب (رض) بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا، آپ اپنے رب کا نسب بیان کیجیے تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمادی: "قل هو الله احد. الله الصمد." پس صمد وہ ہے جس کی اولاد نہ ہو، نہ اس کی کوئی اولاد ہو کیونکہ ہر ولد عنقریب مرجائے گا اور جو مرتا ہے اس کا عنقریب کوئی وارث ہوتا ہے اور بیشک اللہ عزوجل مرے گا نہ اس کا کوئی وارث ہوگا، ولم یکن لہ کفوا احد آپ نے فرمایا: اس کا کوئی مشابہ ہے نہ کوئی ہم سر ہے اور نہ کوئی چیز اس کی مثال ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث ٣٣٦٤ :مسند احمد ج٥ ١٣٣)

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:"أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِي لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ " قَالُوا :وَكَيْفَ يَقْرَأُ ثُلُثَ القرآن؟ قال "قل هو الله أحد، يعدل ثلث القرآن"

حضرت ابو الدرداء (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس سے عاجز ہے کہ وہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھے، صحابہ نے کہا: ہم کیسے تہائی قرآن پڑھ سکتے ہیں ڈ آپ نے فرمایا: قل ھو اللہ احد" تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ١٨١١ :

اسی سند سے روایت ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تین حصے کیے ہیں اور ڈقل ھو اللہ احد" کو قرآن مجید کا ایک حصہ بنایا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ٨١١ :)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم» :احْشُدُوا فَإِنِّي سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ« قَالَ :فَحَشَدَ مَنْ حَشَدَ، ثُمَّ خَرَجَ نَبِيُّ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَرَأَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ ثُمَّ دَخَلَ، فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم» :فَإِنِّي سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ« إِنِّي لَأَرَى هَذَا خَبَرًا جَاءَهُ مِنَ السَّمَاءِ. ثُمَّ خَرَجَ نَبِيُّ اللهِ صلى الله عليه وسلم

فَقَالَ» :إِنِّي قُلْتُ سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ، أَلَا وَإِنَّهَا تَعْدِلُ بِثُلُثِ الْقُرْآنِ :«هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :تم لوگ جمع ہو جاؤ، میں عنقریب تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا، پھر جنہوں نے جمع ہونا تھا، وہ جمع ہو گئے، پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لائے اور آپ نے سورۃ "قل ھو اللہ احد" پڑھی، پھر آپ چلے گئے، پھر ہم میں سے بعض نے کہا، میرے خیال میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور فرمایا :میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا، سنو! بیشک یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۸۱۲ :(سنن ترمذی رقم الحدیث ۲۹۰۰ :)

عَنْ عَائِشَةَ »أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بَعَثَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ، وَكَانَ يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِ فَيَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: سَلُوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذَلِكَ. فَسَأَلُوهُ فَقَالَ :لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمَنِ، وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم :أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللهَ يُحِبُّهُ«.

حضرت عائشہ (رض) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک شخص کو ایک لشکر میں بھیجا اور وہ اپنے اصحاب میں نماز پڑھاتے تھے، وہ سورت ملانے کے بعد آخر میں سورۃ "قل ھو اللہ احد- پڑھتے تھے، جب لشکر کے لوگ واپس آئے تو انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس بات کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا :ان سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ ان لوگوں نے پوچھا تو انھوں نے کہا، یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے، اس لیے میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں، آپ نے فرمایا :ان سے کہو کہ اللہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۷۳۷۵ :)

مختصر خلاصہ :

توحید کا کھلم کھلا اعلان جس کی وجہ سے فتح نصیب ہوئی اور دشمن ہلاک ہوا۔

سورة الفلق (113)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الفلق ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں "الفلق" کا لفظ مذکور ہے، وہ آیت یہ ہے:

قل اعوذ برب الفلق۔ (الفلق ۱ :) آپ کہیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے:

حسن بصری، عکرمہ، عطاء اور حضرت جابر (رض) کے نزدیک یہ سورت مکی ہے اور حضرت ابن عباس (رض) قتادہ اور ایک جماعت کے نزدیک یہ سورت مدنی ہے۔(روح المعانی ج۳۰ ص ۴۹۸)

ماقبل سے ربط:

اس سے پہلے سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کو بیان فرمایا تھا اور یہ کہ جو چیزیں اس کی شان کے لائق نہیں ہیں، اس کی ذات اور صفات ان سے منزہ ہے، اور اس سورت الفلق اور اس کے بعد کی سورت الناس میں یہ بتایا ہے کہ اس جہان میں جو بھی شر ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے، اسی طرح شیاطین، انس اور جن جو انسان کو اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور انسان کے دل میں برائی کے وسوسے ڈالتے ہیں، ان سے بھی اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔

شان نزول:

وَأخرج ابْن مرْدَوَيْه وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل عَن عَائِشَة قَالَت :كَانَ لرَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم غُلَام يَهُودِيّ يَخْدمه يُقَال لَهُ لبيد بن أعصم فَلم تزل بِهِ يهود حَتَّى سحر النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَكَانَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يذوب وَلَا يدْرِي مَا وَجَعه فَبينا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ذَات لَيْلَة نَائِم إِذا أَتَاهُ ملكان فَجَلَسَ أَحدهمَا عِنْد رَأسه وَالْآخر عِنْد رجلَيْهِ فَقَالَ الَّذِي عِنْد رَأسه للَّذي عِنْد رجلَيْهِ :مَا وَجَعه قَالَ :مطبوب،قَالَ :من طبه قَالَ: لبيد بن أعصم،قَالَ :بِمَ طبه قَالَ :بِمشْط ومشاطة وجف طلعة ذكر بِذِي أروان وَهِي تَحت راعوفة الْبِئْرفَلَمَّا أصبح رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم غدا وَمَعَهُ أَصْحَابه إِلَى الْبِئْر فَنزل رجل فاستخرج جف طلعة من تَحت الراعوفة فَإِذا فِيهَا مشط رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَمن مشاطة رَأسه وَإِذا تِمْثَال من شمع تِمْثَال رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَإِذا فِيهَا أبر مغروزة وَإِذا وتر فِيهِ إِحْدَى عشرَة عقدَة فَأَتَاهُ جِبْرِيل بالمعوذتين فَقَالَ :يَا مُحَمَّد {قل أعوذ بِرَبِّ الفلق} وَحل عقدَة {من شَرّ مَا خلق} وَحل عقده حَتَّى فرغ مِنْهَا وَحل الْعقد كلهَا وَجعل لَا ينْزع إبرة إِلَّا يجد لَهَا ألماً ثمَّ يجد بعد ذَلِك رَاحَة فَقيل يَا رَسُول الله لَو قتلت الْيَهُودِيّ فَقَالَ :قد عافاني الله وَمَا وَرَاءه من عَذَاب الله أَشد فَأخْرجهُ

رسول اللہ کے پاس ایک یہودی لڑکا بطور خدمت گار کام کرتا تھا یہود اس لڑکے کے قریب ہو گئے تب تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک اس نے رسول اللہ کے سر کی کنگھی کے بال اور اس کے کنگھی کے کچھ دندانے حاصل نہ کیے اس لڑکے نے یہ چیزیں یہود کو دے دیں انھوں نے ان چیزوں پر جادو کیا یہ کام کرنے والا لبید اعصم یہودی تھا اس نے جادو کو بنی زریق کے کنویں

میں دبایا تھا اس کنویں کو ذروان کہتے تھے اس کے اثر سے رسول اللہ بیمار پڑ گئے اور آپ کے سر کے بال اڑ گئے آپ چھ ماہ تک اسی حالت میں رہے انھیں یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ بیویوں کے پاس آئے ہیں حالانکہ آپ آئے نہ ہوتے تھے آپ کچھ محسوس کرتے تھے لیکن آپ کو پتہ نہ چلتا تھا کہ آپ کو کیا ہوا ہے۔ایک دن ایسا محسوس ہوا کہ آپ سو رہے تھے تو آپ کے پاس دو فرشتے آئے اور ان میں سے ایک سرہانے کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا پائنتی کی طرف سرہانے کی طرف بیٹھے فرشتے نے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا ہے دوسرے نے جواب دیا کہ انھیں طب ہوا پہلے نے پوچھا کہ طب کیا ہوتا ہے دوسرے نے کہا طب جادو ہوتا ہے پہلے نے پوچھا کہ ان پر جادو کس نے کیا ہے دوسرے نے جواب دیا کہ لبید بن الاعصم یہودی نے پہلے نے کہا کہ کن چیزوں پر جادو کیا ہے دوسرے نے جواب دیا کہ کنگھی اور کنگھی کے دندانوں پر پہلے نے پوچھا کہ وہ جادو کہاں ہے دوسرے نے کہا نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں ذروان کنویں کی تہہ کے پتھر کے تلے دبا ہوا ہے جس پتھر پر کنویں سے پانی کھینچنے والا کھڑا پانی کھینچتا ہے۔اس کے بعد رسول اللہ نیند سے بیدار ہوئے تو فرمایا کہ عائشہ تجھے پتہ ہے کہ اللہ نے مجھے میری بیماری سے مطلع کر دیا ہے اس کے بعد آپ نے حضرت علی اور حضرت زبیر سے اور حضرت عمار کو بھیجا انھوں نے اس کنویں کا پانی نکالا یہ پانی مہندی رنگ جیسا ہو گیا تھا پھر انھوں نے وہ بڑا پتھر اٹھایا اور جادو نکالا اس میں رسول اللہ کے بالوں کی کنگھی تھی اس کنگھی کے دندانے تھے اس کے اندر ایک تانت بھی تھی جس میں سوئی پروئی ہوئی گیارہ گانٹھیں تھیں اس پر اللہ نے معوذتین کی دو سورتیں نازل کیں۔جونہی آپ ان سورتوں کی ایک آیت کو پڑھتے تو ایک گانٹھ کھل جاتی رسول اللہ نے اس سے تکلیف میں تخفیف محسوس کی اس طرح آخر گانٹھ کھل گئی تو آپ اس طرح اٹھ کھڑے ہوئے جیسے کوئی شخص کسی بندھن سے چھوٹ کر تروتازہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے جبرائیل پڑھتے تھے بسم اللہ ارقیك من كل شي يوذك ومن حاسد وعين الله يشفيك۔لوگوں نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم اس خبیث کو قتل نہ کر دیں آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اللہ نے بیماری سے شفا دے دی ہے مجھے یہ پسند نہیں کہ میں لوگوں میں شر کھڑا کر دوں (یہ درگزر آپ کے حلم اور بردباری کی وجہ سے تھی) (الدر المنثور)

المعوذتین (الفلق اور الناس) کی فضیلت میں احادیث:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ :" قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيَّ آيَاتٍ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ {قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ} [الناس1 :] إِلَى آخِرِ السُّورَةِ، وَ {قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ} [الفلق1 :] إِلَى آخِرِ السُّورَةِ "» :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ«

حضرت عقبہ عامر الجہنی (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آج رات مجھ پر ایسی سورتیں نازل ہوئی ہیں کہ ان کی مثل کبھی نہیں دیکھی گئی "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب

الناس ۔"(

،(سنن ترمذی رقم الحدیث ۲۹۰۲ :)

عَن أبي حَابِس الْجُهَنِيّ أن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ لَهُ :يَا أَبَا حَابِس أَلا أخبرك بِأفْضَل مَا تعوّذ بِهِ المتعوّذون قَالَ :بلَى يَا رَسُول الله،قَالَ :{قل أعوذ بِرَبّ الفلق} و (قل أعوذ بِرَبّ النَّاس) هما المعوّذتان

حضرت ابوحابس جہنی (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :اے ابوحابس! کیا میں تمہیں ان کلمات کی خبر نہ دوں جو اللہ تعالیٰ س۔ پناہ طلب کرنے میں سب سے افضل ہیں؟ انھوں نے کہا : کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا : "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" اور یہی المعوذ تان ہیں۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث ٥٤٣٢ :)

حضرت عقبہ بن عامر (رض) بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا : یارسول اللہ! میں سورۃ یوسف اور سورۃ ھود کو پڑھوں، آپ نے فرمایا :اے عقبہ! "قل اعوذ برب الفلق" کو پڑھو، تم کوئی سورت نہیں پڑھو گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بلیغ ہو، اگر تم کرسکتے ہو تو اس کو (پڑھنے سے) فوت نہ ہونے دو۔ (المستدرک ج ۲ ص 540 قدیم المستدرک رقم الحدیث ۳۹۸۸ :،الذہبی نے کہا :اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ» :كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَتَعَوَّذُ مِنَ الجَانِّ وَعَيْنِ الإِنْسَانِ حَتَّى نَزَلَتِ المُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتَا أَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا«

حضرت ابوسعید خدری (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جنات کی نظر سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ طلب کرتے تھے، حتیٰ کہ المعوذ تین نازل ہوئیں تو آپ نے ان کو شروع کردیا اور ان کے سوا ترک کردیا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث; 2058:)

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 113 ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 20 ہے۔

مختصر خلاصہ :

جب آپ مسئلہ توحید کو اس طرح واشگاف کریں گے اور کھلم کھلا بیان فرمائیں گے تو دشمن ایذاء کے دوسرے حربوں کے علاوہ آپ پر جادو کرنے کا حربہ بھی استعمال کریں گے اس لیے آپ ان دونوں سورتوں کی اکثر تلاوت کیا کریں آپ پر جادو کا اثر نہ رہے گا۔

سورة الناس (114)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ؛

اس سورت کا نام الناس ہے کیونکہ اس کی پہلی آیت میں الناس کا لفظ ہے اور اس سورت میں الناس کا لفظ پانچ مرتبہ مذکور ہے۔
جیسا کہ ہم نے سورۃ الفلق میں ذکر کیا تھا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک سورۃ الفلق اور سورۃ الناس مکی ہیں اروبعض مفسرین کے نزدیک یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں۔

ماقبل سے ربط:

سورۃ الناس قرآن مجید کی آخری سورت ہے، قرآن مجید کی ابتداء سورۃ الفاتحہ سے ہوئی تھی، اس میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کا ذکر ہے اور سورت الناس میں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کا ذکر ہے اور اس کا مآل بھی اللہ سے مدد طلب کرنا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی اول آخر ہدایت یہ ہے کہ صرف اللہ سے ہی مدد طلب کی جائے اور اسی سے پناہ طلب کی جائے اور ہر مشکل اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے۔
سورۃ الفلق میں مخلوقات کے شر سے اور اندھیرے کے شر سے اور جادوگرنیوں کے جادو کے شر سے پناہ طلب کرنے کی تعلیم تھی اور یہ شرور ظاہر ہیں اور سورۃ الناس میں شیاطین کے وسوسوں سے پناہ طلب کرنے کی تعلیم ہے اور یہ شرور خفیہ ہیں، ان دونوں سورتوں کی ابتداء میں لفظ "قل" ہے یعنی آپ کہیے، بظاہر یہ صرف آپ کو خطاب ہے اور حقیقت میں اس خطاب میں آپ کی امت بھی داخل ہے۔

مقصد سورۃ:

اس سورت سے مقصود یہ ہے کہ آپ وسوسوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں جو تمام انسانوں کا رب ہے اور یہ بتانا ہے کہ تمام لوگوں کو شیاطین کے وسوسوں سے پناہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔
عَن ابْن عَبَّاس قَالَ :مَا من مَوْلُود يُولد إِلَّا على قلبه الوسواس فَإِذا نكر الله خنس وَإِذا غفل وسوس فَلذَلِك قَوْله :{الوسواس الخناس}

حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا : جو انسان بھی پیدا ہوتا ہے، اس کے دل پر وسواس ہوتا ہے، اگر وہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو (شیطان) پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اگر وہ غافل ہوتا ہے تو پھر وہ اس کو وسوسہ ڈالتا ہے اور "الواس الخناس " سے یہی مراد ہے۔(المستدرک ج ۲ ص 541 طبع قدیم المستدرک رقم الحدیث 3991:)
ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 114 ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر 21 ہے۔

مختصر خلاصہ :

اس سورت میں توحید کے ان تین مرتبوں کی طرف اشارہ ہے جو سورۃ انعام، حدید اور حشر میں مذکور ہوئے ہیں۔ "رب الناس"

پہلا مرتبہ سب کا خالق ومربی۔"ملك الناس" دوسرا مرتبہ تخت شاہی پر خود ہی مستوی ہے۔ "اله الناس" تیسرا مرتبہ حاجات و مصائب میں پکارے جانے کے لائق وہی ہے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

ترجمہ:

اے اللہ! تو پاک ہے، اور میں تیری حمد بیان کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں، اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

والسلام: ابوصہیب نثار عفی عنہ لانڈھی کراچی

جامع مسجد بیت المکرم